UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224114
UNIVERSAL
LIBRARY

THE
MOHAMMEDAN
SOCIAL REFORMER
تہذیب الاخلاق

جلد ۶ هفتم] یکم ربیع الاول سنه ۱۳۰۷ نبوي سنه ۱۲۹۳ هجري [نمبر ۳

حب القوم من الایمان فمن یسع في اعزاز قومه انما یسعی في اعزاز دینه

اِطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیه بابت اس پرچه کے بطور چنده خواه بطور قیمت وصول هو وه کسي خاص شخص کي ملکیت نهوگا بلکه اس پرچه کے اجرا و ترقي میں صرف کیا جاویگا *

جن دوستوں نے شریک هوکر اس پرچه کو جاري کیا هی اور ساڻهه روپیه سالانه اس پرچه کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے هیں وه اِس پرچه کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور هیں اُنکو اختیار هی که اگر چاهیں تو اَوْر کسي کو بهي بطور ممبر اپنے ساتهه شریک کریں اور جو شخص اِس طرح پر شریک هوگا اُسکو بهي ساڻهه روپیه سالانه دینا هوگا *

یه پرچه هر مهینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا که مناسب معلوم هوگا چهپا کریگا خریداروں کو چار روپیه سالانه بمعه پیشگي بهیجني هوگي اور هر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وه خریدار هوا هی خریدار تصور هوگا اور اخراجات روانگي پرچه سے اُن کو کچهه تعلق نهوگا *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچه خریدنا چاهیگا اُسکو في پرچه چهار آنه بمعه اخراجات روانگي پرچه دینا هوگا بشرطیکه وه پرچه زاید تعداد میں موجود هو *

اِطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچه کي بابت جس صاحب کو کچهه خط و کتابت کرني منظور هو یا خریداري اِس پرچه کي مد نظر هو یا کوئي مضمون اِس پرچه میں مندرج هونے کے لیئے بهیجنا هو یا زر قیمت اخبار یا زر چنده یا کچهه روپیه بطور ڈرفیشن کے منایت فرمانا هو تو سید احمد خاں صاحب بهادر سي ایس آگي پاس بلڈنگ بنارس بهیجا جاوے غرض که تمام خط و کتابت بابت اس پرچه کے اُنهي سے کي جاوے کیونکه یه پرچه علیحدة میں چهپ کر اُن کے پاس چلا جاتا هی اور وهاں سے تقسیم هوتا هی اور تمام حساب و کتاب اس کا سب اُن کے پاس رهتا هی *

اس پرچه میں صرف مضامین مفیده جو مسلمانوں سے متعلق هوں چهاپه هوتے هیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نهوں هوتے — مقصوده اس پرچه کے اجرا سے یه هی که مسلمانوں کي حسن معاشرت اور تهذیب کي ترقي هو اور جو غلط اوهام مذهبي اس ترقي کے مانع هیں اور هر طریقه وه مذهب اسلام کے برخلاف هیں وه بهي مٹائے جاویں *

مضمون نمبر ۲۳۵

سلیمان علیہ السلام

علم منطق الطیر — جن — نمل — طیر ھدھد — عفریت — عرش بلقیس — کشف ساق

علم منطق الطیر

(۱) ورث سلیمان داوود و قال یا ایھا الناس علمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شی — ان ھذا لھو الفضل المبین (سورۂ نمل)

ترجمہ — اور سلیمان داود کے وارث ہوئے اور کہنے لگے اے صاحبو ہمکو پرندوں کا علم ملا ہی اور ہر چیز میں سے ہمکو عنایت ہوا ہی — یہ بیشک بڑی فضیلت ہی ۔

تفسیر — منطق الطیر ایک علم ہی جس میں پرندوں کی بناوٹ صورت اور عادات کا بیان ہوتا ہی اور یہہ ایک شعبہ ہی حیواۃ الحیوان کے علم کا جس میں ہر قسم کے جانداروں کا ذکر ہوتا ہی منطق الطیر ٹھیک ترجمہ ہی یونانی اُرنی ثو — لوجیا ۔ کا — اُرنیس اور آرنی تھوس کہتے ہیں اُڑنے والے کو اور لوجیا کے معنی لغت اور علم ۔

جو لوگ اس حقیقی علم منطق الطیر سے نارانف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ پرند آپس میں ایسی مؤلف آوازیں بولتے ہیں جیسے انسان بولتے ہیں اور اُنکی ایسی ہی باتوں کو سلیمان علیہ السلام سمجھ جاتے تھے — عبرانی زبان میں ایسے علم منطق الطیر کو دبرھا عرف کہتے ہیں דבר הצפור دبر کے معنی بات یا بیان اور عرف کے مانند پرند ۔

کتاب سلاطین میں جو غالباً شاہی روزنامچہ کے حالات سے مرلف ہوئی ہی اور اب یہود کے صحیفہ کتوبیم میں داخل اور بیبل میں شامل ہی حکمت سلیمانی کی عموماً اور علم منطق الطیر کی خصوصاً تصدیق اور تصریح پائی جاتی ہی چنانچہ سلاطین کی پہلی کتاب نسخہ عبرانی کے پانچویں باب اور ۱۳ ویں میں جو ترجمہ ہندی میں ۴ باب کی ۳۳ آیت ہی یہہ مضمون ہی ۔

"اور اس نے درختوں کی کیفیت بیان کی سرو کے درخت سے لیکر جو لبنان میں تھا اُس زوفہ تک جو دیواروں پر اُگتا ہی اور چارپایوں اور پرندوں اور رینگنے والوں اور مچھلیوں کا حال بیان کیا" ۔

جن

(۲) وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون (سورۂ نمل)

ترجمہ — اور جمع کیئے سلیمان کے پاس اُس کے لشکر جن اور انس اور پرند اور وہ روکے ہوئے تھے — یا ٹکڑے ٹکڑے تھے ۔

تفسیر — جن — کنعان کے گرد نواح میں ایک قوم قوی ہیکل دیوقامت تند و شدید اور جبار رہتی تھی جو عمالیق کہلاتی تھی اور بنی اسرائیل اُنکو اپنی شدید عداوت اور اذیت کی وجہ سے اور اُنکی بُت پرستی اور دیو اور دیویوں کی عبادت اور بھوت پریت کی پرچار اُنکو بھی شد שד یعنی جن کہا کرتے تھے اور وہی جبار بنی عمالیق حضرت سلیمان کے زیر فرمان کچھہ مقید اور کچھہ ملازم و مصاحب تھے ۔

کتاب واعظ جو حضرت سلیمان کی تصنیف سے ہی اس میں اُنہوں نے لکھا ہی کہ میرے پاس جن یا شیطان (مسخر) تھے اصل عبارت کتاب واعظ ۲ کی یہہ ہی :—

בנסתי לי ום-כסף וזהב וסגלת מלכים והמדינות
עשיתי שרים ושרות ותענגות בני האדם שדה ושדות

ترجمہ — میںنے سونا روپا اور بادشاہوں اور ملکوں کا خاص خزانہ اپنے لیئے جمع کیا میںنے گانے والے اور گانے والیاں رکھیں اور بنی آدم کے سامان میںنے — شیطان اور جنات اپنے لیئے فراہم کیئے ۔

مگر بُتیبل کے سب ترجمے اس مقام پر جسکو ہمنے شیطان و جنات ترجمہ کیا ہی مختلف ہیں مگر یہہ کی مدراش ہمارے موافق ہی ۔

ترجمہ اُردو سنہ ۱۸۴۵ و سنہ ۱۸۷۰	بیگم اور بیگمات
ترجمہ انگریزی سنہ ۱۸۴۱	باجے اور سب قسم کے ساز
ترجمہ مذہب رومن کیتھلک ۱۸۴۲	پیالے اور برتن شراب ڈھالنے کے
ترجمہ عربی	سیدۃ و سیدات
ترجمہ فارسی	انواع سازھاے موسیقی
ترجمہ یونانی قدیم	ساقی اور ساقیات
ترجمہ عربی سنہ ۱۸۳۱	قانات و اواریق للخدمۃ اسکب الخمر

اصل عبری میں یہہ الفاظ שדה ושדות (شدہ و شدرت) ہیں جنکی اصل שד (شد) ہی — اربع عسریم یعنی عہد عتیق کی اصل عبرانی کتابوں میں اور جہاں جہاں یہہ لفظ آتا ہی وہاں شیطان اور دیو یا دیوتا کے معنی لیئے گئے ہیں — استثنا باب ۳۲ — ۱۷ اُنہوں نے شیطانوں کی قربانیاں گذرانیں" יזבחו לשדים (یذبحو لشدیم) — اور زبور ۱۰۶ — ۳۷ (نسخہ عبری) "اُنہوں نے تو اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو شیاطین کے لیئے قربانی کیا ۔

ויזבחו את בניהם ואת בנותיהם לשדים
(و یذبحو آیۃ بنیھم و آیۃ بنوتیھم لشدیم)

ترجمہ — عربی میں یہہ فقرہ ۱۰۵ زبور میں ہی وذبحوا بنیھم وبناتھم للشیاطین ۔

پس یہہ سب ترجمے اُردو انگریزی عربی فارسی مقام مذکورہ بالا کے غلط ہیں ۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ שד (شد) کی وجہہ تسمیہ کیا ہی یعنی عبرانیوں میں جن اور شیطان کو שדים کیوں کہا = ظاہر ہی کہ پرانے یہودیوں میں جن و شیطان کے خیالات نہیں تھے وہ ان ناموں سے مطلق واقف نہ تھے جب ایرانیوں یعنی زردشت کے مذہب والوں سے اور یہودیوں سے میل جول ہوا تب اُنہوں نے اُن سے ایسے خیالات اور اصطلاحات سیکھہ لیئے اگرچہ سلیمان کا زمانہ اس واقعہ سے قبل کا ہی = مگر مصریوں میں اور کنعانیوں میں اور اَور قوموں میں جو بنی اسرائیل کے ارد گرد تھیں شدت سے بت پرستی اور جن پرستی اور شیطان پرستی ہوتی تھی اور بنی اسرائیل نے کسی نہ کسی مناسبت سے اُنکے نام رکھہ لیئے تھے مثلاً שעירים (سعیرم) بھی عبرانی کتابوں میں (لیویان ۱۷ = ۷ و ۲ اخبار الایام ۱۱ = ۱۵) شیاطین کے معنوں میں آیا ہی حالانکہ اسکا ترجمہ لفظ بالوں والے (بصیغہ جمع) ہی شعیر کے معنی بال ہیں جسے عربی میں شعر کہتے ہیں اور م جمع کا ہی مصریوں میں ایسی بکری کی جسکے بڑے بڑے بال ہوتے تھے پرستش ہوتی تھی اور جس دیوتا کے نام پر چھوڑا بکرا مخصوص ہوتا (جیسے ہمارے یہاں میراں اور شیخ سدو) تو ایسے بکرے کو اسرائیلیوں نے اصل شیطان کے نام سے موسوم کیا = حالانکہ وہ بکرا شیطان نہ تھا ایسے ہی قدیم بھی اصل میں قربی ہیکل اور مرد ضابط و شدید جو اپنی حیات میں یا مرنے پر پوجتے ہونگے شیاطین کے نام سے موسوم ہوگئے حالانکہ در اصل وہ انسان تھے = یہہ ہی لفظ سعیرم اور سعیر توریت میں اَوْر جگہہ (توریت کی تیسری کتاب ۲۳ و ۲۴ و ۸ و ۲۶ ۹ اپنے اصلی معنوں میں یعنی بکرا اور حلوان آیا ہی ۔

پرانی زبانوں میں ایسا محاورہ تھا اور اب بھی اس کے آثار ملتے ہیں کہ تمدن کی حیثیت نے بنی آدم کی دو تفریقیں کردی تھیں ایک تو شہری دوسرے دشتی اور جبلی اس وجہہ سے اس قسم کے الفاظ ایش بدہ اور ایش تم عبرانی میں (پیدایش ۲۷) اور جیسے یدوی = اور حضری = ایسے ہی جن اور انس تھے کیونکہ جن کے معنی چھپے ہوئے کے ہیں اور انس جو چیز نظر آئے جو لوگ حضرت سلیمان کے پہلے تھور تراشنے کا کام کرتے تھے اُنکو جبلیم (اسلامیین ۲۸) یعنی پہاڑی کہا ہی اور قران میں اُنکو جن اور شیاطین (انبیا) کہا ہی = انکا تفصیلی بیان دوسرے موقع پر ہوگا ۔

یہہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ שד کے معنی میں تباہ کرنا نقا کرنا اور غارت کرنا داخل تھی اس لیئے ڈاکوؤں فریبروں کو بھی שד سد کہتے ہیں اور کتاب امثال سلیمان علیہ السلام ۲۱ = ۷ اور صحیفہ اشعیا ۱۶ = ۴ میں یہہ لفظ انہیں معنوں میں ہی اور عربی میں بھی شدۃ سختی اور زور کو کہتے ہیں پس شد שד یا جو اسکی جمع ہی شدیم = ہندی میں اسکے معنی مہابلی اور مہادیو کے ہوتے چاہیئیں = اور چونکہ جسقدر چیزیں خدا کے ماسوا پوجی جاتی تھیں اور اب بھی پوجی جاتی ہیں وہ سب انسان اور انسان کی روحیں ہیں کہ وہ لوگ اپنے زمانہ حیات میں کسی نہ کسی وجہہ سے بنی آدم پر غالب ہوئے اور بعد مرنے کے الہ بنائے گئے حتی کہ سیاروں کی پرستش کی اصل یہی ہی کہ اُنکو بھی در اصل انسان مانا جاتا ہی بعد مرنے کے وہ آسمان کو اُڑگئے جیسے زہرہ وغیرہ = پس حضرت سلیمان کے جن اور شیطان شدہ اور شدرہ وہ سب حضرت انسان ہی میں سے تھے اور قران کا مضمون حضرت سلیمان کی کتاب سے بالکل موافق ہی مخالفوں نے اور نادان دوستوں نے یہہ بات مشہور کر رکھی ہی کہ قران کا یہہ مضمون کہ سلیمان کے پاس جنات تھے محض ایک افسانہ ہی جسے یہود کے بے اصل قصہ کہانیوں سے اخذ کیا گیا ہی مگر اب اُنکی ۲ کیسی غلطی ثابت ہوئی کہ سلیمان کی سچی کتاب میں (واعظ ۸) وہی مضمون جس سے مضمون قران کی تصدیق ہوتی ہی ثابت ہوتا ہی ۔

نمل

(۳) حتی اذا اتوا علی واد النمل قالت نملۃ یا ایھا النمل † ادخلوا مسا کنکم لایحطمنکم ‡ سلیمان و جنودہ و ھم لایشعرون (نمل)

ترجمہ = یہاں تک کہ جب قوم نمل کی میدان میں پہونچی تو اس قوم کی رئیس عورت نے اپنے اہل قوم سے کہا کہ اے قوم نمل اپنے گھروں میں داخل ہوجاؤ ایسا نہو کہ سلیمان اور اُنکا لشکر تمکو نادانستہ آزار پہونچاویں ۔

تفسیر = چیونٹی کو بھی نمل کہتے ہیں اور اس نام کا ایک قبیلہ بھی تھا جب اس قوم یا قبیلے کے ملک میں سلیمان کا لشکر پہنچا تو چونکہ دستور ہی کہ لشکری آدمی اکثر اوروں پر زیادتی اور جبر کرتے ہیں اس لیئے رئیس قوم نے اپنے اہل قوم کو سمجھا دیا کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو ۔

† اس میں نمل سے ایسا خطاب کیا گیا ہی جیساکہ عقلاء یعنی آدمیوں سے کیا جاتا ہی نہ کہ جیسا غیر عقلا یعنی حیوانات سے ہوتا ہی = جانوروں کی خلقت میں عقل اور نطق رکھا ہی نہیں گیا = ولا تبدیل لخلق اللہ =

‡ حطم کے معنی روندنے کے ہیں ہیں بلکہ ترزنے کے ہیں چیونٹیوں کے مضمون پر جمانے کے لیئے اسکا ترجمہ روندنا کردیا جاتا ہی =

اب دیکھیئے کہ سب قوموں میں مشہور ہی کہ وہ اپنے نام جانوروں کے نام پر رکھتے ہیں جیسے عرب میں اسد اور ذئب کے جو مشہور قبیلے تھے اور ہندوستان میں ناگ بنسی — تو کیا درحقیقت وہ شیر اور نتے اور سانپ تھے — ایسے ہی نمل بھی جو چیونٹی کو بھی کہتے ہیں اور ایک قبیلہ یا قوم کا نام بھی تھا ۔

مسلمان مفسروں میں سے عجایب پسند اور وہمی خیال کے آدمیوں نے اس قوم نمل کو چیونٹی سمجھا اور شاعروں کی وجہ سے اُس کی بڑی شہرت ہوگئی اور نامسلمان مخالفوں نے اعتراض کی راہ سے اس پر طعن و طنز کیئے — ایک قوم تو اپنی سادگی سے اور دوسری قوم شرارت سے بھک گئی ۔

قرآن مجید کے جسقدر عربی فارسی اور ہندی ترجمے ہوئے سب نے نمل کا یہی ترجمہ کردیا حالانکہ یہہ نام ہونے کی وجہ سے ترجمہ کے لایق نہ تھا ۔

یونانی زبان کی پرانی کتابوں میں بھی قوم نمل کا حال ملتا ہی چنانچہ استراپو یونانی جو سال عیسوی سے ۶۰ برس پیشتر پیدا ہوا تھا اُس نے اپنی کتاب جغرافیہ میں (جو اب انگریزی میں ترجمہ ہوکر ۳ جلدوں میں چھپ گئی ہی سنہ ۱۸۵۷ع)" مرمی کائیق " کا ذکر کیا ہی (اس لفظ کے معنی بھی چیونٹی کے ہیں) کہ وہ زمین سے مٹی کھودتی ہی اور اُس میں سے سونے کے ذرے نکلتے ہیں اور اُن کے اطراف کے رہنے والے باربرداری لیکر آتے ہیں اور چیونٹیوں سے لڑتے ہیں اور وہ مٹی بھر کر لیجاتے ہیں اور اُس میں سے سونا الگ کرلیتے ہیں — اس امر کی تصدیق ہمکو مقرزی کی تاریخ سے ہوئی (یہہ مورخ احمد المقرزی مصر میں سنہ ۱۳۶۰ع سے ۱۴۴۲ تک تھا اُس نے عربی میں مسلمانوں کی تاریخ لکھی) کہ جب ہارون‌الرشید دورہ کرتے ہوئے وادی نمل میں پہونچے تو وہاں کی ایک بڑھیا نے اُن کی دعوت کی (عجیب اتفاق ہی کہ سلیمان کے وقت میں بھی شاید اس قبیلہ پر ایک عورت نملہ حکمراں تھی اور ہارون کے وقت میں بھی ایک بڑھیا اس قوم کی رئیس تھی) ہارون نے اس خیال سے کہ یہہ گانوں بھی چھوٹا ہی دعوت قبول کرنے میں تامل کیا آخر قبول کی اور رخصت کے وقت اُس بڑھیا نے کئی تھیلیاں اشرفیوں کی نذر کیں بادشاہ نے تعجب سے پوچھا تو اُس نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں ایسا سونا بہت نکلتا ہی † ۔

† سید خیر الدین احمد وزیر سلطنت ٹونس نے کتاب اقوم المسالک فی احوال الممالک (ص ۳۷) میں جس کا ترجمہ نظم الممالک (ص ۶۲) میں ہوا ہی لکھا ہی کہ —

" مقریزی نے مامون رشید کی ایک حکایت لکھی ہی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ مسلمانوں کی ثروت اور دولت اُن کے عدل کے زمانہ میں

طیر

(۴) و تفقد الطیر فقال مالی لا اری الهدهد ام کان من الغائبین. لاعذبنه عذاباً شدیدا او لا اذ بحنه او لیاتینی بسلطان مبین (نمل ۳)

ترجمہ — اور سلیمان نے لشکر کا جایزہ لیا تو کہا کہ کیا وجہ کہ ہدہد (جو ایک شاید امیر فوج یا مصاحب تھا) نظر نہیں آتا کیا وہ غیر حاضر ہوگیا اس کی میں سزا کرونگا یا قتل کرونگا اگر وہ کوئی معقول عذر نہ پیش کریگا ‡ ۔

تفسیر — لوگوں نے اُردو میں اس کا ترجمہ عجیب کیا ہی کہ اور طیور ہی اُڑتے جانوروں کی الخ حالانکہ طیرہ کے معنی لشکر کے بھی ہیں — حماسہ میں جو علم عربیت کی معتبر اور مشہور کتاب ہی موسی بن جابر کا یہہ ایک شعر ہی —

فما نفرت جفنی و لا قل مهردی
و لا اصبحت طیری من الظرف رفعاً

اس کی شرح میں شیخ ابو ذکریا یحیی بن علی الخطیب التبریزی نے لکھا ہی و یجوز ان یرید بالطیر سوایاه و طوایف خیله التی کانت تذهب فی الغارات والارتیاد و تجسیس الاخبار وغیرها (ص ۱۸۲ شرح حماسہ مطبوعہ برلاے سنہ ۱۸۲۸ ع) ۔

کیسی ترقی پر تھی چنانچہ اُس نے لکھا ہی کہ جب مامون رشید نے مصر کے علاقہ کا دورہ شروع کیا تو وہ ہر گانوں میں ایک رات دن ٹھہرتا تھا جب وہ اطرابنمل ایک گانوں میں پہنچا تو وہاں حسب معمول اُسنے قیام نکیا اور آگے کو چلا تو ایک بڑھیا اُسی گانوں کی مامون رشید کی خدمت میں آئی اور اُس نے عرض کیا کہ آپ میرے گانوں میں بھی قیام فرماویں جب مامون رشید نے اُسکی التجا کو قبول فرمایا اور وہاں قیام کیا تو اُس بڑھیا نے اپنی حیثیت کے موافق مامون رشید کی اور اُس کے لشکر کی دعوت کا سامان کیا اور جب مامون رشید نے وہاں سے روانہ ہونے کا قصد کیا تو اُس بڑھیا نے دس تھیلیاں اشرفیوں کی ایک ہی ہرسہ کے سکہ کی مامون رشید کی نذر گذرانیں مامون رشید اول تو اپنی اور اپنے لشکر کی دعوت سے ہی متعجب ہوا تھا جب اُس نے اسقدر اشرفیاں دیکھیں تو اور بھی زیادہ متعجب ہوا اور بڑھیا سے کہا کہ ہم تیری نذر نہیں لیتے تو ایک غریب بڑھیا ہی اُس بڑھیا نے کہا کہ یہہ کوئی بڑی چیز نہیں ہی بلکہ یہہ سونا تو ہمارے گانوں کی مٹی میں سے پیدا ہوتا ہی مقرر اس کے میرے پاس تو بہت کچھہ اور مجتہد ہی یہہ تو کچھہ بھی نہیں ہی جب مامون رشید نے یہہ سنا تو اُسکر خوشی سے قبول کیا اور اُس بڑھیا کی اُس گانوں میں عزت اور وقعت زیادہ کردی " ۔

‡ یہہ باتیں اُسی کی نسبت کہی جاتی ہیں جو کہ مکلف اور ذی عقل ہو نہ کہ چڑیوں کی نسبت —

ھدھد

ھدھد ایک آدمی کا نام ھی اور ایک چڑیا بھی عربی زبان میں ھُدھد کہلاتی ھی اور لفظ ھداھد جو کہ ھدھد کی جمع ھی ایک قبیلہ کا نام ھی جو یمن میں تھا (صراح) اور تواریخ سے معلوم ھوتا ھی کہ حضرت سلیمان کے زمانہ میں اور آدمی اسی نام کے یا اسی کے قریب الملجھ نام کے تھے چنانچہ ھدد הדד جس کا ذکر کتاب اول سلاطین ۱۱/۱۴ میں ھی ھدد مزر הדד עזר ایضاً ۱۱/۲۳ اور شاید بعضی تفسیروں میں ھی کہ ھدھد بلقیس کے چچا کا نام تھا اور ڈاکٹر پوکاک کی تاریخ عرب میں جو سولھویں صدی میں تصنیف ھوئی بلقیس کے باپ کا نام ھدھاد بن شو حبیل لکھا ھی مفسروں نے لفظ طیر کی مناسبت سے ایک انسان سردار لشکر یا مصاحب حضرت سلیمان مسمی بہ ھدھد کو چڑیا بنادیا ۔

عفریت — عرش

(۵) قال یا ایھاالملاء ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین — قال عفریت † — ‡ من الجن انا آتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین ۔ (نمل)

ترجمہ — حضرت سلیمان نے فرمایا کہ اے دربار والو تم میں کوئی ھی کہ اس کا تخت اُن کے حکم بردار ھوکر آنے سے پہلے کہ آوے

† قولہ تعالے عفریت النا زایدۃ لانہ من العفر یقال عفریت و عفریتۃ — اعراب القرآن

— ‡ بخاری نے (کتاب الصلوٰۃ و تفسیر میں) روایت کی ھی حدثنا اسحاق بن ابراھیم حدثنا روح و محمد بن جعفر عن شعبۃ عن محمد بن زیاد عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال ان عفریت من الجن تفلت علی البارحۃ او کلمۃ نحوھا لیقطع علی الصلوٰۃ فامکنی اللہ منہ واردت ان اربط الی ساریۃ من سواری المسجد حتی تصبحوا و تنظروا الیہ کلکم فذکرت قول اخی سلیمان ھب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی قال روح فردہ خاسئا ۔

یعنی جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ ایک عفریت جن میں سے میری نماز میں آیا میرے اُس کو پکڑ لیا اور چاھا کہ مسجد کے ستون سے باندہ رکھوں مگر سلیمان کا قول یاد آیا الخ یہہ روایت ثابت اور صحیح نہیں ھی ۔

اول تو یہہ کہ یہہ ایک خبر واحد ھی جو مفید علم و یقین نہیں ھوتی ۔

دوسرے یہہ کہ اس میں راوی نے ٹھیک وہ الفاظ جو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمائے تھے یاد نہیں رکھے چنانچہ اسکا شک اور تردد او کلمۃ نحوھا سے ثابت ھی ۔

قبیلہ جن میں سے عفریت نامی ایک شخص نے کہا کہ اب کے اپنی جگہہ سے اُٹھنے سے پہلے میں اُس کو لا دیتا ھوں اور میں اُس پر قوی اور امین ھوں ۔

تفسیر — عفریت ایک آدمی کا نام تھا اور کسی شہر یا قلعہ کا نام بھی ھو سکتا ھی قاموس میں عفر کے مادہ میں لکھا ھی اسم ارض و قلعۃ بفلسطین و اسم امراۃ والرجل الکامل ضابط اللقوی — پس یہہ عفریت جو حضرت سلیمان کے دربار میں تھا قبیلہ بنی عمالیق سے جو جن کہلاتے ھیں ھوگا اور یہہ نام یا تو شہر عفرون کی نسبت سے اُس کا ھوگا یا اُس کا ذاتی نام اور یا اُس کی قوت اور شدت کیوجہہ سے وہ عفریت کہلاتا ھوگا جس کا اشارا لفظ قوی میں بھی ھی اور یہہ تو عجایب پرستوں کی ایک خام خیالی ھی کہ وہ راکھوس یا دیو تھا ۔

میرانی کتابوں میں عفرہ עפרה آدمی کا نام بھی ھی (۱ اخبارالایام ۷/۲۴) اور شہر کا نام بھی (قاضیوں کی کتاب ۶/۱۱ ۸/۶) ایسے ھی عفرون עפרון بھی آدمی کا نام ھی (پیدایش ۲۳/۸ ۲۵/۹) اور شہر کا نام بھی (۲ اخبارالایام ۱۳/۱۹ یوشع ۱۵/۹ ۔

تیسرے یہہ کہ یہہ روایت معنعن ھی جس میں شعبہ اور محمد اور ابی ھریرۃ اور جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم سے عنعن کرکے روایت ھوئی ھی جو اتصال پر یقیناً حمل نہیں ھوسکتی احتمال ھی کہ ان سب راویوں کے درمیان ایک ایک دو دو واسطے چھوٹ گیا ھو ۔

چوتھے یہہ کہ حضرت ابو ھریرۃ سے اکثر غلط روایتیں مشہور ھوگئی ھیں اور خود اُن کے زمانہ میں بھی اُن کی روایت پر لوگ طعانیتیں کرتے تھے اور اُن کی روایتوں کو حضرت عایشہ پر عرض کرکے تصحیح یا تغلیط کرتے تھے چنانچہ مسلم نے روایت کی ھی (باب استحباب یدو النعال بالیمنی الخ) حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ (و ابوکریب و اللفظ لابی کریب قالا) حدثنا ابن ادریس عن الاعمش عن ابی رزین قال خرج الینا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فضرب بیدہ علی جبھۃ ثقال الا اراکم تحدثون انی اکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم الخ یعنی ابو رزین کہتا ھی کہ حضرت ابو ھریرۃ ھمارگوں کے پاس آئے اور اپنا ماتھا کرت کے فرمانے لگے کہ تم لوگ کہتے ھو کہ میں جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم پر جھوٹ باندھتا ھوں الخ ۔

پانچویں یہہ کہ روح راوی بھی متکلم فیہ ھی جیسا کہ فتح الباری شرح بخاری تصنیف ابن حجر عسقلانی کے مقدمہ کی تیرہویں فصل سے ظاھر ھی پس یہہ روایت کسی طرح قابل یقین نہیں ھوسکتی ۔

اگرچہ ادائے رسم فونڈیشن بالفعل ملتوی ہوگئی ہی مگر کمیٹی نے اجرائے کار تعمیر کو ملتوی نہیں کیا اور یہہ تجویز ہوئی ہی کہ دیگر مکانات متعلق کالج کی تعمیر شروع ہو جاوے اور طالب علموں کے رہنے کے مکانات اور پارک اور باغ بننا شروع ہو جاوے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مدرسۃ العلوم کی زمین کی پیمایش ہو رہی ہی اور سرخ سرخ جھنڈیاں اُس میں استادہ ہیں اور نہایت خوشنما سڑکیں اور خوبصورت چمنوں کی داغ بیل لگائی جا رہی ہی کرکٹ کھیلنے کی زمین درست ہوتی ہی چاہ عنایت اللہ خاں کی کھودائی شروع ہوگئی اور ظہور حسین دروازہ کے لیئے پتھر مول لیا گیا ہی اُس کی بنیاد پڑ رہی اُس کی تعمیر کی تاریخ کا مادہ "بناء ظہور حسین" نکالا گیا ہی اور ایک ضلع مدرسۃ العلوم کی جس میں مکانات سکونت طالبعلمان تعمیر ہونگے بنیاد کھدنی شروع ہوئی ہی غرض کہ گرد رسم فونڈیشن موسم سرما پر ملتوی کی گئی الا کار تعمیر نہایت سرگرمی سے جاری ہی ۔

ایڈیٹر سین تیفک سوسئیٹی اخبار

۲۳۷

مدرسۃ العلوم

جو طالب علم کہ مدرسۃ العلوم میں رہتے ہیں ن کے کھانا کھانے کی بابت جو انتظام ہوا ہی اور اُسکی یادداشت چھپ کر سب طالب علموں کو بٹتی ہی اُس کی نقل ترمیم شدہ ہم بھی اپنے اخبار میں مندرج کرتے ہیں درحقیقت نہایت عمدہ انتظام ہوا ہی ۔

سفید دستوخواں کا بچھا ہونا اور چینی کے برتنوں میں کھانے کا چنا ہونا اور ہر ایک کے لیئے جدا گانہ پانی پینے کے گلاسوں کا خوشنمائی سے رکھا ہونا اور سب طالب علموں کا آپس میں محبت و دوستی سے ملکر کھانا کھانا بہت اچھا معلوم ہوتا ہی ۔

یاد داشت مذکورہ یہہ ہی

مدرسۃ العلوم کے بورڈروں کو اِطلاع

یکم مارچ سے کھانے کا انتظام حسب تفصیل ذیل ہوگا اُمید ہی کہ سب بورڈر ٹھیک اوقات کے اور جملہ قواعد کے پابند رہینگے کھانے کے اوقات حسب مندرجہ ذیل قرار پائے ہیں ۔

صبح کی چاے چھہ بجے سے سات بجے تک کھانے کے کمرہ میں طیار رہیگی اور جو شخص چاہے اُس کو مل سکیگی مگر سات بجے کے بعد پھر نہ مل سکیگی *

اور جمعہ کے سوا نو بجے ٹھیک وقت کھانا کھانے کا ہی نو بجنے میں پانچ منٹ جب باقی رہینگے تو گھنٹہ بجایا جاویگا تاکہ سب لوگ مستعد ہوجاویں اور جان لیں کہ کھانا آتا ہی ٹھیک نو بجے پھر گھنٹہ ہوگا اور وہ نشانی ہی کہ کھانا دستوخواں پر آ گیا اور اُس وقت فی الفور سب لوگوں کو کھانے کے کمرہ میں جاکر کھانا کھانا چاہیئے گا ۔

اور جمعہ کے سوا دو پہر کے بعد ایک بجے سے دو بجے تک تنقل کے لیئے کچھہ چیز طیار رہیگی اور جس کا دل چاہے وقت مذکورہ میں کھانے کے کمرہ میں جاوے اور خانساماں سے طلب کر لے ۔

بروز جمعہ صبح کا کھانا گیارہ بجے اور دو پہر کے بعد کا تنقل جمعہ کی نماز کے بعد تین بجے طیار رہیگا شام کا کھانا ٹھیک سات بجے ہوگا اور اُسی طرح پانچ منٹ پہلے طیاری کا گھنٹہ بجیگا اور دوسرا گھنٹہ ٹھیک سات بجے ہوگا اُسوقت سب کو کھانے کے کمرہ میں جانا چاہیئے ۔

رات کی چاے کا وقت رات کے کھانے کے بعد سے آٹھہ بجے تک ہی اور جو شخص چاہے اُس کو کھانے کے کمرہ میں وقت مذکورہ تک چاے مل سکتی ہی ۔

کھانے کے لیئے ایک علاحدہ کمرہ مرتب کیا گیا ہی اور فرش وغیرہ سے سب مرتب ہی تمام ضروری چیزیں وہاں موجود ہیں صبح کی چاے اور صبح کا کھانا اور ظہر کے وقت کا نقل اور رات کا کھانا اور کھانے کے بعد کی چاے سب کھانے کے کمرہ میں طیار رہیگی اور ہر شخص کو اوقات معینہ میں اُسی کمرہ میں جاکر کھانا یا چاے کا پینا ضرور ہوگا کوئی چیز کسی شخص کے رہنے کے کمرہ میں بھیجی نہ جاویگی ۔

تمام لڑکوں پر فرض ہی کہ کھانے کے اوقات معینہ پر غیر حاضر نہوں اور جو شخص کھانے کے وقت پر غیر حاضر ہوگا تو غیر وقت میں اُس کے لیئے کچھہ انتظام کھانے کا نہ ہو سکیگا *

بہ تجویز صاحب سکرٹری کمیٹی جاری ہوا *

دستخط

الہی خان منصرم کار استوارڈ بورڈنگ ہوس
مدرسۃ العلوم

بمقام علیگڈھ — مطبع علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد ۷ هفته] یکم ربیع الثانی سنه ۱۳۰۷ نبوی سنه ۱۲۹۳ هجری [نمبر ۳

حب القوم من الایمان فهی یسع في اعزاز قومه انما یسعی في اعزاز دینه

اِطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تهذیب الاخلاق

جسقدر روپیه بابت اس پرچه کے بطور چنده خواه بطور قیمت وصول هو وه کسي خاص شخص کي ملکیت نهوگا بلکه اس پرچه کے اجرا و ترقي میں صرف کیا جاویگا *

جن دوستوں نے شریک هوکر اس پرچه کو جاري کیا هی اور ساڻهه روپیه سالانه اس پرچه کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے هیں وه اِس پرچه کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور هیں اُنکواختیار هی که اگر چاهیں تو اَور کسي کو بهي بطور ممبر اپنے ساتهه شریک کرلیں اور جو شخص اِس طرح پر شریک هوگا اُسکو بهي ساڻهه روپیه سالانه دینا هوگا *

یهه پرچه هر مهینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا که مقتضاے مضامین هوگا چهپا کریگا خریداروں کو چار روپیه سالانه قیمت پیشگي دینی هوگي اور هر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وه خریدار هوا هی خریدار تصور هوگا اور اخراجات روانگي پرچه سے اُن کو کچهه تعلق نهوگا *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچه خریدنا چاهیگا اُسکو فی پرچه دو آنه معه اخراجات روانگي پرچه دینا هوگا بشرطیکه وه پرچه زاید دفتر میں موجود هو *

اِطلاع

بخدمت مهبران و خریداران و ناظرین تهذیب الاخلاق

اس پرچه کي بابت جس صاحب کو کچهه خط و کتابت کرني منظور هو یا خریداري اِس پرچه کي مد نظر هو یا کوئي مضمون اِس پرچه میں مندرج هونے کے لیئے بهیجنا هو یا زر قیمت اخبار یا زر چنده یا کچهه روپیه بطور ڈونیشن کے عنایت فرمانا هو تو سید احمد خاں صاحب بهادر سي ایس آگي پاس بمقام بنارس بهیجا جاوے غرض که تمام خط و کتابت بابت اس پرچه کے آگي سے کي جاوے کیونکه یهه پرچه مکیکده میں چهپ کر ان کے پاس چلا جاتا هی اور وهاں سے تقسیم هوتا هی اور تمام حساب و کتاب اس کا سب اُن کے پاس رهتا هی *

اس پرچه میں صرف مضامین مفیده جو مسلمانوں سے متعلق هیں چهاپه هوتے هیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نهیں هوتے — مقصود اس پرچه کے اجرا سے یهه هی که مسلمانوں کي حسن معاشرت اور تهذیب کي ترقي هو اور جو غلط اوهام مذهبي اس ترقي کے مانع هیں اور در حقیقت وه مذهب اسلام کے برخلاف هیں وه بهي مٹائے جاویں *

تتمہ مضمون نمبر ۲۳۵

سلیمان علیہ السلام

تسخیر ریح — جہازرانی — عین القطار یعنی صناعت سے پگلا ہوا تانبا اور اوسکا مقام — جن و شیاطین — صور کے ملک کے پہاڑی آدمی جوفنوں اور دستکاری و جہازرانی میں بڑے صناع اور اُستادکار تھے — باذن ربہ — یعنی حورام کاریگر کا اپنے بادشاہ کی اجازت سے حضرت سلیمان کا کام کرنا — اُسکی صناعیوں کی تفصیل صحف سابقہ سے قران مجید کی تطبیق اور تصدیق اور انکشافات جدید کی توقع

۱ قران مجید میں تین جگہ فرمایا ہی کہ ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع یعنی مسخر کردیا تھا — ولسلیمان الریح غدوھا شھر و رواحھا شھر (سبا رکوع ۲) و لسلیمان الریح عاصفۃ تجری بامرہ الی الارض التی بارکنا فیہ (انبیا رکوع ۶) و سخرنا لداؤد الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب (ص رکوع ۳) *

سورہ ابراہیم میں ہی وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانہار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار —

ترجمہ — اور کام میں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اُسکے حکم سے اور کام میں دیں تمہارے ندیاں اور کام میں دیئے تمہارے سورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں دیئے تمہارے رات اور دن —

ان آیتوں سے صاف نہل جاتا ہی کہ قران میں تسخیر کا مضمون کس معاملہ پر آتا تھا — یہہ عوام الناس کی تسخیر نہیں ہی جو پریوں کو تسخیر کرتے ہیں اور منتر پڑھتے ہیں — بلکہ جملہ اہل عالم کا ان چیزوں سے قدرتی طور پر متمتع ہونا ان چیزوں کا اُنکے مسخر ہوجانا ہی — ورنہ کسی نے ہم میں سے کوئی پڑھنت پڑھکر کشتیوں اور دریاؤں کو اور چاند اور سورج اور رات اور دن کو مسخر نہیں کیا ہی ۔

۲ مفسرین تو یہہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان ایک اڑن کھٹولے پر † سوار ہوکر معہ ساز وسامان و حشم و خدم اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر یعنی ممالک شام و ایران و یمن و فلسطین یا دمشق سے استخر اور پارس اور وہاں سے کابل کی سیر کیا کرتے تھے مگر مفسرین کا قاعدہ ہی کہ جب وہ کہینگے تو ایک انوکھی بات کہینگے جسکا سمجھہ پتا

† غبارہ کا احتمال ہوسکتا ہی مگر اسکا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہی —

ٹھکانا نہ ہو وہ اپنے خیال کی بلند پروازیوں سے وہم کے گھوڑے دوڑاتے ہیں —

* میرے توسن کو صبا باندھتے ہیں *
* شعرا اپنی ہوا باندھتے ہیں *

وہ کبھی تاریخدانہ تحقیقات پر متوجہہ نہیں ہوتے — وہ جو شام کی کسی لڑائی میں ایک پارشتر یہود کے قصہ کہانیوں کا مل گیا تھا وہی انکا مایہ بساط ہی حالانکہ حضرت سلیمان کی تاریخی کتابیں جو یہود کے مجموعہ اربع مسریم کے صیغہ کتوبیم میں مدون ہیں اگر اُن پر رجوع کرتے تو اُنہیں ان آیات کی تفسیر میں بادہوائی قصہ کہانی لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی ۔

۳ کتاب سلاطین اور اخبارالایام کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت سلیمان نے بنی اسرائیل میں اول اول جہاز رانی شروع کی اُنکے دو بڑے بڑے بیڑے بحر روم اور بحر ہند میں آسمان سے باتیں کرتے ہوئے ہوا کے رخ پر چلتے تھے اور چونکہ اُس زمانہ میں دخانی جہاز نہ تھے اور بادی جہاز بغیر تسخیر ہوا کام نہیں دیتے — اُنکی رفتار ایسی تھی کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اسقدر مسافت طی کر جاتے تھے جو اس زمانہ میں ایک مہینہ کے سفر میں طی ہوسکتی تھی — اور الی الارض التی بارکنا سے بھی اُنکی واپسی پر اشارا ہی پس سلیمان علیہ السلام کے اِن جہازوں کا چلنا اور ہوا کا مسخر ہونا ایک ہی بات ہی — قران ہوئی تاریخ کی کتاب نہیں جسمیں مفصل کیفیت لکھی جاتی بلکہ اسمیں تو بر سبیل تذکرہ فضائل سلیمان علیہ السلام اور انعامات الہی کے بیان میں اس بات پر اشارا ہی جو تاریخ کی کتابوں میں مفصل لکھی ہوئی ہی ۔

۴ سفرالملوک اول (ب ۹) میں لکھا ہی (۲۶) پھر سلیمان بادشاہ نے عصیون جبر میں جو ایلوث کے نزدیک ہی دریاے قلزم کے کنارہ

پھر جو ادوم کی سرزمین ہی جہازوں کے بھرے بنائے اور حیرام نے اُس بھرے میں اپنے جاکر ملاح جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے سلیمان کے چاکروں کے ساتھہ کرکے بھیجوائے اور وے اوفیر کو گئے — اور کتاب سفرالایام ثانی (ب ۲) میں حیرام کا قول بخطاب سلیمان منقول ہی (۱۶) ہم جتنی لکڑیاں تجھکو درکار ہیں لبنان میں کاٹینگے اور اُنھیں بیڑا بندھوا کے سمندر پر سے تیرے پاس یافا میں پہنچاوینگے — پھر اسی کتاب کے باب آٹھہ میں ہی — اسرقت سلیمان سمندر کے کنارے ادوم کے ملک میں عصیون جیبر اور ایلوث کو گیا اور حورام نے اپنے نوکروں کے ہاتھہ سے جہازوں کو اور ملاحوں کو جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے اُس پاس بھیجا اور وے سلیمان کے چاکروں کے ساتھہ اوفیر کو گئے اور وہاں سے ساڑھے چار سو قنطار سونا لیا اور سلیمان بادشاہ کے پاس لائے ۔

پھر اسی کتاب کے نویں باب میں لکھا ہی — کہ بادشاہ کے جہاز حورام کے نوکروں کے ساتھہ طرسیس کو جاتے اور وہاں سے اُن پر تین برس میں ایک بار سونا اور روپا اور ہاتھی دانت اور بندر اور مور اُسکے لیئے بھیجتے تھے — اس سے ثابت ہی کہ مقام عصیون جیبر میں حضرت سلیمان نے جہاز بنوایا تھا اور وہ جہاز اوفیر کو جاتا تھا اور دوسرا جہاز طرسیس کو جاتا تھا ۔

۵ محققین نے اس امر میں اختلاف † کیا ہی کہ اوفیر کس مقام پر تھا اس اشہر کا نام صحیفہ ایوب $\frac{۲۲}{۲۴}$ میں بھی ہی — ترجمہ یوگائی سپٹو اجنٹ میں اوفرہ کی جگہہ سفرہ لکھا ہی — بعضے تر ہاتھی دانت اور بندر اور طاؤس کے ذریعہ سے اسکو ہندوستان کا کوئی شہر جو مغرب کے کنارہ پر ہوگا بتلاتے ہیں اور بعضے اُسکو افریقہ کا مشرقی کنارہ بتلاتے ہیں اور لفظ ثکوعم کا ترجمہ طوطوں کی ایک قسم کرتے ہیں نہ کہ طاؤس — ادریسی نے اپنے جغرافیہ میں سفرا کو افریقہ میں قائم کیا ہی اور بطلیموس نے ایک سفرا عرب میں اور ایک ہندوستان میں لکھا ہی ۔

شاید طرسیس وہی ملک ہی جو قرطاجنہ کے پاس افریقہ کے کنارہ پر ہی اور اب ٹونس ‡ کے نام سے موسوم ہی — مگر ان باتوں کی تحقیق خارج از بحث ہی اسلیئے اوفیر اور طرسیس کی بحث میں جو جغرافیہ کے متعلق ہی کوئی قطعی بات نہیں کہی جاتی ۔

† دیکھو ہارن کی تفسیر جلد ۳ صفحہ ۶۰۷ اور ہمبلط کی کتاب الکائنات (ج ۲ ص ۲۴۹ و ۵۰۰) اور خطبات الاحمدیہ تصنیف مرادی سید احمدخاں بہادر نجم الہند خطبہ جغرافیہ عرب —

‡ ٹونس مدینۃ کبیرۃ محدثۃ بافریقہ علی ساحل البحر عمرت من القاص قرطاجنہ وہی علی میلین منہا وکان اسم ٹونس ترسیس — ابوالفداء

و اسلما لہ عین القطر ؟ (سبا)

۶ شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ ہی — رواں ساختیم برائے او چشمۂ مس — اور شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ہی — اور بہادیا ہم نے اُسکے واسطے چشمہ پگھلے تانبے کا — مگر تانبا جو ایک معدنی جوہر ہی وہ پگھلا ہوا نہیں ہوتا بلکہ جملہ جواہر کانی یعنی معدنیات بجز پارے کے سخت اور صاف ہوتے ہیں — قطر کے معنی جمال قرشی نے صراح میں مس کے لکھے ہیں — اور فیروزآبادی مجدالدین نے قاموس میں اسکے معنی (نحاس الذائب او ضرب منہ) یعنی پگھلا تانبا یا اُسکی ایک قسم — اسمیں قدرت کا بیان نہیں ہی کیونکہ فطرت میں تانبا پگھلا ہوا نہیں ہوتا بلکہ صنعت کا بیان ہی جس سے سمجھا جاویگا کہ حضرت سلیمان نے تانبے کے پگھلانیکا || کارخانہ جاری کیا ہوگا جو کہ بیت المقدس اور بیت الملک وغیرہ عمارات شاہی کے مصرف میں آتا ہوگا ۔

۷ پس جو کچھہ اسمیں عام حقایق اشیاء کی جہت سے اعتراض ہوتا ہی وہ تو رفع ہوگیا اب اس پگھلے تانبے کے چشمہ کا تاریخی ثبوت باقی رہا اور وہ یہہ ہی :—

سفرالملوک الاول جو ملاخیم کی پہلی کتاب ہی اور اُردو مترجموں میں سلاطین کی پہلی کتاب کہلاتی ہی اُسکے ساتویں باب کی ۱۳ اور ۱۴ آیہ میں ہی :—

پھر سلیمان بادشاہ نے صور سے حیرام کو بلا بھیجا اور وہ نفتالی فرقہ کی بیوہ عورت کا بیٹا تھا اور اُسکا باپ صور کا آدمی ٹھٹھیرا تھا اور وہ دانش اور عقلمندی اور حکمت سے کہ پیتل کے سب طرح کے کام کرے معمور تھا سو وہ سلیمان بادشاہ پاس آیا اور اُسکا سب کام کیا — اور اسی باب میں تانبے سے جو چیزیں بنائی گئیں اُنکی تفصیل بھی لکھی ہی اور پھر کتاب سفرالایام الثانی جو اخبارالایام کہلاتی ہی اُسکی دوسری کتاب کے دوسرے باب کی ۱۳ و ۱۴ آیہ میں ہی — اور اب میں حورام ابی ایک ہوشیار شخص کو جرکہ امتیاز کرنا جانتا ہی بھیجتا ہوں اور وہ دان کی بیٹیوں میں سے ایک عورت کا بیٹا ہی پر اُسکا باپ صور کا ایک شخص ہی وہ سونے روپے اور پیتل اور لوہے اور پتھر اور لکڑی اور ارغوانی اور آسمانی اور قرمزی اور ہر طرح کے نقشہ کا کام جاننا ہی اور ہر ایک مقدورے کو جو اُس سے پوچھا جاوے اُسکے ایجاد کرنے میں ماہر ہی ۔

§ مشہور ہی کہ عربی زبان میں عین کے بہت معنی ہیں چنانچہ عین کے معنی گزیدہ ہر چیز ہے و شخص و نفس و چیز بھی ہیں — صراح اور قاموس میں ہی دارالشی والسید پس یہہ معنی ہوسکتے ہیں کہ ہم نے اسکے لیئے عمدۃ تانبا پگھلادیا —

|| اسلنا = اذبنا = جالیں —

اصل عبرانی میں نحاس کی جگہہ נחשת (نحشت) ہی اور وہ ایک ہی لفظ ہیں جسکے معنی تانبے کے ہیں ۔

اور کتاب دیوی ہیوم ۲ (۲ $\frac{۴}{۲}$) میں נחשת ממרק نحشة مورق یعنی نحاس مورق اور وہ یہی قطر — مس گداختہ اور پگھلے تانبے کے بنے ہوئے برتن تھے ترجمہ عربی میں (نحاس نقی) اور کتاب ۱۰ ملاخیم میں ۲ $\frac{۷}{۲۵}$ נחשת ממרט نحشة ممراط جسکا عربی ترجمہ نحاس رومی ہی یعنی صاف بنایا ہوا تانبا ۔

۸ یہود کی انہیں کتب مقدسہ سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ یہہ چشمہ تانبے کا یعنی وہ مقام جہاں تانبا پگھلایا گیا تھا اردن کے میدان میں کھنکھناتی مٹی میں سوکوت (ساخوت) اور صرطان (صاردانا) کے درمیان میں تھا (دیکھو اخبارالایام ۲ $\frac{۴}{۴}$ و سلاطین اول ۲ $\frac{۷}{۴}$) ۔

مفسرین اسکو قدرتی چشمہ بتلاتے ہیں اور یہہ خلاف نصارت ہی اور اسکی جگہہ ملک یمن میں بتلاتے ہیں اور یہہ خلاف حقیقت ہی ۔

کاریگران

9 و من الشیاطین من یغوصون له یعملون عملا دون ذالک و کنا لهم حفظین (انبیا) والشیاطین کل بناء و غواص — و اخرین مقرنین في الاصفاد (ص ۳۸ ع) و من الجن من یعمل بین یدیه باذن ربه و من یزغ منهم عن امرنا نذقه من عذاب السعیر — یعملون له مایشاء من محاریب و تماثیل و جفان کالجواب و قدور راسیات اعملو آل داؤد شکرا و قلیل من عبادي الشکور (سبا ۱۸ع)

انمیں کرئی اصطلاحی جن وپری اور خیالی شیاطین و دیو مراد نہیں اور نہ وہ ہوائی جنات ہیں جنکو تشکل باشکال مختلفہ کا اختیار ہی اور نہ وہ شیاطین ہیں جنکو شیطان پوستوں نے معبود باطل اور شفیع ماں رکھا ہی بلکہ یہاں جن اور شیطان اُن کاریگروں اور اُستاد کاروں کو کہا ہی جنکو حیرام ۲ نے حضرت سلیمان کی درخواست پر بیت المقدس کی تیاری اور بنانے کے لیئے بھیجدیا تھا اور نیز ان ملاحوں اور جہازی کام دینے والوں کو کہا ہی جنکو اسی حیرام ۲ بادشاہ صور نے حضرت سلیمان کے جہازوں پر کام کرنے کو بھیجدیا تھا — اور نیز ان غیر قوم کے آدمیوں کو کہا ہی جو بنی اسرائیل کی قوم سے نہ تھے اور غیر قومیں کہلاتے تھے — جنکو تعمیر کے کام پر لگایا تھا — انہیں تینتیس قسموں کے آدمیوں نے بیت المقدس اور شاہی تعمیرات اور جہازرانی کے کام کیئے اور یہی لوگ جن اور شیطان اور بناء اور غواص ہیں ۔

۱۰ جب سلیمان نے بیت المقدس (مسجد اقصی) بنانے کی تیاری کی تو حیرام بادشاہ صور کو کہلا بھیجا کہ آپ کو معلوم ہی کہ حضرت داود کی جو مراد بیت المقدس بنانے کی تھی وہ تو لڑائیوں کے سبب سے پوری نہیں ہونے پائی مگر اب میں چاہتا ہوں کہ اسکو پورا کروں الا میری قوم میں صیدانیوں کی طرح لکڑی کٹنے کے کام جاننے والے نہیں ہیں { ۱ سلاطین ۵ ب ۲ اخبار باب ۲ $\frac{۲}{۸}$ } چنانچہ حیرام ۲ نے ایک مرد ماہر بھیجدیا جو معدنیات کے کام اور نقاشی وغیرہ میں اوستاد تھا (صفرالایام (ب ۲ $\frac{۲}{۱۴}$) ۔

اور اپنے لڑکوں کو اجازت دی کہ جبل لبنان سے دریا تک ازر اور سرو کی لکڑیاں پھنچادیں اور سلیمان کے بناء (عمارت بنانیوالے) اور حیرام کے بناء اور جبلیوں یعنی پہاڑی آدمیوں نے لکڑی اور پتھر تراشے (کتاب اول سلاطین ۵ $\frac{۵}{۱۸}$ و ۸) *

۱۱ پھر جب سلیمان علیہ السلام نے مصیرون جیر کے مقام پر جہاز بنوایا تو حیرام ۲ بادشاہ صور نے بہت سے ملاح جو فن جہاز رانی کو خوب جانتے تھے بھیجدیئے (اسلاطین ۹ $\frac{۹}{۲۷}$ ۲ اخبار ۸ $\frac{۸}{۱۸}$) — اور حورام نے اپنے نوکروں کے ہاتھہ سے جہازوں اور ملاحوں کو جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے اُس پاس بھیجا — انہیں کو قرآن مجید میں غواص کہا ہی — وہ جواہرات اور سونا وغیرہ بھی لاتے تھے (اسلاطین ۹ $\frac{۹}{۲۸}$ ۲ اخبارالایام ۹ $\frac{۹}{۱۰}$) *

۱۲ پھر اقوام غیر میں سے جو لوگ بقیۃ السیف کنعان میں بچ رہے تھے حضرت سلیمان نے اُنکا شمار کرکے (جو تیرہ لاکھہ سے زیادہ پائے گئے) انکو مصالح ڈھونے اور پتھر کھودنے کے کام پر لگایا (۲ اخبارالایام ۲ $\frac{۲}{۱۷}$ و ۱۸) یہہ بھی جن و شیطان کہلائے جو کہ اموریوں حیثائیوں فرزائیوں حوائیوں اور یابوسیوں کی قوم سے تھے *

۱۳ پس یہہ تو سب انسان اور بنی آدم ہی تھے جن کو جن اور شیطان کہا ہی نہ کہ وہ جن اور شیطان جنکو عرام نے اپنے ذہن سے عجیب عجیب خواص اور کیفیتوں کی ارواح بنا لیا ہی — اب یہہ بات کہ جن آدمیوں کو عبرانی زبان کی کتب ملاخیم اور دیوی ہیوم میں בנך (بنی — تعمیر کرنے والے کتاب اول سلاطین ۵ $\frac{۵}{۳۲}$ و ترجمہ عربی ۵ $\frac{۵}{۱۸}$) اور אנשי אניות ידעי הים انشی ایئوث یدع ہیم = ملاح لوگ سمندر جاننے والے (کتاب اول سلاطین

) اور גבלים جبلیم — پہاڑی (کتاب اول سلاطین ۵/۳۲ ترجمہ انگریزی ۵/۱۸) اور גרשׁ غیریم — اجنبی اور اغیار (جنکو عربی ترجمہ میں رجال الغربا لکھا ہی ۲ اخبار الایام ۲/۱۷) اور وہ لوگ صور اور صیدا اور جبل لبنان کے رہنے والے اور غیر قوم کے تھے اُنکو قرآن مجید کے عربی الفاظ میں جن اور شیاطین کہوں کہا ۔

۱۴ اسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ تعجب یا اعتراض معترض کے سبق ظن سے پیدا ہوتا ہی کیونکہ عام طور پر سب کے ذہن میں یہہ بات سمائی ہوئی ہی کہ جن ایک خاص قسم کی ایسی مخلوق ہوا میں رہتی ہی اور شیطان بھی ایک وجود خاص ہی جو آدمیوں کو بہکاتا پھرتا ہی اسلیئے جب یہہ الفاظ سننے میں آتے ہیں فورا وہی خیالات پیش نظر ہوجاتے ہیں اگر ان توہمات سے انسان خالی الذہن ہو تو نہ کچھہ تعجب ہوگا اور نہ اعتراض کا موقع ملیگا البتہ زبان نہ جاننے سے جو دقت پیش آویگی وہ کتب لغات سے رجوع کرنے اور علم مطابقت السنہ کے پڑھنے سے دور ہوجاویگی ۔

۱۵ عرب کے محاورہ میں اُس شخص کو جو اُستاد فن یا بڑا کاریگر اور تیز و چالاک اور عارف اور حاذق ہو جن اور شیطان کہتے ہیں اس محاورہ کی تصدیق شیخ ابو ذکریا یحیی بن علی لخطایب التبریزی کی شرح حماسہ سے ہوتی ہی جسکے صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ سنہ ۱۸۲۸ میں لکھا ہی قال †ابوالعلاء کانت العرب تذکر الجن تکثیرا و تشبیھا الرجل الفائق فی الامور بالجنی والشیطان فذلک قالو افعت جنۃ او اضعف و ذل الخ پس جس شخص کو یہود کی کتب مقدسہ میں برجلہ حکیما عارف الفہم (سفر الایام الثانی ۳/۲) اور رجلا حاذقا لصناعۃ النحاس ملہما حکمۃ و علما (سفر الملوک الثالث ۷/۴۰) لکھا ہی اسی کو اور ایسوں ہی کو قرآن میں عرب کے محاورہ پر جن اور شیطان کہا ہی ۔

۱۶ علاوہ ازیں ملک صوریا شہر صور اور جبل لبنان کے رہنے والے جن اسرائیلوں سے کھلے ہیں کہ عربی میں جنان پہاڑ کو بھی کہتے ہیں (قاموس) پس جو لوگ لبنان پہاڑ کے رہنے والے عبری میں גבלים جبلیم کہلائے اُنکو عربی میں — جن — ترجمہ کرنا بہت ہی صحیح ہی — اسکے علاوہ جو چیز نظر نہ آوے اسکو بھی جن کہتے ہیں (و ذل مستور — قاموس) اور چونکہ یہہ سب آدمی بنی اسرائیل سے غائب لبنان کے پہاڑ پر لکڑی اور پتھر کا کام کرتے تھے اور وہاں سے بنے بنائے پتھر اور تراشی ہوئی لکڑیاں بھیجتے تھے اور بیت المقدس کے مقام پر نہ ہتوڑے کی آواز سنی گئی اور نہ پھاوڑے کی (اخا ۶/۷) اس لیئے بھی اُنکو جن کہنا درست ہوا ۔

† ابوالعلا احمد بن عبداللہ بن سلیمان المعری — ج غ

۱۷ اور اُن کو شیطان کہنا بھی لغت کی رو سے بہت درست ہی کیونکہ شیطان کے معنی مخالف اور دشمن کے ہیں خواہ وہ حقیقی وجود ہو جیسے آدمی یا حیوان خواہ کوئی ذہنی بات ہو جیسے مرض یا کوئی روح چنانچہ صراح اور قاموس میں شیطان کے معنی میں لکھا ہی کل عات متمرد من الجن و الانس و الدواب فہر شیطان — اور معلوم ہی کہ بنی اسرائیل اپنے ماسوا جملہ اقوام کو اپنا مخالف اور دشمن جانتے تھے خواہ وہ مخالفت مذہبی ہو یا مدنی و ملکی — جو لوگ کہ کنعان کے قدیم بت پرست قوم کے بقیۃ السیف رہ گئے تھے اور جن کو بنی اسرائیل نے ہلاک نہیں کیا تھا † وہ یقیناً مذہبی اور ملکی طور سے اُن کے مخالف تھے اور صور یا جبل لبنان کے رہنے والے بھی مذہبی مخالف تھے صور کا ملک حضرت داود کا فتح کیا ہوا ملک تھا اور گو بادشاہ صور اور سلیمان سے مصالحت تھی مگر قومی اختلاف صرف دو آدمیوں کے اتفاق سے رفع نہیں ہوسکتا ہی ۔

سلیمان کے زمانہ تک شیطان کی تومیت اور اس کا کام ایسا نہیں سمجھا جاتا تھا جیسا کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے عرف میں ہی اسوقت تک اس کو اصلی مخالف کی جگہہ بولتے تھے ۔

پس اب کلام الہی کے معنی بہت صاف ہوگئے جس کو ہر ایک عاقل اور حکیم تسلیم کریگا — اور کتب سابقہ سے اس کے مضمون کی تصدیق اور تطبیق بھی عمدہ طور سے ہوگی و الحمد للہ علی ذالک ۔

۱۸ سورہ سبا کی آیت جو اُپر لکھی گئی وہ کسیقدر تفصیل کی محتاج ہی اُس کی تفسیر یہہ ہی ۔

آیۃ و من الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ

ترجمہ — اور اُن پہاڑیوں میں ایک یا کئی آدمی سلیمان کے پاس کام کرتے اپنے مالک کی اجازت سے ۔

تفسیر — اور سب لوگ پہاڑوں پر شہر صور میں لکڑی اور پتھر کا کام کرتے تھے اور غواص وہاں سے آتے تھے وہ جہازوں پر سمندر میں کام کرتے تھے مگر ایک شخص حورام خاص سلیمان علیہ السلام کے پاس کام کرتا اور حیرام ثانی بادشاہ صور کی اجازت سے آیا تھا — یہہ مضمون کتاب ملاخیم اور کتاب دبرہیمم سے اچھی طرح ثابت ہی اس کے مقامات مناسب کی نقل دوسری دفعہ میں گذری ہی — شاید اور بھی ایسے ہی صناع وہاں حاضر ہونگے *

۱۹ یہہ جن جبلی یا پہاڑی کاریگر بادشاہ صور کا بھیجا ہوا آیا تھا (اخبار الایام ثانی ۲/۱۳) پس باذن ربہ سے مراد باذن ملک

† اول سلاطین ۲۰ و ۲۱ —

حیرام ہی اور مالک آقا کو رب کہنا ایک معروف بات ہی پھر اسوائیل نے حضرت موسی کے بڑے بھائی کو انکا رب کہا اذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون ۔ (مائدہ)

حضرت یوسف نے اپنے آقا کو رب کہا ان ربی احسن مثوای (یوسف ۱۳ ع) اور فرعون کو اس کے ملازم کا رب کہا اما احد کما فیسقی ربہ خمرا (ایضا ۱۵ ع) اور اذکرنی عند ربک کا ("") اور پھر اپنے اُستاد اور معلم کو ربی کہتے ھیں جیسے ربی تمھی اور ربی میھو ٹیود اور ربی شلومون یرحائی — اور قران مجید میں بھی ان کو ربیون (ال عمران) کہا ھی — اور فرعون نے اپنے آپ کو انا ربکم الاعلی (نازعات) کہا یعنی راس و رئیس اور بڑا سردار ۔

۲۰ آیۃ و من یزغ منھم عن امرنا نذقہ من عذاب السعیر

ترجمہ — اور جو کوئی ان پہاڑیوں میں ھمارے حکم سے پھرجاتا ھم اُس کی سزا کرتے ۔

تفسیر — یہہ فقرہ کچھہ محتاج تفسیر و تاویل نہیں ھی — اتنے بڑے جم غفیر اور جمع کثیر کے لیئے نہ ھزاروں ھی تھے ضرور کچھہ سیاست کے قاعدے مقرر ھوئے ھونگے اور اسی طور سے وہ سزا پاتے ھونگے ۔

۲۱ آیۃ یعملون لہ مایشاء من محاریب

ترجمہ — سلیمان کے لیئے جو وہ چاھتا بناتے تھے مثلاً قلعے یا بڑے بڑے مکانات یا شہر پناھیں ۔

تفسیر — حضرت سلیمان نے بہت سے شہر آباد کیئے تھے — مثلاً ماد — حامور — مجدو — غرزو — بیت حوران — بعلوت — تدمور — وغیرہ اور شہر اورشلیم کی فصیل بنوائی اور ھو ایک شہر جس میں فصیل نہ تھی اس کی شہر پناہ بنوائی — یہی مرادتلعوں سے ھی (نکتاب اول سلاطین ۹ ۱۵ و ۱۷ — ۱۹) ۔

۲۲ آیۃ و تماثیل

ترجمہ تصویریں ۔

تفسیر — شیروں اور بیلوں اور کروبیوں کی پوری پوری تمثالیں بنائی گئی تھیں جنکی خبر نکتاب اول سلاطین باب ۷ ورس — ۲۵ و ۲۹ و ۳۶ اور دوم اخبار الایام ۳ و ۴ و ۱۵ میں مفصل لکھی ھوئی ھی ۔

۲۳ یہہ آیت ھو ایک قسم کی تصویر اور تمثیل یعنی نقشے اور مجسم کی جایز بلکہ مستحسب ھونے کی قطعی دلیل ھی اس کی بحث ھمنے جداگانہ کی ھی (دیکھو پرچہ تہذیب الاخلاق نمبری ۱۲ مطبوعہ یکم رمضان سنہ ۱۲۹۲ ھجری) ۔ صفحہ نمبر ۱۴۴

۲۴ آیۃ و جفان کالجواب

ترجمہ — اور لگن جیسے حوض ۔

تفسیر — ان بارہ بیلوں کے سر پر ایک بہت بڑا لگن حوض نما بنایا تھا جس کا طول ۳۰ ھاتھہ اور قطر ۱۰ ھاتھہ اور بلندی ۵ ھاتھہ کی تھی — (نکتاب اول سلاطین ۷ ۲۳ ۲ اخبارالایام ۴) اور ایسے ھی ایسے اور بھی بنے ھونگے ۔

۲۵ آیۃ و قدور الراسیات

ترجمہ — اور دیگیں جمی ھوئیں

تفسیر — ان دیگوں کا ذکر نکتاب سلاطین اول ۷ ۴۵ اور نکتاب اخبار الایام ۲ و ۴ دوم میں اور یہہ بھی کہ وہ عمودوں پر جمی ھوئیں تھیں ۔

۲۶ عیسائیوں نے ھمیشہ ان آیتوں کو قصے میں اڑایا ھی وہ یہہ کہتے ھیں کہ چونکہ لکھا ھی (نکتاب اول سلاطین ۶) کہ جب بیت المقدس بنتا تھا تو ھتوڑے یا پھاوڑے یا کسی لوھے کے اوزار کی آواز نہیں آئی — یہاں سے لوگوں نے یہہ قصہ بنا لیا کہ سلیمان نے جنات اور پریوں اور دیووں کی مدد سے مسجد اقصی بنوائی تھی اور یہیں سے یہہ قصہ قران میں بھی لیا گیا — مگر یہہ سب اُنکی بالکل غلط خیالی ھی اُنھوں نے بھی سلیمان کے جن و شیاطین کو عرفی اور اصطلاحی معنوں میں لیا ھی اور بناء فاسد بر فاسد کے طور پر اعتراض اور تشنیع شروع کی ھی — مگر الان خصوص الحق اب اصلی حقیقت ظاھر اور ثابت ھوئی اور قران مجید کے ان حقایق التحقیقات اور صوادق التصدیقات کی سچی تفسیر اور حقیقی تعبیر قطعی اور یقینی طور سے عیان ھوئی اور ملحد اور سخریہ کرنےوالوں کی خرافات اور عامہ مفسرین کی لغزیات سب باطل اور رد ھوگئی — واللہ یحق الحق بکلماتہ وھو یھدی الی السبیل ۔

۲۷ یہہ مضامین قران مجید سے دفع اعتراضات اور کتب سلفہ سے تطبیق اور دیگر تاریخی واقعات اور مسائل حکمیہ سے تصدیق کی غرض سے لکھے گئے ھیں اور گو ھم جانتے ھیں کہ بہت سے خفاش منش لوگوں کی آنکھہ میں تجلی انوار سے چکا چوند ھوجاویگی (یکاد البرق یخطف ابصارھم) مگر ھمکو اُمید ھی کہ مسلمانوں میں سے بہت سے ذی بصیرت اور مستعد اھل تحقیق اس طرف توجہ فرماوینگے کیونکہ

اپني بہت کچھہ باقي ھی ھاں ابھي قصہ سليمان ھي ميں کئي ايک مشکلات اور بھي حل کرني ھيں جس کے حل کرنے کي راہ کو جہالت اور شياطين کي اندھيري بادشاھت اور عوام الناس کے تيرہ و تاريک خيالات کو کلام الھي کي نوراني شعاعوں کي تاثير سے معمور کرديا گيا ھی — و لیکن من لم یجعل اللہ نورا فما لہ من نور — اب يقين ھی کہ اکثر دھندلي نظر والوں کے دل کي آنکھوں سے توھمات ظلمانيہ کي پٹي کھل جانے اور خيالات سوداويہ کے پردہ اُٹھہ جانے سے اُنپر حقيقي آفتاب کي روشني کالشمس في کبدالسماء ظاھر و مجلي ھوجاويگي ۔

فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید

اب کھول دي ھمنے تجھہ پر سے تيري اندھيري اب تيري نگاہ اج تيز ھی ۔ (ق ۲ ع)

راقـــم
چراغ علي

مضمون نمبر ۲۳۸

لکچر

نمبر ۶

مانسيور ايف کيزو صاحب فرانسيسي کا

سولزيشن پر

اے صاحبوں

ھم اپنے آخر جلسہ ميں گرجا يعني پادريوں کے فرقہ کي کيفيت کي تحقيقات کو پانچويں صدي سے ۱۱ بارھويں صدي تک ختم نہيں کرسکے ، اس امر کا تصفيہ کرنے کے بعد کہ گرجا کے حالات خصوصا تين طرحپر دريافت کرنے چاھيئيں ، اول صرف گرجا اور اُس کي اندروني ترکيب اور بناوٹ کو بحيثيت ايک علحدہ اور جدا گانہ مجموع کے ، دوسرے اُن تعلقات کي نظر سے جو گرجا کو بادشاہ اور دنيوي قوت يعني حکومت سے تھے تيسرے اُن تعلقات کے لحاظ سے جو گرجا کو لوگوں کے ساتھہ تھے ھمکو تحقيق کرني چاھيئے ، ان تينوں درجو ميں سے صرف پہلے دو درجوں کو ھم نے طے کيا ھی ، اور جو تعلقات گرجا کو لوگوں کے ساتھہ تھے اُنکي کيفيت سے آپ صاحبوں کو آگاہ کرنا باقي رھا ھی ، گرجا کے حالات کے ايسے تين طريقوں پر تحقيق کرنے سے اُس تاثر پر کا عام خيال قايم کرنے کے ليئے بعدہ کوشش کي جاويگي جو پانچويں سے بارھويں صدي تک يورپ کي شائستگي پر گرجا کے سبب سے پيدا ھوئے ، اور آخرکار گرجا کے اُسي زمانہ کي تاريخ اور حالات سے ميں اپنے کلام کي تصديق کرونگا ۔

يہہ بات آپ آساني سے سمجھہ لينگے کہ جو تعلقات گرجا کو لوگوں کے ساتھہ تھے اُن کے بيان کرنے ميں مجھکو اکثر عام اُمور پر بمجبوري اتفا کرنا پڑيگا اور ميں گرجا کے دستور اور عمل يعنے اُن روزانہ تعلقات کو جو پادريوں کو عيسائيوں کے ساتھہ تھے مفصل نہيں بيان کرسکتا ، بلکہ گرجا کے صرف بڑے بڑے اصول اور اُس کے انتظام اور اُس کارروائي کے بڑے نتيجوں کو جو عيسائيوں کي نسبت عمل ميں آئے مجھکو ظاھر کرنا منظور ھی ۔

جو امر گرجا کے اُن تعلقات کے جو اُس کو لوگوں کے ساتھہ تھے مقدم علامت بلکہ بڑا نقص تھا ، وہ حاکموں اور محکوموں کا علحدہ ھونا اور محکوموں کا اُس حکومت ميں جو اُن پر ھوتي تھي کچھہ مداخلت نہ کرنا اور پادريوں کا اور عيسائيوں سے بے تعلق اور خود مختار ھونا ھی ۔

يہہ برائي بمقتضاے بشريت اور مجموع خلايق کے ترتيب خاص کي وجہہ سے پيدا ھوئي ھوگي کيونکہ ھم اُسکا رواج گرجا ميں بہت ابتدائي زمانہ سے موجود پاتے ھيں ، جو زمانہ معرض بحث ميں ھی اُسميں پادريوں اور عيسائيوں کي علحدگي بالکل کمال کو نہيں پھونچي تھي بلکہ بعض موقعوں پر مثلا بڑے پادريوں کے تقرر کے وقت اور اَور چند صورتوں ميں اُس حکومت ميں جو اُن پر ھوتي تھي عيسائي قوم دست اندازي کرتي تھي ، مگر يہہ مداخلت رفتہ رفتہ کم زور اور شاذ و نادر ھوتي گئي ظاھرا دوسري صدي سے جلد زوال اُس کو ھونے لگا ، پادريوں کے فرقہ کے علحدہ اور خود مختار ھونے کا طرز و طريقہ گرجا کے عين ابتداء اور آغاز سے اُس کي تاريخ کا مضمون رھا ھی ، يعني اُس کي تاريخ برابر بالتخصيص اُسي مضمون سے معمور رھي ھی ۔ اس سے انکار نہيں ھوسکتا کہ ايسے تفرقہ کے سبب سے وہ بيجا کار روائياں اکثر ظہور ميں ائيں جن کے باعث سے اس زمانہ ميں جو معرض بحث ميں ھی اور اُس سے بھي پچھلے زمانہ ميں گرجا کو بہت نقصان پہنچا ، مگر يہہ خرابياں صرف عيسائي گرجا سے ھم کو منسوب نکرني چاھيئيں اور اس تفرقہ اور علحدگي کي خواھش کو صرف پادريوں ھي سے مخصوص نہيں کرنا چاھيئے ، بلکہ عموما مذھبي † گروہ کي يہہ خاصيت اور بڑي خواھش ھوتي ھی کہ اُس گروہ ميں کے حکام محکوموں يعني پيروؤں پر سو بلندي حاصل کريں اور اُن کي ذات سے ايسي صفتيں منسوب ھوں جو اُن کے پيروؤں سے جداگانہ اور مثل صفات الھي کے ھوں ، يہہ خاص اُس کام کا اثر ھی

† يعني وہ لوگ جو سربراہکار اور مہتمم مذھب کے ھوتے مثلا پادري اور مولوي اور پيرزادہ اور پوجاري برھمن ھر قوم ميں ايک ايسا گروہ ھوتا ھی ۔

جو اُن کے سپرد ہوتا ہی ، اور اُس خطاء یا حیثیت کا نتیجہ ہی جس میں وہ لوگوں کے روبرو ظاہر ہوتے ہیں ، لیکن بہ نسبت اور کسی گروہ کے مذہبی گروہ میں ایسے اثر کا پیدا ہونا زیادہ مضرت اور افسوس کا باعث ہی ، خیال کرنا چاہیئے کہ مذہبی حکومت میں محکوموں کی کیا کیا شی جوکھوں اور خطرہ میں ہوتی ہی ؛ یعنی اُن کی عقل اور ایمان اور اُن کا آیندہ مقدر بھی یعنی اُسی میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو اُن سے نہایت قریب اور خصوصیت رکھتی ہیں اور جن میں اُن کو نہایت آزادی ہوتی ہی ، یہہ امر کسی قدر قیاس میں آسکتا ہی کہ اگرچہ بڑا نقصان پیدا ہو مگر ایک آدمی اپنے دنیوی مطالب اور اپنے انجام چند روزہ کی رہنمائی کسی خارجی حاکم پر مرتفع رکھہ سکتا ہی ، ہم اُس حکیم کے قول کو سمجھہ سکتے ہیں جس نے اس اطلاع کے جواب میں کہ حکیم صاحب آپ کا گھر جل جاتا ہی یہہ جواب دیا تھا کہ جاؤ میری زوجہ کو اطلاع کردو ، کیونکہ میں گھر کے کاموں میں دست اندازی نہیں کرتا ہوں ۔ مگر جب وہ رہنمائی ہمارے ایمان یا عقل صالح اور خیالات اور وجود ذاتی یعنی باطن میں مداخلت کرتی ہی ، اور خود مختاری کے ترک اور ایک غیر حکومت کے مطیع اور محکوم کرانے تک وسعت پاتی ہی تو ایسی حالت حقیقت میں از روے اخلاق کے خود کشی ہی اور ایسی غلامی ہی جو جسم کی غلامی سے صدہا درجہ بدتر ہی ، باوجود اس کے جس پرانے نے گرجا پر اُن تعلقات میں جو اُس کو عیسائیوں سے تھے رفتہ رفتہ تسلط کیا گرو ہ بوائی بالکل غالب ٹھہرگئی اُس کا بیان مقریب ہوگا ، یہہ بات آپ صاحبوں پر ظاہر ہوچکی ہی کہ خاص پادریوں کے حق میں یعنی گرجا کے عین جگر اور پھیپھڑے میں بھی آزادی کی کوئی حفاظت یا ضمانت نہ تھی ، اور گرجا سے باہر یعنی دنیا داروں کی حالت اُس سے بھی بدتر تھی ، گرجا یعنی پادریوں کے گروہ میں تو کم سے کم رد و بدل اور مباحثہ اور صلح و مشورہ اور ذاتی قرار کا ظہور ہوتا تھا ، اور جو قضیہ اور مخاطرہ اُن میں ہوتا رہتا تھا اُس کے سبب سے کسی قدر عدم آزادی کا نقصان رفع کیا گیا تھا ، مگر امور مذکور میں سے کوئی امر بھی پادریوں اور اَوْر لوگوں کے درمیان میں واقع نہیں ہوتا تھا ، اور دنیا دار لوگ گرجا کی حکومت میں محض تماشائیوں کی مانند شریک ہوتے تھے ، چنانچہ اسی وجہہ سے ابتداہی سے یہہ خیال پیدا ہوکر مشہور اور غالب ہوگیا کہ الہیات اور مذہبی امور صرف پادریوں سے مخصوص ہیں ، اور اُنہیں کا حق ہی کہ اُن میں دست اندازی کریں اور صرف اُنہیں کو اُن کے فیصل کرنے اور اُن پر توجہہ کرنے کا استحقاق پہنچتا ہی ، اور دنیاداروں کو اُنمیں مداخلت کرنے کا کچھہ حق نہیں ہی ۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہیں اُس میں یہہ مسئلہ بہت زور پکڑ چکا تھا ، صدہا سال اور بڑے بڑے ہولناک انقلاب اُس کے رفع دفع کرنے اور مذہبی معاملات اور عام مذہبی کو دربارہ عام دسترس کے قابل کرنے کے واسطے درکار ہوئے ۔

پس بلحاظ اصول کے اور واقعہ میں بھی پادریوں اور عیسائی قوم کا تفرقہ اور تقسیم قانونی بارھویں صدی سے پہلے فرنچ تکمیل کو پہونچ گئی تھی ۔

مگر اس سے میری یہہ غرض نہیں ہی کہ آپ صاحب یہہ خیال کرلیں کہ زمانہ مذکور میں عیسائی قوم اپنی حکومت میں بالکل کچھہ دخل اور تعلق نہیں رکھتی تھی ، مداخلت قانونی البتہ اُن کو حاصل نہ تھی ، مگر وہ حکومت اُن کے رعب داب سے خالی نہ تھی ، یعنی کچھہ تاثیر اُن کی اُس پر پڑتی تھی ۔ بالکل کچھہ بھی مداخلت کا نہوتا لوگوں کی جانب سے کسی حکومت میں خصوصاً ایسی حکومت میں غیر ممکن ہی جو ایسے عقاید پر مبنی ہو جن میں حاکم اور محکوم دونوں مشترک ہوں ، جہاں نہیں خیالات کا ایسا اشتراک ظاہر ہوتا ہی اور جہاں نہیں حکومت یعنی حکام اور لوگوں میں عقل اور فہم کی تحریک اور ترقی مشاہدہ طور پر ہوتی ہی ، تو ضرور ہی کہ ان دونوں کے باہم کوئی ایسا تعلق قایم رہے جو حکومت کی ترکیب اور ترتیب کے کسی نقص سے بالکل معدوم نہیں ہوسکتا ، اس امر کو زیادہ صاف کرنے کے واسطے میں ایک مثال معاملات ملکی سے لیکر بیان کرتا ہوں ۔ یہہ بات مسلم ہی کہ تاریخ فرانس کے کسی زمانہ میں فرانسیسیوں کو اپنے قواعد اور طریقوں کے ذریعہ سے اپنے ملک کی حکومت میں جسقدر کم جایز مداخلت بادشاہ لوئی چہاردہم اور لوئی پانزدہم کے عہد میں سترھویں اور اٹھارھویں صدی کے اندر رہی ہی اُسقدر کم کبھی نہیں رہی ۔

باوجود اس کے کوئی شخص اس بات سے ناواقف نہیں ہی کہ اگرچہ اُس زمانہ میں حکومت کے کار و بار میں لوگوں کی طرف سے کسی طرح کی سرکاری یا حسب ضابطہ اور صریح مداخلت باقی نہ تھی ، لیکن پھر بھی بہ نسبت اور زمانوں کے لوگوں کو حکومت کے باب میں بلا شبہہ بہت زیادہ دخل رہا ، یہاں تک کہ اُس زمانہ کی نسبت سے بھی زیادہ ہرا جس میں بڑے بڑے صوبوں کی جانب سے وکیل دارالخلافہ میں آکر جمع ہوتے تھے ، اور مجلس پارلیمنٹ کو امورات ملکی میں بڑا دخل حاصل تھا ، اور اختیارات میں لوگوں کی شرائط جایز طور پر بہت زیادہ تھی ۔

اس کی وجہہ یہہ ہی کہ ایک ایسی قوت موجود رہتی ہی جو قوانین کے ذریعہ سے مفید نہیں ہوسکتی ، اور اگر ضرورت ہوتی ہی

ترجمہ قواعد یا ضابطہ اور طریقہ سے دست بردار ہوسکتی ہی ' وہ قوت خیالات کی تاثیر یعنی لوگوں کی طبیعت اور عام رائے کا اثر ہی ' فرانس میں سترھویں اور اٹھارھویں صدی کے اندر ایسی عام رائے موجود تھی جو بہ نسبت اور ہر زمانہ کے بہت زیادہ قوی اور پر تاثیر تھی ' اگرچہ حکومت میں اپنا عمل بطور جایز کرنے کے ذریعے اُس کو حاصل نہ تھے تھے ' لیکن ایسے خیالات کے غلبہ سے جو حاکم اور محکوم دونوں پر برابر مشترک اور موثر تھے ' اور اسباب کے غیر ممکن ہونے سے کہ حکام محکوموں کی رائے پر کچھ لحاظ نکریں ' اُس عام رائے نے اپنا اثر اور عمل اور سببوں کے وسیلہ سے ضمناً کیا یہی حال پانچویں صدی سے بارھویں صدی تک گرجا میں واقع ہوا ' یہہ صحیح ہی کہ قوم عیسائی معاملات مذہبی میں عمل یا دخل کرنے کا کوئی طریقہ جایز نہیں رکھتی تھی ' لیکن اُن کی طبیعت یعنی خیالات میں بڑی تحریک واقع ہورہی تھی ' اس تحریک کے سبب سے دنیا دار اور پادری متفق رہے اور اُن کے باہم تعلق قایم رہا ' اور اسطرح سے لوگوں کی مداخلت پادریوں کی کارروائی میں رہی ۔

تاریخ کی تحصیل اور تحقیق میں ہمیشہ غیر صریحی یا ضمنی تدبیروں کی بہت منزلت قرار دینی ضرور ہی ' جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہی اُس کی بہ نسبت وہ تاثیریں بہت زیادہ موثر اور کبھی زیادہ مفید بھی ہوتی ہیں ' یہہ طبیعت کا مقتضا ہی کہ آدمی اپنی کارروائیوں کا فی الفور عمل میں آنا اور روشن اور علانیہ ہونا اور اپنی کارروائیوں کی سرسبزی اور تاثیر سے خوشی اور فخر حاصل کرنا چاہیں ' مگر یہہ طریقہ ہمیشہ ممکن نہیں ہوتا اور ہمیشہ مفید بھی نہیں ہوتا ' چنانچہ کبھی ایسا وقت اور موقع ہوتا ہی کہ اُس میں صرف ایسی تاثیر اور مداخلت ممکن اور پسندیدہ ہوتی ہی جو ضمنی یا بواسطہ دیگر اسباب کے عمل میں آوے اور ظاہر میں وجود نرکھتی ہو ' کئی مرتبہ خصوصاً سنہ ۱۶۶۱ ع میں انگریزی پارلیمنٹ نے اسیطرح کے اور ایسے جلسوں کی مانند جو ایسے ہی نازک وقتوں میں ایسا ارادہ کرتے ہیں اس استحقاق کا دعوی کیا ' کہ بادشاہت کے بڑے بڑے عہدہداروں اور وزیروں اور مشیروں وغیرہ کو صریحا مقرر کرے ' اور حکومت میں اس عمل صریحی سے اُس نے حقوق رعایا کی بہت بڑی اور عمدہ حفاظت متصور کی ' اور یہہ حق بعض اوقات اُس کے استعمال میں بھی رہا ' مگر ہمیشہ اُس طریقہ سے اچھی کامیابی نہیں ہوئی انتخاب اور تقرر اچھی طرح عمل میں نہیں آیا اور امور کا انتظام برا ہوا ۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ آجکل انگلستان میں پارلیمنٹ کے عمل درآمد کی کیا کیفیت ہی ' جس طریقہ سے وزیروں کا انتخاب اور تقرر عمل میں آتا ہی اور بڑے بڑے اُمور عہدہدار بادشاہ کے مقرر کرتے ہیں ' کیا اُن میں پارلیمنٹ کو مداخلت نہیں ہی ' جواب یہہ ہی کہ بیشک اُسمیں اُسکو مداخلت ہی ' لیکن بجائے خاص اور صریحی وساطت کے وہ مداخلت اُسکو عام طور پر اور ضمناً حاصل ہی ' غرض کہ جس مقصد کے حاصل ہونے کے لیئے انگلستان نے مدت تک کوشش کی وہ حاصل ہوگیا گو مختلف طرح پر حاصل ہوا ' جو طریقہ اُسکے حصول کے واسطے اول برتا گیا اُسکا نتیجہ کبھی اچھا نہیں ہوا *

اسکی ایک وجہہ ہی جسکو کسی قدر مفصل بیان کرنے کی میں آپ صاحبوں سے اجازت چاہتا ہوں ' عمل اور اختیار صریحی یعنی بلا واسطہ کی نسبت یہہ توقع کیجاتی ہی کہ جن لوگوں کو وہ سپرد کیا جاتا ہی وہ بہت روشن ضمیر اور عاقل اور ہوشیار ہیں ' اور چونکہ اُنکو اپنا مقصد فوراً بلا توقف حاصل کرنا ہوتا ہی اسلیئے ضرور ہی کہ اپنی کارروائی کی درستی کا اُنکو ایسا یقین ہووے کہ اُس مقصد کے حصول میں خطا نہوگی ' مگر مداخلت اور تاثیر ضمنی یا غیر صریحی پر خلاف اسکے ایسی مزاحمتوں اور امتحانوں کے بعد عمل کرتی ہی جن سے اُسکے نقص کا تدارک اور درستی ہوجاتی ہی ' اور کامیاب ہونے سے پہلے اُسپر رد و بدل کا ہونا اور مخالفت اور مزاحمت کا اُٹھنا لازم ہوتا ہی ' اور اُسکو آہستہ آہستہ اور کسیقدر مشروط نتیجہیابی ہوتی ہی ' اس وجہہ سے جب کہ طبیعتیں یعنی عقل اور فہم آدمیوں کا اسقدر کافی وسعت اور پختگی کو نہیں پہنچتا جس سے اُنکا عمل صریح یا بلا واسطہ سودمندی کے ساتھہ بلا اندیشہ کسی نقصان کے ظاہر ہونا غالب متصور ہوتو تاثیر اور مداخلت غیر صریح قابل ترجیح کے ہی گو اثر وہ کافی نہیں ہوتی ہی ' غرض کہ عیسائی قوم کی مداخلت اور تاثیر اپنی حکومت کے باب میں اسیطرح پر بہت نا کامل اور نہایت تھوڑی رہی مگرمجھکو یقین ہی کہ باوجود اسکے بھی اُس قوم کے اثر سے اُسکی حکومت مؤثر رہی ہی *

گرجا یعنی پادریوں اور لوگوں کے درمیان میں اتصال اور قربت کی ایک اور وجہہ بھی تھی اور وہ یہہ تھی کہ پادری ہر قسم کی معاشرت اور حیثیت کے لوگوں میں پھیلے ہوئے اور موجود پائے جاتے تھے ' جب کوئی مذہبی حکومت کسی جگہہ بلا مداخلت اُن لوگوں کے جو اُسکے محکوم ہوئے اُنسے علیحدہ اور بلاواسطہ قایم ہوئی ' تو معتقداؤں کا گروہ ایسے لوگوں سے مرتب ہوا جنکی حالت اور رتبہ باہم مساوی تھا ' اس سے میری یہہ غرض نہیں ہی کہ اُن میں کوئی بڑا تفاوت اور عدم مساوات واقع نہیں ہوئی ' بلکہ حکومت ایسے معتقداؤں کے فرقوں اور جلسوں سے متعلق رہی جو باہم جمع ہوکر زندگی بسر کرتے تھے اور جو لوگ اُنکے قوانین کے پیرو تھے اُنسے بالکل غیر

اور علیحدہ ہوکر اُنپر حکومت کرتے تھے مگر عیسائی گرجہ کی ترتیب اس سے بالکل مختلف تھی چنانچہ متوسط اور ملازم آدمیوں کے خواب مکافات سے لیکر جو طوایف الملوکی میں قلعوں کے نیچے آس پاس آباد ہوتے تھے قلعہ دار کے محل تک جاپہنچا پادریوں کے فرقہ میں کا ایک رکن موجود ہوتا تھا، اور ہر ایک حیثیت اَور قسم کے آدمیوں میں پادری ملے چلے رہتے تھے، پس عیسائی پادریوں کی حالت کے یہہ اختلاف اورہر رتبہ اور منزلت کے لوگوں میں اس طرح پر اُن کا شریک ہونا اُس اتفاق کا جو درمیان پادریوں اور دنیادار لوگوں کے قایم رہا بڑا سبب ہوا، اور یہہ ایسا قاعدہ اتحاد کا تھا جو اثر دوسرے مذہبوں کے مقتداؤں میں جن کو قوت اور اختیارات حاصل ہوئے نہیں پایا جاتا ہی، علاوہ اس کے آپ صاحبوں کو یہہ بھی معلوم ہوچکا ہی کہ بڑے پادری اور پادریوں کے دوسرے سردار طوایف الملوکی کے انتظام میں شریک اور مصروف رہتے؛ پس ایک ہی وقت پادری مذہبی فرقہ اور ملکی گروہ کے رکن تھے اسیوجہہ سے ملکی اور مذہبی گروہوں میں مقاصد اور عادات اور اطوار واحد اور مشترک قرار پائے اس بات کی بہت سی شکایت کی گئی ہی اور اُسکی معقول وجہہ بھی ہی کہ بڑے بڑے درجہ کے پادری جنگ و جدال میں شریک ہوتے تھے اور کاہن یعنے چھوٹے درجہ کے پادری دنیاداروں کی طرح پر اوقات بسر کرتے تھے بیشک یہہ ایک بیجا طریقہ تھا لیکن اُس طریقہ سے بہت کم قابل شکایت کے تھا جسکی بموجب اور مقامات میں ایسے مقتدا مذہب کے موجود تھے جو عبادت خانہ سے باہر نہیں جاتے تھے، اور جنکا طرز زندگی لوگوں کے عام طریقہ زندگی سے بالکل علیحدہ اور بے تعلق تھا، بڑے درجہ کے پادری کسی نہ کسی طرح پر ملکی معاملات یعنی لوگوں کی معاشرت باہمی کے جھگڑوں اور قضیوں میں مداخلت کرتے تھے اور یہ نسبت ایسے مذہبی مقتداؤں کے بہت زیادہ کارآمد ہوتے تھے جو آبادی دنیا اور اُسکے کاروبار اور طریقوں سے بالکل نا آشنا رہتے تھے پس ایسے تعلق کے ذریعہ سے پادریوں اور عام عیسائیوں کے باہم ایسی حالت اور مرتبہ اور انجام اور مقصد قایم ہوا تھا جو واحد تھا گر اس تفرقہ یا علیحدگی کی پوری اصلاح نہیں ہوئی حاکموں اور محکوموں یعنی پادریوں اور عام عیسائیوں میں واقع ہوئی تھی، تب بھی اُس نقصان کی تخفیف تو ہوگئی۔

جبکہ یہہ تفرقہ مسلم ہوچکا اور اُسکی حدود قائم ہوگئیں جسکی کسیقدر توضیح میں نے ابھی آپ صاحبوں کے روبرو کی ہی، تو اب اُس طریقہ کی کیفیت دریافت کرنی چاہیئے جس طریقہ پر گرجا کی حکومت عمل میں آتی تھی، اور جسطرح سے اُسکو اثر اُن لوگوں پر ظاہر ہوتا تھا جو اُسکے تحت حکومت تھے، یعنی ایک تو یہہ بات دریافت کرنی چاہیئے کہ گرجا کی بدولت انسان کی شگفتگی اور اُس کی ذات کی ترقی کس طرح ظہور میں آئی۔ دوسرے انسان کی حالت تمدن اور معاشرت کی اُس سے کیا اصلاح ہوئی۔

میرے نزدیک انسان کی شگفتگی اور اُس کی ذات کی ترقی کے باب میں ٹھیک ٹھیک یہہ کہنا چاہیئے کہ جس زمانہ پر ہم متوجہہ ہیں اُس میں گرجا نے اس معاملہ کے لیئے بہت تکلیف نہیں اُٹھائی دنیا میں قوی اور صاحب اختیار لوگوں کو جو تعلقات ضعیف رو زبوںدست لوگوں سے تھے اُن میں زیادہ ترقی اور ترحم سے عمل درآمد کرنے اور اُن میں زیادہ انصاف اور اعتدال اختیار کرنے پر اُن کو مایل کرنے میں البتہ گرجا کی جانب سے کوشش عمل میں آئی، اور گرجا نے کم زور اور غریب آدمیوں میں طریقہ حیات اخلاقی اور ایسے خیالات اور خواہشوں کو قایم رکھا جو بہ نسبت اُن خواہشوں اور خیالوں کے زیادہ بلند مرتبہ تھی جن میں وہ اپنے روزانہ مقدر کی وجہہ سے مبتلا رہتے تھے، باوجود اس کے انسان کی ذاتی ترقی اور اُس کی باطنی اصلاح میں میرے نزدیک اس زمانہ میں گرجا نے خصوصاً دنیا داروں کے گروہ میں کچھہ بہت کوشش نہیں کی، جو کچھہ کارروائی اس امر کی نسبت اُس کی طرف سے ظہور میں آئی وہ زیادہ تر پادریوں کی تہذیب سے متعلق اور مخصوص تھی؛ چنانچہ پادریوں اور کاہنوں کی تعلیم کے واسطے گرجا نے مدرسہ وغیرہ یعنی وہ تمام طریقے جاری کیئے تھے جو اُس زمانہ کی خواب حالت میں میسر ہوسکتے تھے، اور وہ صرف پادریوں کے لیئے قایم ہوئے تھے، اُنہیں کی تربیت اُن سے مقصود تھی، علاوہ اس کے جو کچھہ عمل درآمد گرجا کی جانب سے انسان کے خیالات اور اطوار کی ترقی کے باب میں ہوا وہ اور سببوں کے ذریعہ سے ہوا، اور وہ بھی صریحاً اور کافی طور سے نہیں ہوا، البتہ گرجا نے اُن سب لوگوں کے پادری ہوسکنے کو روا رکھنے سے جنکو اُس نے اپنے کام کے لایق سمجھا مسلماً انسان کی طبیعت کو سرگرمی ظاہر کرنے پر آمادہ کیا، مگر اس زمانہ میں جو کچھہ اُس نے دنیا داروں کی عقل و فہم کی اصلاح کے بارہ میں کیا وہ صرف اسی قدر تھا۔

مجھکو یقین ہی کہ مجموع خلایق کی معاشرت کی ترقی میں گرجا نے زیادہ کوشش کی اور اُس کا اثر بھی زیادہ ہوا، بیشک جو بڑے بڑے نقصان انسان کی حالت معاشرت میں مثل غلامی وغیرہ کے موجود تھے اُن کے رفع دفع کرنے میں گرجا نے سخت دقت اور تکلیف اُٹھائی، یہہ اثر کہا گیا ہی کہ زمانہ حال کے لوگوں میں غلامی کے رواج کا موقوف ہو جانا صرف عیسائیوں کی بدولت ہوا، مگر میرے نزدیک

پھر بڑا مبالغہ ہی ، مدت تک غلامی کا رواج خود عیسائیوں کے گروہ میں قایم رہا اور اُس عرصہ میں وہ کبھی اُس سے متنفر اور اُسپر غضبناک نہیں ہوئے ؛ پس پھر سے اسباب کا جمع ہونا اور شایستگی کے اور اصول اور اجزا میں بڑی ترقی کا ہونا اس ظلم کے معدوم ہو جانے کے لیئے ضروری تھا جو اور تمام ظلموں سے بڑا کر ہی ، مگر اس میں کچھہ شبہہ نہیں کہ گرجا نے اس ظلم اور برائی کے تدارک کے لیئے بہت کچھہ کوشش کی جس کا ثبوت کافی موجود ہی ؛ چنانچہ مختلف زمانوں میں جو طریقہ آزادی بخشنے کے رایج ہوئے اُن میں سے اکثر مذہبی اصول پر مبنی تھے ، اور ہمیشہ مذہبی خیالات اور عقیدوں کے نام سے اور عاقبت کی اُمیدوں اور مذہب کی رو سے انسانوں کی برابر اور مساوی ہونے کے ذریعہ سے آزادی کا اعلان کیا گیا .

پھر سے وحشیانہ رسم و رواج کے مٹانے اور قرائین فرجداری اور دیوانی کے اصلاح کرنے میں بھی گرجا نے کوشش کی ، آپ صاحب جانتے ہیں کہ قوانین مذکور باوجودیکہ چند آزادی کے اُصول اُن میں موجود تھے کس قدر لغو اور خراب حالت میں تھے ، اور یہہ بات بھی مشہور ہی کہ ثبوت میں کیسی کیسی بیہودہ وجوہات (مثل اُس کشتی کے جو از روے انصاف متخاصمین میں جایز تھی اور چند آدمیوں کا محض حلف اُٹھانا وغیرہ) حقیقت حال کے دریافت کرنے کا خاص ذریعہ سمجھی جاتی تھیں ، گرجا نے اُن کی بجاے زیادہ معقول اور جایز طریقہ قایم کرنے میں کوشش کی ، اُس تفاوت کا ذکر کرچکا ہوں جو قوم † وزیگاتھس کے قانون میں خصوصاً اُن کے اُس قانون میں جو مقام ٹراکٹو کی مجلسوں سے جاری ہوتا تھا اور دوسری وحشی قوموں کے قانون میں معلوم ہوسکتا ہی ، اور جو بڑی فضیلت یا فرقیت گرجا کے خیالات میں قانون بنانے کے معاملات اور عدل و انصاف اور اُن تمام اُمور میں پائی جاتی تھی جو راستی اور امر حق اور انسانوں کے انجام و مقدر کی تلاش سے علاقہ رکھتے ہیں ، اُس سے ہمکو اُن قوانین کے باہم مقابلہ کرنے میں بیشک حیرت ہوتی ہی ، اور ممکن نہیں کہ اُس کا اثر قوانین مذکورہ کے ملاحظہ کرنے کے وقت ہماری طبیعت پر پیدا نہو ، بیشک اُن خیالات میں سے اکثر خیال رومیوں کے قانون بنانے کے طریقہ سے اخذ کیئے گئے تھے ، لیکن اگر گرجا اُن کو محفوظ اور مستحکم نکرتا اور اُن کی اشاعت مد نظر نہ رکھتا تو وہ بیشک معدوم ہوجاتے ، مثلاً ضابطہ قانونی میں حلف کی عملدرآمد کے بارہ میں قوم وزی گاتھس کے قانون کو پڑھا جاوے تو آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ کیسی دانشمندی سے اُس کے عملدرآمد کا قاعدہ بنایا گیا ہی جو حسب مندرجہ ذیل ہی :—

حاکم عدالت کو چاہیئے کہ مقدمہ کے سمجھنے کے لیئے اول گواہوں سے سوال کرے یعنی اُن کا اظہار لے ، اُس کے بعد دستاویزوں کا ملاحظہ کرے تاکہ حقیقت حال زیادہ طور پر دریافت ہوسکے ، اور حلف کا دینا بیکار نجاوے ، راستی کی تلاش کا مقتضاء یہہ ہی کہ فریقین کی شہادت تحریری بغور تمام ملاحظہ کیجاوے ، اور حلف کی ضرورت جو فریقین کے سر پر کوڑے ہو اُن کی توقع کے برخلاف دفعتا ظاہر کی جاوے ، اور حلف صرف ایسی حالتوں میں دیا جاوے جنمیں حاکم عدالت مقدمہ کی اصل و ماہیت کی نسبت کوئی تحریری ثبوت یا کسی اور قسم کی شہادت موجود نہ پاوے .

فرجداری کے مقدمات میں سزا اور جرموں کی مناسبت ایسے حکیمانہ اور اخلاقی خیالات کے بموجب جو نہایت قرین انصاف ہیں قایم کی گئی ہی اور اُنسے ایک روشن ضمیر اور شایستہ مقنن کی ایسی کوشش ظاہر ہوتی ہی جیسے کوئی وحشیانہ طور طریقہ کے زور و ظلم اور اندھا دھندی کی عملدرآمد کے مقابلہ کرنے پر جد و جہد کرتا ہی ، مجموعہ فرجداری کا جو باب جرم قتل سے متعلق ہی ، اُس کا مقابلہ اُن قوانین سے کرنے پر جو اُسی بارہ میں اور قوموں میں پائی جاتے ہیں ثابت ہوتا ہی کہ اُس کے قواعد بہت قابل لحاظ ہیں بعض مقاموں میں جرم بلحاظ نقصان کے جو اُس کے ارتکاب سے ہوتا ہی قایم کیا گیا ، اور اُس کی سزا ایسا معاوضہ جو روپیہ پیسہ سے ہوسکتا ہی قرار دی گئی ، اور جرم کی تجویز اُس کے اصلی اور اخلاقی جزو کے لحاظ سے جو نیت یا ارادہ ہی کی گئی اور مجرم ہونے کی مختلف صورتوں میں مثلاً بالکل نا دانستہ غفلت سے اور عمداً جانکر قتل کرنے اور بوجھہ اشتعال طبع بغیر سوچے سمجھے یا جان بوجھہ کر قتل کرنے میں ایسا امتیاز اور تشریح کی گئی ہی جو ہمارے قوانین کے مجموعہ میں پائی جاتی ہی ، اور اُن کی سزائیں بھی ٹھیک ٹھیک مناسبت سے رکھی گئی ہیں ، بلکہ مقنن کے انصاف نے اور بھی زیادہ قدم بڑھایا ، چنانچہ جو قیمت اور منزلت انسان کی از روے قانون کے مختلف طور پر وحشی قوموں کے قوانین کے بموجب جا بجا مقرر تھی اگرچہ اُس کے اختلاف کے معدوم کرنے پر تو اُس نے کوشش نہیں کی لیکن بہر حال اُس کو کم کردیا ، جو امتیاز اور تفاوت اُس سے باقی رکھا وہ صرف آزاد آدمی اور غلام کے جان کی قیمت سے متعلق تھا آزاد مجرم کی نسبت سزا میں اختلاف اُس کی اصل و

† یعنی وہ لوگ قوم گاتھس کے جو ملک ہسپانیہ میں مقیم اور صاحب ریاست تھے اُن کا دارالخلافہ شہر ٹولٹو تھا جو شمال و مغرب میں ہسپانیہ کے واقع ہی اور قدیم زمانہ میں بہت مشہور شہر تھا —

نسل یا مرتبہ کے لحاظ سے نہیں قرار دیا بلکہ بلحاظ جرم کے اختلاف کے یعنی اُن درجوں کے جو از روے اخلاق کے قایم ہوتے ہیں قرار دیا گیا ' اور غلاموں کے باب میں اقا کو اُس کی موت اور زیست پر قادر ہونے سے بالکل محروم کرنے کی تو جرات نہیں کی گئی تاہم اقا کے اختیار مذکور کو ایک عام اور باقاعدہ ضابطہ کے پابند کرنے سے محدود کیا گیا ' متن اُس قانون کا جو اس امر سے متعلق ہی قابل نقل کرنے کے ہی اور وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہی ۔

" اگر کوئی مجرم یا اُس کا شریک جرم سزا پانے سے بچ رہے تو یہ نسبت اُس کے بہت زیادہ معقول وجہہ ہم کو اُن لوگوں کے ڈپسندیدہ قرار دینے کی ہی ' جو خفیف وجوہات اور بغض و کینہ کی راہ سے قتل انسان کے مرتکب ہوتے ہیں جیسیکہ آقا غرور اور شیخی کی راہ سے اکثر اپنے غلاموں کو بلا تقصیر قتل کر ڈالتے ہیں ؛ پس واجب ہی کہ اُن کی ایسی آزادی بالکل معدوم کیجاوے ' اس لیئے حکم دیا جاتا ہی کہ سب غلاموں کے مالک ہمیشہ اس قانون کی پابندی کیا کریں ' کوئی آقا مرد ہو خواہ عورت اپنی لونڈی یا غلام یا اپنے کسی اور متوسل کو بغیر سرکاری تحقیقات کے قتل نہیں کرسکتے کا ' اگر کوئی غلام یا ملازم کسی ایسے جرم کا مرتکب ہووے جس سے وہ سنگین سزا کے لایق ٹھہرے ' تو اُس کا آقا یا الزام لگانے والا اُس مقام کے حاکم عدالت یا اُس صوبہ کے نواب وغیرہ کو جہاں ارتکاب جرم ظہور میں آیا ہو فوراً اُس کی اطلاع دے اُس کی تحقیقات کے بعد اگر جرم ثابت ہووے تو خواہ بذریعہ عدالت خواہ اُس کے آقا کے ہاتھہ سے مجرم قتل کیا جاوے جس کے لایق وہ قرار پاوے ' الا شرط یہہ ہی کہ اگر حاکم عدالت مجرم کو خود قتل نکرے تو وہ اُس کے قتل کا حکم تحریر کردے ' اس کے بعد اُس کے آقا کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس کو قتل کرے چاہے جاں بخشی کردے ' اور اگر غلام شرارت سے اپنے آقا کا مقابلہ کرکے کسی ہتیار یا پتھر سے مارے یا مارنے کا ارادہ کرے ' اور آقا اپنی حفاظت کی ضرورت سے غضب میں آکر اُس غلام کو قتل کرڈالے تو آقا کو وہ سزا تدبیجاریگی جو قتل انسان کے واسطے مقرر ہی ' مگر شرط یہہ ہی کہ ثابت ہوتا اس امر کا اُن لونڈیوں یا غلاموں کی شہادت یا حلف سے جو اُسوقت موجود ہوں اور خود مرتکب قتل کے حلف سے ضروری ہوگا ' اور جو شخص کہ محض بغض اور کینہ سے خواہ اپنے ہاتھہ سے یا کسی دوسرے کے ذریعہ سے بلا تجویز عدالت اپنے غلام کو قتل کریگا وہ بدنام قرار پاریگا ' اور کسی موقع پر عدالت میں شہادت دینے کے لایق نہوگا اور باقی زندگی اپنی جلا وطنی یا اداے کفارہ میں بسر کرنے پر مجبور ہوگا ' اُس کا مال و اسباب اُس کے وارث قریب کو پہونچیگا جو قانوناً اُس کی وراثت کا مستحق ہوگا ۔

گرجا کے قواعد میں ایک ایسا امر ہی جس پر عموما کافی توجہہ نہیں ہوئی ہی یعنی قوانین تعزیرات کا سلسلہ جس کی تحقیق اس زمانہ میں اس وجہہ سے زیادہ قابل توجہہ کے ہی کہ اُس کے اصول اور عملدرآمد زمانہ حال کے فلاسفر یعنی حکیموں کے خیالات اور رایوں کے بالکل مطابق ہی ' اگر اُن سزاؤں کی کیفیت ملاحظہ کی جاوے جو گرجا نے مقرر کی تھیں ' اور اُس توبہ و استغفار کے ملائمہ طریقوں کو دیکھا جاوے جنکے ذریعہ سے گرجا بالتخصیص چشم نمائی کرتا تھا ' تو ہمکو معلوم ہوگا کہ اُس سے گرجا کا مقصود یہہ تھا کہ مجرم کے دل میں پشیمانی پیدا ہو اور اُس کے دیکھنے والوں کی طبیعتوں میں عبرت اور خوف پیدا ہووے ' اور اُس کے ساتھہ ایک اور خیال یعنی کفارہ کا مسئلہ شامل تھا ' عموما مجھکو اس بات کا علم نہیں ہی کہ آیا کفارہ کے خیال کو سزا کے خیال سے علحدہ کرنا ممکن ہی یا نہیں ' اور آیا علاوہ اس ضرورت کے کہ مجرم کے دل میں پشیمانی پیدا ہو اور جو لوگ اُس کی مانند فعل کرنے پر راغب ہوویں وہ اُس سے باز رہیں ' ہر قسم کی سزا میں ایک ایسا مخفی اور سخت نقصان یا کمی اس بات کی پائی جاتی ہی یا نہیں ' کہ جو قصور یا جرم کیا گیا اُس کا کفارہ یا عوض کیا جاوے ' مگر اس امر کی بحث سے قطع نظر کرکے ظاہر ہی کہ گرجا کے قوانین تعزیرات کے سارے سلسلہ کا منشاء اور مقصود تربہ اور پشیمانی پیدا کرنا اور عبرت دلانا ہی ' اب دیکھنا چاہیئے کہ کیا ایک اصلی حکیمانہ قانون بنانے کے طریقہ کا مقصد یہی یہی نہیں ہوتا ؟ کیا انہیں اصولوں کے نام سے اس صدی اور گذشتہ صدی کے روشن ضمیر منصفوں اور مقننوں نے یورپ کے اُس قانون بنانے کی ترمیم کی تائید نہیں کی ؟ جو تعزیرات جرایم سے متعلق ہی ' اُن لوگوں کی تصنیفات مثلاً بیکن‌هم صاحب کی کتابوں کے دیکھنے سے اُن تمام مشابہ امور کے معائنہ سے حیرت ہوگی جو درمیان تعزیرات کے اُن طریقوں کے جن کی تجویز تصنیفات مذکور میں پیش کی گئی ہی اور درمیان اُن طریقوں کے جو گرجا کے عمل درآمد میں تھے پائے جاوینگے ' اُن لوگوں نے بیشک گرجا سے اُن قواعد کو نہیں لیا تھا گرجا نے اس بات کی عائبت اندیشی کی ہوگی کہ کسی درز اُس کے طریقہ سے ایسے حکیم کی تدبیروں کی تائید جاہی جاویگی جو گرجا سے نہایت کم رابستہ اور آشنا تھا ' اظہر امر جو گرجا کی کارروائی سے متعلق ہی وہ یہہ تھا کہ اُس نے ہر قسم کی تدبیروں سے اُس زور و ظلم اور ہمیشہ کی لڑائی جھگڑہ کے تدارک میں جو مجمع خلایق میں رہتا تھا کوشش کی ' ہر شخص اس بات سے واقف ہی کہ خدا کی صلح مارضی (یعنی خدا کے نام سے جو چند روزہ صلح اور امن

مان گرجا حاصل کرتا ہوگا) اور اسی قسم کی بہت سی تدبیروں کا منشاء کیا تھا جن کے ذریعہ سے گرجا نے زور و زبردستی کے عمل درآمد کے برخلاف جد و جہد کی، اور مجموع خلایق میں انتظام و ترتیب اور شایستگی اور نرمی کے رایج کرنے میں کوشش کی۔ یہہ حالات مشہور اور معروف ہیں اُن کا مفصل بیان کرنا مجھکو ضرور نہیں، غرضکہ وہ بڑے بڑے امور ایسے ہیں جو میں آپ صاحبوں پر اُن تعلقات کے باب میں جو گرجا اور لوگوں کے درمیان میں قایم تھے ظاہر کرنا چاہتا ہوں، اب گرجا کی کیفیت پر ہم تین طرح پر نظر کرچکے، اور تینوں طریقوں کا ذکر کرچکے اور اُس کی ذاتی ترکیب و ترتیب اور اُس کی دو طرح کی اندرونی اور بیرونی حالت کا ہمکو علم حاصل ہوگیا تو صرف یہہ کام باقی ہی کہ اپنے اس علم سے بذریعہ قیاس اور واقعات کے نتیجے نکالکر اُس عام تاثیر کی کیفیت معلوم کریں جو گرجا سے یورپ کی شایستگی پر ہوئی، یہہ کام بھی بشرطیکہ میں غلط فہمی نہ کرتا ہوں قریب تکمیل کے پہونچایا گیا ہی، پھر حال بہت کچھہ انجام کو پہونچ چکا ہی، گرجا کے بڑے بڑے واقعات اور اصول کے صرف ظاہر کردینے سے اُسکی تاثیر اور مداخلت خود بخود عیاں ہو جاتی ہی، اور جو اسباب اُس کے بیان ہوئے اُنھیں کے ذیل میں اُن کے نتیجے بھی کسیقدر آپ صاحبوں کو معلوم ہوئے ہونگے؛ لیکن اگر ہم پھر اُنپر سرسری نظر ڈالنی چاہیں تو میرے نزدیک ہم مندرجہ ذیل دو عام نتیجوں کے قایم کرنے پر مایل ہونگے:-

اول یہہ کہ زمانہ حال کے یورپ کے اخلاق اور عقل و فہم کے مختلف طریقوں اور قاعدوں اور لوگوں کے خیالات اور رایوں اور اطوار پر گرجا کا بہت بڑا اثر ہوا ہوگا، ثبوت اس امر کا بخوبی ظاہر ہی؛ یعنی یورپ کے اخلاق اور عقل و فہم کی ترقی اور شگفتگی اسیوجہہ سے اُس طریقہ پر ہوئی جس کی اصل و بنیاد علم الٰہیات ہی، اگر تاریخ کو پانچویں صدی سے بارھویں صدی تک ملاحظہ کیا جاوے تو ظاہر ہوگا کہ انسان کی طبیعت علم الٰہیات ہی کے دخل و تصرف میں تھی اور اُس کا ہادی وہی علم تھا، ہو قسم کی رایوں میں اُسی علم کے نقش و نگار پائے جاتے ہیں، حکیمانہ اور ملکی اور تاریخانہ امورات کی بحث اور تصفیہ اُسی نظر اور طریقہ سے کیا گیا تھا جسکا مدنظر وہی علم تھا؛ مجموع خلایق کی عقل و فہم کی ترتیب یا سلسلہ میں گرجا کو اسقدر قوت اور دسترس حاصل تھی کہ علوم ریاضی اور طبیعیات میں بھی اُس کے مسائل کی † امامت کی جاتی تھی؛ غرضکہ علم الٰہیات کے طریقہ کے بموجب ہر چیز پر نظر ڈالنے کی عادت یا طبیعت گویا بمنزلہ اُس خون کے تھی جو عالم یورپ کی رگوں میں بیکن صاحب اور ڈسکارٹی صاحب کے زمانہ تک بہتا رہا؛ اور اول ہی مرتبہ ‡ بیکن صاحب نے انگلستان میں اور ڈسکارٹی صاحب نے فرانس میں علم اور آگاہی کو علم الٰہیات کی راہ سے آگے کی طرف بڑھایا یعنی علم و آگاہی کا مدار و منشاء صرف اُسی علم کو قرار نہیں دیا۔

† یعنی ہر چیز کو اس طرح پر لوگ دیکھتے اور خیال کرتے تھے جس سے علم الٰہیات کو تقویت ہو اور ابتداء اور انجام تمام چیزوں یا کاموں کا وہی علم ٹھہرے ہندو مسلمانوں میں بھی یہی طریقہ پایا جاتا ہی کہ ہر کام کو مذہبی خیالات سے منسوب کر دیتے ہیں چنانچہ جب کوئی بات مذہبی مسائل کے مطابق ہو جاتی ہی تو اُس کی بڑی قدر و منزلت کرتے ہیں اور اکثر کام اسی نظر سے اختیار کیئے جاتے ہیں کہ اُن سے مذہبی خیالات کو ترقی اور تقویت ہووے اور مطالب کی ترقی پر بالکل نظر نہیں رکھی جاتی اور وہ بیکارہ سمجھے جاتے ہیں —

‡ لارڈ بیکن صاحب مشہور و معروف زمانہ حال کے حکیم ہیں جو انگلستان میں ہوئے ہیں اور ڈسکارٹی صاحب فرانس میں ہوئے ہیں لارڈ بیکن کے ذریعہ سے معقولات میں بڑا عمدہ انقلاب واقع ہوا اُن کے وقت سے پہلے منطقیوں کا طریقہ یہہ تھا کہ چند فرضی اُصول سے نتیجہ نکالتے تھے جس پر یہہ اعتراض لاجواب وارد ہوتا تھا کہ شاید فرضی اصول غلط ہوں اور اس وجہہ سے نتیجہ بھی صحیح نہو لارڈ بیکن نے اس قاعدہ کو پلٹ دیا یعنی اُنھوں نے اصلی واقعات یا حالات کو اُصول ٹھہراکر اُن سے نتیجے اخذ کیئے جس میں اصول کے صحیح اور واقعی ہونے کے سبب سے نتیجہ پر بھی احتمال غلطی کا نہیں ہو سکتا پس اس جدید طریقہ برہان کے سبب سے دو قسم کا فلسفہ قایم ہو گیا ایک کا نام انگریزی میں ڈیڈکٹو فلاسفی ہی جس کے اصول میں وہی بڑا نقص ہی کہ اُس کے اصول بلحاظ قیاس اور منطق کے تو صحیح ہوتے ہیں لیکن بلحاظ اصلی واقعات کے اُنکی صحت محقق نہیں ہوتی پس اُن کے نتیجوں کی صحت میں شبہہ ہو سکتا ہی — دوسرے جدید قاعدہ فلسفہ کا نام انڈکٹو فلاسفی ہی اس میں جو اصول اختیار کیئے جاتے ہیں وہ صرف بلحاظ قراین اور منطق کے ہی درست نہیں ہوتے بلکہ اصلی حالات کے مقابلہ سے بھی اُن کو تحقیق کرکے تسلیم کیا جاتا ہی اور اس وجہہ سے اُن کے نتیجے نہایت صحیح ہوتے ہیں ان دونوں طریقوں میں صرف یہہ فرق ہی کہ ایک قیاسی ہوتا ہی دوسرا عملی یعنی ایک کی بنیاد محض قیاس پر ہوتی ہی جس میں اصلی حالات سے کچھہ بحث نہیں ہوتی اور دوسرے میں قیاس کو بالکل دخل نہیں دیا جاتا بلکہ حالات اصلی کو مد نظر رکھا جاتا ہی پہلے پرانے حکیموں کے قاعدہ کی نسبت کہا جاتا ہی کہ اُس میں اُوپر سے نیچے کو اُترتے ہیں اور حال کے عمدہ قاعدہ میں نیچے سے اُوپر کو چڑھتے ہیں جو قانون فطرت کے بھی مناسب اور مطابق ہی —

یہی امر علم ادب اور انشاء کی تمام شاخوں سے ظاہر ہوتا ہی ' یعنی اُس کے ہر ہر درجہ پر ایسی عادتوں اور خیالوں اور تقریروں کا وجود پایا جاتا ہی جنکا میلان اور انجام عام الہیات پر ہوتا ہی ۔

بہر حال یہہ اثر دفع ہوا اور اُسیکی بدولت یورپ میں عقل و فہم کی تحریک و ترقی تایم رہکر زرخیز اور بارآور ہی نہیں ہوتی رہی بلکہ اُن مسایل اور پند و نصایح کا سلسلہ جن کے ذریعہ سے گرجانے اُس تحریک کو قایم رکھا ہر ایک اور طریقہ سے جس سے کہ قدیم زمانہ کے لوگ واقف رکھتے تھے بہت بہتر اور افضل تھا ' اور اُس کے ذریعہ سے تحریک و ترقی وقت واحد میں ظہور میں آئی ۔

علاوہ اس کے گرجا کی حالت کے اقتضا سے زمانہ حال میں انسان کی طبیعت کی شگفتگی اور ترقی میں ایسی وسعت اور طرح طرح کے اختلاف پیدا ہوئے جو سابق میں نہ تھے ' مشرقی ملکوں میں انسان کی عقل اور سمجھہ بالکل مذہبی خلقت سے مرصرف ہی ' اور مجموع خلایق یورپ میں اُس عقل و فہم کا خاصہ محض انسانی یعنی دنیوی ہی مشرق میں تو انسانیت یعنی انسان کی اصلی خاصیت اور انجام اور مقدر غایب ہوگیا ' اور یورپ مجموع خلایق میں خود انسان اور اُس کے خیالات اور رایوں اور مطالب اور مقاصد سے تمام میدان معمور ہوگیا ' مگر اس زمانہ کی دنیا میں مذہبی طبیعت کے ساتھہ ساتھہ ہر شے مخلوط ہی ' اور کسی چیز کو رہ خارج نہیں کرتی ' زمانہ حال کی عقل و فہم میں ایک ہی وقت میں انسانیت اور مذہب دونوں کی علامت مرجود ہی ' ہمارے علم انشا اور ادب میں انسان کے خیالوں اور مقصدوں کو ایک بڑا مرتبہ حاصل ہی ' لیکن باوجود اس کے انسان کی مذہبی خصلت یعنی اُس کی زندگی کا وہ حصہ جو دوسری دنیا یعنی عاقبت سے اُس کا توسل قایم کرتا ہی اُس کی کارروائی کے ہر درجہ میں ظاہر ہوتا ہی ' پس انسان کی ترقی کے دو بڑے مخرج یعنی انسانیت یا دنیوی کار و بار اور مذہب دونوں ایک ہی وقت میں جاری رہے ہیں اور اُنکا اجرا بہت خوبی سے ظہور میں آیا ہی اور باوجود اُس تمام برائی اور خرابیوں کے جو گرجا کی تاثیر یا مداخلت میں ملی ہوئی پائی جاتی ہیں ' اور باوجود بہت سے ظالمانہ کاموں کے جنکو معقول طور سے ظالمانہ کہہ سکتے ہیں اُس تاثیر اور مداخلت کے سبب سے انسان کو بہ نسبت مزاحمت یا رکاوٹ کے ترقی اور شگفتگی زیادہ حاصل ہوئی اور بہ نسبت محدود اور محصور ہونے کے وسعت اور فراخی زیادہ ہوئی ۔

جبکہ ملکی مصلحت کی نظر سے غور کی جاتی ہی تو اُس تاثیر کی کیفیت مختلف معلوم ہوتی ہی ' اس میں کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا کہ گرجا نے رایوں اور اطوار کے ملایم اور پسندیدہ کرنے میں اور بہت سے وحشیانہ رسم و رواج کے معدوم کرنے اور زایل کرنے سے انسان کی حالت معاشرت کی اصلاح میں بہت بڑی امداد کی ' لیکن انتظام ملکی میں یعنی اُن تعلقات کے باب میں جو مابین گورنمنٹ اور رعایا یا درمیان اختیار و حکومت اور آزادی کے ہیں باوجود تمام رعایتوں کے میرے نزدیک گرجا کی تاثیر مفید نہیں ہوئی ' اس تعلق کی حیثیت سے گرجا ہمیشہ بمنزلہ مترجم اور محافظ دو انتظاموں کے رہا ؛ یعنی ایک تو دنیوی انتظام میں جو بموجب احکام الہی ہوتا تھا اور دوسرے اختیار مطلق اور ظالمانہ رومی شاہنشاہی کے انتظام میں ' غرض کہ کبھی مذہب اور کبھی معاشرت کی راہ سے ہمیشہ کارپرداز رہا ' اُس کی کارروائی کے تمام طریقوں اور قانون بنانے کے تمام قاعدوں اور ضابطہ اور دستور کے ملاحظہ سے آپ صاحبوں کو گرجا کا مقدم اصول خواہ وہ انتظام معلوم ہوگا جو احکام الہی کے ذریعہ سے خواہ شاہنشاہی سے ہوتا ہی ' چنانچہ جب کبھی گرجا کم زور ہوجاتا تھا تو وہ شاہنشاہوں کے اختیار مطلق کے سایہ میں پناہ لیتا تھا اور اگر قوی ہوتا تھا تو اپنی روحانی یعنی مذہبی اختیار کے حیلہ سے ویسی ہی حکومت مطلق کا اپنی ذات کے لیئے دعویدار ہوتا تھا ' ہمکو خاص خاص امور یا مقالوں پر حصر کرنا نہیں چاہیئے کیونکہ اس میں کچھہ شک نہیں کہ گرجا نے انگلستان کی بڑی حکومت کے مقابلہ میں رعایا کے حقوق کی حمایت کی اور اُس مقصد کے پورا ہونے کے لیئے بغاوت اور سرکشی کو پسندیدہ ٹہرایا اور خود اُس کی تحریک کی اور خاص بادشاہ کے مقابلہ میں اکثر رعایا کے مقاصد اور حقوق کی تائید اور رعایت کی ' لیکن جب کبھی ملکی حفاظت کی بحث درمیان قوت یا حکومت اور آزادی کے پیش آئی ' اور جب کبھی ایسے مستقل جلسوں اور قاعدوں کے انتظام کے مقرر کرنے کا امر معرض بحث میں آیا ' جن کے ذریعہ سے آزادی قوت اور حکومت کے حملوں سے محفوظ ہوجاوے تو گرجا ملی العموم اختیار مطلق اور ظالمانہ کا طرفدار رہا ہی ۔

اس بات سے کسی شخص کو متعجب نہیں ہونا چاہیئے اور گرجا کو بڑے ضعف عقل بشری کا الزام نہیں لگانا چاہیئے کہ اُسکو ایسی برائی خیال کرنا چاہیئے جو خاص عیسائی گرجا سے مخصوص ہو بلکہ اُسکا ایک نہایت عمیق اور قوی سبب ہی ؛ — خیال کرنا چاہیئے کہ مذہب کا منشاء اور دعوی کیا ہوتا ہی ظاہر ہی کہ مذہب اس امر کا خواہاں ہی کہ انسان کے خیالات اور خواہشوں اور اُس کی مرضی اور ارادہ پر حکومت یا تسلط کرے ؛ پس ہر ایک مذہب بمنزلہ ایک بندش یا قوت یا حکومت کے ہوتا ہی اور وہ قانون الہی کے نام سے انسان کی طبیعت اور جبلت کو مطیع اور محکوم کرنا چاہتا ہی '

پس جس چیز سے مذہب کو خاص واسطہ یا تعلق ہوتا ہی وہ انسان کی آزادی ہی ، اور وہی ازادی اُسکی مزاحمت اور مخالفت کرتی ہی اور وہ اُسکو مغارب کرنا چاہتا رہی ، غرضکہ مذہب کی کار روائی اور مقصود اور اُمید ایسی ہی جو بیان کی گئی ۔

اس میں شک نہیں کہ اگرچہ انسان کی آزادی سے مذہبوں کو سروکار ہوتا ہی اور انسان کی مرضی اور ارادہ کی اصلاح کا تمام مذہبوں میں عہدہ اور عالی ارادہ کیا جاتا ہی ، مگر مذہبوں کو انسان پر عمل اور تاثیر پیدا کرنے کا بجز اسکے اور کوئی ذریعہ اخلاقی نہیں کہ خود انسان اور اُسکی مرضی کے ذریعہ سے مذہب اپنی تاثیر کرے ، جبکہ مذہب خارجی ذریعوں زور و قوت اور ترغیب و طمع یا کسی اور ذریعہ سے جو حقیقت میں انسان کی ازادانہ رضامندی سے غیر مانوس اور مخالف ہو کاربند یا عامل ہوتا ہی ، اور جبکہ وہ انسان سے اسطرح سے پیش آتا ہی جسطرح ہوا یا پانی یا اور کسی مادی شی سے تو وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکتا ، اور اُسکی رسائی انسان کی طبیعت تک نہیں ہوتی اور اُسپر اُسکو حکومت حاصل نہیں ہوتی ، پس اُس کام کے پورا کرنے کے واسطے جسکا مذہب ارادہ کرتا ہی مذہب کو چاہیئے کہ اپنے آپکو خود آزادی کی نظر میں پسندیدہ بنادے تاکہ انسان مطیع اور محکوم ہووے ؛ لیکن وہ اُس اطاعت کو برضا و رغبت اور آزادانہ طور سے قبول کرے اور خاص اپنی اطاعت کے جگر اور پہلو میں اپنی آزادی کو بھی قایم رکھے ، پس یہہ ایک سوال یا مسئلہ دوہرا ہی جسکا حل کرنا اور فیصل کرنا مذہبوں کو ضرور ہی ۔

لیکن اس امر سے اکثر مذہبوں نے اکثر چشم پوشی کی ہی اُنھوں نے آزادی کو بجائے اپنے ایک ذریعہ کے اپنا مزاحم سمجھا ہی ، اور اُس قوت کی خاصیت کو بھولادیا ہی جس سے وہ اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہیں ، اور انسان کی طبیعت سے اسیطرح سے پیش آئے ہیں جسطرح وہ کسی اور مادی شے سے پیش آتے ، اسی غلطی کی بیزوری سے مذہب قویبا ہمیشہ انسان کی آزادی کے مقابلہ پر قوت یا حکومت اور ظالمانہ یا مطلق اختیار کی طرفداری کرتے آئے ہیں اور ازادے کو اپنا حریف سمجھتے رہے اور یہ نسبت دوست بنانے کے اُس کو زیادہ تر اپنا محکوم کرنے میں کوشش کرتے رہے ہیں ، اگر مذہب اپنی کاروائی اور عمل کے ذریعہ سے اچھی طرح کام لیتے اور ایسی خواہش کے قابو اور اختیار میں نہ آجاتے جو دھوکا آمیز ہی گو وہ طبیعی اور خلقی ہی تو اُن کو معلوم ہوجاتا کہ اخلاق کے طور پر آزادی کی دوستی اور تہذیب کے واسطے اُس کا محفوظ ہونا ضروری ہی ، اور مذہب کو بجز اخلاق کے ذریعہ کے اور کسی طرح پر عمل نہیں کرنا چاہیئے اور نہ اُس کا عمل اور طرح پر ممکن ہی ، اور کچھہ نہیں تو انسان کی طبیعت یا مرضی کے محکوم اور مطیع کرنے کی کوششوں میں اُس کا لحاظ اور پاس تو کرتے اس امر کو اُنھوں نے اثر فراموش کیا ہی ، اور اختیار یا حکومت مذہبی کا انجام اُسی قدر مضرت اور ایذا اُٹھانے پر ہوا ہی جس قدر کہ آزادی کو اُس کے ہاتھہ سے اُٹھانی پڑتی ہی ۔

یورپ کی شایستگی پر گرجا کی تاثیر سے جو عام نتیجے پیدا ہوئے اُن کی تحقیق میں زیادہ نکرونگا ، اُن کی تفصیل میں نے دو طرح پر بیان کی ہی ؛ یعنی ایک وہ بڑی اور مفید تاثیر جو انتظام معاشرت اور طریقہ اخلاقی پر ہوئی ، اور دوسری وہ تاثیر جو ملکی انتظام پر ہوئی اور یہ نسبت مفید ہونے کے زیادہ تر مضر ہوئی ، اب ہمکو اپنے کلام کی تصدیق بذریعہ واقعات کے کرنی باقی ہی ؛ یعنی جو کچھہ نتیجے ہم نے مذہبی فرقہ یعنی پادریوں کے گروہ کی محض خاصیت اور حالت سے مستنبط کیئے ہیں اُن کی تصدیق تاریخ کے ذریعہ سے کرنی باقی رہی ہی ؛ پس ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ عیسائیوں کے گرجا کی کیفیت اور انجام پانچویں صدی سے بارھویں صدی تک کیا تھا ، اور ایا جو اصول میں نے آپ صاحبوں کے روبرو بیان کیئے ہیں اور جو نتیجے اُن اصولوں سے اخذ کرنے میں کوشش کی ہی وہ فی الحقیقت ظاہر ہوئے یا نہیں جنکے بیان کرنے کی میں نے جرات کی ہی ۔

اس بات کے خیال کرنے میں آپ صاحبوں کو احتیاط کرنی چاہیئے کہ یہہ اصول اور نتیجے ایک ہی وقت میں اور ایسے ہی صاف صاف ظاہر ہوئے ہیں جیسا کہ میں نے اُن کو بیان کیا ہی ، کیونکہ یہہ ایک بڑی عام غلطی ہی کہ جب ہم سیکڑوں برس کے گذرے ہوئے حالات پر توجہہ کرتے ہیں تو یہہ بات بھول جاتے ہیں کہ تاریخ کے واقعات بتدریج واقع ہوتے ہیں ، جیسا کہ اصلی مقتضا ہی اور یہہ ایک عجیب بے احتیاطی کی بات ہی ، اگر کسی شخص کے حالات زندگی پر مثلاً کراموِل صاحب یا گستاوس ایڈالفس صاحب یا بڑے معزز پادری رچیلیو صاحب کے حالات زندگی پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ جو کارروائی اُن سے ظہور میں آئی اُنھوں نے اُس کو شروع کیا اور پھر آگے کو بڑھتی رہی اور پھر بڑے بڑے واقعات پر اُن کی کارروائی کی تاثیر ہوئی اور پھر اُن واقعات کی تاثیر اُن پر ہوئی اور پھر اُن کی تاثیر لوٹ کر اُن پر ہوئی اور آخرکار وہ اپنے انجام اور مقصود کو پہنچے ، اب بعد اس ساری کیفیت کے اُن کا حال ہمکو معلوم ہوا مگر یہہ حالت اُن کی وہ مجموعی حالت ہی جس میں وہ بعد بڑی محنت اور کام کے گویا کارخانہ قدرت سے بن بنائر باہر نکلے یعنی دنیا کے روبرو

اُنکے پس اُن کی ابتدا میں ایسی حالت نہ تھی جو اب اس طرحپر ہوگئی اور اُن کی زندگی کے کسی ایک زمانہ میں وہ حالت ان کی کبھی کامل اور پوری پوری مرتب نہیں ہوگئی بلکہ بتدریج اُس کی ترتیب ہوئی غرض کہ جس طرح پر آدمی بھیثیت جسمانی قواء کے ترکیب پاتا ہی اُسی طرح سے اُس کی اخلاقی حالت بھی تکمیل پاتی ہی ، آدمی کی حالت روز بروز تبدیل ہوتی جاتی ہی اور اسکا وجود بلا مزاحمت یا توقف کے نئی صورت پکڑتا جاتا ہی ، چنانچہ جیسیکہ † کرامول صاحب سنہ ۱۶۵۰ع میں تھے ویسے وہی کرامول صاحب سنہ ۱۶۴۰ع میں نہ تھے ، یہہ صحیح ہی کہ آدمیت یعنی انسان کی حالت کی ہمیشہ ایک ہی بنیاد ہوتی ہی جیسا کہ آدمی اپنی ابتدائی حالت میں ہی ویسا ہی ہمیشہ رہتا ہی لیکن اسکے خیالات اور رائے اور مرضی یا ارادہ کیسا کچھہ روز بروز بدلتا جاتا ہی ، خیال کرو کہ کیا چیزیں اس نے کھوئیں اور کیا کیا حاصل کیں ، غرض کہ جس وقت ہم انسان کی زندگی کی سرگذشت کو ملاحظہ کریں تو کوئی زمانہ اس کا ایسا نہ پایا جاریگا جس میں اس کی ایسی حالت ہوگی جو ہمکو اُسوقت معلوم ہوگی جب کہ وہ اپنے خاتمہ پر پہنچا ہو ۔

اسی امر میں اکثر مورخوں نے غلطی کی ہی ، اِس غلطی کی وجہہ یہہ ہی کہ وہ آدمی کی کامل حالت کا خیال باندہ لیتے ہیں اور وہ اسکو تمام اس کی کارروائی کے دوران میں برابر اُسی نظر سے دیکھتے ہیں ، ان کے نزدیک جو کرامول صاحب سنہ ۱۶۲۸ع میں پارلیمنٹ میں شریک ہوئے اور اس کے تیس برس بعد جو کرامول صاحب وایٹ ہال محل میں فوت ہوئے وہ دونوں ایک ہی تھے ، اسی طرح جلسوں اور قاعدوں اور تمام ترکیبوں کے باب میں بھی یہی غلطی مورخوں سے ہوتی ہی ، ہمکو اُس سے محفوظ رہنا چاہیئے ، میں نے آپ صاحبوں کے روبرو گرجا کے اصول کی کامل حالت اور اُس کے نتیجوں کی کمال شگفتگی کو پورا پورا ظاہر کیا ہی ، مگر یہہ یاد رہے کہ جو نقشہ میں نے کھینچا ہی وہ تاریخ کی رو سے صحیح نہیں ہی ، اور تاریخ کے بموجب اُس کے اجزا متفرق اور بتدریج جابجا مختلف وقتوں میں منتشر پائے جاوینگے پس ہمکو یہہ توقع نہیں کرنی چاہیئے کہ واقعات کے بیان میں ایسی ہی یکجائی اور تسلسل اور صریح تعلق پایا جاریگا جیسا کہ میرے مجمل اور مسلسل بیان سے ظاہر ہوتا ہی ، بلکہ واقعات میں ہمکو ایک اصول تو یہاں اور دوسرا اصول وہاں پیدا ہوتا معلوم ہوگا اور تمام کیفیت ناکامل اور ناہموار اور منتشر ظاہر ہوگی اور کامل نتیجہ حاصل ہونے سے پہلے ہمکو زمانہ حال یعنی کارروائی کے انجام تک کے حالات کا معاینہ کرنا ضرور ہوگا ۔ اب میں اُن مختلف حالتوں کو بیان کرونگا جو گرجا پر پانچویں صدی سے بارھویں صدی تک گذری ہیں ، جو بیانات کہ میں نے آپ صاحبوں کے سامنے کیئے اُنکا کامل ثبوت تو واقعات سے فراہم نہیں ہوسکتا لیکن یہہ واضح ہوگا کہ اُن بیانات کو جایز خیال کرنے کے واسطے بہت ثبوت موجود ہی ۔

وہ اول حالت جس میں گرجا پانچویں صدی میں ظاہر ہوا شاہی حالت تھی ، اس سے میری مراد وہ حیثیت گرجا کی ہی ‖ جو رومی شہنشاہی کے وقت میں تھی ، جبکہ رومی شہنشاہی کو زوال ہوا تو گرجا نے خیال کیا کہ وہ اپنی کارروائی کے اختتام پر پہونچ گیا ، اور اُسکی کامیابی کامل ہوگئی ، یہہ صحیح ہی کہ اُسنے مذہب کفار کو بالکل تہ و بالا کردیا جس شاہنشاہ نے اخیر میں کاہن سلطانی † کا خطاب اور موقعہ پایا جو کافروں میں نہایت ممتاز مذہبی عہدہ تھا وہ شہنشاہ گریشین تھا جو چوتھی صدی کے آخر میں فوت ہوا اور مثل اغسطس اور شہنشاہ ٹائیبیریس کے کاہن سلطانی کے لقب سے ملقب ہوا ، اور جو تکرار و مخالفت گرجا کو اپنے مذہبی مخالفوں خصوصاً عیسائیوں کے مخالف فرقہ ‡ ایریئنز سے تھی جو اُس زمانہ میں مذہب کے جزے § مخالف تھے اُسکو بھی گرجا نے ختم ہوگیا ہوا سمجھا ، شہنشاہ || تھیوڈوسیس نے چوتھی صدی کے آخر میں اُس فرقہ یعنی

† کرامول صاحب ایک بڑے نامی گرامی شخص گذرے ہیں ، اپنے ابتدائی زمانہ میں پارلیمنٹ کی فوج میں سواروں کے ایک رسالہ میں افسر تھے جب کہ پارلیمنٹ اور چارلس اول شاہ انگلستان میں سنہ ۱۶۴۲ع میں ملکی لڑائی واقع ہوئی تو وہ اپنی شجاعت اور لیاقت کی وجہہ سے رفتہ رفتہ اول درجہ کے پارلیمنٹ کی فوج کے سردار ہوگئے ، اور بادشاہ کو شکست دینے کے بعد پارلیمنٹ سے بھی بغاوت کی اور آخر کار سات برس تک انگلستان پر بطور ظالم بادشاہ کے حکمرانی کی گو بولے نام جمہوری سلطنت کے پریزیڈنٹ ظاہر میں تھے —

‡ ایریئنز وہ فرقہ عیسائیوں کا ہی جو حضرت عیسی کو خدا کا بیٹا اور مثل خدا تعالی کے نہیں سمجھتا بلکہ اُنکو اشرف المخلوقات جانتا ہی —

§ واضح ہو کہ یہہ سب مخالف بھی عیسائی مذہب کے پیرو تھے لیکن اکثر مسائل میں اُنکو گرجا یعنی مذہب غالب سے اختلاف تھا ، اور مذہب غالب وہی تھا جو اب بھی کثرت سے مروج ہی —

‖ یہہ شہنشاہ اُن پچھلے شاہنشاہوں میں سے ہی جنھوں نے مذہب عیسوی قبول کرکے اُس کی ترقی میں کوشش کی ، جیسے کہ ہر بادشاہ اپنے مذہب کے لیئے کیا کرتا ہی —

ایرینیئز کے مقابلہ پر بہت سخت اور کامل قانون جاری کیئے ، فرضکہ اُس وقت گرجا کو اپنے دو نہایت بڑے دشمنوں پر غلبہ اور فتح حاصل ہوئی ۔ اسیوقت میں گرجا نے رومی شہنشاہی کو اپنے آپ سے جدا ہوتے دیکھا اور اپنے آپ کو دوسرے کافروں اور مخالفوں اور وحشیوں یعنی قوم گاتھس اور وانڈلز اور برگنڈیز اور فرانسیس کے روبرو موجود پایا ، یہہ بہت بڑا زوال پیش آیا ، گرجا کو جو بڑی رغبت اور بڑا اتحاد شاہنشاہی کے ساتھہ ضرور پیدا ہوا ہوگا وہ بہ آسانی آپ صاحبوں کے خیال میں آسکتا ہی ، اسی رجھہ سے جو کچھہ شاہنشاہی میں سے باقی رہا یعنی شہروں کے انتظام کا قاعدہ بذریعہ میونسپلٹی کے اور حکومت معلق کا اصول اُس سے گرجا کو بہت وابستگی رہی ، چنانچہ جبکہ گرجا نے وحشیوں کو میسائی کرلیا تو شاہنشاہی کے پھر تروتازہ کرنے کا ارادہ کیا ، اور وحشی بادشاہوں سے آرزو کی کہ وہ رومی شاہنشاہوں کا مرتبہ اختیار کریں ، اور تمام حقوق جو اُن شاہنشاہوں سے متعلق تھے حاصل کرکے رہی تعلقات گرجا سے پیدا کرلیں جو رومی شاہنشاہی کے ساتھہ اُس نے قایم رکھے تھے ، یہہ کارروائی بڑے پادریوں کی پانچویں اور چھٹی صدی کے اندر ظہور میں آئی ، غرضکہ عام حالت گرجا کی اُس زمانہ میں ایسی ہی تھی ۔

گرجا اس ارادہ مذکورہ میں کامیاب نہوسکا ، وحشیوں سے مجموع خلایق رومی کے از سرنو قایم ہونے کا کوئی ذریعہ موجود نہ تھا بلکہ اُسوقت کی معاشرت کے موافق خود گرجا بھی وحشت میں مبتلا ہوا اور ڈھایستہ ہوگیا ، یہہ اُس کی دوسری حالت تھی ، چھٹی ساتویں صدی کے مذہبی مورخوں کی تحریروں کو زمانہ ہاے ماقبل کی اُسی قسم کی تحریروں سے مقابلہ کیا جاوے تو بہت بڑا تفاوت ظاہر ہوگا ، رومیوں کی شایستگی کا ہر ایک شکستہ بقیہ بھی معدوم ہوگیا تھا یہانتک کہ رومی زبان کا بھی رواج جاتا رہا ، ہر شی کا حال ایسا ہوگیا کہ اُسپر وحشت چھاگئی ، وحشی تو پادریوں کے فرقہ میں داخل ہوکر کاہن اور بڑے پادری بنگئے اور برخلاف اُسکے بڑے پادری وحشیانہ زندگی بسر کرنے لگے ، اور اپنی پادریت کے حقوق کو متروک نہ کرکے اُنہوں نے گرد ہوں کی سرداری اختیار کی ، اور مثل گالونس صاحب کے رفیقوں کے ملک کو تاخت و تاراج کرنے لگے اور جنگ و جدل میں مصروف ہوئے ، مقام ٹرزر والے گریگری صاحب کی تحریروں میں اکثر ایسے پادریوں کا بیان جو اس طرح پر اپنی زندگی بسر کرتے تھے خصوصاً سیلوانس اور سدونس صاحب کا حال مندرج پایا جاویگا ۔

اس وحشی گرجا کے سینہ میں دو بڑے امراض ظاہر ہوئے ، اول یہہ کہ مذہبی اور دنیوی اختیارات کی تفریق اور تقسیم ہو گئی اور یہہ اُصول اُسی زمانہ میں قایم ہوا جو ایسا اصول ہی کہ اُس سے زیادہ اور کوئی بات قرین قیاس اور مناسب نہیں ہو سکتی ، جبکہ گرجا رومی شہنشاہی کی قوت یا حکومت مطلق کو توڑ و تازہ کرنے اور اُس میں شریک ہوکر خود بھی مستفید ہوتے میں کامیاب نہوا تو اُسنے اپنی سلامتی بمجبوری خود مختار اور بے تعلق ہو جانے میں چاہی ، یہہ ضرور تھا کہ وہ اپنی حفاظت ہر اطراف اور جوانب میں کرے کیونکہ وہ ہمیشہ خطرہ میں رہتا تھا ، ہر ایک بڑے پادری اور کاہن نے جو اپنے وحشی ہمسایوں کو گرجا کے کاروبار میں متواتر مزاحمت کرتے اور اُسکے مال و دولت اور جاگیروں اور اختیارات کو غصب کرتے پایا اس سبب سے اُنکو اپنی حفاظت کا طریقہ اسبات کے اعلان کرتے میں نظر آیا کہ انتظام روحانی یعنی مذہبی انتظام دنیوی اور نفسانی انتظام سے بالکل جدا گانہ اور بیواسطہ ہی تمکو گرجا کے کار و بار میں دست اندازی کرنے کا کوئی استحقاق نہیں ہی ، غرض کہ اور اُصولوں سے قطع نظر کرکے یہہ اُصول سب سے زیادہ گرجا کی حفاظت کا ذریعہ اور آلہ وحشیوں کے مقابلہ میں ہوا ۔

دوسرا امراض بھی اسی زمانہ سے علاقہ رکھتا ہی ؛ یعنی مغرب میں درویشوں کے سلسلہ یا طریقہ کا رونق پکڑنا ، یہہ بات مشہور ہی کہ چھٹی صدی کے آغاز میں سینٹ بنیڈکٹس صاحب نے اپنا سلسلہ یا فرقہ مغرب کے درویشوں میں جو اُسوقت میں بہت تھوڑے تھے اور بعد کو اُنکے گروہ کی بڑی ترقی ہوگئی قایم کیا ، اس زمانہ میں درویش پادریوں کے شریکوں یا ارکان میں سے نہ تھے بلکہ ابھی تک اُنکوں دنیادار سمجھا جاتا تھا ، بیشک کاہن بلکہ بڑے پادری بھی درویشوں میں سے منتخب ہوتے تھے ، لیکن پانچویں صدی کے آخر اور چھٹی صدی کے شروع ہی میں علی العموم درویش بھی پادریوں کے فرقہ کا جزو متصور ہوئے ، بعد اُس زمانہ کے معلوم ہوتا ہی کہ کاہن اور بڑے پادری اس یقین سے درویش بنے کہ اُس طریقہ کی بسر زندگی سے اُنھوں نے مذہبی زندگی کی ایک نئی ترقی تصور کی ؛ پس اس طرح سے درویشوں کے فرقہ نے یورپ میں یکایک بڑی رونق اور تقویت حاصل کی ، یہ تمیز دنیادار پادریوں کے درویشوں کے طریقہ بسر اوقات سے وحشیوں کے دل پر بہت زیادہ اثر پیدا ہوا ، اور درویشوں کی تعداد بھی ایسی ہی نئیر اور جلیل القدر تھی جیسا کہ اُنکی بسر اوقات کا طریقہ عجیب تھا ، دنیادار پادری یعنی بڑے پادری اور صرف کاہن وحشیوں کے خیال میں بمنزلہ عام چیزوں کے تھے جنکے ساتھہ پدرانہ سلوک کا ہونا اور جنکا لٹنا اور کھسٹنا بمارو ایک معمولی بات کے رہ دیکھا کرتے تھے ، لیکن ایک درویش کے مکان یا خانقاہ پر حملہ کرنا جس میں بہت سے مقدس آدمی ایک مقدس جگہہ میں مجتمع ہوتے تھے ایک

بہت زیادہ امر اہم تھا ' پس وحشت کے زمانہ میں گرجا یعنی پناہ گاہیں کے حق میں درویشوں کے عبادت خانے اُسیطرح جانے پڑتے تھے جسطرح سے کہ دنیاداروں کے حق میں گرجا پناہ کا مقام تھا خدا پرست ترک دنیوی زندگی اور تعطلنطنیہ (یعنی دارالخلافت جس سے بادشاہت مراد ہی) کی ترغیبوں سے پہلے کیواسطے اُن عبادت خانوں میں اُسیطرح پناہ پاتے تھے جسطرح کہ مشرق میں بدھتوں کے معبدوں میں اُنکو پناہ ملتی تھی ۔

غرض کہ گرجا کی تاریخ میں اُن دو بڑے واقعات کی بہت کیفیت ہی جو وحشیوں کے زمانہ سے علاقہ رکھتے ہیں : یعنی ایک تو مذہبی اور دنیوی اختیارات میں تفرقہ قائم ہونے کے اُصول کی شگفتگی اور دوسرے مغرب میں (یعنی یورپ میں) درویشوں کے انتظام کو رونق حاصل ہوتا ہی ' وحشیوں کے زمانہ کے خاتمہ کے قریب پھر نیا ارادہ رومی شاہنشاہی کے تروتازہ کرنے کا شارلیمین کی طرف سے ہوا گرجا اور انتظام معاشرت کی رفاقت بادشاہ کے ساتھ پھر قائم ہوئی یہہ تربیت پذیری کا زمانہ تھا اور اس وجہہ سے پادریوں کے فرقہ کو بڑی ترقی ہوئی مگر یہہ ارادہ پھر پورا نہوا اور شارلیمین کی شہنشاہی برباد ہوئی ' مگر جو فائدے گرجا نے اُسکی رفاقت سے حاصل کیئے تھے وہ اُسکے حق میں بعد ازاں بھی قائم رہے ' اور پرب یعنی پیشوائے مذہب عیسوی کو مذہب مذکور کی سرداری معین اور مخصوص طور سے حاصل ہوئی ۔

شارلیمین کے فوت ہونے پر پھر بےترتیبی اور پریشانی شروع ہوئی ' جسطرح مجمع خلایق کی حالت معاشرت اُس بے انتظامی میں مبتلا ہوئی اُسی طرح سے گرجا میں بھی خرابی آئی گرجا کی حالت ایسی باقی رہگئی جس کے سبب سے وہ انتظام طوایف الملوکی کے قبول کرنے پر مجبور ہوا اور اُسیکی حیثیت پر قائم ہوا ' یہہ گرجا کی تیسری حالت تھی ۔ شارلیمین کی شاہنشاہی کی بربادی سے مذہبی انتظام میں قریباً وہی امر واقع ہوا جو لوگوں کی حالت معاشرت میں ظاہر ہوا ؛ یعنی تمام اِتفاق اور یگانگت جاتی رہی اور سب انتظام گرجا کے خاص خاص مقاموں سے مخصوص اور جزوی اور جداگانہ ہو گئے ' اور اُسوقت میں پادریوں کے حالات میں ایسے جھگڑے اور تنازعہ شروع ہوئے جو کبھی پہلے نہیں پیش آئی تھے ؛ یعنی جاگیردار پادریوں کی رایوں اور غرضوں اور حقوق میں دوسرے عام کاہن اور پادریوں کی خیالوں اور حقوق کے ساتھہ نااتفاقی اور مخالفت واقع ہوئی ' پس گرجا کے سرداروں اور ارکان کی یہہ دو حالتیں قائم ہوئیں جنمیں سے ہر ایک دوسرے پر غالب ہونا چاہتے تھے ' اور مذہبی طبیعت یا ارادہ آیندہ ایسا قوی یا عام نہیں رہا جیسا کہ اب تک تھا ' بلکہ پادریوں میں اپنی اپنی جداگانہ غرض اور فائدہ کو زیادہ قوت حاصل ہوئی اور خود مختاری یا بےتعلقی کی خواہش اور طوایف الملوکی کے انتظار کے موافق اوقات بسری کرنے کی عادت سے مذہبی گروہ کے تعلقات باہم ضعیف ہو گئے ' ایسے حالات کی وجہہ سے گرجا کے گروہ میں یہ بعض لوگوں نے اِس عدم وابستگی اور بےتعلقی کے نتیجوں کے تدارک کا ارادہ کیا ' اور کہیں کہیں پادریوں نے مختلف طور طریقوں سے اتفاق کا قائم ہونا متصور تھا اور مذہبی جلسوں اور واقعہ اندیشی اور صلح و مشورہ سے قومی گرجوں کا ترتیب دینا چاہا ' ہمکو معلوم ہوتا ہی کہ اِسی زمانہ طوایف الملوکی میں بہت سے جلسے اور مذہبی مجلسیں جو قومی اور صوبہ کی مجلسوں کے نام سے مشہور ہیں منعقد ہوئیں ' خصوصاً ملک فرانس میں یہہ ارادہ اِتفاق قائم کرنے کا ظاہر ہوا اور نہایت سرگرمی اُسکی نسبت وقوع میں آئی ' شاید ہینگمار صاحب بڑے پادریوں کے سردار مقیم ریمس کو اِس خیال یا ارادہ کا بانی اور معاون خیال کر سکتے ہیں ؛ اُسکو ہمیشہ اِصلاح کی فکر رہی نہ فرانسیسی گرجا کو ترتیب پارے اُسنے خط و کتابت اور اتفاق کے اور تمام طریقوں کی عملدرآمد کی جنسے طوایف الملوکی کے گرجا کا دوبارہ متفق ہو جانا ممکن تھا ' ہم دیکھتے ہیں کہ ہینگمار ایک تو گرجا کی خود مختاری کے واسطے ہمقابلہ دنیوی حکومت کے اور دوسرے ہمقابلہ پرب یعنی پیشرائے مذہب کے اختیار مطلق کی کوشش کرتا تھا مگر یہہ کوشش طوایف الملوکی کی گرجا کی درستی اور انتظام میں اُس سے کچھہ بہتر کامیابی کو نہ پہنچی جو رومی شہنشاہی کے گرجا کے قائم کرنے میں کی گئی تھی اور کچھہ سرسبزی اُسکو نہ ہوئی تھی ' غرض کہ گرجا میں اتفاق قائم ہونے کے لیئے کوئی تدبیر اور ذریعہ نہ تھا اور اُسکی تفریق اور انتشار روز بروز بڑھتا جاتا تھا ' ہر بڑا پادری اور کمتر درجہ کا پادری اور صاحب خانقاہ اپنی ہی اپنے علاقہ یا عبادت خانہ کے اُمورات سے سروکار رکھنے پر روز بروز زیادہ مایل ہوتا جاتا تھا اور اسی وجہہ سے بے انتظامی زیادہ ہوتی جاتی تھی ۔ اسی زمانہ میں مذہبی وظیفوں میں نہایت بیجا تصرف اور اُن کی بد استعمالی اور پادریوں کے چال چلن میں نہایت عیاشی ظاہر ہوئی ' اس خرابی اور بد اعمالی سے لوگوں کو اور پادریوں کو جو نیک آدمی تھے سخت حیرت اور نفرت پیدا ہوئی ' اسی وجہہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اس زمانہ سے کچھہ پہلے ترمیم اور اصلاح کا کسی قدر ارادہ گرجا میں ظاہر ہوا اور ایسی حکومت کے قایم ہونے کی خواہش پیدا ہوئی جو ان تمام اجزاء کو مجتمع اور اُن کو قانون اور قاعدوں کا پابند کرسکے ' فلاڈو نامی بشپ ٹیورن اور اگوبارڈ نامی آرچ بشپ لائیس نے اپنے اپنے علاقوں میں اسی قسم کی کوششیں شروع کیں مگر اس کام کے پورا کرنے

کی اُن کو استعداد اور موقع نہ تھا ' تمام گرجا میں صرف ایک قوت اس کام کے مناسب تھی اور وہ قوت دربار روم یعنی مذہب عیسوی کے پیشوا کی قوت تھی ' پس بہت عرصہ گذرنے نہ پایا تھا کہ وہ قوت غالب آگئی اور گرجا پر گیارھویں صدی کے دوران میں اُس کی چرتھی حالت گذری یعنی اُس کی وہ حیثیت قایم ہوئی جس کو ایسے گرجا کے نام سے خطاب کرسکیں جس کی حکومت بذریعہ احکام الہی یا درویشانہ قاعدوں کے ہوتی تھی ' اس نئی قسم کے گرجا کا بانی مبانی جہاں تک کہ انسان اُس کا بانی ہوسکتا ہی پوپ گریگوری ہفتم تھا ۔

ہم یہہ سمجھنے کے عادی ہوگئے ہیں کہ گریگوری ہفتم ایسا شخص تھا جو تمام چیزوں کو غیر منقولہ بنایا چاہتا تھا اور عقل و فہم کی شگفتگی اور معاشرت کی ترقی کا دشمن تھا ' اُس نے دنیا کی حالت کے سکوت اور قیام یا بازگشت و تنزل قبول کرنے پر کوشش کی ' واضح ہو کہ ایسی جھوٹ بات کوئی نہیں ہو سکتی ہی جیسا کہ یہہ خیال ہمارا ہی بلکہ گریگوری ہفتم ظالمانہ یا اختیار مطلق والی حکومت کے طریقہ پر مثل شاہنشاہ شارلیمین اور پیٹر اعظم کی ترمیم اور اصلاح کرنے والا تھا ' اور مذہبی انتظام میں اُس کی حالت ایسی ہی جیسی کہ انتظام معاشرت میں شارلیمین شاہنشاہ فرانس اور پیٹر اعظم شاہنشاہ روس کی تھی ' گریگوری گرجا کی اصلاح اور ترمیم کرنے اور گرجا کے ذریعہ سے مجمع خلایق کی تہذیب اور درستی کرنے اور اُس میں زیادہ اخلاق اور انصاف اور قانون رایج کرنے کا خواہشمند تھا ' یہہ سب کام اُس نے مذہبی حکومت کے ذریعہ سے اور حکومت مذکور کے فائدہ کے واسطے کرنے چاہے ۔

جب کہ اُس نے حالت معاشرت کو گرجا کا مطیع کرنے اور گرجا کو پوپ کی حکومت کا محکوم کرنے پر بنظر اصلاح اور ترقی نہ بنظر غیر متبدل رکھنے یا تنزل انسانوں کی حالت کے کوشش کی ' اُسی اثناء میں اسی قسم کی کوشش اور تحریک درویشوں کے عبادت خانوں میں بھی ظاہر ہوئی ' انتظام اور قواعد کی پابندی اور اُمور اخلاق میں چستی اور مستعدی کی خواہش بہت سرگرمی سے پیدا ہوئی ' اسی زمانہ میں رابرٹ ڈیمولیم صاحب نے مقام سوئیٹا میں سخت انتظام جاری کیا اور سینٹ نوربرٹ صاحب بھی اسی وقت میں ہوئے اور اُنھوں نے گرجا کے وظیفہ داروں کی اصلاح کی ' اور کلونی صاحب نے بھی اسی امر میں کوشش کی اور آخر کار سینٹ برنرڈ صاحب کے ذریعہ سے بہت بڑی اصلاح ہوئی ' خانقاہوں میں ایک عام پر افروختگی اور غصہ ظاہر ہوا ' پرانے درویش اپنے طریقوں کے قایم رکھنے کے لیئے بہت حجت کرتے تھے اور اصلاح کو مضرت کا باعث بتاتے تھے ' اور کہتے تھے کہ ہماری آزادی خطرہ میں ہی جیسا کچھہ طور طریق زمانہ کا ہی اُسکی مطابعت واجب و لازم ہی ' اصلی گرجا کی حالت کو از سرنو قایم کرنا ممکن نہیں ہی ' اور تمام اصلاح اور تہذیب کرنیوالوں کو دیوانہ اور خواب خیال باندھنے والے اور ظالم سمجھتے تھے ' تاریخ † نارمنڈی مصنفہ اوڈرک وٹل صاحب کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ پرابر اسی قسم کی زیادتیں ہوتی تھیں ۔

پس تمام حالات گرجا کے ذکر اور اتحاد اور قوت کی طرف راجع معلوم ہوئے ' جبکہ پوپ نے دنیا کی حکومت میں مداخلت کرنی چاہی تھی اور خانقاہوں میں درویش لوگ اخلاق کے قواعد کے بموجب اصلاح اپنی کرنے پر ارادہ اور مصروف تھے تو چند اقتداری آدمیوں نے جنکا رعب و داب محدود تھا یعنی وہ نثرت سے چاہتا تھے انسان کی عقل کے باب میں یہہ دعوی کیا کہ عقل اسبات کی مستحق ہی کہ اُس کی کچھہ ہستی سمجھنی چاہیئے ' اور انسان کی رایوں اور خیالات میں اُس کو مداخلت ہونی چاہیئے ' ان لوگوں میں سے اکثر نے مسائل مسلمہ اور مذہبی عقیدوں پر تو اعتراض نہیں کیا بلکہ صرف یہہ کہتے تھے کہ عقل کو مسائل اور عقاید مذکور کے آزمانے اور جانچنے کا استحقاق ہی ' اور اُن مسئلوں کا صرف یہ اعتبار سند یا حوالہ کسی بزرگ یا سردار گرجا کے مقرر اور مشتہر ہونا کافی نہیں ہی ' جان ارجنا صاحب اور روس سیلن صاحب اور اے بی لورڈ صاحب کے ذریعہ سے عقل اپنے ‡ حق وراثت کے دوبارہ دعویدار ہونے لگی ' اور اُسکے حق وراثت کی تائید و تحریک ان ہی صاحبوں نے زیادہ تر آزادی کے ساتھہ کی جو عاملتی ٹریفنٹ صاحب اور سینٹ برنرڈ صاحب کی اخلاقی اور مذہبی اصلاح کی تحریک کے ساتھہ ساتھہ ہوئی ' یہی لوگ اول اُسکے بانی مبانی ہوئے جبکہ اس تحریک کی مقدم علامت پر نظر کی جاتی ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا مقصود رایوں یا خیالات کی تبدیلی نہ تھی ' یعنی عام عقاید کے سلسلہ کے خلاف پر کوئی سرتابی اُس سے مقصود نہ تھی بلکہ وہ تحریک محض اتنی تھی کہ عقل کی طرف سے تقریر اور مباحثہ کا دعوی کیا گیا ' اے بی لارڈ صاحب کے شاگردوں نے جیسا کہ خود صاحب ممدوح نے اپنے رسالہ عام الہیات کے دیباچہ میں بیان کیا ہی ایسی

† نارمنڈی ایک صوبہ فرانس کا ہی جہاں کے امیر ولیم نے طوایف الملوکی زمانہ میں انگلستان کو فتح کرلیا تھا اسکا ذکر پہلے بھی ہوچکا ہی ۔

‡ عقل کا حق وراثت یہی ہی کہ انسان کے خیالات اور کاموں میں اُسکو مداخلت ہووے ۔

حکیمانہ بحث اور تقریر کی اُنجے درخواست کی جس سے عقل کا اطمینان متصور ہو ، اور اُنسے التجا کی کہ آپ ہماری واقعی تعلیم کریں نہ یہہ کہ جوکچھہ آپ ہمکو سکھاتے ہیں اُسکو آپ صرف اپنی زبان سے نکالے جاویں بلکہ اُسے سمجھاتے جاتاچاہیئے ، کیونکہ بغیر سمجھہ اپنے کسی بات کا اعتقاد نہیں ہوسکتا ، اور ایسی باتوں کا وعظ کرنا بیجا ہی جنکو نہ خود واعظ سمجھہ سکتا ہی نہ وہ لوگ سمجھہ سکتے ہیں جنکو وہ تعلیم کرتا ہی ، فلسفہ کی تحصیل سے ایسی صورت میں کیا فائدہ جبکہ اُس سے خداتعالی کی نسبت علم حاصل نہو جسکو تمام چیزوں کا مخلوق قرار دینا چاہیئے ، اس غرض سے اہل ایمان کو اُن تحریروں کے پڑھنے کی اجازت دی گئی ہی جنمیں کفار کے زمانہ اور کتابوں کا تذکرہ ہی ، اگر یہہ مقصد اُسکا نہیں ہی تو کیا ہی نہ کتب مقدسہ کے سمجھنے کے واسطے اُنکے ذریعہ سے طبیعت مستعد کیجاوے اور اُنکی تائید کرنے اور اُنکو پناہ دینے کی لیاقت ضروری حاصل ہووے ، اگر یہہ بات بڑی ضروری ہی کہ ایسی مشکل اور پیچیدہ مقدمات اور اُمورات میں جیسے نہ مذہب عیسائی میں داخل ہیں اُسکے دشمنوں کو اس سے باز رکھا جاوے نہ وہ اپنی چھوٹی بظاہر ڈارک تقریروں سے مذہب عیسائی کی خالص اور عمدہ اصلیت کو پہ آسانی پہونچا دیں تو عقل کے تمام زور و قوت سے اہل ایمان کو امداد پہونچنی چاہیئے ۔

آزادی کے باب میں اس اول کوشش کی رتبہ اور تحقیقات کی بابت انسانکی طبیعت کا ازسرنو مستعد ہونا ایسا امر تھا کہ اُسکا اثر جلد ظاہر ہوا ، گرچا اگرچہ اپنی اصلاح کرنے میں مصروف تھا لیکن اس کوشش سے جو آزادی کی بابت عمل میں ائی اُسکو کچھہ کم پریشانی اور خوف نہیں ہوا ، چنانچہ اس نئی اصلاح کے معاونوں کے مقابلہ میں جنکی طرز معاشرت سے یہ نسبت اُنکے قواعد اور مسئلوں کے گرچا کو زیادہ علمناک معلوم ہوئی فوراً لڑائی ٹھان دی ؛ یعنی گرچا نے اُن لوگوں کو اپنا دشمن قرار دیا اور اُنکی پامالی پر متوجہ ہوا ۔

یہہ واقعہ مذکورہ وہ بڑا امر ہی جو گیارھویں صدی کے آخر اور بارھویں صدی کے شروع میں ایسے زمانہ میں ظاہر ہوا جبکہ گرچا کی حالت ایسی تھی جس کا انتظام بموجب احکام الہی یا قواعد درویشانہ کے مرتب تھا ، اسی زمانہ میں پہلے پہل پادریوں اور آزاد منش لوگوں کے اندر مخالفت اور جھگڑا واقعہ ہوا ، اے بی لارق صاحب اور سینٹ ہرٹرڈ صاحب کی تکرار اور مباحثہ اور مقام سائی سین اور مقام سنیس کی مجلسیں جنمیں اے بی لارق صاحب کو مجرم یعنی مذہب کا مخالف قابل سزا قرار دیا گیا یہہ سب قصہ قضایا بجز ظہور اس امر کے اور کچھہ نہیں ہی جو زمانہ حال کی شایستگی کی تاریخ میں نہایت بڑا رتبہ اور رتبہ رکھتا ہی ، یہی بڑا معاملہ ہی جو بارھویں صدیمیں گرچا کے حالات میں اُسوقت ظہور میں آیا جب سے کہ ہم اب گرچا کی تاریخ کو چھوڑتے ہیں ۔

اسی زمانہ میں ایک اور مختلف تحریک ہوئی یعنی اُن شہروں کی آزادی کی تحریک جنکو پارلیمنٹ میں اپنی طرف سے ممبر بھیجنے کا استحقاق ہی ، جو کچھہ جہالت اور ناشایستگی اُسوقت پھیل رہی تھی اُس کے سبب سے لوگوں کے افکار اور طریقوں میں عجیب تناقض پایا گیا ، چنانچہ اگر اُس وقت کے شہریوں سے جنہوں نے اپنی ملکی آزادی بہت سرگرمی اور جوش سے حاصل کی تھی یہہ کہا جاتا کہ تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جو انسان کی عقل کے حقوق یعنی آزادانہ طور سے معاملات کی تحقیق و تفتیش ہونے کے خواہاں اور دعویدار ہیں ؛ یعنی ایسے لوگ موجود ہیں جنکو گرچا مرتد اور مخالف مذہب مسلمہ سمجھتا ہی تو وہ اُنکو فوراً پتھر مار مار کر مارڈالتے یا جلا پھونک کر خاک سیاہ کردیتے ، چنانچہ اے بی لارق صاحب اور اُنکے درسے نئی مرتبہ ایسے ہی جان جوکھوں میں پڑے ، اور وہ مصنف اور مورخ بھی جو عقل انسانی کے ازادانہ عمل کے خواہاں اور حامی تھے شہروں کی آزادی مذکورالصدر کی کوششوں اور تدبیروں کو سخت بدعملی اور تہ بالا ہوجانا مجمع خلایق کا تصور کرتے تھے ، غرض کہ حکیمانہ اور عام جلسوں اور ملکی آزادی اور اُس آزادی کے معاونوں کے درمیان میں جو عقل کے حقوق سے تعلق رکھتے تھے سخت مخالفت اور لڑائی قایم ہوئی ، اور ان دونوں بڑی قوتوں میں اتفاق اور صلح ہونے اور اُنکو یہہ بات سمجھانے کے واسطے کہ تم دونوں کا فائدہ مشترک ہی سینکڑوں برس کی کوشش درکار تھی ، اور بارھویں صدی میں اُنکے باہم کچھہ مصالحت اور اشتراک نہیں تھا ۔

واقـــــم
ایف گیزو بزبان فرانس
مترجمہ ولیم ہیزلسٹ بزبان انگریزی

بمقام علیگڈھ ـــــ مطبع علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ
محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تهذيب الاخلاق

جلد ۶ هفتم] یکم جمادي الاول سنه ۱۳۰۷ نبوي سنه ۱۲۹۳ هجري [نمبر ۵

حب القوم من الایمان فهی یسع في اعزاز قومه انما یسعی في اعزاز دینه

اِطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تهذیب الاخلاق

جسقدر روپیه بابت اس پرچه کے بطور چنده خواه بطور قیمت وصول هو وه کسي خاص شخص کي ملکیت نهوگا بلکه اس پرچه کے اجرا و ترقي میں صرف کیا جاویگا *

جن دوستوں نے شریک هوکر اس پرچه کو جاري کیا هی اور ساٹهه روپیه سالانه اس پرچه کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے هیں وه اِس پرچه کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور هیں اُنکو اختیار هی که اگر چاهیں تو اَور کسي کو بهي بطور ممبر اپنے ساتهه شریک کریں اور جو شخص اِس طرح پر شریک هوگا اُسکو بهي ساٹهه روپیه سالانه دینا هوگا *

یه پرچه هر مهینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا که مقتضاے مضامین هوگا چهپا کریگا خریداروں کو چار روپیه سالانه قیمت پیشگي دینی هوگي اور هر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وه خریدار هوا هی خریدار تصور هوگا اور اخراجات روانگي پرچه سے اُن کو کچهه تعلق نهوگا *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچه خریدنا چاهیگا اُسکو في پرچه چار آنه معه اخراجات روانگي پرچه دینا هوگا بشرطیکه وه پرچه زاید دفتر میں موجود هو *

اِطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تهذیب الاخلاق

اس پرچه کي بابت جس صاحب کو کچهه خط و کتابت کرني منظور هو یا خریداري اِس پرچه کي مد نظر هو یا کوئي مضمون اِس پرچه میں مندرج هونے کے لیئے بهیجنا هو یا زر قیمت اخبار یا زر چنده یا کچهه روپیه بطور ڈرفیشن کے منایت فرمانا هو تو سید احمد خاں صاحب بهادر سي ایس آگرے پاس بمقام بنارس بهیجا جاوے غرض که تمام خط و کتابت بابت اس پرچه کے اُنهي سے کي جاوے کیونکه یهه پرچه علیگڈه میں چهپ کر ان کے پاس چلا جاتا هی اور وهاں سے تقسیم هوتا هی اور تمام حساب و کتاب اس کا سب اُن کے پاس رهتا هی *

اس پرچه میں صرف مضامین مفیده جو مسلمانوں سے متعلق هیں چهاپه هوتے هیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نهیں هوتے — مقصود اس پرچه کے اجرا سے یهه هی که مسلمانوں کي حسن معاشرت اور تهذیب کي ترقي هو اور جو غلط اوهام مدعیي اس ترقي کے مانع هیں اور در حقیقت وه مذهب اسلام کے برخلاف هیں وه بهي مٹائے جاویں *

مضمون نمبر ۲۳۹

حضرت عیسی

مسیح

ابن مریم رسول اللہ

اور

صلیب

وقولہم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ" وماقتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لہم و ان الذین" اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالہم بہ من علم الا" اتباع الظن و ماقتلوہ یقیناً — بل رفعہ اللہ الیہ"

[نساء ۲۲ ع آیت ۱۵۹]

ترجمہ — اور یہود کے اس کہنے پر کہ ہمنے مسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ کو قتل کیا حالانکہ نہ اس کو قتل کیا ہی اور نہ صلیب دیکر مارا ہی لیکن ان کے آگے صورت بن گئی اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہہ شک میں پڑتے ہیں اُن کو اسپر یقین نہیں مگر اٹکل پر چلتے ہیں اور اُس کو مارا نہیں یقینا بلکہ اس کو خدا نے اپنی طرف اُٹھا لیا ۔

۲ حضرت عیسی نہ تو تلوار سے یا پتھروں سے مار ڈالے گئے اور نہ صلیب پر مارے گئے لیکن اُن کے قتل کرنے والوں کو دھوکا ہوگیا یا اُن سے اصل بات پوشیدہ ہوگئی یا اُن کو حضرت عیسی کی صورت کا تشابہ ہوگیا حالانکہ وہ یقینا نہیں مرے تھے البتہ وہ تین گھنٹہ تک صلیب پر اذیت سے لٹکتے رہے اور پھر اُتار لیے گئے — صلیب پر مضروب ہونے سے جلدی کوئی شخص نہیں مرجاتا بلکہ کئی روز تک لٹکنے سے دھوپ کی تپش اور بھوک کی شدت اور زخموں کی تکلیف سے البتہ مرجاتا ہی یہہ معاملہ حضرت عیسی کے ساتھہ نہیں ہوا — اور جب وہ اُتار کے ایک قبر میں رکھے گئے تو اُن کو کہ وہ ابھی زندہ مگر غشی میں تھے بعض مخلص مومنین شب کو مقبرہ سے نکال کے گھر میں کہیں پرشیدہ لے گئے اور پھر حضرت عیسی بعضی حواریوں کو زندہ نظر آئے مگر یہود کی عداوت اور رومیوں کے اندیشہ سے کہیں دیہات میں اپنے قرابتداروں کے ساتھہ رہتے تھے پھر خدا نے اُن کو اُٹھا لیا یعنی اپنی مرت طبعی سے مرگئے اور خدا کے پاس چلے گئے اور اُس کے داہنے ہاتھہ جگہہ پائی — یہہ دونو باتیں مجازاً اور فضیلتاً کہی جاتی ہیں — جو لوگ یہہ سمجھتے تھے کہ ہمنے اُن کو مارڈالا قرآن مجید اُن کو جھٹلاتا ہی اور جو لوگ یہہ سمجھتے تھے کہ اُن کی صورت کا ایک دوسرا آدمی پکڑا گیا اُن کو بھی قرآن مجید جھٹلاتا ہی اور کہتا ہی کہ اُن کو علم قطعی نہیں ہی اٹکل پر چلتے ہیں اور پھر اصلی حقیقت پتلاتا ہی ، کہ اصل بات ایسی چھپ گئی یا پوشیدہ کی گئی ۔

۳ اب ہم انہیں مقدمات کو مفصل اور مدلل بیان کرتے ہیں ۔

یہودیوں کی بے ایمانی اور سخت مکاری اور شدید ریاکاری سے حضرت مسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ پر اضلال کا اتہام لگایا گیا اور تکفیر کا فتوی دیا گیا ٹھیک ٹھیک جیسا کہ اس زمانہ میں یہود ہذہ الامۃ کررہے ہیں — وہ حضرت عیسی کو مضل کہتے تھے (متی $\frac{۲۷}{۶۳}$ یوحنا $\frac{۷}{۱۲}$) ۔

(ب) ایسے شخص کی سزا یہود کی شریعت میں سنگساری سے قتل کرنے کی تھی (کتاب احبار $\frac{۲۴}{۱۶}$ و مابعد و کتاب استثنا $\frac{۱۳}{۱}$ و ما بعد) ۔

۴ مگر حضرت عیسی پر کچھہ صرف مذہبی جرم ہی قایم نہیں ہوا تھا بلکہ بے ایمان یہودیوں نے اُن پر بغاوت کا جرم بھی ضمیمہ کردیا تھا تاکہ حکام وقت کو اُن کی سزا پر توجہہ ہو — یہی وجہہ تھی کہ پلاطس نے حکم دیا ورنہ وہ یہود کے مذہبی الزامات کی کچھہ پروا نہ کرتا اور اسی لیئے وہ سنگسار نہیں کیئے گئے جو کہ یہود کی شرعی سزا تھی بلکہ صلیب پر چڑھا کے مار ڈالنے کی تجویز ہوئی کیونکہ یہہ رومیوں کی سزا تھی ۔

۵ یہود کے کاہنوں نے جو موت کا فتوی دیا تھا وہ بغیر رومی گورنر کی منظوری کے نافذ نہیں ہوسکتا تھا اسلیئے ضرور ہوا کہ پلاطس کے دربار میں حضرت عیسی کو لیجاویں اس حاکم نے تحقیقات کے بعد حکم دیا کہ میں اس شخص پر کوئی جرم نہیں پاتا مگر یہود نے پھر غل مچوایا (یہود وہاں حاضر نہ تھے یوحنا $\frac{۱۸}{۲۸}$) اور آخیر کو اس حاکم کے دل میں یہہ بات آئی کہ حضرت عیسی مجرم ہی مگر عید فصح کے روز ایک مجرم چھوڑ دیا جاتا ہی اسلیئے اس نے یہود سے کہا کہ تمہاری عادت کے موافق میں اُنکو چھوڑ دیتا ہوں تب پھر یہودی چلائے اور سب حاضرین سے پکارا یا کہ یسوع باربن چھوڑ دیا جاوے اتفاق سے اس مجرم کا بھی نام یسوع تھا اور باربن لقب تھا (دیکھو ریذان کی تاریخ مسیح باب ۲۴ ص ۲۷۹ سنہ ۱۸۶۵ع) ۔

۶ بالآخر حضرت عیسی کو مقام جلجتا میں لاکر صلیب سے باندھا — صلیب دو لکڑیوں سے جو باہم متقاطع ہوں بنی ہوتی ہی

ایسی † اور مصلوب کے دونوں ہاتھوں میں میخیں ٹھوک دیتے تھے اور پیروں میں بھی میخیں ٹھونکتے تھے یا کبھی کبھی ہاتھ اور پیر رسی سے باندھ دیتے تھے (ہارن کی کتاب جلد ۳ ص ۱۵۷) اور خود لکڑی عمودی شکل کی ہوتی تھی اس کے بیچ میں ایک لکڑی لگی رہتی تھی جو مصلوب کے بیٹھنے کی جگہ بن جاتی تھی ورنہ بغیر اس کے مصلوب کا دھڑ نیچے کو لٹک آتا اور میخوں سے ہاتھ نکل جاتے — (یہہ بات شرح آرینیوس جو پہلی صدی میں تھا اور جستن جو دوسری صدی میں تھا اُن کے کلام سے معلوم ہوتی ہے ارنسط ریفان باب ۲۵ ص ۲۸۷) — حضرت عیسیٰ کو بھی یہہ سب اذیتیں اوٹھانی پڑیں مگر یہہ بات صاف معلوم نہیں ہوتی کہ اُن کے پیر جمائے گئے تھے یا بندھے گئے تھے کیونکہ بعد واقعہ صلیب جب حضرت عیسیٰ بعض عیسائیوں سے ملے تو لوک کی روایت میں ہے کہ اُنھوں نے اپنے ہاتھ اور پاؤں نشان کے لیئے دکھلائے (لوک ۲۴/۳۹) مگر یوحنا کی روایت میں ہے (۲۰/۲۷) کہ ہاتھ دکھلائے — لوک نے بچشم خود نہ دیکھا ہوگا اور یوحنا نے شاید دیکھا ہو *

۷ مصلوب کے لیئے جہاں اور سختیاں تھیں وہاں ایک بڑی مصیبت یہہ بھی تھی کہ وہ ہمارے زمانہ کی پھانسی کی طرح فوراً یا جلد نہیں مرجاتا تھا بلکہ تین چار دن تک اُس پر لٹکنے یا لٹکے رہنے میں بھوک کی شدت پیاس † کی سختی زخموں کی تکلیف اور دھوپ کی تپش سے مرتا تھا اور جو کوئی قوی مزاج کا آدمی ہوتا تھا وہ صرف ذکروں کا مارا مرتا تھا — یہہ بات کہ صلیب پر تین یا چار دن تک موت نہیں آتی تھی ہیروڈیوس ملیطوس کی شہادت سے (کتاب ملیطی کان ۱۱۱ وغیرہ) جو پہلی صدی عیسوی میں فیلور شہنشاہ روم کا دوست تھا اور شیخ اژیھپوس کی شہادت سے تفسیر انجیل متی مطبوعہ کو سیگارطن ص ۶۳ وغیرہ) جو تیسری صدی عیسوی میں مذہب عیسوی کا مستند اور معتمد بزرگ گذرا ہے ہے (دیکھو ارنسط ریفان کا تذکرہ مسیح ص ۲۹۰) اور قوی مزاج آدمی کا صرف بھوک کے صدموں سے مرنا یوسیبیس ہمقلی (جو قیصریا میں اسقف اور تیسری اور چوتھی صدی میں تھا) کی تاریخ کلیسا ۸/۸ سے ثابت ہی (ایضاً ص ۲۹۱)۔

اِس لیئے جب پلاطس سے یوسف نے حضرت عیسیٰ کے دفن کی اجازت مانگی تو وہ بہت متعجب ہوا کہ ایسی جلدی مرگئے (مرقس ۱۵/۴۴) ڈاکٹر ای نلارک نے تفسیر انجیل متی ۲۷/۳۵ میں لکھا ہی کہ ایسی کئی ایک مثالیں ہیں کہ شخص مصلوب ایسی شدت کے عذاب میں کئی دن تک زندہ رہا ہی (دیکھو ہارن کی تفسیر ج ۳ ص ۱۵۷ سنہ ۱۸۲۸)۔

۸ حضرت عیسیٰ کے شاگرد تو سب بھاگ گئے تھے اور صلیب کے وقت کوئی حاضر ماجرا نہ تھا — ہاں دور کھڑی ہوئی کچھ عورتیں اور جو لوگ حضرت عیسیٰ کو جانتے تھے دیکھ رہے تھے (متی ۲۷/۵۵ مرقس ۱۵/۴۰ لوق ۲۳/۴۹) مگر یوحنا کی انجیل میں ہی ۱۹/۲۵ کہ وہ صلیب کے پاس کھڑے تھے — مگر کتنے ہی پاس ہونگے تب بھی دشمنوں کے خوف اور سپاہیوں کے اہتمام کی وجہ سے دور ضرور ہونگے یوحنا نے آپ کو پاس بتلایا صرف اسروجہ سے ہی کہ اُنھوں نے حضرت عیسیٰ کی بات سن لی۔

۹ صلیب والا دن عید فصح کا دن تھا دوپہر کے وقت یہہ واقع صلیب پیش آیا اور اب تھوڑی دیر کے بعد سبت شروع ہونے کو تھا اور سبت بھی کیسا کہ معمولی طور کا نہیں بلکہ ایک خاص طور کا جس میں اُن کو بڑا اہتمام اور مذہبی احترام تھا — اور یہہ بھی شریعت یہود میں حکم تھا کہ شخص مقتول (موحرم) یا مصلوب کی لاش اُسی دن دفن کردی جاوے (نقاب استثنا ۲۱/۲۲ و یوشع ۸/۲۹ و ۱۰/۲۶ و تاریخ یوسیفس مورخ یہود نقاب ۴ و ۵ نقاب احادیث یہود یعنی مشنا (ستھدریم ۶/۵) مگر یہود کے ہاں یہہ دستور تھا کہ پہلے سنگسار کرکے مار ڈالتے تھے تب صلیب پر لٹکاتے اور اب جب سے کہ اُن کی حکومت جاتی رہی اور رومیوں کا قانون جاری ہوا سنگساری کی رسم موقوف ہوگئی تو اب یہود کے حساب سے شخص مصلوب مرے یا نہ مرے مگر اُسی دن اُس کو صلیب پر سے اُوتارنا چاہیئے — پس ان وجوہ سے یہودیوں نے نہ تو کچھ معاملہ صلیب میں اہتمام کیا بلکہ نہایت جلدی چاہی اور نہ بعد صلیب حضرت عیسیٰ کو صلیب سے متعلق رہنے دیا بلکہ حکام رومیہ سے درخواست کی کہ حضرت عیسیٰ کی ٹانگیں توڑ کے اُتروالیں تاکہ اُن کی لاش سبت کو لٹکتی نہ رہ جاوے (دیکھو یوحنا کی انجیل ۱۹/۳۱) یہہ ٹانگیں توڑوانا بھی تنگ کی غرض سے تھا کیونکہ اُن کو معلوم تھا کہ مطلق صلیب پر لٹکانے

† حضرت عیسیٰ کو صلیب پر پیاس کی شدت میں سرکا ایک اسفنج ذریعہ سے پلایا گیا تھا (متی ۲۷/۴۸ مرق ۱۵/۳۶ لوق ۲۳/۳۶ یوحنا ۱۹/۲۸-۳۰ رومی سپاہیوں کے پاس ہر مرقع میں یہہ شربت سرکہ کا حکماً ساتھ رہتا تھا دیکھو تصنیفات اسپارطیانوس اور ولکاطیوس غلیکانوس اور رومی پسکا نہایت صحت بخش اور مفید ہوتا تھا چنانچہ ڈاکٹر ہگزہام نے رسالہ حمیات کے بیان میں اس کی تصریح کی ہی — اس شربت سے حضرت عیسیٰ کو بہت کچھ تسکین ہوگئی ہوگی — وللرحمان الطاف خفیہ —

سے کوئی مضارب مرتا نہیں — الا حضرت عیسیٰ کی ٹانگیں نہیں توڑی گئیں کیونکہ وہ تو ضعف یا غشی کے باعث سے مردہ معلوم ہوئے ہی اور اسی پر اشارہ ہی — شبہ لہم — (نساء ۱۵۶) میں ۔

فلاور یہودی فیلسوف الکندری (سنہ ۲۰ قبل مسیح تا سنہ ۴۰ ع) نے بھی اپنی کتاب فلقیم (۱۰) میں لکھا ہی کہ یہودہ نے درخواست کی تھی کہ ہمارا مقدس سبت اس ناپاک لاش کے رہنے سے خراب نہ ہووے ۔

پس ان وجوہ سے بہت جلد حضرت عیسیٰ کو صلیب پر سے بظاہر مردہ و بیجان زندہ اُوتار لیا گیا ۔

۱۰ مگر اسی کے متعلق ایک واقعہ اور بھی گذرا کہ جب رومیوں نے اُن اَور دو شخصوں کی جو حضرت عیسیٰ کے ساتھ مضارب ہوئے تھے ٹانگیں توڑ دیں اور حضرت عیسیٰ کی ٹانگیں نہیں توڑیں تو ایک نے برچھی سے حضرت عیسیٰ کے پہلو میں ذرا چھید دیا شاید صرف اس غرض سے کہ اگر ہوش باقی ہوگا تو وہ متاذی ہوکر کوئی حرکت مذبوحی کرینگے — اس زخم سے خون اور پانی جاری ہوا یہہ بات صرف یوحنا کی انجیل میں ہی جو حضرت عیسیٰ کے بعید ہوں یا قریب ہونگے مگر خون کا نکلنا بے شک اُن کی زندگی کی دلیل ہی کیونکہ مردے کے جسم سے زخم یا نشتر دینے پر نہ خون نکلتا ہی نہ پانی — پس اس وقت حضرت عیسیٰ زندہ تھے اور اُسی وقت اُوتار لیئے گئے سب کام نہایت عجلت میں ہوا — یوسف جو ایک ذی عزت مالدار اور کونسل سنہدریم کا ممبر تھا اُس نے لاش مانگ لی جو اُس کے حوالہ کردی گئی اس نے اور ایک اور مرد مومن نے دفن کا سامان کیا اور سب لوگ چلے گئے ۔

برچھی سے چھید نے کا مضمون (یوحنا ۱۹/۳۴) کو ہمارے خلاف نہیں مگر ہمکو اس پر بہت شبہ ہی — اور انجیل ٹویس متی مرقس لوق اس بات کا بیان نہیں کرتے حالانکہ ایک امر عظیم اور ضروری تھا — ایسا معلوم ہوتا ہی کہ بعد میں عیسائیوں نے صرف بعضی پیش گوئیوں کو (زبور ۳۴/۲۰ ذکریا ۱۲/۱۰) جمانے کے لیئے یہہ بات اپنی طرف سے بڑھکر روایت میں شامل کردی ہی ۔

جبکہ باوجود اجازت اور حکم کی بھی اُن کے ٹانگیں نہیں توڑی گئیں تو یہہ امر خلاف قیاس ہی کہ کسی ایک سپاہی نے ایسی جرات کی ہو کہ برچھی سے اُنکو چھید دیا ہو ۔

عیسائیوں نے یہہ بات کہی ہی کہ وہ برچھی حوالی قلب میں جالگی اور وہاں سے رقیق سفید رنگ کا مادہ نکلا مگر حوالی قلب کے زخمی ہونے پر اسکا مادہ اندھی کی طرف کو نکلتا اور اسفل کی جانب بہہ جاتا نہ کہ نوارہ کیطرح پانو کو سیدھے سامنے کو پچکاری کی مانند چرخ مارتا نکلتا اور تعجب کہ بہنے میں پانی اور خون الگ الگ رہے ۔

۱۱ رومیوں کے دستور کے موافق ضرور تھا کہ مضارب کی لاش صلیب پر لٹکتی رہے اور چڑیوں کا شکار ہو جاوے — یہی دستور اہل مصر کا بھی تھا دیکھو قرآن سورہ یوسف و اما الاخر فیصلب فتاکل الطیر من راسہ (۱۳ ج ۵ ع) رومیوں کے اس دستور کی سند ہوریس لاطینی شاعر کے خطوط (جو حضرت عیسیٰ سے قبل پہلی صدی میں تھا) جو وینل (پہلی صدی ع) لوکن (رومی شاعر پہلی صدی ع) پلاطوس شاعر (دو صدی قبل عیسوی) پائی (پہلی صدی) پاوطارس فیلوف (پہلی اور دوسری صدی) پطرز ٹیوس (پہلی صدی) کے کلام سے ثابت ہی برخلاف اسکے حضرت عیسیٰ اُسی روز صلیب پر صرف دعائی تین گھنٹے رہنے پر یوسف کے حوالہ کردیئے گئے ۔

۱۲ دفن کرنے والوں نے بھی بڑی عجلت کی اور کامل طور سے اُنہیں دفن نہیں کیا اُنھوں نے ایک لحد میں حضرت عیسیٰ کو رکھکہ دروازوں پر ایک چٹان یا پتھر کی سل رکھدی تھی تاکہ پوسوں کو مطربات لاکے قبر میں رکھینگے اور کل سبت کو تو کچھہ ہو نہیں سکیگا ۔

اور وہ عورتیں بھی جو صلیب کے وقت دورکھڑی دیکھتی تھیں اُسوقت پاس سے حضرت عیسیٰ کی لاش کا موقع خوب دیکھہ گئیں (لوقا ۲۳/۵۵) اور اب سب لوگ چلے گئے نہ وہ دشمن خونخوار یہودی رہے اور نہ وہ رومیوں کا گارد رہا — کیونکہ یہہ تو ہفتہ کے دن یہود کو سرجھپی کہ مبادا اُن کی لاش کو اُن کے شاگرد چوراکر لیجاویں تب اُنھوں نے پلاطس سے ایک گارد مانگا کہ وہ پورا پہرا دے اُس نے کہا کہ تمہارے پاس سپاہی ہیں اُنکر بھیجدو — اب دوسرے روز وہ احمق پورا پہرا بیٹھانے گئے (متی ۲۷/۶۲) ۔

۱۳ اتوار کو صبح کے وقت وہی عورتیں قبر پر آئیں اور پتھر کو ہٹا ہوا دیکھا اور حضرت عیسیٰ کو وہاں نہ پایا اور اُسوقت ایک یا دو شخص جو حاکم کے فرستادے یعنی فوج کے پیادے تھے (انجیل کے ترجموں میں اُنکو فرشتہ بنا دیا ہی) اُنھوں نے کہا کہ تم زندے کو مردوں میں کیوں ڈھونڈتے ہو — اب یہاں پر بہت سی مختلف روایتیں ہیں جو متی باب ۲۸ مرقس باب ۱۶ لوق باب ۲۴ یوحنا باب ۲۰ میں لکھی ہوئی ہیں ان عورتوں نے پطرس اور یوحنا اور حواریوں کو خبر کی اور مشہور ہوگیا کہ وہ جی اُٹھی ۔

۱۴ واقعہ صلیب کے بعد تین دفعہ حضرت عیسیٰ زندہ مگر مجروح اپنے حواریوں کو نظر آئے جنکی تفصیل یوحنا کی انجیل کے بیسویں اور اکیسویں باب میں ہی مگر مجمل اپنے کو حضرت عیسیٰ کا

فطر آنا غلط ہی اس عورت کے قول کا کچھہ اعتبار نہیں وہ شدت سے ضعیف‌العقل تھی اسکو سات جن لپٹے ہوئے تھے (لوق ۸ یوحنائی) زبان میں اس محاورہ سے مراد یہہ ہی کہ مجنون تھی — اور خود سکر یہہ تھا بلکہ اُسنے اس شخص کو باغ کا چوکیدار سمجھا اور درحقیقت ایسا ہی تھا — مگر اسکے ذہن میں اور خیال میں حضرت عیسی بسے ہوئے تھے اُسنے بعد میں یقین کرلیا کہ وہ حضرت عیسی ہی تھے ۔

۱۵ اسی زمانہ میں حضرت عیسی کی موت کی نسبت بہت سے شبہے پیدا ہوگئے تھے پلاطس نے جب اس سے دفن کی اجازت لیکر تو تعجب کیا اور اپنے صوبہ‌دار سے جو صلیب کے اہتمام‌میں تھا پوچھا کہ کیا وہ مرگئے (مرق $\frac{1}{15}$ $\frac{0}{44}$) ۔

اور بعد میں عیسائیوں کو خود یہہ بات کھٹکتی تھی کہ ایسی جلدی مرجانا بالکل خلاف عادت تھا صلیب پر آدمی چار چار روز تک نہیں مرتے اسلیئے اُنھوں نے حضرت عیسی کے جلدی مرجانے کو بھی ایک معجزہ قرار دیا اور جی اُٹھنے کو بھی ایک معجزہ قرار دیا ! ! ! — اُوریجینس نے (جو تیسری صدی عیسوی کے مشائخ میں تھے!) تفسیر انجیل متی میں ایسی دفعی موت کو ایک معجزہ قرار دیا ہی — کئی مثالیں اس قسم کی معلوم ہوئی ہیں کہ اشخاص مضروب کو مرقع سے اوتار کے مجرب دواؤں سے معالجہ کیا اور وہ زندہ رہے ۔

چنانچہ ہیروڈوطس مورخ رومی اپنی تاریخ کی کتاب ۷ باب ۱۹۴ میں لکھتا ہی کہ سنڈوکیس جو کہ صوبہ ایرلیس کے شہر کیمی میں حاکم تھا جبکہ وہ بادشاہی قاضیوں میں سے ایک قاضی تھا تو اسکو دارا بادشاہ نے رشوت ستانی کے جرم میں مصلوب کردیا تھا مگر درانحالیکہ وہ صلیب پر لٹکا ہوا تھا دارا کو خیال آیا سنڈوکیس کی عمدہ خدمتیں بہ نسبت اس کے جرم کے زیادہ ہیں اور کہا کہ میں نے جلدی میں حکم دیدیا اور اُسی وقت حکم دیا کہ اسکو صلیب پر سے اُوتار کے رہا کردو — پس سنڈوکیس اس طرح دارا کے ہاتھہ سے موت سے بچ رہا — اور یوسیفس یہودی مورخ نے جو پہلی صدی عیسوی میں تھا اپنی سوانح عمری کی دفعہ ۷۵ میں لکھتا ہی کہ مجھے بادشاہ طیطوس قیصر نے ہزار سوار لیکر قریالیوس کے ساتھہ موضع ٹقوا آ کے دیکھنے کو بھیجا کہ وہ جگہہ فوج کے قیام کے لیئے مناسب ہی یا نہیں جب میں وہاں سے پلٹ کے آیا تو دیکھا کہ بہت سے قیدی مصلوب ہوگئے ہیں ان میں سے تین آدمی میرے پہلے ملاقاتی نکلے اس بات سے میں بہت رنجیدہ ہوا اور آبدیدہ ہوکر بادشاہ کے پاس جاکے عرض معروض کی بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ وہ مصلوب اتار لیئے جاویں اور انکا معالجہ کیا جاوے تاکہ وہ جی بچیں — اُنمیں سے دو آدمی طبیبوں کے زیر معالجہ مرگئے مگر تیسرا شخص بچ رہا ۔

بڑے سے بڑا قرینہ اُنکی یقینی موت کا یہی ہوسکتا ہی کہ یہود جو شدت سے دشمن تھے اور یہہ سب کچھہ اُنھوں نے کیا وہ کیونکر بغیر قطعی اور یقینی قتل کیئے ہٹ آگئے ہونگے یا اُنھوں نے کوئی دقیقہ اٹھا رکھا ہوگا — مگر معلوم ہی کہ یہود کو اُس دن بہت تردد تھا وہ دن اُن کے یہاں روز عید فصح تھا اور اُس کے تھوڑی دیر بعد سبت شروع ہونے کو تھا اور اُنکو خود اُس دن کسی فعل کے مباشر ہونے کی ممانعت تھی وہ تو شاید صلیب گاہ پر بھی حاضر نہ تھے کیونکہ وہ اس مذہبی ممانعت سے کہ عید فصح کے دن کوئی کام نکرنا چاہیئے (نقاب خروج $\frac{12}{1}$ لیویان $\frac{23}{7}$ $\frac{3}{8}$) وہ لوگ پلاطس کے ایوان عدالت میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے — اور عید کے باعث سے قربانیوں اور فطیری روٹیوں کی فکر میں تھے ۔

پس وہ تو ان شغلوں اور مذہبی اندیشوں اور شرعی مانعوں کی وجہہ سے اس میں کچھہ اہتمام نہ کرسکے ۔

۱۶ نئی ایک قدیم فرقے عیسائی مذہب کے اُصول کے معتقد تھے کہ حضرت عیسی قتل نہیں ہوئے باسالیدیان اور سرن‌تھیان اور کیرنتھیان وغیرہ عیسائی قدیم فرقے کہتے تھے کہ حضرت عیسی کی جگہہ شمعون قرینی صلیب دیا گیا اور فرطیس نے (بطریق قسطنطنیہ نویں صدی) لکھا ہی کہ نقاب سیرالحواریین جس میں پطرس یوحنا اندریاس اور پولوس کے حالات لکھے ہیں لکھا ہی کہ حضرت عیسی مصلوب نہیں ہوئے بلکہ اُنکی جگہہ کوئی اور مصلوب ہوا — اور برنباس کی انجیل میں لکھا ہی کہ یہود اسخر یوطی اُنکی جگہہ مضروب ہوا اور یہود کو یہہ دھوکا تھا کہ ہمنے یقیناً سنگسار کرکے مصلوب کردیا — مگر ان سب کے خیالات درست نہیں تھے اور قرآن نے

شک منہ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن ۔

اُنکی تکذیب کی ہی چنانچہ فرمایا ہی ان‌الذین اختلفوا فیہ لفی

۱۷ پس جبکہ ایک طرف حضرت عیسی کی موت ثابت نہیں ہوئی اور دوسری طرف اُنکی لاش کا قبر سے بہت جلد غایب ہوجانا ثابت ہی تو اب کوئی اور احتمال نہیں ہوسکتا مگر یہی کہ وہ قبر میں زندہ رکھے گئے اور زندہ چلے گئے — ظن غالب ہی کہ اسی یوسف اور نقودموس نے اسباب میں کوشش کی ہوگی کیونکہ ان لوگوں کو یہہ بات خوب ظاہر تھی کہ حضرت عیسی پر موت عاری نہیں ہوئی کیونکہ ایسی موت بالکل خلاف عادت تھی اُنھوں نے اپنی رسم کے موافق حضرت عیسی کو نہلایا بھی نہ تھا حالانکہ رومیوں یہودیوں اور مصریوں میں

مردے کو نہلانے کی عام رسم تھی اور وہ جانتے تھے کہ وہ فوت نہیں ہوئے اور یہہ کہ اُنکو نکال لانے میں ایک معصوم نبی اور اُلوالعزم رسول کی جان بچانی ہی اور وہ دونوں اِس میں کامیاب ہوئے و علی الاقل اجرھم ۔

۱۸ قرآن میں حضرت عیسی کے مصلوب ہونے کے باب میں جو مضمون ہی اُسکو ہمیشہ عیسائیوں نے یہہ سمجھا کہ وہ اُنہیں فرقوں سے لیا گیا ہی جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسی کی جگہہ کوئی دوسرا آدمی مصلوب ہوا اور وہ الزام لگاتے ہیں کہ قرآن حقایق واقعی یعنی تاریخی واقعات کے خلاف ہی مگر یہہ اعتراض بیجا ہی قرآن خود بتلاتا ہی کہ لوگ اس باب میں مختلف ہیں یعنی کوئی کہتا ہی حضرت عیسی یقیناً صلیب پر مرے اور کوئی کہتا ہی کہ اُن کی جگہہ دوسرا آدمی مارا گیا پھر کوئی کہتا ہی کہ وہ شخص یوسف تھا اور کوئی کہتا ہی کہ یہودا تھا ان سب کی نسبت قرآن کہتا ہی

ان الذین اختلفوا فیہ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن ۔

پس قرآن نے تاریخی واقعات کو بھی ثابت رکھا اور سچی حقیقت بھی بیان کردی ۔

۱۹ اب ہم ان مقدمات کے بعد قرآن کی اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں ۔

و قولہم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ و ماقتلوہ و ما صلبوہ ۔

دو طرح سے آدمیوں کو مار ڈالنے کا دستور تھا ایک صلیب پر لٹکا رکھنے دینے سے یہہ سزا سنگین جرایم کے مرتکبوں اور غلاموں کو دیجاتی تھی جو تین چار روز صلیب پر لٹکے ہوئے بھوک پیاس کی شدت اور زخموں کے درد اور دھوپ کی تپش اور دوران خون کی سوء مزاجی سے مرجاتے تھے اور دوسری قسم دفعتاً جان سے مار ڈالنے کی تھی اور وہ دو طرح سے تھی (۱) سنگسار کرنا اور (۲) تلوار سے قتل کرنا — اس لیئے قرآن مجید میں دونوں قسموں کی موت سے انکار ہوا ہی کہ نہ تو حضرت عیسی کو پتھراؤ کرکے یا تلوار سے مارا اور نہ صلیب پر چڑھا کے مارا — یہہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہود کا ایسا بیان ہی کہ پہلے حضرت عیسی سنگسار کیئے گئے چنانچہ یہود کی کتاب مشنا اور تالمود یروشلم اور تالمود بابل ستھدریم کے بیان میں ایسا ہی لکھا ہی (دیکھو اونجسط ویبان کا تذکرہ صحیح باب ۲۵ ص ۲۸۳) اور عیسائیوں کا بیان ہی کہ وہ صلیب پر مارے گئے اس لیئے قرآن میں ان دونوں باتوں پر اشارا ہی ماقتلوہ و ماصلبوہ — یعنی نہ قتل بذریعہ سنگساری ہوا اور نہ قتل بذریعہ صلیب ہوا نہ یہہ کہ وہ مطلق صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے — کیونکہ مطلق صلیب کی نفی کچھہ مفید نہیں ہی کیونکہ صلیب پر ہاتھوں میں میخ ٹھونکنے اور پھر باندہ دینا اور پھر تین گھنٹے بعد اُتار لینا مار ڈالنے کو کافی نہیں ہی — بلکہ تصلیب کی نفی سے صلیبی موت کی نفی مراد ہی ۔

۲۰ و لکن شبہ لہم — مگر صورت بنادی گئی اُن کے لیئے یعنی موت کی صورت بنادی گئی اسطور کہ حضرت عیسی اُن لوگوں کو جو صلیب کا اہتمام کر رہے تھے مردہ نظر آئے کیونکہ وہ تمام شب کے جاگنے اور صدمات کی پرداشت اور میخوں کی اذیت سے غشی یا بیہوشی میں آگئے تھے اس سے اُنھوں نے سمجھا کہ یہہ مرگئے مگر چونکہ اسوقت موسم اچھا تھا یعنی ابر چھا رہا تھا (متی ۲۷ مارق ۱۵ لوق ۲۳) دھوپ کی تکلیف نہ تھی اور پھر وہ جلدی ہی اُتار لیئے گئے تھے اس وجہہ سے زیادہ صدمہ نہیں پھونچا ۔

۲۱ حشویہ اور عامہ مفسرین نے اس جملہ کی تفسیر میں یہہ معنی لگائے ہیں کہ حضرت عیسی کی صورت ایک اور شخص پر القا کی گئی یہہ محض ایک سفسطہ ہی ورنہ ہم اپنے مخالفوں یا مخالفوں کو ایسا ہی سمجھہ سکتے ہیں کہ جب ہم اُن میں ایک شخص مخصوص کو دیکھیں اور وہ در اصل وہ نہو بلکہ کسی اور کی صورت اُسپر القا ہوئی ہو — اور اس سے تو معاملات پر سے اعتبار جاتا رہتا ہی اور نکاح و طلاق و ملک پر رشرق نہیں رہتا — اگر ہم شبہ کو مسیح کی طرف مسند کرتے ہیں جیسا کہ عامہ مفسرین کرتے ہیں تو یہہ غلط ہی کیونکہ وہ مشبہ بہ ہیں نہ کہ مشبہ اور اگر اس خیالی اور غیر واقعی شخص کی طرف جو مقتول ہوا بتلاتے ہیں مسند کرتے ہیں تو اس کا کچھہ ذکر قرآن میں نہیں ہی ۔

۲۲ و ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن ۔

اور جو لوگ اُس میں یعنی اُن کی صلیبی موت کی نسبت کیئی باتوں نکالتے ہیں وہ اس جگہہ شبہ میں پڑتے ہیں اور کچھہ نہیں اُن کو اُس کی خبر مگر اٹکل پر چلنا ۔

ہمنے دنعہ ۱۴ میں بیان کیا ہی کہ یہہ اختلاف کیا تھا — یعنی ایک تو یہود کا قول کہ ہمنے قتل کیا دوسرے عام عیسائیوں کا عقیدہ کہ وہ قتل ہوئے تیسرے فرقہ باسالیدیان اور سرن تھیان کا قول کہ اُن کی جگہہ یوسف شمعون قتل ہوئے چوتھے فرقہ کا قول کہ اُن کی جگہہ یہودہ اسخریوطی قتل ہوا ان سب کو قرآن نے فرمایا ہی کہ اٹکل پر جاتے ہیں اس میں سے کسی بات کا اُن کو قطعی علم نہیں

ہی چنانچہ حضرت مسیح کا صلیب پر نہ مرنا تر ۵ مضمون مقدمات ۷ و ۸ و ۹ میں ثابت کیا ہی اور کسی اور کا اُن کی جگہہ مصلوب ہوجانا ایک بے ثبوت بات ہی اور قرائن اس کے خلاف ہیں — کیونکہ شمعون قریفی بعد میں مدت تک زندہ رہا اور عیسائیوں کی جماعت میں شامل اور شریک رہا اور یہودا اسخریوطی کا حال بھی معلوم ہی کہ وہ بعد میں مرگیا ۔

۲۳ و ماقتلوہ یقیناً — اور اُس کو اچھی طرح سے قتل نہیں کیا یعنی جیسا قتل کرنے کا حق تھا ویسا قتل نہیں کیا یا یقینا قتل نہیں کیا اور کیونکر وہ یقینا قتل ہوسکتے تھے حالانکہ وہ صرف تخمیناً تین گھنٹے صلیب پر رہی اور وہ موت کے لیئے کافی نہیں ہی ۔

۲۴ . بل رفعہ اللہ الیہ — بلکہ خدا نے اُن کو اپنی طرف اُٹھا لیا خدا کی طرف جانا یا اُٹھالیا جانا ایسا ہی ہی جیسے حضرت ابراہیم نے فرمایا انی ذاھب الی ربی (صافات ۹۷) اور مہاجروں کی نسبت کہا و من یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ (نسا ۱۰۱) ۔

یہہ بات تعظیم و تشریف و تفخیم کے طور پر کہی جاتی ہی نہ یہہ کہ وہ درحقیقت آسمان کی طرف کو بادلوں میں اُڑتے ہوئے نظر آئے اور کسی آسمان پر جا بیٹھے ان باتوں کی ہمارے ہاں کچھہ اصل نہیں ہی † بعد میں حضرت عیسی یقینا مرگئے جسکی خبر قرآن مجید میں دوسری جگہہ دی گئی ہی اذقال اللہ یا عیسی انی متوفیک و رافعک الی (ال عمران ۴۸) جسکی تفسیر میں مفسروں نے بہت کچھہ پس و پیش کیا ہی بلکہ اُس کو بالکل اُلٹ دیا ہی وہ یوں پڑھتے ہیں رافعک الی و متوفیک — مگر اصلی قران کی تو یہہ عبارت نہیں ہی اگر مفسرین نے کوئی قران بنایا ہو تو اُس میں ہوگی پھر دوسرے جگہہ اور یہی صاف ہی الما ترونیتنی منذ انذاروتیب علیہم (مایدہ ۱۱۷) کہ حضرت عیسی جناب باری سے عرض کرینگے کہ جب تونے مجھے وفات دی تب تو اُن پر نگہبان رہا ان دنوں آیتوں میں رفات کا ذکر ہی اور یہہ موت کی دلیل ہی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا (زمر ۴۳) پس اُن کی وفات کی خبر بہت صاف ہی مگر یہہ بات کہ وہ کب مرے اور کہاں مرے معلوم نہیں جیسیکہ حضرت مریم کا حال پھر کچھہ نہ معلوم ہوا حالانکہ حضرت عیسی نے اُن کو یوحنا حواری کے سپرد کیا تھا اور یوحنا حواری صاحب تصنیفات بھی تھے پھر بھی کچھہ حال اُنکا نہیں لکھا اور حضرت مسیح تو دشمنوں سے پوشیدہ دور کے دیہات میں چلے گئے تھے ۔

واقعہ صلیب کے متعلق عام عیسائیوں کی اور جو کچھہ دلیلیں ہیں وہ پھر کبھی بحث میں آوینگی ۔

والسلام
جواد علی
میتا پور
مارچ سنہ ۱۸۷۶ ع

† صحیح بخاری کی ایک روایت جو کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکہ میں ہی اس میں بضمن قصہ معراج یہہ مضمون ہی کہ حضرت عیسی و یحیی دوسرے آسمان پر ملے — مگر یہہ روایت تو بہت ہی مشتبہ ہی ہدبہ راوی کی نسائی صاحب صحیح نے تضعیف کی ہی اور ہمام راوی کو کبھی کبھی حدیث بیان کرنے میں وہم ہوجاتا تھا اور خلیفہ راوی کبھی کبھی روایت حدیث میں خطا کرتا تھا اور معید راوی شدت سے تدلیس کیا کرتا تھا اس کی عقل مخلوط ہوگئی تھی اور ہمام راوی بھی کبھی کبھی تدلیس کرتا تھا اور انس راوی نے مالک بن صعصعہ سے جو قصہ معراج روایت کیا ہی اس میں مخالفت ہی اور مالک قدیم زمانہ میں مرگئے (شاید انس سے ملاقات ہونے سے پہلے) اور نیز مالک نے ارسال کے طور پر روایت بیان کی ہی —

ان راویوں کا حال کتب رجال میں ملیگا خصوصا علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تقریب التہذیب مطبوعہ دہلی سنہ ۱۲۷۱ ہجری میں یہہ باتیں ملینگی —

قصۂ مضمون نمبر ۲۳۵

حضرت سلیمان علیہ السلام

دریائی گھوڑے — نماز عصر — گھوڑوں کا ذبح کرنا — آفتاب کا پلٹ آنا — انگشتری سلیمان — صخر دیو — بت پرستی

(۱) (۳۰) اذ عرض علیہ بالعشی الصافنات الجیاد —
(۳۲) فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب —
(۳۳) ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق — (ص)

ترجمہ — جب دیکھانے کو آئے اُسکے سامنے تیسرے پہر کو گھوڑے خاصے ہرلا میں نے چاہی محبت گھوڑوں کی اپنے خدا کی وجہہ سے یہاں تک کہ چھپ گئی ارت میں — سلیمان نے کہا کہ پھیر لاؤ اُن کو میرے پاس پھر اُن کی پنڈلیاں اور گردنیں چومنی شروع کیں ۔

عام قصہ تو یہہ ہی کہ حضرت سلیمان کے پاس ہزار دریائی گھوڑے جن کے پر لگے ہوئے تھے لائے گئے اُن میں سے نو سو گھوڑوں کا

جایزہ ہوچکا تھا کہ حضرت سلیمان کو نماز کا خیال آیا مگر آفتاب غروب ہوچکا تھا نماز فوت ہوگئی تو اُنھوں نے افسوس کیا اور اُن گھوڑوں کو واپس منگاکر تلوار سے اُن کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ ڈالیں اور سو گھوڑے بچ رہے سو اب جو گھوڑے آدمیوں کے پاس نظر آتے ہیں اُنھیں بقیۃ السیف کی نسل ہیں!!! اور یہہ کہ پھیر لانے کا حکم فرشتوں کو دیا تھا وہ آفتاب کو پھیر لائے اور اُنھوں نے نماز پڑھ لی!!!۔

(۲) یہہ قصہ جیسا کہ بیان ہوا بالکل جھوٹ اور قصہ گویوں کی اکاذیب اور مفتریات سے بھرا ہوا ہی اکثر تفسیریں ایسی ہی اکاذیب اور بیہودہ باتوں سے بھری ہوئی ہیں — ابن کمال نے غرب کہا ہی کتب التفسیر مشحونۃ بالا حادیث الموضوعۃ کہ تفسیر کی کتابیں جھوٹی حدیثوں سے بھری ہوئی ہیں (فیض القدیر شرح جامع الصغیر عبدالرؤف مناوی) اور شیخ محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحار انوار کے خاتمہ میں مقاصد کے حوالہ سے لکھا

في المقاصد قال احمد ثابت كتب ليس لها اصل المغازي والملاحم والتفسير — الخطيب هو معمول على كتب مخصوصة في هذا المعاني الثلثة غير معتمد عليها لعدم عدالة قا قليها و زيادة النقاص فيها فاما كتب التفسير فمن اشرها كتابان الكلبي و مقاتل بن سليمان — (ص ۵۰۹ مطبوعہ سنہ ۱۲۸۳ ع)

ہی کہ امام احمد نے لکھا ہی کہ تین علم کی کتابیں بے اصل ہیں اور وہ کتابیں مغازی اور ملاحم اور تفسیر کی ہیں اور خطیب نے کہا ہی کہ امام احمد نے ان علوم کی وہ خاص کتابیں مراد لی ہیں جو اُن کے بیان کرنیوالوں کے غیر معتبر ہونے کی وجہ سے غیر معتمد ہیں اور نیز اِس وجہ سے کہ اُن میں قصہ گووں نے قصے بڑھا دیئے ہیں اور اس قسم کی کتابیں تفسیروں میں سے بہت مشہور تو کلبی اور مقاتل کی تفسیریں ہیں۔

اور پھر لکھا ہی — کہ معین بن صیفی نے تفسیر جامع البیان میں لکھا ہی کہ امام محی السنہ بغوی تو

و في جامع البيان لمعين بن صيفي قد تذكر محي السنة البغوي في تفسيره من المعاني والحكايات ما انفقت كلمة المتاخرين على ضعفه بل على وضعه (ص ۵۱۰)

اپنی تفسیر میں ایسی باتیں اور حکایتیں لکھ دیتے ہیں جنکے ضعیف بلکہ وضعی یعنی بنائے ہوئے ہونے پر سب متاخرین نے اتفاق کیا ہی۔

اس سے ثابت ہوتا ہی کہ تفسیر کی کتابوں میں اکثر جھوٹی روایتیں اور بے اصل حکایتیں اور قصہ گویوں کی بناوٹیں پائی جاتی ہیں ہر ایک صاحب حمیت مسلمان کا یہہ کام ہی کہ وہ خدا کے سچے اور مقدس کلام کو اُن افترایات سے پاک کرے اور ان جھوٹی باتوں کے رد کرنے میں اور اصلی سچے معنی بیان کرنے میں سعی بلیغ کرے — السعی منی والاتمام من اللہ۔

(۳) یہہ بات واقعی ہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا اور گھوڑوں کی ایک تعداد کثیر اُن کے ہاں جمع تھی — چنانچہ اسکی تصدیق میں کتاب دوم میں تواریخ کی فصل نویں آیت ۲۵ میں لکھا ہی — و سلیمان چہار ہزار آخور بجہت اسپہا و عرادہ ہا داشت و دوازدہ ہزار سوار ان کہ ایشان را در شہرہاے عرادہ دار و اورشلیم نزد ملک گذاشت و (آیت ۲۸) و از براے سلیمان اسپ ہا را از مصر و تمامی ولایت ہا آوردند — اور کتاب اول ملوک فصل دسویں آیت ۲۸ میں لکھا ہی — و سلیمان اسپاں از مصر آوردہ شدہ را داشت و ہمچنیں ریسمان کتانی کہ تاجران ملک آنرا بقیمت معین گرفتند —

(۴) یہہ بات کہ ان گھوڑوں کے ملاحظہ کرنے میں اُنکی نماز فوت ہوگئی تھی بالکل بے اصل ہی — اني احببت حب الخير من ذكر ربي † کے بہت صاف یہہ معنی ہیں کہ میں گھوڑوں کو بہت چاہتا ہوں اور یہہ چاہنا بوجہ خدا ہی کہ صرف اپنی خواہش سے چنانچہ امام فخرالدین رازی نے کتاب اربعین فی اصول الدین (مسئلہ ۳۲) میں لکھا ہی کہ جب سلیمان کو گھوڑے دکھلائے جاتے تھے تو وہ فرماتے تھے کہ میں گھوڑوں کی محبت کی اور اس سے مراد یہہ ہی کہ انسان ایک چیز کو چاہتا تو ہی مگر یہہ نہیں ہوتا کہ اسکے چاہنے کو بھی چاہی مگر جب کہ اسکے چاہنے کو بھی چاہا تو اس سے محبت یعنی چاہنے میں مبالغہ مراد ہی پھر فرمایا کہ من ذکر ربي یعنی یہہ محبت شدید بوجہ ذکر خدا اور خدا کے حکم سے حاصل ہوئی ہی کہ اپنی ہی آرزو اور خواہش سے —

ان سليمان كان يقول عند عرض الصافنات الجياد عليه اني احببت حب الخير ومعناه ان الانسان قد يحب شيا ولكن لا يحب ان يحبه فاما اذا احبه واحب ان يحبه فذاك بالمبالغة في المحبة ثم قال عن ذكر ربي اي هذه المحبة الشديدة انما حصلت بسبب ذكر ربي و عن امره لا عن الهوى والشهوة —

اور شرح مواقف سید شریف جرجانی میں جو علم کلام کی بڑی مستند کتاب ہی اسکے موقف چہارم مقصد پانچ ورق ۳۷۲ میں لکھا ہی۔

† لفظ من — تعلیل کے واسطے بھی آتا ہی جس سے سبب کے معنی پیدا ہوتے ہیں — چنانچہ ما کان استغفار ابراهيم لابيه الا عن موعدة اور ما نهن تهاركي الهتنا من تولك —

نہ احبیت حب الخیر سے محبت میں مبالغہ مراد ہی کیونکہ کسی شی کو چاہنا تو ہی مگر یہہ نہیں ہوتا کہ اس کے چاہنے کو بھی چاہے تو جب کہ اسنے اسکو چاہا اور اُس کے چاہنے کو بھی چاہا تو یہہ کمال محبت ہی — اور یہہ جو فرمایا کہ بذکر ربی یعنی خدا کے ذکر سے تو اس سے مراد ہی کہ خدا کے سبب سے چنانچہ کہا جاتا ہی سقاہ عن الغیمۃ جس سے مراد ہوتی ہی کہ اسکی وجہہ سے تو معنی یہہ ہوئے کہ یہہ محبت شدید بسبب ذکر یعنی بحکم الہی ہی نہ کہ اپنی خواہش اور طلب دنیا کی وجہہ سے کہ ان کے مذہب میں گھوڑے رکھنا خدا کے حکم سے تھا جیسا کہ ہمارے مذہب میں ہی یا وہ مندوب ہوگا اور طفق مسحا کے یہہ معنی ہیں کہ سلیمان ان کے سر اور پنڈلیاں چھوتے تھے انکی تکریم کے لیئے اور شفقت کی وجہہ سے کیونکہ وہ گھوڑے دین کے دشمنوں کے دفع کرنے میں بہت مدد دیتے تھے — اور جو لوگ اس سے کاٹنا مراد لیتے ہیں اور وہ یہہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان تلوار سے انکی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹتے تھے یا تو غصہ کی وجہہ سے اور یا انکو قربانی کرتے تھے سو یہہ بات بہت ضعیف ہی کیونکہ مسح کے لفظ میں اسپر کچھہ دلالت نہیں ہی جیسا کہ وضو کی آیت میں مسح کا ذکر ہی اور کاٹنا مراد نہیں ہی ۔

اور حتی توارت بالحجاب سے یہہ معنی لینے کہ سورج غرب گیا محض خیالی ہیں اسکا اس میں کچھہ ذکر نہیں اور ایسی بات بالکل سیاق کلام اور موضوع اور منشاء مقام سے بعید ہی بلکہ انہیں صافنات کا ذکر ہی یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُن کا ملاحظہ کیا اور وہ اُن کے آگے سے چلے گئے ۔

قال ردوھا — حضرت سلیمان نے حکم دیا کہ ان کو پھیر لے آؤ یہ گھوڑے پھیر لائے گئے — علامہ احمد بن خلیل نے تفسیر کبیر میں

قولہ احبیت حب الخیر مبالغۃ فی الحب فان الانسان قد یحب شیا لکن لا یحب ان یحبہ فاذا احبہ واحب ان یحبہ ذلک ھو الکمال فی المحبۃ و قولہ عن ذکر ربی ای بسببہ کما یقال سقاہ من الغیمۃ ای لاجلھا و لمعنی ان ذالک الحب الشدید انما یحصل بسبب ذکرہ ای بامرہ لا بالھوا وطلب الدنیا و ذالک لان ربا ط الخیل فی دینھم کان بامرہ کما فی دیننا او ھو مندوب الیہ و قولہ طفق معناہ یمسح راسھا و اعناقھا اکراما لھا و اظھارا لشدۃ شفقۃ علیھا لکرمھا من اعظم الاعوان فی دفع اعداء الدین وحملہ علی القطع کما ذھب الیہ طایفۃ حیث ذکروا المعنی انہ علیہ السلام جعل یمسح السیف بسوقھا و اعناقھا ای یقطعھا اما فضبا علیھا بسبب ماجری علیہ و اجلھا و اما التصدق بھا ضعیف جدا ولا دلالۃ لہ لفظ علیہ کما فی قولہ وامسحو برؤسکم وارجلکم

حتی توارت بالحجاب کی تفسیر میں نئی دلیلیں اس کے ابطال پر قایم کی ہیں کہ یہاں آفتاب کا غروب ہونا مراد نہیں ہی اور سب کے اخیر میں لکھا ہی — کہ ہماری ان دلیلوں سے ثابت ہوا کہ حتی توارت بالحجاب (یہاں تک

ثبت بہ اذکر ان حمل قولہ حتی توارت بالحجاب علی توارت الشمس و ان حمل قولہ ردوھا علی ان المراد منہ طلب ردالشمس بعد غروبھا فی غایۃ البعد من الخیط —

کہ ارث میں چھپ گئی) کو سورج کے چھپنے پر حمل کرنا اور ردوھا علی (اسے پھیر لاؤ) سے سورج کا پھیر لانا سمجھنا بہت ہی بعید ہی ۔

" فطفق مسحا بالسوق و الاعناق " — اور سلیمان نے ان گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں کو چھوا جیسا کہ دستور ہی کہ ہو ایک ذی بصیرت گھوڑوں کا امتحان کرتے وقت اُس کی گردن پر مہربانی اور شفقت سے ہاتھہ پھیرتا ہی اور اُن کی پنڈلیوں کی مضبوطی کو ہاتھہ لگا کے دیکھتا ہی — چنانچہ زھری اور ابن کیسان نے ایسا ہی کہا ہی — کہ سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کو ہاتھہ سے

انہ کان یمسح سوقھا و اعناقھا بیدہ یکشف الغبار عنھا حبا لھا و شفقۃ علیھا —

چھوتے تھے تاکہ انسے گرد چھاڑدیں اور یہہ محبت اور شفقت کی وجہہ سے تھا ۔

اور یہہ بے شک معقول اور صاف معنی ہیں مگر ہمارے مفسرین اسپر راضی نہیں ہوتے وہ اس کو فرماتے ہیں ھذا قول ضعیف (معالم التنزیل بغوی) اور یہہ انہیں کے ضعف عقلی کی دلیل ہی ۔

(۵) جن لوگوں کو قصہ گوئی اور عجائب پسندی کا زیادہ شوق ہی اُنھوں نے ردوھا (پھیر دو) سے یہہ مراد لی ہی کہ حضرت سلیمان نے فرشتوں کو حکم دیا کہ سورج جو کوہ قاف کی آڑ میں جا چھپا ہی اُسے پھیر لاؤ اور اس خلاف حقیقت مضمون کو بعض صحابیوں کی طرف افترا اور بہتان کے طریق پر منسوب کرتے ہیں ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں اس ردشمس کی نسبت لکھا ہی — کہ اس مضمون کی روایت کسی سے ثابت نہیں ہی اور جمہور کے نزدیک

انہ لم یثبت ذلک من احد و الثابت عند جمہور اھل العلم بالتفسیر ان ضمیر ردوھا للخیل (تفسیر کمالین ص ۳۸۰) ۔

یہی ثابت ہی کہ پھیر لانے سے گھوڑوں کا پھیر لانا مراد ہی —

(۶) وہ و لقد فتنا سلیمان و القینا علی کرسیہ جسدا ثم انا ب "

اور ہمنے سلیمان کو آزمایا اور اُسی کے تخت پر ایک جسم ڈالدیا پھر اُس نے اپنے حکم سے رجوع کیا ۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسروں کے اکاذیب اور قصاص کے خرافات پیش از پیش ہیں جن کا یہاں نقل کرنا بھی تضیع اوقات ہی جس کو شوق ہو وہ تفسیر معالم التنزیل بغوی میں و ہب ابن منبہ اور سعید ابن مسیب کی روایتیں دیکھ لے اس کا خلاصہ شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر افادہ فرمایا ہی وہ یہہ ہی " حضرت سلیمان استنجے کو جاتے تھے تو انگشتری ایک خادمہ کو سپرد کر جاتے تھے اس میں لکھا تھا اسم اعظم ایک جن تھا صخر نام اُس خادمہ کو بھکاکر انگشتری لیگیا اپنی صورت بنائی سلیمان کی سی تخت پر بیٹھہ کر لگا حکمرانی کرنے ۔ حضرت یہہ معلوم کرکے نکل گئے کہ مجھکو مروا نہ ڈالے ایک گانوں میں چھپ کر رہے جوہ مہینے بعد صخر تھا شراب کے نشہ میں انگشتری دریا میں ڈال پڑی ایک مچھلی نگل گئی وہ شکار ہوئی حضرت سلیمان کے ہاتھہ پیٹ میں سے انگشتری لیکر پھر آئے اپنے تخت سلطنت پر یہہ جانچ ہوئی اسپر کہ اُن کے گھر میں ایک عورت تھی اپنے باپ مرے کو یاد کرکے رویا کرتی تھی اُس کو بھادی جنہوں نے تصویر اُس کے باپ کی کہ جن پکڑی وہ لگی پوچھنے اُنہوں نے خبر نہ لی یا خبر پاکر تغافل کیا " ۔

(۷) یہہ قصہ بالکل موضوع اور مفتری ہی — مگر مسلمانوں کا بنایا ہوا نہیں ہی اصل میں اُس کو یہود کے قصاص اور شیاطین نے بنایا ہی الا مسلمانوں نے اُس کو اصلا اور صدقا کہکر قبول کیا ہی یہہ قصہ یہود کی کتاب تالمود میں مذکور ہی — اور علامہ جاراللہ زمخشری نے لکھا ہی کہ وہ روایت حضرت سلیمان کی انگوٹھی اور دیو اور اُن کے گھر میں

ما روي من حديث الخاتم و الشيطان و عبادة الوثن في بيت سليمان فمن اباطيل اليهود (تفسیر کبالین ص ۳۸۰)

یہ پرستش ہونے کی ہی وہ یہود کی جھوٹی باتیں ہیں ۔

اور تفسیر مدارک التنزیل نسفی میں بھی ہی لکھا ہی کہ انگشتری اور شیطان اور سلیمان کے یہاں یہ پہنچ جانے کی روایت یہود کے باطل قصوں میں سے ہی ۔

ما يروي من حديث الخاتم و الشيطان و عبادة الوثن في بيت سليمان فمن اباطيل اليهود

اور امام فخرالدین رازی نے کتاب اربعین فی اصول الدین کے ۳۲ مسئلہ میں اسی قصہ کی نسبت لکھا ہی —

فاما الحكاية الجنية التي يرويها للعشرية فكتاب الله مبراعنها

کہ جن کی حکایت جو عامہ ناس نے روایت کی ہی سو کتاب اللہ اس سے بری ہی ۔

اور ایساہی سید شریف جرجانی نے شرح مواقف (مرقف ۸ مقصد ۵ ورق ۳۷۴) میں بھی لکھا ہی پس یہہ ثابت ہوا کہ محقق مسلمانوں نے اِس قصہ کو بالکل جھوٹ اور افترا سمجھا ہی ۔

(۸) معقول پسند مفسروں نے ایسا لکھا ہی کہ حضرت سلیمان کبھی بیمار پڑے ہونگے اور چونکہ بیماریوں کو انبیا کے نظام میں خدا کی جانب سے آزمایش کہا جاتا ہی سو اِسی میں اس کا ذکر ہی یعنی حضرت سلیمان اپنے تخت پر بیماری کی شدت میں مثل جسم بیجان پڑے تھے اور تقدیر کلام اس طرحپر ہوگی و القينا علي كرسيه جسدا یعنی اُن کے تخت پر اُن کا جسم ڈالدیا مگر مبالغہ کی وجہ سے (۵) حذف ہوگئی پھر بیماری سے اچھے ہوئے اس کی خبر ثم اناب (پھر اُس نے رجوع کیا) میں ہی ۔

چنانچہ امام فخرالدین رازی نے کتاب اربعین فی اصول الدین (مسئلہ ۳۲) میں یہہ معنی بھی لکھے ہیں — کہ خدا نے سلیمان کی ایک مرض شدید سے آزمایش کی

ثانيا ان الله تعالى امتحنه بمرض شديد فصارا جسدا لا حراك به مشرفا على الموت كما يقال لجسم علي و جسد بلا روح علي معني شدة الضعف و التقدير القينا جسدا علي كرسيه فحذف الهاء لمبالغة

تو ایک جسم بے حرکت قریب مرگ ہوگئے جیسے بیمار کی نسبت کہتے ہیں کہ لاشہ پر گوشت پڑا ہی اور جسم بے جان یعنے شدت سے ضعیف ہی اور تقدیر کلام یہہ ہوگی کہ اُن کے تخت پر ڈالا اور حرف (۵) مبالغہ کی وجہ سے حذف ہوگیا ۔

اور علامہ شمس الدین ابی العباس احمد ابن خلیل نے تکملہ تفسیر کبیر میں اُسی کے قریب لکھا ہی کہ یہہ کہنا کچھہ بعید نہیں ہی کہ خدا نے سلیمان کو کسی

اقول لايبعد ان يقال انه ابتلاه الله تعالى بتسليط خرف اوتوقع بلاء من بعض الجانب عليه و صار بسبب قوة ذلك الخرف كالجسد الضعيف الملقي على ذالك الكرسي ثم زال الله عنه ذالك الخوف و اعاده ذالك الى ماكان عليه من القوة و ماب القلب

خرف یا کسی بلا کے مبتلا ہونے سے آزمایا اور سلیمان اسکی وجہ سے ایسے ہوگئے تھے جیسے کوئی جسم ضعیف اک تخت پر پڑا ہو — پھر خدا نے اُن پر سے وہ خرف زایل کردیا اور جو قوت اور صحت ان میں تھی وہ پھر آگئی ۔

(۹) مگر دراصل جس قصه پر اس ایت میں اشاره هی وه کتاب ملاکیم میں مفصل لکها هوا هی چنانچه کتاب اول ملوک کی فصل سوم میں حضرت سلیمان کے ذکر میں لکها هی —

۱۶ آنگاه دو زن زانیه پیش آمده در حضورش ایستادند

(۱۷) و یک زن گفت که ای خداوند من و این زن در یک خانه ساکنیم و دران خانه نزد او وضع حمل نمودم .

(۱۸) و واقع شد که بعد از وضع حمل من روز سوم این زن نیز زائید و باهم دیگر بوده دیگرے باما در خانه نبوده بلکه سوائے ما دو نفر احدے دران خانه نبود .

(۱۹) و پسر این زن وقت شب مرد زیرا که او بر رویش خوابیده برد .

(۲۰) و وقت نیم شب برخاسته و پسر مرا از پهلوی من وقتی که کنیزک خوابیده برد از من گرفت و در بغل خود خوابانید .

(۲۱) و صبحدم وقتی که برای شیر دادن پسرم برخاستم اینک مرده است و صبحدم اورا تشخیص نموده اینک پسرے که زائیده بودم نبوده است .

(۲۲) وزن دیگر عرض کرد که نے بلکه پسر زنده ازمن است و پسر مرده از تست زن دیگرے گفت نے بلکه پسر مرده ازتست و پسر زنده ازمن است و چنین در حضور ملک میگفتند .

(۲۳) پس ملک گفت که این یکے میگوید که پسر زنده از من است وان پسر مرده از تست زن دیگرے میگوید که نے بلکه پسر مرده از تست و پسر زنده از من است .

(۲۴) و ملک گفت که شمشیرے را بمن آورید و شمشیر را بحضور ملک آوردند .

(۲۵) و ملک فرمود که پسر زنده را بدو حصه تقسیم نمائید یک نیمه پایی بدهید و نیمه دیگر بدیگرے .

(۲۶) وزنی که پسر زنده ازآن او بود درحالتی که رحمش بر پسر او اضطراب می کرد بملک متکلم شده گفت نه ای خداوند پسر زنده را باو بدهید و البته اورا بکشید اما ان دیگرے گفت که نه ازان من و نه ازان تو باشد اورا تقسیم نمائید .

(۲۷) پس ملک جواب داده فرمود که پسر زنده را باو بدهید و او را البته بکشید که مادرش اوست .

(۲۸) و تمامی اسرائیل حکمی که ملک اجرا داشته بود شنیده و از ملک توسیدند زیرا که دیدند که در قابش حکمت خدائیست تاانکه حکم را جاری سازد "

پس اب قران کی آیت کو دیکهیئے که اس میں صاف اسی قصه پر اشاره هی که القینا علی کرسیه جسدا ثم اناب همنے سلیمان کے تخت (مدالات) پر ایک لاش یا جسم (اسی زنده یا مرده لڑکیکا) ڈالا (سلیمان کا حکم محذوف هی) پهر اُس نے (اس حکم ازل سے) رجوع کیا — یعنی پهلے اُس لڑکے کے جیو نے کا حکم دیا تها پهر اس حکم سے پهرکر اُس لڑکے کو زنده اُس کی ماں کے حوالہ کردینے کا حکم دیا .

پس یهه هی سچی تفسیر کلام الهی کی ته که وه جن اور پهوت کے قصی نه وه یهوه کے اکاذیب و مفتریات اور مفسرین کے اباطیل و اغرییات — امام محی الدین بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں لکها هی (جلد ۴ صفحه ۱۰) که سب سے زیاده مشهور قول یهی هی که جو جسم سلیمان کی کرسی پر ڈالا گیا تها وه صخر دیو تها :

و اشهر الاقاویل ان الجسد الذی القی علی کرسیه هو الصخر الجنی =

میں کهتا هوں که سب سے زیاده مشهور یهه بات هی مگر سب سے زیاده جهوٹ بهی یهی هی اور سب سے زیاده سچ اور صاف اور سیدهے اور معقول وهی معنی هیں جو ابهی همنے بیان کیئے اس میں حضرت سلیمان کی حکمت اور عدالت کی عظمت بهی ظاهر هوتی هی نه که وه نا معقول قصه که سلطنت سلب هوگئی اور ایک ناپاک دیو اُن کے تخت بادشاهت پر مسلط هوگیا اور سلیمان معزول اور مخروج رهے وغیره ذالک من الخرافات جس سے سلیمان علیه السلام کی بدنامی اور حقارت اور ذلت ظاهر هوتی هی حالانکه یهه قصه قران مجید میں حضرت سلیمان کے محامد اور فضایل کے ذکر میں هی .

(۱۰) اسی قصه بامادہ یعنی حضرت سلیمان کے گهر میں بت پرستی کے متعلق روایت بهی هی جو ملاکیم اول کے گیارهویں باب میں لکهی هی که حضرت سلیمان نے خلاف حکم خدا کے سات سو بیگمیں اور تین سو حرمیں اپنے لیئے جمع کیں † اور اُن کے باعث سے

† یهه تعداد یقینا غلط هی کتاب غزل الغزلات میں حضرت سلیمان نے اُن کی تعداد ساٹهه بیگمیں اور ۸۰ خواصیں لکهی هی سو یهه بهی قطعی نهیں هی — عربانی کتابوں کے عددوں کا بهی اعتبار نهیں هوسکتا کیونکه اُن کے عدد همیشه حرفوں کی صورت میں لکهے جاتے تهے یعنی ابجد کے حساب میں اور چونکه عبرانی حروف اکثر باهم مشابه هیں تو اس سے بڑی غلطی هوجایا کرتی هی — کتاب سلاطین اور کتاب تواریخ کے باهم مقابله کرنے سے یهی فرق پایا جاتا هی .

حضرت سلیمان کا دل خدا سے پھر گیا اور اُنھوں نے اپنی اخیر عمر میں بت پرستی اختیار کی ۔

قرآن مجید میں اس نالایق اتہام اور جھوٹے بیان کے رد میں فرمایا ہی ما کفر سلیمان و لکن الشیاطین کفروا ۔ (بقر)

یہہ مضمون اگرچہ بھرہ کے اربع عشریم کی کتابوں میں سے ایک کتاب ملاخیم اول میں ہی مگر وہ مضمون یقینا جھوٹ اور شدت کے مرتبہ کا کفر ہی — جس کو اشرار یہود نے افترا کرکے اس کتاب میں داخل کردیا ہی ۔

واضح ہو کہ حضرت سلیمان کے حالات کے بیان میں فی الحال دو کتابیں موجود ہیں ایک تو ملاخیم کہلاتی ہی اور دوسری دیبری ہیم اب یہودیوں نے آسانی کے لیئے اُن کے دو دو حصہ کردیئے ہیں اور اسلیئے اردو وغیرہ ترجموں میں کتاب سلاطین اول و دوم اور کتاب اخبارالایام اول و دوم کے نام سے معروف ہیں یہہ بات یقیناً نہیں معلوم ہی کہ کتاب سلاطین ملاخیم کسکی تصنیف ہے ہی یا کب تصنیف ہوئی ۔

یہہ کتاب بعد زمانۂ قید بابل عہد بخت نصر میں لکھی گئی یعنی تخمیناً پانسو برس بعد حضرت سلیمان کے تو یقیناً اور اس کے بعد اور جسقدر عرصہ ہوا ہو لکھی گئی — یہہ بات کہ اسکا مصنف بعد زمانۂ قید بابل زندہ رہا اس سے ثابت ہی کہ وہ قید بابل سے یہود کے واپس آنے کا بھی ذکر کرتا ہی (دوم سلاطین باب ۲۵ آیت ۲۲) اسکا مصنف یہہ بھی کہتا ہی کہ اس کے زمانہ میں اسرائیل کے دس قبیلہ ہنوز جلاوطنی میں تھے (دوم سلاطین باب ۱۷ آیت ۲۳) اور نیز باب ۱۷ میں اس نے یہودا اور اسرائیل کی مصیبتوں پر کچھہ تقریر کی ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہہ شخص ان مصائب کے بعد ہوا ہی (دوم سلاطین باب ۱۷ آیت ۶ — ۲۴) اور برخلاف اس کے بعضی نشان اس میں ایسے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ قبل زمانۂ قید بابل یعنی عہد بخت نصر ہی مثلاً اول سلاطین باب ۸ آیت ۸ سے ظاہر ہوتا ہی کہ عہدنامہ کا صندوق ہنوز ہیکل میں موجود تھا اور پھر باب ۱۲ آیت ۲۹ سے ظاہر ہوتا ہی کہ بنی اسرائیل کی بادشاہت ہنوز قایم ہی پھر کسی جگہہ باب ۶ آیت ۱ و ۳۷ و ۳۸ میں زی ۶۲ اور بول בול یعنی زی اور تشریں کے مہینوں کا نام ہی حالانکہ قید بابل کے زمانہ سے انکا یہہ نام متروک ہوگیا تھا اور کبھی کبھی اسکا مصنف ایسا لکھتا ہی جیسا کوئی واقعات ہمعصر کو لکھے اور حاضر ما جرا ہو ان وجہوں پر نظر کرنے سے بھرد کا وہ دعوی کہ یہہ کتاب مزرا ثبی کی لکھی ہوئی ہی باطل ہوتا ہی اور ایسا پایا جاتا ہی کہ اصل میں مختلف قسم کی تحریروں یادداشتوں اور شاہی روزنامچوں سے اور زبانی روایتوں اور بعضی مشہور اور متواتر خبروں سے یہہ کتاب تالیف ہوئی تھی ۔

اسی کتاب کے ہم مضمون ایک دوسری کتاب دبری ہیم ہی وہ بھی ایسی ہی کہ اُس میں مختلف تحریروں سے اخذ کرکے لکھا گیا ہی اور کچھہ تو قبل زمانۂ بخت نصر کی ہی اور کچھہ بعد کی ہی ۔

بعضوں نے قیاس کیا ہی کہ اُسی شخص کی تصنیف یا تالیف ہی جس کی کتاب ملاخیم ہی مگر واقعات کی تاریخوں میں اور اُن کے بیان میں اور نسب ناموں میں اختلاف کثیر کی وجہہ سے یہہ خیال بالکل غلط نکلتا ہی — یہود کی راے میں یہہ کتاب حضرت عزرا ثبی کی ہی جنھوں نے بعد قید بابل ذکریا اور حجی ثبیوں کی مدد سے اُس کو تالیف کیا یعنے اپنے زمانہ کی اور اگلی کتابوں سے اخذ کرکے اُسے مرتب کیا اور اس راے کی تائید میں وہ یہہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کی طرز تحریر اور سیاق نظم عزرا ثبی کی عبارت سے بہت مشابہہ ہی اور اس کتاب کی اخیر تین آیتیں عزرا ثبی کے صحیفہ کی پہلی تین آیتوں سے بہت قریب قریب ملتی ہیں اور دوسرے یہہ کہ اُس کا مصنف قید بابل کے بعد بھی زندہ تھا کیونکہ اُس نے کورش بادشاہ کے حکم کا ذکر کیا ہی اور اُسنے داؤد کا نسب نامہ زوروبابل تک لکھا ہی مگر اُس کے خلاف یہہ امر ہی کہ اُس کے مصنف نے زور و بابل کا نسب نامہ بارہ پشت تک لکھا ہی اس وقت تک حضرت عزرا زندہ نہ تھے — مگر ممکن ہی کہ یہہ نسب نامہ الحاقی ہو اور ایسا اکثر ہوتا ہی پس یقین تو نہیں ہوسکتا مگر گمان غالب ہی کہ یہہ کتاب حضرت عزرا کی تالیف اور مرتب کی ہوئی ہو ۔

اب دیکھیئے کہ باوجودیکہ یہہ دونوں کتابیں باہم شفیق ہیں اور جو تاریخی واقعات ایک میں ہیں وہ دوسری میں بھی ہیں مگر یہہ قصہ موضوع و مفتر ہی کہ حضرت سلیمان نے سات سو جوروئیں اور تین سو حرمیں کیں اور اُن کی وجہہ سے بت پرستی اختیار کی (کتاب اول سلاطین باب ۱۱ — آیت ۱ — ۱۵) اس کتاب دبری ہیم میں نہیں ہی اور چونکہ یہہ کتاب غالبا حضرت عزرا ثبی کی تالیف کی ہوئی ہی پس بظن غالب ایسا ہوا ہی کہ اُنھوں نے اس قصہ کو باطل اور توہم سمجھکر چھوڑ دیا ہی ۔

اگر یہہ بات نہ بھی ہو تاہم اس مضمون کا ایک دوسری کتاب میں جس کا موضوع اور منشاء وہی ہی جو اس کتاب کا ہی نہ پایا جانا اور ظاہر نظر میں اس مضمون کا بالکل خلاف حکمت سلیمان اور منافی منصب ثبوت ہوتا کبھی صرف ایک غیر مستند روایت کے اعتبار پر لایق قبول نہوگا ۔

راقم
چراغ علی

بمقام علیگڈھ — مطبع علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تهذيب الاخلاق

جلد ہفتم] يكم جمادي الثاني سنه ۱۳۰۷ نبوي سنه ۱۲۹۳ هجري [نمبر ۹

حب القوم من الايمان فهي يسعى في اعزاز قومه انما يسعى في اعزاز دينه

اِطلاع

تشريح قيمت و مصرف منافع

تهذيب الاخلاق

جسقدر روپيه بابت اس پرچه کے بطور چنده خواه بطور قيمت وصول هو وه کسي خاص شخص کي ملکيت نهوگا بلکه اس پرچه کے اجرا و ترقي ميں صرف کيا جاويگا *

جن دوستوں نے شريک هوکر اس پرچه کو جاري کيا هی اور ساتھه روپيه سالانه اس پرچه کے اجرا کے ليئے بطور امداد ديتے هيں وه اِس پرچه کے متعلق معاملات ميں بطور ممبر کے متصور هيں اُنکو اختيار هی که اگر چاهيں تو اَوّر کسي کو بهي بطور ممبر اپنے ساتھه شريک کريں اور جو شخص اِس طرح پر شريک هوگا اُسکو بهي ساتھه روپيه سالانه دينا هوگا *

يه پرچه هر مهينے ميں ايک بار يا دو بار يا تين بار جيسا که مقتضاے مضامين هوگا چهپا کريگا خريداروں کو چار روپيه سالانه قيمت پيشگي دينی هوگي اور هر خريدار اُس سال رواں کے شروع سے جس ميں وه خريدار هوا هی خريدار تصور هوگا اور اخراجات روانگي پرچه سے اُن کو کچهه تعلق نهوگا *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچه خريدنا چاهيگا اُسکو في پرچه چار آنه سمه اخراجات روانگي پرچه دينا هوگا بشرطيکه وه پرچه زايد مقدار ميں موجود هو *

اِطلاع

بخدمت ممبران و خريداران و ناظرين

تهذيب الاخلاق

اس پرچه کي بابت جس صاحب کو کچهه خط و کتابت کرني منظور هو يا خريداري اِس پرچه کي صد نظر هو يا کوئي مضمون اِس پرچه ميں مندرج هونے کے ليئے بهيجنا هو يا زر قيمت اخبار يا زر چنده يا کچهه روپيه بطور ڈونيشن کے عنايت فرمانا هو تو سيد احمد خاں صاحب بهادر سي ايس آئي پاس بمقام بنارس بهيجا جاوے غرض که تمام خط و کتابت بابت اس پرچه کے اُنهي سے کي جاوے کيونکه يه پرچه عليگڈه ميں چهپ کر ان کے پاس چلا جاتا هی اور وهاں سے تقسيم هوتا هی اور تمام حساب و کتاب اس کا سب اُن کے پاس رهتا هی *

اس پرچه ميں صرف مضامين مفيده جو مسلمانوں سے متعلق هيں چهاپه هوتے هيں اور اس سبب سے اخبار امصار و ديار اس ميں مندرج نهيں هوتے — مقصود اس پرچه کے اجرا سے يه هی که مسلمانوں کي حسن معاشرت اور تهذيب کي ترقي هو اور جو غلط اوهام مذهبي اس ترقي کے مانع هيں اور در حقيقت وه مذهب اسلام کے برخلاف هيں وه بهي مٹائے جاويں *

مضمون نمبر ۱۴۰

لکچر

مانسیور ایف گیزو صاحب فرانسیسی کا سولزیشن پر

شایستگی کے دو بڑے بڑے جزوں یعنی سلسلہ حرایف الملوکی اور بارھویں صدی تک گرجا کی تاریخ کا بیان ہوچکا ہے، اب شایستگی کی تیسری اصل و بنیاد یعنی اُن شہروں کی کیفیت جنکو بعض خاص حقوق حاصل تھے ہمکو بارھویں صدی تک دریافت کرنی ہے، اور اُسکی تحقیقات میں ہم اُنھیں حدود اور قیود کا لحاظ رکھینگے جو اور اجزاے مذکورہ کی تاریخ میں ہمارے پیش نظر رہے ہیں:

ہماری جیسی کچھ حالت گرجا یا حرایف الملوکی کی نسبت تھی اُس کے برخلاف ہمارا حال شہروں مذکورہ کی بابت پایا جاویگا، سلسلہ حرایف الملوکی اور گرجا کی معین اور قریبا کامل حالت پانچویں صدی سے بارھویں صدی تک ظاہر ہوئی تو آیندہ زمانہ میں اور نئی نئی ترقیاں اُن میں ہوئیں تھیں، چنانچہ ہمنے اُنکی ابتداء اور ترقی روز افزوں اور حالت تکمیل سب کو بخوبی دیکھا، مگر ایسی حالت شہروں مذکور کی نہ پائی جاویگی بلکہ صرف اُس زمانہ کے اخیر میں جسکا ہم ذکر کرتے ہیں یعنی گیارھویں اور بارھویں صدی میں اُنکی کچھ منزلت تاریخ میں قایم ہوئی، اس سے ہماری یہہ غرض نہیں ہی کہ اُس زمانہ سے پہلے اُنکی تاریخ توجہ کے قابل نہ تھی اور بیشتر اُنکے وجود کی علامتیں کہیں نہ تھیں، بلکہ مدعا یہہ ہی کہ گیارھویں صدی میں دنیا کے بڑے کارخانہ میں اُنکا ظہور بخوبی ہوا اور زمانہ حال کی شایستگی کا ایک بڑا جزو اُن سے قایم ہوا، مثلاً سلسلہ حرایف الملوکی اور گرجا میں پانچویں صدی سے بارھویں صدی تک ہمنے دیکھا کہ مختلف سببوں سے طرح طرح کے اثر پیدا ہوکر شگفتہ ہوئے، اور جب کبھی ازروے برہان یا قیاس کے ہمنے بعض اصول اور نتیجے اخذ کیئے تو اُنکی تصدیق ہمنے خاص اصلی واقعات کے ذریعہ سے کی، مگر شہروں مذکورہ کی نسبت یہہ آسانی ہمکو باقی نہیں رہی، صرف اُنکی ابتداء ہمارے سامنے موجود ہی اور بالفعل ہمکو مختلف سببوں اور اصل اور ابتداء پر اپنی گفتگو کا محدود رکھنا ضرور ہی، اور جو کچھ کہ میں شہروں مذکور کے وجود کے اثر اور نتیجوں کی بابت اور اُس اثر اور مداخلت کے باب میں جو اُنکو یورپ کی شایستگی میں رہا بیان کرونگا وہ یہاں میرا کسی قدر بھاری پیش بندی کے ہوگا، بالفعل اُس کی تائید میں واقعات مشہور و معروف اور ہمعصر کی شہادت بہم نہیں پہونچ سکتی، بلکہ صرف زمانہ آیندہ میں بارھویں صدی سے پندرھویں صدی تک یہہ بات ظہور میں آویگی کہ شہروں مذکور کی ترقی اور شگفتگی ہوئی اور اُس سے ہر طرح کا ثمرہ حاصل ہوا، اور از روے تاریخ کے ہمارے بیانات صحیح تھے، میں نے اس مختلف کیفیت کو اس وجہہ سے زیادہ تر بیان کیا ہی کہ جو تصویر ناقص اور ناکامل حالت کی میں تمہارے روبرو کھینچنے کو ہوں تم اُسپر شاید اعتراض کرتے؛ پس فرض کرو کہ سنہ ۱۷۸۹ع میں جو فرانس کی اصلاح اور تہذیب کے ہولناک زمانہ کا آغاز تھا بارھویں صدی کے شہر مذکور کا ایک رئیس دفعتہ ہم لوگوں میں آیا، اور اُن رسالوں میں سے جن کے سبب سے لوگوں کی طبیعت بڑی زور شور سے ہرانگیختہ ہوئی تھی ایک رسالہ مثلاً رسالہ مصنفہ صائنس صاحب اُس کے مطالعہ میں گذرا، اور اُس نے اس فقرہ کو کہ تیسری حقیقت کون سی ہی پڑھا، ظاہر ہی کہ اُس تیسری حقیقت سے امیروں اور پادریوں کے فرقہ کے علاوہ عموماً فرانسیسوں کی قوم مراد ہی، اب میں تمسے پوچھتا ہوں کہ اس فقرہ کے الفاظ کا اُس شخص کی طبیعت پر کیا اثر ہوگا تم خیال کرتے ہو کیا وہ اُسکو سمجھہ لیگا، نہیں وہ ان لفظوں سے فرانسیسوں کی قوم نہیں سمجھہ سکتا، کیونکہ اُن لفظوں سے اُسکو کوئی ایسا واقعہ معلوم نہوسکیگا جس سے وہ خود واقف ہو، اور وہ کوئی واقعہ اُسکے زمانہ کا ہو، اور اگر وہ الفاظ مذکور کو سمجھہ لیگا، اور جو شاعانہ اختیار کہ تیسری حقیقت یعنی قوم مذکور سے یہ نسبت اور سب فرقوں کے زیادہ تر منسوب کیئے گئے ہیں اُس کے معنی صاف معلوم کرلیگا تو بے شک اُس کو یہہ بات حرکت مجنونانہ اور خلاف اخلاق اور مذہب کے معلوم ہوگی، کیونکہ یہہ بات اُن سب باتوں سے جو اُس نے دیکھیں اور سنیں ہیں اور اُس کے تمام خیالوں اور رایوں کے مخالف ہوگی، اب فرض کرو کہ یہہ متعصب رئیس تمہارے ساتھہ موجود ہی اور وہ اس زمانہ کے ایک فرانسیسی شہر قسم مذکور میں مثلاً ریمز یا بیوایس یا لایان یا نامین میں جاوے تو اُس کو ایک عجیب طرح کی حیرت دامنگیر ہوگی، کیونکہ وہ شہر میں داخل ہوکر دیکھیگا کہ اس میں نہ برج ہیں نہ شہر پناہ ہی نہ وہ قرح ہی جو شہریوں کی امداد سے شہر کی حفاظت کے واسطے مہیا کی جاتی ہی، فرض کہ پہچھہ سامان پناہ کا نہیں ہی، ہر طرف سے شہر کھلا ہوا ہی اور جو کوئی داخل ہونا یا حملہ کرنا چاہے اُس کے لیئے کوئی روک ٹوک نہیں ہی اُس کیفیت کو دیکھہ کر وہ شہر کی سلامتی اور حفاظت پر شبہہ کریگا اور اُس کو غیر محفوظ اور ضعیف سمجھیگا، پھر وہ جب شہر کے اندرونی حالت تحقیق کریگا کہ اُس میں کیا ہوتا ہی اور اُس کی

حکومت کس طرح کیجاتی ہی اور اُس کے باشندے کیسے ہیں تو معلوم ہوگا کہ شہر سے باہر ایک قوت ہی جو اپنی خوشی کے موافق بلا اُن کی رضامندی کے اُن پر محصول لگاتی ہی ، اور اُن سے فوج کی امداد لیتی ہی ، اور بغیر لیئے اُن کی راے کے اُن کو لڑائی پر بھیجتی ہی ، اور مجسٹریٹ وغیرہ حکام کا حال دریافت کرنے پر اُس کو معلوم ہوگا کہ اُن کو شہر کے رئیس مقرر نہیں کرتے ، اور امورات شہر شہر میں فیصل نہیں ہوتے ، بلکہ ایک آدمی جو بادشاہ سے علاقہ رکھتا ہی تن تنہا اور فاصلہ پر اُن کا انتظام اور انصرام کرتا ہی ، علاوہ اس کے اُس کو یہہ بھی معلوم ہوگا کہ اہل شہر کو اُن معاملات میں جو اُن سے متعلق ہیں باہم جمع ہوکر مشورہ اور گفتگو کرنے کا استحقاق نہیں ہی ، اور وہ اپنے گرجا کے گھنٹہ کے ذریعہ سے عام اجتماع کے مقام پر کبھی نہیں بلائے جاتے ، یہہ سب حال دیکھکر بارھویں صدی کا رئیس مذکور نہایت پریشان اور متحیر اور متردد ہوگا ، اول تو اُس کو اُس شان و شوکت اور منزلت کے خیال سے جو تیسری حقیت یعنی فرانسیسیوں کی قوم نے اپنے ساتھہ منسوب کی تھی خوف اور سرگردانی ہوئی ، اُس کے بعد اُسے دریافت ہوا کہ وہ قوم خاص اپنے مکانات اور شہروں میں ایسی حالت میں ہیں جو ملازموں کیسی اور نہایت ضعیف اور ناکارہ ہی ، اور اُن سب حالتوں سے بدتر ہی جنکا اُس کو تجربہ حاصل ہی ، غرض کہ ایک تماشہ کے بعد دوسرا ایسا تماشہ جو پہلے سے بالکل مختلف ہی اُس کی نظر سے گذرتا ہی ، یعنی شاہانہ ریاست کے بجاے ایک بالکل ضعیف ریاست کا وجود اُس کو نظر آتا ہی اب اس اختلاف اور فرق کی کیفیت تم اُس کو کس طرح سمجھاؤگے اور اُن کو باہم کس طرح سے مطابق کروگے تاکہ اُس کی طبیعت فکر سے مخلوب نہوجاوے ۔

اب فرض کرو کہ شہر مذکور کی اُنیسویں صدی کے رئیس بارھویں صدی کے شہروں کی حالت معائنہ کریں ، اور دونوں صدیوں کے حالات اور کیفیت کو ایک ہی وقت میں ایک ساتھہ دیکھیں ، پس جبکہ کسی شہر کے عام امور اور اُس کی حالت اور حکومت اور تمام مجمع خلایق کو دیکھینگے تو معلوم ہوگا ، کہ اُس میں کوئی رئیس اس قسم کا نہیں اور ارک کسی ایسے رئیس کا ذکر تک نہیں کرتے (یعنی جیسے رئیس کہ اس زمانہ میں ہیں) اور اُن کی کچھہ مداخلت کسی امر میں نہیں پائی جاویگی ، اور بالکل بیقدر و منزلت ظاہر ہونگے ، اور سلطنت ہی میں اُن کی کچھہ بے قدری نہیں بلکہ اگر ہم اُن کی حالت کو سمجھنا چاہینگے اور اس بات کو دیکھنا کہ وہ اپنی حالت کی نسبت کیسی گفتگو کرتے ہیں اور بلحاظ تعلق حکومت فرانس کے عموماً اُن کا حال اُن کی آنکھوں میں کیسا ہی ، تو ہمکو اُن کی گفتگو اور طریقوں میں ایک بڑی بزدلی اور عاجزی ظاہر ہوگی ، اُنکے اقاے قدیم یعنی حاکمان ملک جنسے اُنھوں نے اپنی ازادی کے حقوق جبرا قہرا حاصل کیئے اُن کے ساتھہ حقیقت میں نہیں گفتگو میں ایسے غرور و تکبر سے پیش آتے ہیں جس سے ہمکو حیرت ہوگی لیکن اُن کو اُس پر کچھہ تعجب اور غصہ نہیں آتا ۔

اب فرض کرو کہ ہم خاص شہر کے اندر جاکر دیکھیں کہ اُس میں کیا گذرتا ہی ، تو اُس کی کیفیت آج کل کے شہروں سے مختلف پائی جاویگی ، چنانچہ ہم ایک قلعہ کی مانند مستحکم مقام میں اُس کو مسلح باشندوں سے معمور دیکھیں گے اور معلوم ہوگا کہ رئیس اپنے اوپر آپ محصول لگاتے ہیں اور اپنے حاکم مقرر کرکے خود دادرسانی کرتے اور سزا دیتے ہیں ، اور اپنے تمام امور میں مشورہ کرنے کے واسطے مجمع منعقد کرتے ہیں ، سب لوگ ان مجمعوں میں شریک ہوتے ہیں اور اپنے اقاے یعنی حاکم ملک سے لڑائی اور مقابلہ کرتے ہیں ، اور اُن کے پاس اپنی بھرتی کی ہوئی فوج موجود ہی ؛ القصہ وہ اپنی حکومت خود کرتے ہیں اور بادشاہ ہیں ، یہہ وہی صورت اور اختلاف ہی جس سے اٹھارھویں صدی کے شہر فرانس میں بارھویں صدی کے رئیس کو اسقدر حیرت ہوئی تھی صرف اجزاء میں تغیر واقع ہوگیا ہی فرضکہ پچھلی مثال کے شہر میں فرقہ رئیسوں کا بالکل مختار و مالک تھا اور شہر کی کچھہ حقیقت نہ تھی ، اور پہلی مثال کے شہر میں ریاست کا منصب کچھہ باقی نہیں رہا ، بلکہ شہر کو ہر طرح کی منزلت حاصل ہوگی ۔

اس میں کچھہ شک نہیں کہ بارھویں صدی اور اٹھارھویں صدی کے درمیان میں بہت سے حالات پیش آئے ہونگے ، اور بہت سے عجیب اور غریب واقعات اور انقلاب ظاہر ہوئے ہونگے ؛ جن کے سبب سے مجمع خلایق کے ایک گروہ میں ایسی بڑی تبدیلی واقع ہوئی باوجود اس تبدیلی کے کچھہ شبہہ نہیں ہوسکتا کہ بمقتضاے حالت ملکی کے بارھویں صدی کے ملکی گروہوں سے تیسری حقیت سنہ ۱۷۸۹ ع کی پیدا ہوکر بمنزلہ اُن کے وارث کے قایم ہوئی تھی ، یہہ فرانسیسیوں کی قوم جو اسقدر مغرور اور بلند ذہن ہی اور جو بڑے بڑے دعوے کرتی ہی ، اور جو اپنی بادشاہت یعنی اختیار مطلق کو ایسے زور شور سے شہرت دیتی ہی ، اور صرف اپنی ہی تہذیب اور اصلح اور حکومت کرنے کا اُسکو دعوی نہیں ہی بلکہ تمام دنیا کی حکومت اور اصلح کا دعوی کرتی ہی ، بیشک بالتخصیص اپنے اعلی جزوں کے لحاظ سے اُن رئیسوں کی نسل میں سے ہی جنھوں نے بارھویں صدی میں فرانس کے کسی گوشہ میں اپنے اقا یعنی حکام ملک کے سخت ظلم سے محض اپنی حفاظت کرنے کے واسطے سرتابی اور بغاوت کی ، گو

یہہ کام اُن کی طرف سے گمنام طور پر ہوا مگر بڑی بہادری اور جرات اُن سے ظاہر ہوئی ۔

بیشک بارھویں صدی میں جو حالت شہروں کی تھی اُس سے ہمکو ایسے بڑے اختلاف † یا تغیر کی وجہہ معلوم نہوگی ' بلکہ وہ تبدل اور اُس کے اسباب اُن واقعات کے ذریعہ سے ظاہر ہونگے جو اُس کے بعد بارھویں صدی سے اٹھارھویں صدی تک گذرے ' اُن ہی واقعات سے ہمکو اُس کی ابتدا اور ترقی کا حال واضح ہوگا ' باوجود یکہ تیسری حقیقت کی اصل و ابتدا کو اُس تبدل کے تاریخی حالات میں بہت کچھہ قدر و منزلت حاصل رہی ہی ' اور اگرچہ ہمکو اُس کے انجام کا سراغ اور راز تو اُس سے معلوم نہوگا مگر اُس کی بنیاد پڑنا دریافت ہوجاویگا ' کیونکہ جوکچھہ وہ حقیقت اول میں تھی وہی صورت اُس کی اُس حقیقت سے بھی ظاہر ہوگی جو اُسکو شاید اُس سے زیادہ حاصل ہوئی ہی ' اور جسقدر ظاہری حالات سے اُسکا احتمال ہوسکتا ہی ' پس اگر بارھویں صدی کے شہروں کی حالت کا نقشہ کو وہ کاملہ طور سے آپ لوگوں کو دیکھایا جاوے تو میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کو امر مذکورہ کا یقین آجاویگا ۔

اس امر کے اچھی طرح سمجھنے کے واسطے شہروں کی حکومت پر دو حیثیت سے نظر کرنا ضرور ہی یعنی اِن دو اُمور کی تحقیق کرنا چاہیئے ۔

اول شہروں کی آزادی ' یہہ انقلاب کس طرح پر واقع ہوا اور اُس کے سبب کیا تھے اور اُس کی وجہہ سے رئیسوں کی حالت میں کیا تبدل واقع ہوا اور عام خلقت یعنی دوسرے گروہوں اور سلطنت پر اُسکا کیا اثر ہوا ' اور دوسرا امر آزاد شدہ شہروں کی حکومت اور اُنکی اندرونی حالت اور رئیسوں کے باہمی تعلقات اور اُن اصول اور طریقوں اور رسم و رواج سے متعلق ہی جو شہروں میں رائج اور شایع تھے ۔

ان ہی دو مضمونوں سے یعنی ایک تو اُس تبدیلی سے جو اہل شہر کی حالت معاشرت میں واقع ہوئی ' اور دوسرے اُنکی ملکی حکومت اور گروہوں کی حالت سے ' وہ تمام اثر اور مداخلت ظاہر ہوگی جو زمانہ حال کی شایستگی میں اُنکی جانب سے ظہور میں آئی ' اس تاثیر اور مداخلت سے جو کچھہ واقعات پیدا ہوئے اُن سب کا منبع ان ہی سببوں میں سے ایک نہ ایک سبب ہوگا ؛ پس جبکہ ہم ان تمام حالات کو جمع کرکے ایک تو شہروں کی آزادی کی ماہیت بخوبی سمجھہ لیں ' اور دوسرے شہروں کی حکومت کے طریقہ سے واقف ہوجاویں تو ہمکو اُن شہروں کی تاریخ کی گویا ہو نکچیار ہاتھہ لگ جاویگی یعنی اُن کے سبب سے ہم پوری حالت روشن ہوجاوینگے ۔

اخیر میں کچھہ حال یورپ کے شہروں کی مختلف حالتوں کا بیان کرونگا جو حالت کہ میں تم پر ظاہر کرنے کو ہوں وہ بارھویں صدی کے تمام شہروں یعنی اٹلی اور اسپین اور انگلستان اور فرانس کے شہروں سے عموماً بلا امتیاز متعلق نہیں ہیں ' بیشک بعضے حالات ایسے ہیں جو اُن سب سے علاقہ رکھتے ہیں مگر اُن میں اختلاف بڑے بڑے اور واقعت ہیں ' میں اُن اختلافوں کو اس لکچر میں سرسری طور سے ظاہر کرونگا اور شایستگی کے آیندہ زمانہ میں وہ اختلاف پھر پیش آوینگے اُسوقت اُنکی تحقیقات بخوبی تمام کیجاویگی ۔

شہروں کی آزادی کی کیفیت سمجھنے کے واسطے آپ صاحبوں کو اس بات کا یاد دلانا ضرور ہی کہ پانچویں صدی سے گیارھویں صدی تک یعنی رومی شہنشاہی کے زوال سے عام لوگوں کے ہنگامہ اور انقلاب کے شروع تک شہروں کی کیفیت کیا تھی ' اور پھر میں مکرر کہتا ہوں کہ اُن میں بہت بڑے اختلاف تھے یورپ کے مختلف شہروں کی حالت میں بڑا فرق تھا تاہم بعض عام واقعات ایسے ہیں جو قریباً سب شہروں کی نسبت صادق آسکتے ہیں اور میں اسی قسم کے واقعات پر اپنی گفتگو کو محصور رکھونگا ' اور جب کہ میں اس قید کو اوٹھادونگا تو جو کچھہ میں بیان کرونگا وہ خصوصاً ملک فرانس کے شہروں اور زیادہ شمالی فرانس کے شہروں سے جو دریائے برون اور لوار کے پار واقع ہیں متعلق اور منسوب ہوگا ' جو کیفیت کہ میں ظاہر کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اُس کے بڑے اجزا اور مدعا یہی شہر ہونگے ۔

روم کی شاہنشاہی کے زوال کے بعد پانچویں صدی سے دسویں صدی تک شہروں کی حالت متوسط درجہ کی تھی یعنی نہ تو وہ غلامی کی حالت میں تھے نہ آزادی کی ' واضح ہو کہ مجھکو لفظوں کے استعمال کرنے میں اندیشہ اور تردد پیش آتا ہی جسکا میں نے ایک اور مقام پر واقعات اور لوگوں کے تذکرہ میں ذکر کیا تھا ' جب کہ ایک مجموع خلایق اور ایک زبان پر مدت گذرتی ہی تو الفاظ کے معنی کامل اور معین اور درست یعنی ایسے قایم ہو جاتے ہیں جو جایز اور صحیح ہوں ' ہر لفظ اور ہر اصطلاح کے معنی میں زمانہ کے گذرنے سے بہت سے خیالات قایم ہوجاتے ہیں اور جسوقت کہ وہ لفظ بولا جاتا ہی اوسیدم وہ سب خیالات ہمارے ذہن میں گذرتے ہیں اور جو کہ وہ سب معنی ایک ہی سنہ اور تاریخ سے علاقہ نہیں رکھتے اسوجہہ سے اُنکا استعمال تمام زمانوں کی نسبت مساوی طور سے صادق

† یہ اختلاف یہہ ہی کہ سابق میں رعایا میں سے صرف رئیسوں کو ملکی معاملات میں اختیارات حاصل تھے بعدہ عام لوگوں کو بھی اُن میں مداخلت ہوگئی جیسے کہ آج کل حاصل ہی

نہیں کہسکتا ، مثلاً الفاظ غلامی اور آزادی ہماری طبیعتوں میں آج کل وہ خیالات پیدا کرتے ہیں جو یہ تیسرے آٹھویں نویں یا دسویں صدی کے ہم جنس واقعات کے زیادہ تر کامل اور درست ہیں اگر ہم کہیں کہ آٹھویں صدی میں شہر آزادی کی حالت میں تھے تو یہہ کہنا ہمارا یہہ بڑھکر ہوگا کیونکہ فی الحال جو معنی لفظ آزادی کے ہم سمجھتے ہیں اُنسے آٹھویں صدی کی آزادی کی کیفیت ظاہر نہیں ہوتی علیٰ ہذاالقیاس اگر ہم یہہ کہیں کہ شہر غلامی کی حالت میں تھے تب بھی ہم ایسی ہی غلطی میں پڑینگے کیونکہ لفظ مذکور اُس زمانہ کے شہروں کی حالت سے بہت مختلف معنی رکھتا ہی .

میں مکرر کہتا ہوں کہ اُسوقت میں شہر نہ تو غلامی کی حالت میں تھے اور نہ آزادی کی حالت میں ، وہ تمام برائیاں جو ضعف اور ناتوانی کے ساتھہ ہوتی ہیں سہتے تھے ، قوی اور زبردست لوگوں کے زور اور ظلم اور لوٹ کھسوٹ کو ہمیشہ گوارا کرتے تھے مگر باوجود ان تمام سخت بدانتظامیوں اور اپنی مفلسی اور کم آبادی یعنی ویرانہ پن کے شہروں کی قدر و منزلت کسیقدر قائم رہتی تھی اور اب بھی قائم ہی ، اکثر شہروں میں ایک پادری اور ایک بڑا پادری مرجوعہ تھا جو لوگوں پر بڑی قوت اور رعب داب کے سبب سے بمنزلہ اُس زنجیر کے تھا جس سے رعایا اور اُسکے فتح کرنے والے وابستہ تھے ، اور اسیطرح سے شہر کو ایک قسم کی خود مختاری حاصل رہتی تھی اور مذہب کی سپر سے اُسکی حفاظت ہوتی تھی ، علاوہ اسکے شہروں میں رومیوں کے قواعد اور ضابطوں کی بہت سی ٹوٹی پھوٹی علامتیں باقی تھیں ، اُس زمانہ میں مجلس سینٹ یعنی مجلس امرا اور مجلس کیوریا یعنی مجلس عام کا اکثر منعقد ہونا پایا جاتا ہی ؛ چنانچہ اُس قسم کے بہت سے حالات سوکنی صاحب وغیرہ نے جمع کیئے ہیں اور عام مجلسوں اور شہروں کے مجسٹریٹوں کا چرچا پایا جاتا ہی ، امورات متعلقہ سول یعنی ریصیٹ اور ہیہ وغیرہ کا انتظام مجلس کیوریا میں مجسٹریٹوں کے حکم سے ہوتا تھا جیسا کہ رومی شاہنشاہی میں انتظام شہر کی کمیٹی کے ذریعہ سے عمل میں آتا تھا ، یہہ صحیح ہی کہ باقی امور میں شہریوں کی اصلی سرگرمی اور آزادی رفتہ رفتہ جاتی رہی ، رحشہ اور بدانتظامی اور روز افزوں خرابیوں سے جلد جلد شہر ویران ہونے لگے ، مضافات میں مالکان اراضی کے مستقل سکونت اختیار کرنے اور روز بروز دھقانی طریقہ زندگی کے غلبہ پانے سے شہروں کو دن بدن زوال ہوتا گیا ، اُسوقت خود بڑے پادری بھی جبکہ وہ طوایف الملوکی کے ڈھنگ پر آئے اپنی اُس وقعت کو کم سمجھنے لگے جو شہروں کے انتظام میں دخیل ہونے کے سبب سے اُنکو حاصل تھی ، آخرکار جبکہ سلسلہ طوایف الملوکی پورے لہجہ پر پہونچا تو شہر غلامی کی حالت میں مبتلا ہوئے بغیر ایک حاکم کے اختیار و قابو میں آگئے ، اور کسی نہ کسی ریاست کی حد میں داخل ہوگئے ، اور وہ تمام خود مختاری جاتی رہی جو نہایت رحشیانہ وقت میں یعنی وحشیوں کے ابتدائی حملہ کے زمانہ میں اُنکو حاصل تھی ؛ پس پانچویں صدی سے طوایف الملوکی کے انتظام کے کامل ہونے تک شہروں کی حالت ہمیشہ معرض زوال میں رہی .

جبکہ سلسلہ طوایف الملوکی بخوبی قایم ہوگیا اور ہر آدمی اپنے مقام پر مستحکم اور اپنی اراضی اور حقیقت پر قابض اور مسلط ہوچکا ، اور خانہ بدوشی کی طرز پر زندگی بسر کرنا موقوف ہوگیا ، تو اُسکے تھوڑے عرصہ کے بعد شہروں کو پھر کچھہ کچھہ منزلت حاصل ہونے لگی ، اور کچھہ سوگرمی اور زندہ دلی از سرنو اُنمیں ظاہر ہوئی ، انسانوں کی سوگرمی اور کاروبار میں مصروف ہونے کا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ زمین کی قوت پیداوار کا ، جسوقت سے بدانتظامی اور ہنگامہ موقوف ہوتا ہی اُسیوقت سے انسانوں کے کاروبار میں ہر کارخانہ دوبارہ اپنا ظہور کرتا ہی اور ہر شی مکرر قایم ہوکر بارآوری اور زرخیزی دیکھاتی ہی ، انسان کی طبیعت کا خاصہ ہی کہ جب اُسکو امن اور انتظام کی خواہی روشنی بھی نظر آتی ہی تو اُسکے دل میں امید قایم ہوتی ہی اور اُس اُمید کے سہارے پر وہ فروا زندگی کے کاروبار پر مترجعہ ہوتا ہی ، چنانچہ جسوقت طوایف الملوکی کا انتظام کسیقدر قایم ہوگیا تو جاگیر داروں میں نئی نئی حاجتوں اور خواہشوں اور ترقی اور تہذیب کا کسیقدر شوق پیدا ہوا ، اس حاجت اور شوق کے پورا کرنے کے واسطے کسیقدر تجارت اور معدنی اُن کی قلمرو کے شہروں میں دوبارہ ظاہر ہوئی اور مال اور دولت اور آبادی نے اُن میں مراجعت کی ، یہہ صحیح ہی کہ یہہ مراجعت آہستہ آہستہ ہوئی مگر بہر حال ہوئی ، اُن حالات میں جن کے سبب سے یہہ نتیجہ پیدا ہوا ایک امر کو میرے نزدیک بہت خفیف سمجھا جاتا ہی وہ امر وہ حق تقدس ہی جو گرجوں کو حاصل تھا ، چنانچہ شہروں کے نام اور بھال ہونے اور اُن کی فصیلوں اور شہر پناہوں وغیرہ سے محفوظ اور مستحکم ہونے سے پہلے جن سے مظلوموں اور مصیبت زدوں کو پناہ ملتی ہی ، شہروں میں بجز اُس سلامتی کے جو اُن میں گرجا کے موجود ہونے سے حاصل تھی اور کوئی ذریعہ حفاظت اور جان بچانے کا نہیں تھا ؛ پس صرف گرجوں کے حق تقدس کی وجہہ سے آفت زدہ مفرور لوگ شہروں میں آکر رہنے لگے اور گرجا کے اندر اور اُس کے آس پاس پڑاؤ کیئے لگے ، اُن میں صرف غلام اور ادنی درجہ کے لوگ وہاں آکر پناہ نہ لیتے تھے بلکہ مالدار بدمعاش اور لوٹ کھسوٹ کرنے والے بھی گرجا کی پناہ میں آتے تھے ، اس قسم کے حالات اُس زمانہ کی تاریخ میں

ثبوت سے پائے جاتے ہیں، تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص ایک وقت میں قوی تھے اُن کا تعاقب کسی اور زیادہ قوی نے همسایہ نے کیا بلکہ خاص بادشاہ اُن کے برباد کرنے پر آمادہ ہوتا تھا اور وہ لوگ اپنی جاگیریں چھوڑ چھوڑ کر جو کچھ اپنا مال و متاع اپنے همراہ لاسکتا ممکن ہوتا تھا ساتھ لیکر شہروں میں پناہ لیتے تھے، غرض کہ ایسے لوگ بھی گرجا کی حمایت کے سایہ کو قبول کرکے شہری بن گئے، میرے نزدیک اس قسم کی پناہ لینے والوں کا بھی کچھہ نہ کچھہ اثر شہروں کی ترقی اور آبادی پر ضرور ہوا اُنھیں کے ذریعہ سے شہروں میں مال و دولت کی زیادتی ہوئی اور عمدہ عمدہ رئیس اور شریف شہر کی آبادی میں شامل ہوئے، علاوہ اس کے یہہ بات کون نہیں جانتا ہی کہ جب ایک دفعہ کوئی گروہ قایم ہوجاتا ہی تو لوگ ہر طرف سے آکر خود بخود اُس میں شامل ہوتے لگتے ہیں، ایک تو اس وجہہ سے کہ وہاں اُن کو امن و امان زیادہ حاصل ہوتی ہی، دوسری اُس صحبت اور معاشرت کی وجہہ سے جو انسانوں کی طبیعت میں ہر حالت میں موجود ہی اور کبھی علحدہ نہیں ہوتی،

جب کہ سلسلہ انتظام طوایف الملوکی کسیقدر قایم ہوگیا تو اسی قسم کے سببوں کے اجتماع سے شہروں کو پھر کسیقدر قوت حاصل ہوئی مگر اُسیقدر حفاظت اُن کو حاصل نہ ہوئی، یہہ سچ ہی کہ غائبہ بدوی کا طریقہ موقوف ہو گیا مگر یہہ طوز زندگی ایسا تھا کہ فتحمند لوگ جو اب مالک ملک ہوئے اُسی کے ذریعہ سے خاص اپنے قوی جذبوں اور خواہشوں کو پورا کرتے تھے، جب کبھی وہ لوٹ کھسوٹ کرنا چاہتے تھے تو کسی دور و دراز ملک کی طرف مہم کرتے تھے، اور تازہ دولت اور نئی کامیابی کی تلاش میں جاتے تھے، مگر جب ہر ایک اُن میں سے ایک دوسرے کے قریب مقیم ہوگیا اور جو طریقہ غارتگری اور فتحمندی کا اب تک اُن کی طبیعتوں میں سمایا ہوا تھا اُس سے دست کشی لازم آئی تو اُن کی سخت طمع کم نہوئی؛ اور عجیب و غریب خواهشیں اور سخت جذبے پیدا ہوئے؛ پس اُنھوں نے اُن لوگوں پر جو اُن کے قریب اور هاتھہ کے نیچے تھے یعنی شہروں کی آبادی پر خوب هاتھہ صاف کیئے، اور دور جانے کے بدلے گھر ہی میں لوٹ مار کرنے لگے، دسویں صدی کے شروع سے امیر لوگ شہروں کو پھونکنے اور ہر طرح پر اُن کا مال و دولت غصب کرنے لگے؛ چنانچہ جب کبھی کوئی جاگیردار جس کی جاگیر میں کوئی شہر ہوتا تھا اپنی طمع پوری کرنا چاہتا تھا تو اُسی شہر کے باشندوں پر دست تظلم اور غارت گری هواز کرتا تھا، اسی زمانہ میں شہر کے رئیسوں نے اس امر کی شکایتیں زور شور کے ساتھہ کرنی شروع کیں کہ تجارت بالکل خطرہ میں رهتی ہی اُسکی کچھہ حفاظت نہیں ہوتی، سوداگر سفر کو بھروسہ ملی کرکے اپنے شہروں میں سلامتی کے ساتھہ نہیں آنے پاتے تھے، شہر کے قرب و جوار کی سڑکوں کو مالک ریاست اور اُس کے پیروکار گھیرے رهتے تھے غرض کہ جسوقت معمف اور کارخانے تورتازہ ہونے لگے تھے اُسوقت اُن کی حفاظت اور سلامتی بالکل نہ تھی، آدمی کو کسی شی پر ایسا غصہ نہیں آتا جیسا کہ اس بات سے آتا ہی کہ اُس کے کاروبار میں کوئی خارجی مزاحمت پیدا ہو اور جو ثمرہ کہ اُس نے اپنی محنت سے اُٹھانا چاہا تھا اُس سے وہ محروم کیا جاوے، بیشک ایسی حالت میں بہ نسبت اُس صورت کے اُس کو زیادہ رنج و الم ہوتا ہی جب کہ اُس کی زندگی کے طریقے اور حالات صرف تھوڑے ہی عرصہ سے مستقل اور غیر متبدل ہوئے ہوں، اور جو کچھہ اُس سے چھین لیا جاوے وہ خاص اُسیکی محنت اور سرگرمی کا نتیجہ نہو، نہ جسکی نسبت اُس کے دل میں تمام ولولہ اور جوش خوشی اور اُمید کا پیدا ہوا ہو؛ غرض کہ آدمیوں یعنی آبادی کے مال و دولت کی ترقی میں ایک ایسا اصول دخیل ہی کہ اُس کے سبب سے آدمی بہ نسبت کسی اور وجہہ کے ظلم و تعدی کے مقابلہ اور انسداد پر بہت زیادہ سرگرم اور برانگیختہ ہوتا ہی،

پس دسویں صدی میں شہروں کی حالت ایسی تھی یعنی اُن کی قوت اور وقعت اور مال و دولت غرض اور مطلب کی روز بروز زیادہ حفاظت درکار تھی، اور اسیکے ساتھہ خود شہروں کی حفاظت اس سے زیادہ ضروری ہوگئی تھی کیونکہ ملک کے حاکم اُن کی قوت اور دولت پر دن بدن زیادہ حسد کرتے جاتے تھے، پس غارت اور خرابی کو بھی اُن ذریعوں کے ساتھہ ساتھہ ترقی ہوئی جو اُس کے دفعیہ اور انسداد کے واسطے حاصل ہوئے، علاوہ اس کے انتظام طوایف الملوکی سے تمام لوگوں کو جو اُس سے مستفید ہوئے متواتر مقابلہ اور سرتابی کی رغبت ہوئی؛ یعنی ہر شخص خود مختار بنگیا اور اُس سے ایسے مسلسل اور باضابطہ انتظام کا خیال لوگوں کے دل میں پیدا نہوا کہ صرف اُسی کے ذریعہ سے سب لوگ محکوم و مطیع رهیں، برخلاف اس کے اُس سے ایسا نقشہ ظاہر ہوتا تھا جس میں ہر متنفس کی طبیعت اطاعت سے منکر تھی، چنانچہ اعلی درجہ کے امیروں کے جو ذیلی جانبردار تھے اُن کا حال بھی اپنے آقاؤں کی نسبت ایسا ہی تھا، اور سب قسم کے امیروں میں درجہ بدرجہ یہی کیفیت تھی؛ پس جسوقت کہ شہر مظلوم اور مصیبت زدہ تھے اور ننگے اور بڑی بڑی غرضوں اور مطلبوں کی تفویت اُن میں ہونی ضرور تھی تو اُن کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت بغاوت اور سرتابی موجود رهتی تھی۔ طوایف الملوکی کے انتظام سے

انسان کو صرف یہہ فایدہ حاصل ہوا کہ اُس کی طبیعت کی جو کچھہ کیفیت اُس کی تمام زور و قوت کی نمایش کے ساتھہ ہوتی ہی وہ اُس سے برابر ظاہر ہوئی ' اور یہہ نمونہ یا نصیحت یادگار ہوئی ' پھر شہر باوجودیکہ ناتوان اور کمزور اور اپنے حاکموں یا امیروں کے مقابلہ کے قابل بالکل نہ تھے ہر طرف برگشتہ اور باغی ہوگئے .

اس واقعہ کی ٹھیک ٹھیک تاریخ قرار دینی دشوار ہی ' عام طور پر بیان کیا جاتا ہی کہ عام لوگوں کی آزادی کا ظہور گیارھویں صدی سے شروع ہوا ' مگر تمام بڑے واقعات سے ظاہر ہی کہ کسی ایک کوشش کے کامیاب ہونے سے پہلے بہت سی کوششوں کا انجام یہہ ہوتا ہی کہ وہ گمنام اور بےنتیجہ رہتی ہیں اور بڑی بڑی مصیبتیں پیش آتی ہیں ' قدرت کا یہہ قاعدہ ہے کہ ہر کام میں اپنے ارادوں کے پورا کرنےکے واسطے بہت سی جرات اور دلاوری اور بہت سے اوصاف اور خوبیوں کو تصدق کردیتی ہی اور بڑے بڑے نقصان روا رکھے جاتے ہیں یہاں تک کہ خود انسان کی جان اُس میں کام آتی ہی ' اور بہت سی سخت جانفشانی اور محنتوں کے بعد جنکا حال تاریخ اور ظاہر تک نہیں ہوتا اور جنمیں بہت سے عالی ہمت لوگوں کو بڑی دلشکنی حاصل ہوتی ہی اور یقین تک ہوجاتا ہی کہ ہمارا مدعا ہاتھہ سے جاتا رہا آخر کار کامیابی نصیب ہوتی ہی ' ایسا ہی بیشک اُس زمانہ میں عوام کو پیش آیا ' کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ آٹھویں نویں اور دسویں صدی میں بہت سے ارادے مقابلہ کے ہوئے اور آزادی کی راہ میں بہت لوگوں نے قدم مارا اور اُن کو ناکامیابی ہی نصیب نہیں ہوئی بلکہ اُن کی یادگار بھی کچھہ نظر اور عزت کے ساتھہ باقی نہیں رہی ' مگر یہہ سچ ہی کہ ان کوششوں کا اثر واقعات آیندہ پر ہوا اور اُنکے سبب سے آزادی کی ہمت تایم اور تر و تازہ ہوتی رہی اور گیارھویں صدی کی بڑی بغاوت کا راستہ صاف اور طیار ہوگیا .

میں اُس واقع کا بالارادہ بغاوت نام رکھتا ہوں ' عوام الناس کی آزادی گیارھویں صدی میں فی الواقع ایک بغاوت اور لڑائی کا نتیجہ تھی جو اہل شہر نے اپنے حاکموں اور امیروں کے مقابلہ پر برپا کی تھی ؛ چنانچہ یہی امر مقدم جا بجا تاریخوں میں نظر سے گذرتا ہی کہ شہریوں نے سر تابی کی اور جو چیز اُن کے ہاتھہ لگی اُس سے اپنے آپ کو مسلح کیا اور حاکم کے پیرو کاروں کو جو زور و ظلم سے روپیہ پیسہ لینے آئے تھے مارکر نکال دیا اور امیروں کے قلعوں پر حملہ کیا یہہ سب امور لڑائی کی علامت ہیں ' اگر بغاوت میں کامیابی نہوتی تھی تو متعہد امیر حکم دیتا تھا کہ شہر والوں نے جو قلعہ بندیاں کی ہیں اور مستحکم مکان بنائے ہیں مسمار کردیئے جاویں اور شہر ہی کے گرد پیش نہیں بلکہ ہر مکان مستحکم کے آس پاس کے تمام مورچوں اور پناہ کے سامانوں کو برباد کردیتا تھا ؛ چنانچہ معلوم ہوتا ہی کہ جب امیر مجلس جمع کرکے لوگوں سے اتفاق اور امداد باہمی کے واسطے عہد و پیمان اور حلف لیتا تھا تو اُس کے بعد شہر والے ہمیشہ اپنے مکانوں کے مضبوط اور مستحکم کرنے پر رجوع کرتے تھے ' بعض شہر جو اس زمانہ میں بالکل گمنام ہیں مثلاً جوورٹے سے شہر ویزلی واقع ڈائیومور نالس نے اپنے امیر کے مقابلہ میں بہت مدت تک سخت لڑائی قائم رکھی ' اور جبکہ صاحب خانقاہ ویزلی کو فتح حاصل ہوئی تو اُس نے شہریوں کے مستحکم اور مضبوط مکانات کے برباد اور تباہ کرنے کے واسطے فوراً احکام صادر کیئے ' جن لوگوں کے مکانات اس طرح پر مسمار کیئے گئے اُن میں سے اکثر کا نام باقی رہا ہی .

اب ہم اپنے بزرگوں کے مکانات کی اندرونی حالت کو دیکھیں کہ اُن کی تعمیر کا طرز کیا تھا اور اُس سے کس قسم کا طرز زندگی اُن کا پایا جاتا ہی ' اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اُن کا سارا ڈھنگ لڑائی کا تھا اور تمام علامتیں اُن کی لڑائی پر دلالت کرتی ہیں .

چنانچہ شہر کے رہنے والے کا مکان بارھویں صدی میں جہاں تک کہ اُس کا بیان ہوسکتا ہی اِس نقشہ پر ہوتا تھا ؛ یعنی عموماً تین فرش اُس میں رکھے جاتے تھے اور ہر فرش پر ایک کمرہ ہوتا تھا ؛ تہہ زمین پر عام کمرہ ہوتا تھا جس میں اہل خاندان کھاتے پیتے تھے ' پہلا فرش بغرض حفاظت کے بہت بلند ہوتا تھا ' یہہ علامت اُن کی تعمیر کی نہایت مشہور و معروف ہی ' اُس فرش پر وہ کمرہ ہوتا تھا جس میں صاحب خانہ اور اُس کی زوجہ سکونت رکھتی تھی ' اور مکان کے گوشہ پر علی العموم ایک برج مربع بنایا جاتا تھا ' یہہ دوسری علامت لڑائی کی ہی جس کے ذریعہ سے حفاظت متصور تھی ' اور دوسرے فرش پر جو کمرہ ہوتا تھا اُسکا فائدہ مشتبہہ ہی خالیا بچوں اور باقی کنبہ کے کام آتا ہوگا ' اور سب سے اوپر ایک چھوٹا چبوترہ اکثر ہوتا تھا ظاہر ہی کہ اس چبوترہ پر سے دور کے حالات مقصود ہوتے تھے غرض کہ اس طرز عمارت سے لڑائی کی کیفیت نمایاں ہوتی ہی جس تحریک اور کوشش کے سبب سے عوام الناس کو آزادی حاصل ہوئی اُس کی ظاہری علامت اور صحیح نام بھی تھا جو بیان ہوچکا .

جب لڑائی کسی مرصہ تک قایم رہتی ہی تو گو لڑنے والے کوئی کیوں نہوں آخر کار انجام اُس کا صلح پر ہوتا ہی ' پس صلح کے عہد و پیمان عام لوگوں اور اُنکے دشمنوں میں اُن شاہی سندوں کے ذریعہ سے ہوئے جنکا حال سب پر روشن ہی ' شہریوں کو جو سندیں

ملیں اُنکر اهل شهر اور حاکموں کے درمیان بطور عهد و پیمان کے سمجهنا چاهیئے ۔

بغارت عام هوئي ، جیکه میں عام کهتا هوں تو میري یهه مراد نهیں هی که کسي ملک کے تمام شهریوں میں اتفاق یا سازش تهي ، بلکه عوام الناس کي حالت هر جگهه قریب قریب یکساں تهي هر جگهه ایک هي خطرة اور خرابیوں میں سب مبتلا تهے اور اُنکي حفاظت اور مقابله کے ذریعه سے یکساں تهے ، پس قریباً ایک هي زمانه میں اُن ذریعوں کو روبعمل میں لائے ، طریقه اور نمونه سے بهي شاید کچهه اثر هوا هو اور کسي ایک یا دو شهروں کي کامیابي سے مرض بغاوت وبا کي طرح پهیل گیا هو ، کیونکه بعض اوقات سنديں بهي سب ایک هي نمونه پر لکهي گئیں مثلاً شهر ٹاین کي سند کے موافق استاد شهر هواپس اور کوئن ٹن وغیرة قلمبند هوئیں ، مگر مجهکو شبهه هی که ایسا نمونه یا طریقه کا اسقدر اثر هوا جسقدر که خیال کیا گیا هی ، کیونکه اُس زمانه میں باهمي آمد و رفت دشوار اور شاذ و نادر تهي اور کهنے سنے کا کچهه اثر بطوریي نهوتا تها ، زیادة غالب سبب بغاوت کا یهه معلوم هوتا هی که سب مقاموں کے حالات مشابه تهے اور لوگوں میں خود بخود عام ولوله هنگامه کا پیدا هوا ، عام سے میري یهي غرض هی که هر جگهه ظهور اُسکا هوا یهه غرض نهیں هی که لوگوں نے باهم اتفاق اور مشورة کرکے بغاوت کي بلکه خاص خاص مقاموں میں تحریک اور پراگندگي هوئي اور وه ولوله اُٹها ، هر شهر کے لوگ اپنے حاکم کے مقابله پر خاص اپنے لیئے برگشته هوئے اور تمام کارروائي اُنکي اپنے هي شهر سے متعلق اور محدود رهي ۔

بڑے بڑے انقلاب اس لڑائي جهگڑے کے هوئے کامیابي هي کهي ایک فریق کو اور کبهي دوسرے فریق کو نهیں هوتي تهي بلکه جب امن و امان ظاهرا قائم هو گیا اور هر فریق نے سند یا معاهدة پر حلف اُٹها لیا تب بهي هر طرح سے اُسکے انفساخ اور اُس سے گریز کرنے پر کوشش کي جاتي تهي ، بادشاهوں کي طرف سے بهي اس لڑائي جهگڑے میں بهت سي کارروائي ظهور میں آئي اُسکا مفصل ذکر اُس موقع پر کیا جاویگا جیکه خاص بادشاهه کا حال قلمبند هوگا ، جو اثر اُسکا عوام الناس کي آزادي کے معاملة میں هوا شاید اُسکي تعریف بعض اوقات بهت سي کیجاتي هی اور کبهي اُسکي قدر و منزلت بهت کم کیجاتي هی اور کبهي اُسکي تاثیر سے محض انکار هوتا هی ، میں لسوقت اسقدر کهنے پر اکتفا کرتا هوں که بادشاه اکثر مداخلت کرتے تهے ، بعض اوقات اهل شهر اور کبهي اُمراء اُنسے اعانت چاهتے تهے اور بادشاه کبهي ایک طریقه پر اور کبهي دوسرے طریقه پر جو اکثر باهم مخالف هوتے تهے عمل کرتے رهے ، اور هرایک اپنے ارادوں اور منصوبوں کو پدلتے رهے ، مگر بهر حال بادشاهت کي بدولت شایستگي کي بابت بهت کچهه حاصل هوا اور اُسکے بڑے نتیجوں کي به نسبت اچهے اثر زیادة هوئے ۔

باوجوده انحراف و انفساخ اسناد اور معاهدوں کے انقلابوں کے برخلاف شهروں کي آزادي بارهویں صدي میں تکمیل کو پهنچي ، چنانچه تمام یورپ اور خصوصاً تمام فرانس میں جس میں سو برس تک بغارتوں کا هنگامه برپا رها شاهي سندیں کم رپیش مفید نتیجه سے لوگوں کو عطا هوئیں ، اور لوگوں کے مختلف گروهوں اور جاسوں کو تهوڑي بهت حفاظت اور سلامتي حاصل هوئي ، راستي اور حق کا غلبه هوا اور حقوق محفوظ هوئے ۔

اب همکو اس بڑے واقعه کے صریح نتیجوں کي جهان میں کوئي چاهیے ، اور اُن تبدیلیوں کو دیکهنا چاهیئے جو اُسکے سبب سے اهل شهر کي حالت اور مجموع خلایق میں هوئیں ۔ سب اول اُنکے سبب سے اُن تعلقات میں کچهه فرق نه آیا جو شهر والوں کو ملک کي عام حکومت یعني اُس گروه کے ساتهه تهي جسکو هم آج کل ارکان سلطنت کهتے هیں ، اور اُمورات سلطنت میں اُنکي مداخلت بهتیسے سابق کے کچهه زیادة نهوئي بلکه سب شهر والے اپنے شهر سے مخصوص رهے اور اپنے ضلع کي حدود میں کارروائي اُنکي محدوده رهي ، مگر ایک امر اس بیان کے برخلاف واقع هوا یعني شهروں اور بادشاهوں کے باهم ایک تعلق قائم هونے لگا ، کبهي کبهي شهر والے اپنے امیر کے مقابله پر بادشاه سے مدد مانگتے تهے یا جیکه اُن دونوں کے باهم حلفاً معاهدة هوتا تها تو شهر والے اُسکي تسبب امیر سے بادشاه کي ضمانت طلب کرتے تهے ، اور بعض اوقات امیر لوگ اپنے اور اهل شهر کے قضه قضایوں میں بادشاه کو پنچ بناتے تهے غرض که ایک نه ایک فریق کي درخواست سے بهت سے مختلف معاملات میں بادشاه کو مداخلت کرني پڑتي تهي ، اسیوجهه سے شهریوں اور بادشاه کے درمیان میں تعلق اور تعارف روز بروز بڑهتا جاتا تها ، اسي تعلق کیوجهه سے شهروالي وسط سلطنت تک پهونچتے گئے اور ملک کي عام حکومت میں اُنکو مداخلت هوتي گئي ۔ باوجود اسکے تمام امور خاص مقاموں میں محدوده رهے اور ایک تها اور عام فرقه آزادي کے حاصل هونے سے پیدا هوا ، اوتک شهروالوں میں کچهه اتفاق نه تها اور یه حیثیت ایک گروه کے وه کرني عام وجوه اور بقا اپني نه رکهتے تهے ، مگر اب یهه هوا که شهر مساوي الحالات اور اطوار اور اغراض کے لوگوں سے معمور هوگیا جنکے باهم ایک تعلق اور اتحاد بتدریج قائم هوئے بغیر نهیں رهه سکتا تها جس سے شهري هونے کا منصب پیدا هوا ، غرض که اس بڑي معاشرت کے فرقه کا یعني شهریوں کا قائم هونا خاص خاص مقاموں میں ازاديحاصل هونے کا ایسي نتیجه تها جو

یہہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اس گروہ کي حالت اُسوقت ایسي تھي جیسي کہ اُسکے بعد ہوگئي ، اس گروہ کي حالت ہي نہیں بدلي بلکہ اُسکے اصُول بھي بالکل مختلف ہوگئے ، بارھویں صدي میں یہہ گروہ صرف سوداگروں سے جو خفیف سي تجارت کرتے تھے اور چھوٹے چھوٹے حقیقدارروں سے جنھوں نے شہر میں سکرنٹ اختیار کي تھي مرکب تھا ، تین صدیوں کے بعد اُس میں وکیل اور حکیم اور ہر قسم کے عالم فاضل اور تمام خاص مقاموں کے حاکم شریک ہوگئے ، گروہ مذکور بتدریج اور بہت مختلف چیزوں سے مرکب ہوا ، تاریخ میں عموماً اُسکي ترقي اور مسلسل اختلاف کا بیان نہیں پایا جاتا جہاں کہیں اس گروہ کا ذکر تاریخ میں ہوتا ہی وہاں خیال کرلیا جاتا ہی کہ سب زمانوں میں اُسکے اجزا یکساں تھے ، مگر یہہ خیال لغو ہی ، مختلف زمانوں میں جو اختلاف اُسکي ترکیب میں موجود تھا شاید اُسي کے ذریعہ سے ہمکو اُسکے انجام کا عقدہ کھولنا چاہیئے جب تک کہ اُس میں حکام شہر اور عالم فاضل اور دانشمند شامل نہوئے اور وہ حالت اُس کو حاصل نہوئي جو سولھویں صدي میں ہوئي اُس وقت تک اُس کو وہ وقعت اور قدر و منزلت حاصل نہوئي تھي جو صدي مذکور میں ہوئي اُس کے اقبال و قوت کے اذغلابوں کے سمجھنے کے لیئے ضرور ہی کہ نئے نئے پیشہ وروں اور اخلاقي رتبوں اور درجوں اور اُس نئي حالت کي مسلسل ترقي کو جو بلحاظ عقل و فہم کے اُس کو حاصل ہوئي ملاحظہ کریں ۔ پھر میں مکرر کہتا ہوں کہ بارھویں صدي میں یہہ گروہ چھوٹے چھوٹے تاجروں سے جو بعد خرید و فروخت کرنے اپنے مال و متاع کے شہروں میں آکر گرشہ پکڑتے تھے اور ایسے حقیر داروں اور چھوٹے چھوٹے جاگیرداروں سے مرکب تھا جو شہر میں سکرنٹ اختیار کرتے تھے ، اس صورت میں ہم یورپ کے گروہ مذکور کو اُس کي ابتدائي حالت میں پاتے تھے ۔ تیسرا بڑا سبب عام آزادي کا وہ لڑائي جھگڑا تھا جو مختلف فرقوں میں رہتا تھا اور یہي تنازع آزادي کے وجود کا خاص باعث ہی اور اُس سے زمانہ حال کي تاریخ معمور ہی ، زمانہ حال میں جو یورپ کي حالت ہی وہ خلط کے مختلف فرقوں کي مخالفت سے قایم ہوئي ، جیسا کہ اور مقاموں پر ہم بیان کرچکے ہیں اس مخالفت سے مختلف نتیجے پیدا ہوئے ، مثلاً براعظم ایشیا میں ایک ہي وقت میں کوئي فرقہ بالکل فیروزمند ہوجاتا تھا اور چھوٹے چھوٹے فرقوں کي حکومت کے بعد بڑے بڑے فرقوں کي حکومت قایم ہوتي رہي ہی ، اور مجموع بحیثیت مجموعي غیر متبدل حالت میں رہا خدا کا شکر ہی کہ اس قسم کي کیفیت یورپ میں واقع نہیں ہوئي مختلف فرقوں میں سے کوئي فرقہ دوسرے فرقہ کو بالکل اپنا مطیع اور محکوم نہیں کرسکا ، اور اُن کا باہمي تنازعہ بجاے ایسا اصول پیدا کرنے کے جس سے سب کي حالت ہمیشہ یکساں رہے ترقي روز افزوں کا باعث رہا ہی ، بڑے بڑے فرقوں کے باہمي تعلقات اور وہ ضرورت جس سے اُنہوں نے باري باري مخالفت اور اطاعت ایک دوسرے کي کرني ضروري سمجھي اور اُن کي غرضوں اور مطلبوں اور خواہشوں کا اختلاف ، اور قنصندي کي ایسي خواہش جسکا پورا ہونا غیر ممکن ہو یہہ سب ایسے اسباب ہیں کہ شاید اُنھیں سے یورپ کي شایستگي کي روز افزوں شگفتگي کا نہایت قوي اور پاےدار اصول قایم ہوا ہی ، سب فرقوں کے باہم برابر مخالفت جاري رہي ہی ، اور ایک کو دوسرے سے نفرت اور اُنکي حالت اور غرضوں اور طور طریقوں کے بڑے اختلاف سے اُن میں اخلاقي سخت مخالفت پیدا ہوئي ، مگر باوجود اس کے وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہوتے گئے اور اُن کے آپس میں اتفاق اور مناسبت ظاہر ہوئي چنانچہ یورپ کے ہر قوم کے دل و جگر میں ایک عام طبیعت اور بعض غرضوں اور خیالوں اور راؤں کا ایسا اشتراک پیدا ہوکر شگفتہ ہوا ہی کہ وہ اُنکي مخالفت اور باہمي لڑائي پر غالب آیا ، مثلاً فرانس کے اندر سترھویں اور اٹھارویں صدي میں باب معاشرت اور اخلاق میں فرقوں کا تفرقہ بہت بڑا تھا تاہم اُنکي آمیزش ترقي پر تھي ، بیشک اُسوقت میں بھي ایک ایسي اصلي قوم فرانس کي موجود تھي جو کوئي خاص فرقہ نہ تھا بلکہ اُس میں تمام اہل فرانس داخل تھے اور سب کے سب ایک عام مشترک راے سے شگفتہ تھے ، یعني معاشرت کے لحاظ سے اُنکا وجود عام اور مشترک تھا اور قرمیت کا خیال اُن کي طبیعت میں خوب منقش تھا ، پس اختلاف اور عداوت اور لڑائي کے اندر سے زمانہ حال کے یورپ میں ایسا قومي اتفاق پیدا ہوا ہی جو اسوقت بہت حیرت انگیز ہی اور روز بروز زیادہ جلوہ کے ساتھہ ظہور اور نمایش پر راجع ہی ۔ غرض کہ جسپر بالفعل ہم گفتگو کر رہے ہیں ایسے بڑے بڑے خارجي اور محسوس اثر ہیں جو حالت معاشرت سے علاقہ رکھتے ہیں ، اب ہمکو اُس کے اخلاقي نتائج کي تحقیق کرني چاہیئے کہ کیا کیا تغیر و تبدل خاص شہریوں کي طبیعتوں میں واقع ہوا ، بلحاظ اخلاق کے اُنکي نئي حالت کس صورت پر قائم ہوئي ۔

ایک ایسا امر ہی کہ جب ہم شہریوں کے اُس تعلق کو سوچتے سمجھتے ہیں جو اُنکو عموماً سلطنت اور حکومت اور ملک کي عام غرضوں اور مقصدوں سے صرف بارھویں ہي صدي میں نہیں بلکہ آیندہ زمانوں میں رہا تو اُس امر کا اثر ضرور دلپر ہوتا ہی ، اس امر سے میري غرض وہ بڑي بڑي اور انکسار اور ملک کي حکومت کي نسبت اپنے دعوں کے ظاہر کرنے میں نہایت شرم و حیا اور وہ آمادگي ہی جس سے شہر والے راضي اور قانع ہوجاتے تھے اور اُنمیں وہ اصلي ملکي طبیعت کچھہ نہیں پائي جاتي جو معاملات ملکي میں دخیل ہوتے اور توسیع کرنے اور ہر طرح کا انتظام کرنے کي بلند نظري کیا کرتي ہی ، اور کوئي امر ایسا نظر نہیں آتا جو خیال کي جرات اور راے کي

متانت یا ابوالعزمی کے فخر وشان کی دلیل ہو اور جسکو ہم ایک سمجھدار اور دیانتدار اور آزاد طبیعت کے نام سے مناسب کر سکیں ۔

اُمورات ملکی کے دائرہ میں دو مخرج ایسے ہیں جنسے بلند نظری کی بزرگی یا راے کی رزانت حاصل ہو سکتی ہی ، یعنی خواہ اُس بڑی وسعت اور قوت کی ماہیت کو بخوبی سمجھنا جو ایک بڑی وسعت کے ساتھہ بیشمار آدمیوں کے انجام اور مقدر پر عمل میں آتی ہی ، یا اُس کامل خود مختاری کا خیال جو اپنے عقل و قوت پر فرد بشر کو ہونا چاہیئے اور اپنی آزادی کا بھروسہ اور ایسے انجام یا مقصد کے پورا ہونے کا یقین جو بڑھ وسیلہ کسی شخص کے خاص اپنی ذات میں انسان کو ہونا چاہیئے ، اِنہیں دونوں حالتوں میں سے کسی ایک حالت سے راے کی جرأت اور بلند نظری کی بزرگی اور ایک میدان وسیع میں عمل کرنے اور بڑے بڑے نتیجے حاصل کرنے کی خواہش علاقہ رکھتی ہی ۔ ان دونوں میں سے کوئی حالت زمانہ ہاے متوسط کے شہریوں کے حالات میں موجود نہ تھی اور وہ صرف اپنے خاص معاملات میں جیسا کہ ظاہر ہوچکا ہی وقعت اور اختیار رکھتے تھے اور اپنے شہر سے آگے یعنی عام ملک پر کوئی ایسی تاثیر جو محسوس ہو اُنکی کارروائی کی نہوتی تھی ، اور نہ اُنکو کچھہ سمجھہ بوجھہ اُس خود مختاری اور غیر متوسل ہونے کی تھی جو فرد بشر میں ہونی چاہیئے ، اسلیئے کچھہ فائدہ اسکا نہوا کہ اُنہوں نے تنعمند ہوکر شاہی مہذبانہ حاصل کیا ، جب کوئی پاشندہ شہر کا کسی کمتر درجہ کے امیر یا حاکم سے جو اُسکے قریب رہتا تھا اور جو ابھی مغارب ہوچکا تھا اپنا مقابلہ کرتا تھا تو اپنی نہایت کمتر حالت سے کچھہ خبردار نہوتا تھا ، اور اُس خود مختاری کا مغرورانہ خیال جو جاگیردار کی طبیعت کو شگفتہ کرتا تھا اُسکے دل میں پیدا نہوتا تھا ، اور جو آزادی اُس شہروالے کو حاصل تھی وہ خاص اُسکی ذات پر منحصر نہ تھی بلکہ اوروں کے ساتھہ وہ اتفاق اور اتحاد رکھنے سے اُسکو حاصل تھی ، جو اتحاد اور جو اعانت مشکل سے حاصل ہونے والی اور بےاعتبار تھی اسیوجہ سے اُسکی بابت جیت کی ملامتیں ریاکاری اور کم ہمتی اور بیجا شرم اور عاجزی کار پردازی کی جرأت و استقلال کے ساتھہ موجود تھیں ، اور وہ صرف بارھویں صدی کے اخیر شہر کی طرز زندگی میں نہیں بلکہ اُن کی اولاد کے طریقہ حیات میں بھی بہت پائی جاتی ہیں اور اُن کو بڑے کاموں اور مہموں کا کچھہ شوق نہوں تھا ، جب کبھی وہ اُن میں تقدیر کی گردش سے بےمجبوری پھنس جاتے تھے تو بیقرار اور پریشان ہوجاتے تھے اور اُن کاموں کی جزابدھی سے گھبراتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم اپنے مناسب اقبال کے احاطہ سے متجاوز ہوگئے اور پھر اُسی پہلی حالت کی طرف مراجعت کرنی چاہتے تھے ، اسی لیئے نرم نرم شرطوں پر صلح کرلیتے تھے ، چنانچہ یورپ کی تاریخ خصوصا فرانس کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہی کہ شہریوں کے ممیز فرقہ کی قدر و منزلت اور ادب اور خوشامد تو کیجاتی تھی مگر اُن سے خوف اور اندیشہ نہایت کم کیا جاتا تھا ، اور اُنہوں نے اپنے دشمنوں پر کسی بڑی قوت یعنی اصلی ملکی اختیار کا کوئی قوی اثر شاذ و نادر پیدا کیا ، زمانہ حال کے شہریوں کی قوت کے اس ضعف پر بھی کچھہ تعجب نہیں کرنا چاہیئے اس کا بڑا سبب اُس کی اصل و بنیاد اور اُس کی آزادی کے حالات میں موجود پایا جاتا ہی جس کا ابھی تمہارے روبرو بیان ہوچکا ، ایسی بلند نظری جو حالات معاشرت سے کچھہ واسطہ نرکھے اور ملکی خیالات کی وسعت اور استقلال اور امور مملکت میں شریک ہونے کی خواہش اور انسان کی بزرگی سے بخوبی واقفیت جو انسان ہونے کی حیثیت سے اُس کو حاصل ہی اور اُس اختیار اور قوت سے آگاہی جو انسان سے علاقہ رکھتی ہی بشرطیکہ وہ اُس کے عمل میں لانے کے قابل ہو یورپ کے یہہ سب خیال اور ترتیب اور انتظام بالکل زمانہ حال سے علاقہ رکھتے ہیں اور حال کی شایستگی کا ثمرہ ہیں ، اور اُس قوی اور شاندار عام آزادی کا نتیجہ ہیں جس سے شایستگی مذکور مخصوص اور ممتاز ہی جس کے سبب سے عوام الناس کو ملک کی حکومت میں ایسی وقعت اور مداخلت یقینی حاصل ہوئی ہی جو قدیم شہریوں ہمارے بزرگوں کو کبھی میسر نہوئی اور مقتضاے حالات بھی یہی تھا کہ اُن کو حاصل نہوتی ۔

برخلاف اس کے خاص خاص مقاموں کے مقاصد اور امور اور لڑائی جھگڑوں میں جو اہل شہر کو اپنے تنگ میدان میں قایم رکھنے ہوتے تھے اُن سے ایسی قوت عقل اور فہم اور جانبازی صبر و استقلال ظاہر ہوتا تھا کہ اُس پر آج تک کوئی سبقت نہیں لیگیا ، اُن مہموں میں خاص دشواری ایسی تھی اور جو خطرے اُن کو اُٹھانے پڑتے تھے وہ ایسےتھے کہ اُن میں بے نظیر شجاعت اور دلاوری اُن کو ظاہر کرنی پڑتی تھی ، اس زمانہ میں بارھویں اور تیرھویں صدی کے شہریوں کے طریقہ حیات کو نہایت غلط سمجھا جاتا ہی ، رائٹر سکرٹ صاحب کے ایک قصہ کو جن تن تدروارتہ میں تمنے اُس بیان کو دیکھا ہوگا ، جو صاحب ممدوح نے مقام لیچفہ کے شہریوں کے افسر کا کیا ہی جس کو بطور ہجو کے ایسا شہری بیان کیا ہی جو مرتا تر و تازہ اور سست اور ناتجربہ کار اور کم ہمت اور زندگی آسائی کے ساتھہ بسر کرنے پر ہمہ تن مائل تھا ، حالانکہ اُس زمانہ کے شہری زرہ پہنے رہتے تھے اور ہاتھہ میں ہتھیار رکھتے تھے ، اُن کی زندگی ایسی آفتوں اور مصیبتوں اور لڑائیوں سے معمور تھی جیسی اُن امیروں کی تھی جن سے وہ لڑتے تھے ، انہیں متواتر خطروں اور زندگی کے کاروبار کی تمام دشواریوں کے سہنے سے وہ مردانہ خصلت اور وہ قوی ارادہ اور ہمت اُن کو حاصل ہوئی جو زمانہ حال کی ملایم چالاکی اور کارپردازی میں کسیقدر جاتی رہی ہی ۔

شہروں کی آزادی کے اُن اخلاقی اور معاشرت کے اثروں اور نتیجوں میں سے بارھویں صدی میں کوئی بھی کامل شگفتگی تک نہ پہونچا تھا ، بلکہ آیندہ صدیوں میں اُنکا ظہور اور امتیاز صاف صاف اور

پاسانی ہوا ، مگر یہہ بات تحقیق ہی کہ بیخ و بنیاد اُن کی شہروں کی ابتدائی حالت اور اُن کی آزادی کے طریقے اور اُس قدر و منزلت کے یموجب قایم ہوئی جو اہل شہر کو کل مجمع خلایق میں حاصل تھی؛ پس اُن کا حال آپ صاحبوں پر ظاہر کرنا اس موقع پر مناسب ہوا . اب ہم بارھویں صدی کے شہروں کے اندرونی حالات کی تحقیق پر متوجہہ ہوں اور دیکھیں کہ اُن کا انتظام کس طرح پر ہوتا تھا ، اور شہریوں کے باہمی تعلقات میں کیا کیا اصول اور حالات غلبہ رکھتے تھے .

تمکو یاد ہوگا کہ شہروں کے انتظام کی کمیٹیوں کے ذکر میں جنکا فایدہ زمانہ حال کے دنیا کو قدیم رومی شاہنشاہی سے ورثتا حاصل ہوا ہی میں نے کہا تھا کہ رومی شاہنشاہی اصل میں ایسی کمیٹیوں کے ایک بڑے مجمع سے مرکب تھی جنکو سابق میں خاص روم کی مانند خاص اختیارات حاصل تھے ، چنانچہ ہر شہر اُس سلطنت کا ابتدا میں ایسا ہی تھا جیسا کہ روم اور ایک جمہوری سی خود مختار جمہوری سلطنت کی مانند تھا ، چنانچہ جس طرح مناسب ہوتا ہر شہر اپنا انتظام صلح و لڑائی کا خود کرتا تھا ، جسقدر وہ شہر رومی شاہنشاہی میں مخلوط ہوتے گئے اُسیقدر وہ حقوق جن سے بادشاہت مرکب ہوتی ہی یعنی صلح اور لڑائی کا حق اور قانون بنانے اور محصول لگانے کا حق اور علی‌ہذاالقیاس ہر شہر کے ہاتھہ سے جاتا رہا ، اور خاص روم کی ذات میں سب حقوق مذکورہ جمع ہوگئے ، صرف ایک انتظام شہر کی مجلس شاہانہ رہگئی خاص شہر روم ہو اور شہروں کی اُسی قسم کی بہت سی مجلسوں پر جنکا وجود اب صرف بلحاظ معاملات دیوانی کے رہ گیا تھا سلطنت اور حکومت کرتا تھا ، اور جو انتظام بذریعہ شہروں کی کمیٹیوں کے ہوتا تھا اُس کی خاصیت بدل گئی اور بمنزلہ ملکی حکومت اور سررشتہ ہونے کے بجاے وہ انتظام [illegible] نام خاص خاص معاملات سے مخصوص و متعلق رہگیا .

اس بڑے انقلاب کی تکمیل رومی شاہنشاہی کے عہد میں ہوئی چنانچہ انتظام مذکور خاص اُمور خصوصا شہر کے معاملات دیوانی سے متعلق رہا اور یہی حالت شہروں اور اُن کے انتظام کے قاعدوں کی شاہنشاہی روم کے زوال کے وقت تھی ، اور وحشت کے پریشان زمانہ میں عام حالات اور ہر قسم کے خیالات مخلوط ہوگئے اور جو اُمور بادشاہت سے عموما اور شہروں کے خاص انتظام سے جدا گانہ متعلق تھے اُن میں کچھہ فرق اور امتیاز باقی نرہا اور آیندہ اُن کی تفاوت کا کچھہ لحاظ نہرتا تھا ضرورت کے موافق ہر قسم کے کاموں کا انتظام ہوتا رہا اور حسب مقتضاے حالات ہر مقام میں ایک بادشاہ یا منتظم تھا . جبکہ شہر کسیقدر حفاظت حاصل کرنے کے واسطے باقی ہوگئے تو اُنھوں نے بادشاہت کے اختیارات پر تسلط کیا ، یہہ تسلط اُنھوں نے کسی ملکی تدبیر کی کامیابی یا اپنے رتبہ کے واسطے نہیں کیا بلکہ اپنے حاکموں اور امیروں کا مقابلہ کرنے کے واسطے کیا تھا جنکے مقابلہ پر بغاوت ہوئی تھی ، شہر والوں نے فوج بھرتی کرنے اور لڑائی کے لیئے محصول لگانے اور اپنے سرداروں اور حاکموں کے خود مقرر کرنے غرض کہ ہر طرح پر اپنی حکومت آپ کرنے کا استحقاق اور اختیار اپنی ذات سے منسوب کیا ، صرف شہروں کی اندرونی حکومت و انتظام کے ذریعہ سے حفاظت اور پناہ حاصل کی گئی تھی اور اصلاح سے شہروں کی کمیٹیوں کے انتظام کے سلسلہ میں اختیارات بادشاہی پھر داخل ہوئے جو بوجہہ فتوحات شہر روم کے جاتے رہے تھے اور شہر پھر شاہانہ رتبہ پر پہونچے . ان حالات سے ہمکو شہروں کی آزادی کی ملکی خصلت صاف ظاہر ہوتی ہی .

اس سے یہہ لازم نہیں آتا ہی کہ یہہ بادشاہت یعنی شہروں کا اختیار مطلق کامل ہوگیا بلکہ اُس میں خارجی اختیارات کی کچھہ علامت ہمیشہ موجود رہی ، چنانچہ بعض اوقات حاکم ملک شہر میں مجسٹریٹ مقرر کرنے کا اختیار خود عمل میں لاتا تھا اور اُس مجسٹریٹ کے ساتھہ کمیٹی انتظام شہر کے مجسٹریٹ بطور اسیسروں کے کام کرتے تھے ، اور کبھی اُس کو بعض محاصل کے وصول کرنے کا استحقاق ہوتا تھا اور کسی مقام پر کوئی خراج اُسکو ملتا تھا ، اور بعض وقت لڑکوں کے خارجی حالات کی حکومت بادشاہ کے ہاتھہ میں رہتی تھی .

خاص شہروں میں بھی انتظام طوایف‌الملوکی کے طریقہ کی مداخلت ہوگئی تھی چنانچہ ایک شہر دوسرے شہر کا غلام یا تابعدار اور سردار یا امیر ہوتا تھا ، اور اس خطاب کے ذریعہ سے شہروں کو کچھہ حصہ اُن بادشاہی اختیارات کا حاصل تھا جو خاص اُن کے مالک اعظم کی ذات سے مخصوص تھے اور جو حقوق اُن کو طوایف‌الملوکی کے انتظام کی حیثیت سے حاصل تھے اور جو حقوق اُنھوں نے بغاوت کے ذریعہ سے بزور حاصل کیئے تھے اُن دونوں میں بےتوتیبی واقع ہوئی ، اور اس دوہری حیثیت کے ذریعہ سے شہروں سے بادشاہت یعنی شاہانہ اختیارات مخصوص و متعلق ہوئے ؛ پس اس طرح سے جہانتک کہ بہت ناقص یادگاریں اور لکھے ہوئے حالات سے دریافت کرنا ممکن ہی ہمکو معلوم ہوتا ہی کہ ہر حالت میں ابتدائی زمانوں میں شہر کا اندرونی انتظام اور اُس کی حکومت اس قاعدہ پر ہوتی تھی کہ تمام باشندوں سے شہر کی مجلس مرکب تھی ، اور جو لوگ حلف معینہ کرتے تھے اور جو لوگ شہرپناہ کے اندر رہتے تھے وہ حلف کرنے پر مجبور ہوتے تھے ، وہ سب ایک گھنٹہ کے بجنے پر عام مجلس میں جمع ہو جاتے تھے ، اُسی مجلس میں مجسٹریٹوں کا تقرر ہوتا تھا جنکی تعداد اور حیثیت بہت مختلف ہوتی تھی ، اور جب یہہ مجسٹریٹ مقرر ہو چکتے تھے تو مجلس برخاست اور لوگ منتشر ہوجاتے تھے اور پھر وہ حاکم قریبا تن تنہا کسی قدر اختیار مطلق کے ساتھہ حکومت کرتے تھے ، اور کچھہ جوابدہی بجز اس کے اُن کے ذمہ نہرتی تھی کہ

ہنگامہ اور فساد پڑا ٹھہرنے پاوے اور صرف یہی خاص طریقہ مواخذہ کا اُن دنوں میں مروج تھا ۔

آپ صاحبوں نے دیکھا کہ شہروں کا اندرونی انتظام صرف دو کھلے ہوئے صاف اصول پر محدود ہوگیا تھا ؛ یعنی اہل شہر کی عام مجلس اور ایسے حاکموں پر جنکو قریبا مطلق اختیار حاصل تھے اور جنکے ذمہ صرف اسیقدر جوابدہی تھی کہ ہنگامہ اور فساد پڑا نہ ٹھہرنے پاوے اُسوقت کے حالات اور طریقوں کے سبب سے کسی باقاعدہ انتظام کا قایم کرنا جس کے استقلال اور درستی پر بخوبی اطمینان ہوسکے ممکن نہ تھا ؛ شہروں کی آبادی کے بہت سے آدمی جاہل اور وحشی اور خونخوار تھے جنکی بندش اور حکومت کرنی بہت دشوار تھی ؛ تھوڑے عرصہ کے بعد شہر کے اندر ایسی ہی کم حفاظت اور امن باقی رہگئی جیسی شہریوں اور حاکم ملک کے تعلقات میں زمانہ سابق میں تھی مگر نہایت جلد اچھی خصلت کے شہریوں کا مجمع قایم ہوگیا جس کے اسباب اب صاحبوں کے ذہن میں آسانی سے گذرینگے ؛ خیالات اور معاشرت کے تعلقات کی حالت کے تقاضے سے محفلیں اور ہوٹل کے پیشے اور تجارتیں اور ایسے جلسے قایم ہوگئے جو بطرز معقول مرتب ہوئے تھے ؛ اور حق حقوق کا سلسلہ شہروں کے اندر مروج ہوا اور اُس کے سبب سے لوگوں کے باہم بڑی عدم مساوات واقع ہوئی ؛ چنانچہ تھوڑے عرصہ میں ہر جگہ کسیقدر دولتمند اور باوقعت اہل شہر اور باقی محنتی اور کام کرنے والے آدمی کم و بیش موجود ہوگئے یہ پچھلا گروہ باوجود کمتر ہونے کے امورات شہر میں بڑا دخل رکھتا تھا پس اب شہر در قسم کے لوگوں پر منقسم ہو گئے ایک اعلی درجہ کا گروہ اور دوسرے عوام الناس جنمیں ہر طرحکی خرابیاں اور عیب جیسے کہ عام لوگوں میں پائے جاتے ہیں موجود تھے اور اعلی درجہ کے شہر والے ایسی حالت میں مبتلا ہوئے کہ ایک طرف تو اُنکو کمتر درجوں کے لوگوں کے انتظام و حکومت کی بڑی دشواری پیش آئی ؛ دوسرے شہر کے قدیم مالکوں کی بے در بے تدبیروں اور کوششوں کا تدارک کرنا پڑا جو اپنی قوت اور حکومت کو دوبارہ شہر پر قائم کرنیکے خواہشمند رہتے تھے ؛ پس شہروں کی حالت سرانہویں صدی تک نہ صرف فرانس میں بلکہ تمام یورپ میں ایسی ہی تھی اور شاید خاص اسی وجہ سے اکثر یورپ کی قوموں میں خصوصا فرانس میں شہروں کو وہ عام بڑا ملکی اختیار اور وقعت حاصل نہیں ہو سکتی ہی جو اور صورت میں اُنکو حاصل ہونی ممکن تھی شہروں میں دو اصولوں کے باہم برابر مخالفت قایم رہی یعنی کمتر درجہ کے لوگوں میں ایسے خیالات جمہوری حکومت کے پائے جاتے تھے جو بالکل بے قاعدہ اور بے قابو اور سخت خونخواری پر مایل تھے اور اُسکے سبب سے برتر درجہ کے لوگوں کی یہہ کیفیت تھی کہ عہد و پیمان کرنے میں بہت کم ہمتی اور خوف اُن سے ظاہر ہوتا تھا اور تالیف قلوب پر از بس مایل تھے اور یہہ حال اُنکا ملک کے امیروں اور بادشاہ کے مقابلہ میں اور شہر کے اندر امن و انتظام دربارہ کرنے کے موقع پر دونوں حالتوں میں مساوی تھا ان اصولوں میں سے ہر ایک کے سبب سے لازم آیا کہ شہر کی مجلس کو سلطنت میں کوئی بڑی مداخلت حاصل نہ ہوسکے ۔

یہہ تمام اثر بارھویں صدی میں ظاہر نہ ہوئے تھے مگر بغاوت کی خاص کیفیت اور اُسکے آغاز کی طرز اور لوگوں کے مختلف فرقوں کے اجزا کی حالت کے ملاحظہ سے قبل اُنکے وقوع کے ہر شخص کو غور کرنے پر معلوم ہو سکتے ہیں ۔

پس اگر میری رائے غلط نہو تو شہروں کی آزادی اور اُنکے انتظام اندرونی کی یہی بڑی بڑی علامتیں اور عام نتیجے تھے میں پھر آپ صاحبوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ یہہ حالت ایسے مشابہ اور عام طور پر پیش نہیں آئے جیسے وسعت سے کہ میں نے اُنکو آپ کے روبرو بیان کیا ہی بلکہ یورپ کے شہروں کی تاریخ میں بہت سا اختلاف موجود ہی مثلاً ملک اٹلی اور جنوب فرانس میں رومی شہروں کے انتظام کا سلسلہ غلبہ پر تھا اور اُنمیں اسقدر اختلاف اور فنا ہوا کہ تھی جیسے کہ شمالی ملکوں میں اور اُنکے اندر لوگوں کے فرقوں کا انتظام خواہ بوجہ رومی روایتوں اور رواجوں کے یا لوگوں کی برتر حالت کے سبب سے بہت بہتر تھا ؛ اور شمال میں طوائف الملوکی کا انتظام لوگوں کے فرقوں پر حاوے ہو رہا تھا اور جو لڑائی جھگڑا مالکان ملک اور امیروں کے مقابلہ میں قائم رہتا تھا اُسکے روبرو اور سب اُمور کچھ وقعت نہیں رکھتے تھے ؛ جنوب کے شہر اپنے اندرونی انتظام اور اصلاح اور ترقی میں زیادہ مصروف رہتے تھے اُنکو صرف اسبات کا خیال تھا کہ ہماری خود مختار جمہوری سلطنت پنجاوے ؛ اور شمالی شہروں میں خصوصاً فرانس کے شہروں میں لوگوں کے حالت زیادہ تر نامکمل اور ناقص پائے گئے اُنکی تقدیر میں یہہ نہ تھا کہ بہت عمدہ عمدہ کاموں میں تہذیب اور ترقی کریں ؛ اور اگر ہم ملک جرمن اور اسپین اور انگلستان کے شہروں پر نظر ڈالیں تو اُنمیں اور اختلافات پائے جاوینگے مگر میں اُنکا مفصل بیان نہیں کرونگا البتہ آیندہ شایستگی کی تاریخ کے بیان میں کچھ کچھ کیفیت اُنکی ظاہر کرونگا ؛ بلحاظ اصل اور ابتدا کے تمام حالات قریب قریب ایک ہی شکل و صورت پر مخلوط اور محدود پاے جاتے ہیں اور اُنمیں اختلاف صرف ترقی اور شکستگی ہونے کے سبب سے بتدریج واقع ہوتا ہی اور اُسکے بعد ایسی ترقی اور اصلاح نئی شروع ہوتی ہی جو لوگوں کو ایک آزادانہ بڑے اتفاق پر مائل کرتی ہی اور یہہ اتفاق اور مناسبت انسان کی نسل کی تمام کوششوں اور خواہشوں کا عمدہ اور نظر کرنے کے قابل انجام اور نتیجہ ہی ۔

راقم
ایف گیزو بزبان فرانس
مترجمہ ولیم ہیزلسٹ بزبان انگریزی

نمبر مضمون ۲۴۱

انتخابات

البرٹ گزٹ لاہور ۲ جون سنہ ۱۸۷۹ ع

یہ ذیل تغلیط خبر انہدام مسجد بنارس یعنی ارقام فرمایا ہی کہ "مذہبی معاملوں میں جو (سید احمد خاں) کی رایوں نے مشتہر ہوکر تاثیر پیدا کی ہی وہ بھی چھپی ہوئی نہیں ہی کہا جا سکتا ہی کہ اُن کی رایوں نے مذہب اسلام کے قایم اور بے حرکت دریا میں ایک طوفان عظیم برپا کردیا ہی۔

گو آخر یہہ طوفان آنا ہی تھا، مگر جب عام لوگ اُس کے مقابلہ کے واسطے تیار ہوجاتے اُس وقت کوئی شخص اُس کی پروا نہ کرتا اور اُس کو ایک معمولی تبدیل ہوا کے سوا کچھہ نہ سمجھتا لیکن آج کل اُسکے ظاہر ہونے سے جس طرح لوگ غوطے کھا رہے ہیں سب پر ہویدا ہی"۔

ریمارک

ہم نہیں سمجھے کہ کیا تاثیر پیدا کی ہی اور نہ یہہ سمجھے کہ آخر کو اس طوفان کے آنے کا کیوں یقین تھا اور عام لوگوں کا مقابلہ کے لیئے طیار ہو جانے کا کونسا وقت تھا اور کونسی بات ہی جس میں لوگ غوطے کھا رہے ہیں ہمارا گمان ہی کہ ہمنے اسلام کی صحیح حقیقت بتائی ہی اور بہت سے دلوں کو جو اسلام کے حق ہونے میں متردد تھے اُس کے حق ہونے کا یقین دلایا ہی اور علم اور مذہب اور ندرت کا مخرج ایک ہی اصل سے ثابت کیا ہی۔

اخبار رہبر ہند لاہور مورخہ ۳ جون سنہ ۱۸۷۹ ع

خبر انہدام مسجد بنارس کی تغلیط کے بعد ارقام فرماتے ہیں کہ "کاش جناب موازی سید احمد خاں صاحب بہادر اور معزز رقایع نگار عین ٹیفک سوسئیٹی اس کیفیت کو پہلے ہی اعتراضوں پر چھاپ دیتے تاکہ دوست و دشمن کو اُن کی مخالفت میں موافق ہونے کا موقع نہ ملتا"۔

ریمارک

جب آپ سے دوست نے ہی پہلی ہی دفعہ دشمنوں کے ساتھہ موافق ہونے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا تو پھر اصلی کیفیت کے چھاپنے سے کیا فائدہ تھا — اس مقام پر استعمال لفظ دشمن درست نہیں ہی کیونکہ میں اپنی دانست میں کسی کو اپنا دشمن نہیں سمجھتا —

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ما است سینہ چو آئینہ داشتن

اودہ اخبار مورخہ ۳۱ مئی سنہ ۱۸۷۹ ع

انہدام مسجد بنارس کے باب میں ارقام فرماتے ہیں کہ جو مضامین نسبت لعن و طعن سید احمد خاں کے چھاپے گئے وہ ہمارے پاس بھی آئے مگر ہمکو اعتبار نہ تھا۔

ریمارک

اس اعتبار ٹھہرنے کا بہت بہت شکر ہی۔

پھر ارقام فرماتے ہیں کہ "بارصفیکہ اسقدر جوش و خروش ہوا مگر تعجب تھا کہ سید صاحب نے کسی کا جواب نہ دیا"۔

ریمارک

اس سے ہمارے ملک کے اخباروں کی وقعت ثابت ہوتی ہی افسوس ہزار افسوس۔

پھر ارقام فرماتے ہیں کہ "اخبار سین ٹیفک سوسئیٹی میں یہہ مضمون نہایت دیر میں چھپا یعنی اُسوقت جبکہ سید صاحب کی بدنامی تمام دنیا میں مشتہر ہوچکی"۔

ریمارک

اس کے عذر میں نہایت ادب سے اپنے شفیق کے سامنے حافظ کا یہہ شعر پڑھتا ہوں —

در کوے نیک نامی مارا گذر ندادند
گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را

لیکن اگر ہمارے دوست اس فقرہ کو یوں ارقام فرماتے کہ یہہ مضمون نہایت دیر میں چھپا یعنی اُسوقت جبکہ تمام اخباروں کی بدنامی دنیا میں ہوگئی تو شاید لفظ بدنامی کے صحیح معنی ہوسکتے۔

ہمکو اُمید ہی کہ خدا وہ دن بہت جلد لاویگا جبکہ ہماری قوم بدنامی کے صحیح معنوں کو سمجھیگی اور ہمارے ملک کے اخبار خود اپنی عزت کی آپ قدر کرینگے جسکو انگریزی میں سلف آنر کہتے ہیں — اور صرف یہی ایک امر ہی جس سے انسان کی اور قوم کی اور اُس ہی کی جس کو بطور انسان کے تصویر کرتے ہیں عزت ہی۔

اخبار وکیل ہندوستان ۱۰ جون سنہ ۱۸۷۹ ع

ہم نہایت خوش ہیں کہ اغلب صاحب نے جو اغلب ہی کہ مسلمان ہیں ہماری کارروائی پر اخبار مذکورہ بالا میں لکھا چھپی کی ہی اول اُنہوں نے پٹکالیوں کی ترقی تعلیم اور تہذیب ظاہری اور اُسکے

اسباب بیان کیئے ہیں پھر وہ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئی ہیں بعض باتیں جو ایسی عمدہ آرٹکل میں ہوئی زیبا تھیں اُنپر ہم خیال نہیں کرتے جو بات کہ قور کرنے کے قابل اُسمیں ہی وہ بالشبہ توجہ کی مستحق ہی .

وہ لکھتے ہیں کہ سیداحمدخان نے ہندوستانیوں کو عموماً اور مسلمانوںکو خصوصاً تہذیب سکھلانی چاہی تھی * * * تہذیب الاخلاق اُنھوں نے جاری کیا اور اُسمیں صرف مسلمانوں کی خراب حالت معاشرت ہی پر مضامین نہیں لکھے بلکہ نہایت عجلت کے ساتھہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت کی اور اِس دنیاوی تہذیب کے وعظ میں دینی و مذہبی باتوں کو بھی ملایا اُسپر مسلمانوں نے بہت برا مانا * * * انجام یہہ ہوا کہ ایک مذہبی مباحثہ چھڑ گیا جس سے نجم الہند سیداحمد خاں کا اصلی مقصد خاک میں ملگیا اور اُنکی جلدی و عدم اِستقلال نے اُنکو کامیاب نہونے دیا .

ریمارک

بالشبہ ہمکو بھی افسوس ہی کہ تہذیب الاخلاق میں بمجبوری مذہبی مضامین کے لکھنے کی زیادہ ضرورت پڑی اور اگر یہہ امر ہماری عجلت اور بےاستقلالی اور نا عاقبت اندیشی سے ہوا تو بالشبہہ ہمکو سب سے زیادہ افسوس کرنا چاہیئے .

مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے میں ہمکو نہایت مجبوری تھی بنگالیوں یا تمام ہندوستان کے ہندوؤں کا اور مسلمانوںکا حال بالکل مختلف ہی بنگالیوں کے حال پر یا اِنگلیش و اڈیشن کے اُصول پر جو اُنھوں نے اِنگلستان میں تہذیب پھیلانے میں برتا مسلمانوں کی حالت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہی بلکہ قیاس مع الفارق ہی .

اگلے بنگالی اور ہندوستان کے تمام ہندو قریباً کل کے مطابق اپنا مذہب نہیں جانتے چند باتیں جو بطور رسم کے اُنمیں پڑگئی ہیں اُسی کو وہ اپنا مذہب جانتے ہیں اُن معدود رسموں کے محفوظ رہنے کے ساتھہ کوئی قول یا فعل یا عقیدہ یا علم ایسا نہیں ہی کہ جسکے نہانے کرنے یقین لانے سیکھنے کو وہ اپنے مذہب کے برخلاف سمجھتے ہوں اِس لیئے اُنھوں نے نئی زبان نیا علم نئی تہذیب سیکھنے میں کبھی تامل نہیں کیا جس زمانہ میں کہ ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت تھی اُنھوں نے اُنھیں کا علم اُنھیں کی زبان اُنھیوں کی تہذیب سیکھی شعر ہوئے منشی ہوئے صاحب تصنیف ہوئے مسلمانوں کیطرح اپنی تصانیف میں حمد و نعت لکھی تاریخ کی کتابوںمیں جو خود ہندوں نے تصنیف کی تھیں ہندوؤںکو کافر اور اُنکے معتقدوں کو فی النار اور مسلمان فتحمندوں کو غازی لکھا اور صرف بسبب محفوظ رہنے اُنھیں معدود رسموں کے ہندو کے ہندو ہی رہے مجھے اِسوقت ایک برہمن شاعر کا فارسی شعر یاد آیا جیسا کہ وہ اپنے مضمون میں عالی ہی ویسا ہی اِس مقام کے بھی مناسب ہی —

مرا دلی است بکفر آشنا کہ چندیں بار
بکعبہ ہر دم و بازش برہمن آوردم

ہاں بنگالیوں نے بعد تعلیم پانے کے اپنے قدیم مذہب کو چھوڑ دیا یہہ نتیجہ قبل تعلیم و تربیت کے نہیں ہوا بلکہ بعد تعلیم کے ہوا سبب اس کا یہہ تھا کہ جو موجودہ مذہب اُنکا تھا وہ سچ نہ تھا اور ممکن نہ تھا کہ وہ علم کی روشنی کے سامنے قایم رہتا — یہہ بات کچھہ ہندوؤں کے مذہب پر موقوف نہیں ہی علم ایک روشنی ہی جو دل میں ڈالی جاتی ہی جیساکہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا ہی کہ "العلم نور یقذف فی القلب" پس جو مذہب کہ علم کے برخلاف ہی وہ کبھی قایم نہیں رہ سکتا مگر اُن بنگالیوں کو علم کے حاصل کرتے اور تعلیم پانے اور تہذیب سیکھنے میں کوئی امر جسکو وہ مذہبی خیال کرتے ہوں مانع نہ تھا گو نتیجہ بعد تعلیم ایسا ہی اُس کے برخلاف ہوا ہو .

انگلستان میں جب تک پوپ کی ایسی ہی حکومت لوگوں پر رہی جیسیکہ اس زمانہ کے مولویوں کی مسلمانوں پر ہی اُسوقت تک کسی چیز میں ترقی یورپ میں نہیں ہوئی یہاں تک کہ دو فرقے یورپ میں پیدا ہوگئے ایک وہ جو یورپ کی حکومت سے بالکل آزاد ہوگیا دوسرا وہ جو صرف روحانی باتوں میں پوپ کا تابع رہا اور دنیاوی باتوں میں پوپ کی حکومت سے نکل گیا مگر اس مقام پر یاد رکھنا چاہیئے کہ اُن کے نزدیک روحانی یعنی مذہبی اُمور بالکل جدا چیز ہیں اور دنیاوی اُمور بالکل علاحدہ وہ اِن دونو کو ایک نہیں سمجھتے برخلاف مسلمانوں کے کیونکہ مسلمان مورخ مذہب کے بموجب ان دونوں میں کچھہ تفریق نہیں کرتے .

اسٹیٹ اور ایڈیشن کے وقت میں انگلستان کی ترقی تہذیب دنیاوی اُمور میں کچھہ مشکل نہ تھی کیونکہ اُس کی ترقی کے لیئے اُسوقت میں کوئی مذہبی خیال مانع نہ تھا — صرف یہہ بات کافی تھی کہ بری بات کا برا ہونا اور اچھی بات کا اچھا ہونا لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا جاوے .

اب دیکھو کہ مسلمانوں کی حالت اس کے بالکل برخلاف ہی اُنکا کوئی قول کوئی فعل کوئی یقین روحانی ہو یا جسمانی دینی ہو یا دنیاوی مذہب سے خالی نہیں اُن کے ہاں دنیاوی معاشرت اور مذہبی معاملات میں کچھہ تفریق و جدائی نہیں ہی کوئی امر حسن معاشرت یا تہذیب کا فرض کرلو جو محض دنیاوی ہو اُس پر ضرور بالضرور احکام عشرہ مذہبی میں سے کوئی نہ کوئی حکم جاری ہوگا

چاہا کہ کوئی شخص ان الفاظ سے جواب پوچھے "انشی خاں" امیر دربار جہانگیر بادشاہ کا خطاب تھا۔ جہانگیر نے ایک رسالہ "مرصع" اُن کے نام سے لکھا تھا۔ "انشی" کے معنی منشی کے ہیں۔ "چند" اُن کا تخلص تھا۔ "برہمن" ذات تھی۔ "دلی" وطن تھا۔ "کعبہ" سے مراد بتخانہ ہے۔ "بازش" ضمیر ہے "چند" کی۔ "آوردم" کے معنی لایا ہوں۔ یعنی میرا دل کافر آشنا ہے اسلیئے میں بار بار بتخانہ سے کعبہ کو لایا ہوں۔

یعنی — فرض — واجب — سنت — مستحب — مباح — حلال حرام — مکروہ — کفر — بدعت — پس مسلمانوں کی خراب حالت معاشرت کی ترقی بغیر اس کے کہ مذہبی بحث درمیان میں آوے کیونکر ہوسکتی ہے ۔

جس قوم کی حالت ایسی ہو کہ وہ سچ کو بھی اگر اُن کے مسلم عقیدہ کے برخلاف ہو سچ سمجھنا کفر سمجھتے ہوں تو اُس کی خراب حالت معاشرت کے درست کرنے کو اس طرح مذہبی بحث سے بچا جاوے ۔

میں ایک بہت بڑے عالم اور مقدس اور نیک فرشتہ خصلت کی مجلس کا ذکر کرتا ہوں جو ہمارے شہر میں بلکہ ہندوستان میں مقتدا تھے اُن کے مدرسہ میں ایک طالب علم نے پوچھا کہ حضرت تمام علماء علم ہیئت نے تسلیم کیا ہے کہ زمین گول ہے اور بعض حدیثوں سے پایا جاتا ہے کہ مسطح ہے حضرت نے فرمایا کہ اگر تم اپنی آنکھ سے دیکھ لو کہ زمین گول ہے تو بھی یہی یقین رکھو کہ مسطح ہے لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ قوت ایمان کے یہ معنی ہیں اُس وقت ہمارے دل پر بھی ایسا ہی اثر ہوا جو اور لوگوں کے دل پر تھا مگر جب آدمی غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیا بات ہوئی ۔

اے جناب اغلب جبکہ ہماری قوم کا یہ حال ہے کہ علوم کارڈینا طبیعات کا جاننا نیچرل فلاسفی پڑھنا علم ہیئت کو سیکھنا کافروں کی زبان کا سیکھنا اُن کے علوم کو پڑھنا اُن سے معاشرت اور دوستی کرنا اُن کی چیز کو اچھا کہنا اُن کے کسی ہنر کی تعریف کرنا کفر و بدعت خلاف دینداری اور خلاف اتقا سمجھتے ہوں تو اب ہم اُن کی ترقی تہذیب و معاشرت کی بلا مباحثہ مذہبی کیونکر تدبیر کریں وہ حال سے خالی نہیں یا تو ہم قبول کریں کہ یہ سب باتیں خلاف مذہب ہیں اور ضرور مذہب اسلام میں منع ہیں مگر اُس کے کرنے کی رغبت دلائیں لیکن اگر درحقیقت ہم اُن کو مذہب اسلام کے برخلاف سمجھتے ہوں اور پھر ہم خود اپنے تئیں بھی مسلمان کہہ کر اُن پر رغبت دلائیں تو رائے پرحال ما اور اگر ہم اُن کو اپنے نزدیک مذہب اسلام کے برخلاف نہیں سمجھتے (فرض کرو کہ ہماری یہ سمجھ خطا ہی ہو) تو ہمکو اُن پر رغبت دلانا اُن کا اچھا ہونا ثابت کرنا ہمارے ایمان کے مطابق ہوگا مگر پھر کیونکر ہم بحث مذہبی سے بچ سکتے ہیں کیونکہ پہلا قدم ہمارا یہ ہی کہ جو ہم کہتے ہیں وہ تہذیب مذہب اسلام ہی اور یہی ہمارا یقین ہی پس اگر ہمارے شفیق اس لازم و ملزوم کے جدا کرنے کی کوئی تدبیر بتاویں تو ہم دل و جان سے اپنی غلطی کا اقرار کرنے کو حاضر و موجود ہیں ۔

اس بات پر ہم البتہ یقین نہیں کرسکتے کہ ہمارا مقصد خاک میں ملگیا کیونکہ ہم اپنی اس کوشش کا اپنی دانست میں بہت کچھ نتیجہ دیکھتے ہیں تمام ہندوستان کو اس بات کا خیال ہوگیا ہی کہ قوم کی حالت اچھی نہیں ہی اُس کے لیئے کچھ کرنا چاہیئے بھی تھوڑی اگر باقی رہی اور مر گئی تو بہت کچھ کردیگا ہوگی جس امر کو ہمنے چھیڑا ہی وہ مسلمانوں کے لیئے ایک نئی بات ہی ہر ایک نئی بات موجودہ عام خیالات کے برخلاف ہوتی اور اس لیئے اول اول عام مخالفت کا ہونا ضرور ہوتا ہی آپ خیال فرماویں کہ اس سے زیادہ سچی بات کون سی تھی جو جدی محمد رسول اللہ صلعم نے کعبہ کے دروازہ کھڑے ہوکر فرمائی ہو اللہ احد اللہ الصمد مگر یہ قول اُس زمانہ کے عام خیالات کے برخلاف تھا پھر آپ جانتے ہیں کہ کیا کچھ ہوا ان ہوئی ہوئیں اور ان سہنی سہنی پڑیں ۔

جسقدر مخالف ہمارے ساتھ لوگوں نے کی اور ہمکو سخت و سست برا بھلا کہا ہمکو دجال اول کا لقب دیا ہمارے اجداد کو ثم ذیاللہ دجال کے اجداد قرار دیا جنکا نامہ روز پڑھتے ہیں اُن کو معاذاللہ دجال کا دادا سمجھا حقیقت میں یہہ بہت کم ہوا جب ہمنے اس کام پر ہاتھہ ڈالا تو ہمکو اس سے بھی بہت زیادہ مخالفتوں کا یقین تھا مگر ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمکو اپنے مخالفوں سے روز بروز زیادہ محبت ہوتی جاتی ہی اور اپنے دوستوں سے بھی زیادہ مخالفوں کی مخالفت سے خوشی ہوتی ہی کیونکہ ہمکو یقین نہیں ہی کہ ہمارے مخالف کچھ ہمسے دشمنی رکھتے ہیں کچھ میراث کا ہمسے اُن سے جھگڑا نہیں اُنہوں نے ہمکو نہیں دیکھا ہمنے اُن کو نہیں دیکھا وہ صرف اس خیال سے ہمارے مخالف یا دشمن بنے ہیں کہ ہم اُن کی دانست میں برخلاف اسلام کچھ کرتے یا کہتے ہیں پس یہہ ایک دلیل اسلام کی محبت کی ہی پس ہمکو نہایت خرش ہونا چاہیئے کہ لوگ اسلام کو درست رکھتے ہیں باقی رہا اُن کا یہہ خیال کہ ہم برخلاف اسلام کے کچھ کرتے یا کہتے ہیں یہہ اُن کی ایک غلطی اور نا سمجھی ہی جسوقت اُن کی یہہ غلطی رفع ہوجاویگی اور وہ ہمارے کاموں کو سوچیں اور سمجھینگے تو وہی ہمارے مخالف سب سے زیادہ ہمارے دوست ہونگے اسوقت ہمارے دوست ایسے موجود ہیں جو ہم سے کمال نفرت اور دلی عداوت رکھتے تھے مگر جب وہ سوچے اور سمجھے تو اب وہ سب سے زیادہ ہمارے دوست ہیں *

البتہ ہم کو اپنے مخالفوں پر اسبات کا افسوس ہی کہ وہ بہت کچھ جھوٹ اور اتہام اور دروغ ہماری نسبت لکھتے اور کہتے ہیں اور جس سبب سے وہ ہم پر مخالف ہونا خیال کرتے ہیں خود اُسمیں فی الحقیقت پڑتے ہیں یا اُنکے نزدیک دروغ و کذب و تہمت امورات خلاف مذہب اسلام نہیں ہیں نعوذ باللہ منہا ۔

تمام اہل مذاہب مذہبیوں کے ایک بہت بڑے اور نہایت قوی دشمن سے غافل ہیں جسکا نام علم یا حقیقت یا سچ ہی کوئی ایسا مسئلہ

یا اعتقاد کسی مذہب کا جو اُسکے برخلاف ہو کبھی قائم نہیں رہسکتا اسوقت دیکھکر کہ تمام مذاہب کے ایسے مسئلہ علم کے سامنے اصلاح پر جاتے چلے جاتے ہیں جیسے ژوراتی سفید پالہ سے جھوڑتے اور کمزور بودے پودے ۔ مذہب اسلام کے بہار باغ میں بھی لوگوں کی غلطی سے اس قسم کی بہت سی گھاس پھوس اُگ کھڑی ہوئی ہی جو علم کے سامنے ایسی نیست و نابود ہوجاتی ہی جیسیکہ نور کے سامنے تاریکی جو شخص نہایت درست اُس باغ ہمیشہ بہار کا ہی اُسکا فرض ہی کہ اُس گھانس پھونس کو اکھاڑے ورنہ اُس سے تمام باغ میں نقصان پہونچیگا نا واقف آدمی سمجھتا ہی کہ باغ کے درخت اُکھاڑے جاتے ہیں مگر یہہ خود اُسکی غلطی ہی *

ہزاروں آدمی اسوقت مسلمانوں میں ایسے موجود ہیں کہ اگر اُنکا دل چیر کر دیکھو تو بہت سے مروجہ مسائل مذہب اسلام پر اُنکو کامل یقین نہیں ہی یا اُنکے دل کو طمانیت نہیں ہی ہمیشہ وہ مسئلہ دل میں کھٹکتے ہیں مگر لوگوں کے ڈر سے منہہ سے نہیں نکالتے — بھلے ایسے ہیں جو اپنے دل کو اصلاح پر تسلی دیتے ہیں کہ جو شریعت میں ہی اُسے گواہ نخواہ تسلیم کرنا چاہیئے — جو زیادہ بیوقوف ہیں وہ کہتے ہیں کہ میاں نقل میں عقل کا کیا کام ہی مگر وہ مسئلے سب کے دل میں ضرور کھٹکتے ہیں — مسلمان تو جوان جو انگریزی دان ہیں اور علوم جدیدہ اور تواریخ سے واقف ہیں وہ تو یقیناً اُن مسایل اور قصص اور روایات کو جھوٹ و لغو و بیہودہ جانتے ہیں اور جو کہ ہمارے مذہب کے علماء نے اصلاح پر اُن مسائل اور قصص اور حکایات کو بیان کیا ہی کہ گویا قرآن مجید میں اصلاح پر ہی اور پیغمبر خدا صلعم نے یوں ہی فرمایا ہی تو وہ نوجوان تعلیم یافتہ خیال کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ قرآن مجید ہی غلط ہی اور سرے سے مذہب اسلام ہی باطل ہی اور اسلیئے بمجبوری اُنکو لا مذہب ہونا اور مذہب اسلام کو سلام کرنا پڑتا ہی حالانکہ اسکا وبال اُن لوگوں کی گردن پر ہی جنھوں نے غلط مسائل اور لغو و مہمل بےاصل روایتیں اسلام میں ملادیں ہیں ہم اُن اگلے بزرگوں پر جنھوں نے ایسا کیا کچھہ الزام نہیں دیتے وہ اُس زمانہ میں مجبور تھے کیونکہ تحقیقات کے ذریعہ کافی نہ تھے اور جو باتیں اسوقت تحقیق ہوئی ہیں اُسوقت نا تحقیق اور بہت ہی نامعلوم تھیں اور اُن لوگوں نے اُس زمانہ کے خیالات کے موافق جو کچھہ کیا نہایت نیک دلی اور سچائی اور اسلام کی محبت سے کیا ہمکو جو کچھہ افسوس ہی اس زمانہ کے لوگوں پر ہی جو اُن باتوں کی تحقیق اور مذہب اسلام کی سچائی اور صداقت ثابت کرنے کے برخلاف ہیں یہہ نہیں سمجھتے کہ جو کوڑے اندھیرے میں پھینکے دیتے وہ روز روشن میں کبھی چوب نہیں سکتے جس روشنی سے دنیا روشن ہوگئی ہر اپنی آنکھہ بند کرلینے سے وہ آندھیری نہیں ہوسکتی بلکہ خود ہی اندھے ہوجاتے ہیں *

یہہ ہماری ہی قوت ایمانی ہی اور یہہ ہمارا ہی یقین اسلام پر ہی کہ ہم مثل ایک بیدر پہاڑ کے میدان میں موجود ہیں اور علانیہ پکارتے ہیں کہ بجز مذہب اسلام کے اور کوئی مذہب ایسا نہیں ہی کہ علم ۔ سچائی ۔ حقیقت ۔ قدرت کے مطابق ہو یہہ ہم ہی ہیں جو علانیہ پکار کر کہتے ہیں کہ مذہب اسلام بالکل بےعیب اور بےداغ ہی اور کسیکی غلطی اور کسیکی نا سمجھی سے اُسپر دھبہ نہیں لگ سکتا یہہ ہم ہی ہیں جو اسلام کے مقابل اور باقی مذاہب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دنیا میں کسیکی بھی کچھہ حقیقت نہیں سمجھتے اور اسلام اور باقی اسلام کے سامنے کسیکے قول و فعل کے غلط ہونے کی پروا نہیں کرتے ہم صرف قرآن و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں نہ زید و عمرو پر — بے شک ہمارا یہہ طریقہ نیا ہی اور یہی تہیت اسلام ہی عام خیال اسکے برخلاف ہی اُنھوں نے محمد رسول اللہ کے سوا ہزاروں معنوی پیغمبر مان رکھے ہیں پس ضرور ہی کہ وہ مخالف ہونگے جسکی ذرہ برابر بھی ہم پرواہ نہیں کرتے ۔

اگر اغلب صاحب تحقیق فرماویں تو اغلب ہی کہ وہ بہت سے دل ایسے پاویگے جنکو ہماری تحریروں سے تسکین ہوئی ہی اور ہمارے ہی تحقیقاتوں سے اُنھوں نے مذہب اسلام کے سچ ہونے پر یقین کیا ہی اگر ہمنے ایک ہی مذبذب دل کو تحریروں سے تھام لیا ہو تو بلاشبہہ ہمنے اپنی مراد پائی دور اندیش اور عاقبت بین انسان کا یہہ کام نہیں ہی کہ کروں کے کانٹوں سنکر پریشان ہوجاوے بلکہ اُسکو غور کرنا چاہیئے کہ مطلب کیا ہی مقصد کیا ہی منشاء کیا ہی ورنہ کسیکی زبان پکڑی نہیں جاتی قلم ترڑا نہیں جاتا ۔

وان اجری الا علی اللہ ۔

راقم

سید احمد

بمقام علیگڈھ — مطبع علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد ۶ هفتم] یکم رجب سنہ ۱۳۰۷ نبوي سنہ ۱۲۹۳ هجري [نمبر ۷

حب القوم من الایمان فمن یسع في اعزاز قومہ انما یسعی في اعزاز دینہ

اِطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسي خاص شخص کي ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقي میں صرف کیا جاویگا *

جن دوستوں نے خریک ہوکر اس پرچہ کو جاري کیا ہی اور ساڈھہ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اِس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُنکو اختیا ہی کہ اگر چاہیں تو اُوز کسي کو بھي بطور ممبر اپنے ساتھہ خریک دیویں اور جو شخص اِس طرح پر خریک ہوگا اُسکو بھي ساڈھہ روپیہ سالانہ دینا ہوگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضاے مضامین ہوگا چھپا کریگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگي دیني ہوگي اور ہر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہی خریدار متصور ہوگا اور اخراجات روانگي پرچہ سے اُن کو کچھہ تعلق نہوگا *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُسکو في پرچہ چار آنہ معہ اخراجات روانگي پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زاید دفتر میں موجود ہو *

اِطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کي بابت جس صاحب کو کچھہ خط و کتابت کرني منظور ہو یا خریداري اِس پرچہ کي مد نظر ہو یا کوئي مضمون اِس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن کے منایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سي ایس آگي پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے غرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آڈھي سے کي جاوے کیونکہ یہہ پرچہ علیگڈھہ میں چھپ کر ان کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب و کتاب اس کا سب اُن کے پاس رہتا ہی *

اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپہ ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہہ ہی کہ مسلمانوں کي حسن معاشرت اور تہذیب کي ترقي ہو اور جو غلط اوہام مذہبي اس ترقي کے مانع ہیں اور در حقیقت وہ مذہب اسلام برخلاف ہیں وہ بھي مٹائے جاویں *

قصۂ نمبر ۲۳۵

سلیمان علیہ السلام

فلما قضینا علیہ الموت مادلھم علی موتہ الا دابۃ الارض تاکل منسأتہ فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب مالبثوا فی العذاب المھین (سبا ۲ ع)

"جب سلیمان مرگئے تو انکا مرنا جنوں کو نہ جتایا مگر گھن کے کیڑے نے جو انکا عصا کھاتا رہا پھر جب وہ گرے تو معلوم ہوا کہ اگر جن غیب کی خبر رکھتے ہوتے تو ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے"۔ (سبا)

۱ تفسیریں تو اس سچے واقع کو بھی افسانہ و داستان کے ڈھنگ پر لیگئی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کے آگے روز ایک پرتی حاضر ہوکر باتیں کرتی تھی ایک روز خرنوب نامی ایک پرتی آئی حضرت سلیمان نے اُسکا مصرف پوچھا اُسنے کہا کہ میں اس بیت المقدس کے خراب کرنے کو آئی ہوں۔ حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ اب میری مرت آگئی تو جنوں کو عمارت کا نقشہ بتاکر آپ شیشہ کے مکان میں در بندکر بندگی میں مشغول ہوئے بعد وفات کے برس دن تک جن بناتے رہے اور سلیمان اُسی عصا پر مردہ کھڑے رہے اور دستور تھا کہ اگر ہیکل یا عبادت خانہ میں کوئی جنی اگر حضرت سلیمان کے آگے کو گذر جاتا تھا تو وہ جل جاتا تھا ایک روز جو آپکے آگے کو جن گئے تو وہ نہ جلے اور گھن کے کیڑے سے عصا گرا اور سلیمان کے گرنے سے اُنکی موت معلوم ہوگئی۔ جنات نے دیمک کا بڑا شکریہ ادا کیا اور اسیکی احسانمندی میں اسکو ابتک گیلی مٹی پہنچاتے ہیں۔

اصل بات اتنی ہی کہ حضرت سلیمان کی لاش دستور کے موافق مومیائی بنائی گئی تھی ان کفنانیوں وغیرہ گنواروں کو ان کی موت جب معلوم ہوئی جبکہ عصا میں دیمک لگ جانے سے لاش گرپڑی۔ اسکی تفصیل یہہ ہی۔

۲ مصر میں مردوں کو حنوط کرنے کا ذکر — اہل مصر میں بہت قدیم الایام سے یہہ دستور تھا کہ مردے کی لاش میں خوشبوئیاں بھر کے اسکو ہمیشہ قایم رکھتے تھے اور مردے کے چہرے اور بھرے میں سرمہ فرق نہیں آتا تھا — قدیم مورخوں میں سے ہررقٹس (مقالہ ۲ بب ۸۶ — ۸۸) اور ڈایوڈورس (مقالہ ۱ باب ۹۱ — ۹۳) نے مصریوں کی اس رسم کا مفصل بیان کیا ہی —

تین طرح پر حنوط کرنے کا دستور تھا اور اس کام کے کاریگروں کی ایک جماعت اور کارخانہ ہی جدا تھا۔ ایسی لاشوں کو مرمی مرمیا اور ممی کہتے ہیں اور مصری زبان میں اسکا نام — سرہ ہی۔

۳ بنی اسرائیل میں حنوط کرنے کی رسم — مصریوں میں رہنے سہنے کی وجہ سے یہی رسم بنی اسرائیل نے بھی اختیار کی تھی کہ یزرگ اور امیر آدمیوں کی لاش کو حنوط کرتے تھے سب سے پہلے خود حضرت اسرائیل ہی کہ لاش کی حنوط کی گئی — کتاب پیدایش کے پچاسویں باب میں ہی (۲) اور یوسف نے اپنے طبیب چاکروں کو حکم کیا کہ اس کے باپ میں خوشبوئی بھریں (۳) سو طبیبوں نے اسرائیل میں خوشبوئی بھری اور اسپر چالیس دن گذرے کیونکہ جن پر خوشبو ملی جاتی ہی اتنے دن گذرتے ہیں اور مصری اس کے لیئے ستر دن تک روتا کیئے — پھر حضرت یوسف بھی حنوط کیئے گئے چنانچہ اسی باب میں لکھا ہی" (۲۶) یوسف ایک سو دس برس کا بڑھا ہوکر مرگیا اور اُنھوں نے اس میں خوشبو بھری اور اُسے مصر میں صندوق میں رکھا" — اصل عبرانی میں خوشبو بھرنے کے لیئے لفظ חנט (حنط) ہی — یہی لفظ مرمی میں بھی ہی — جمال قرشی نے صراح من الصحاح میں لکھا ہی "حنوط پر اکندتی از بوے خوش — تحنیط پراکندن حنوط مردہ را — تحنط خوشبوی شدن بحنوط الخ" مردے کے ساتھ خوشبوئیوں کا ذکر اور بھی کئی جگہہ ہی (مثلاً ۲ اخبارالایام ۱۶ ۱۴) یرمیاہ ۱۹ ۱۹ ۳۴

۴ لاش کو منظر عام میں رکھنیکا دستور — مصریوں میں تو یہہ عام دستور تھا کہ مومیا کی ہوئی لاشوں کو ٹھیک زندہ آدمی کی طرح لوگ رکھتے تھے اور اس مردہ کے عزیز و اقربا معین اوقات پر اُس کے دیکھنے کو بھی جاتے تھے ایسے ممیوں کی تصویریں والنسن کے حاشیہ تاریخ ہررقٹس میں نقل ہوئی ہیں — کتاب اعمال ۹ ۳۷ سے مردے کی لاش کو بالاخانہ پر رکھدینے کی رسم معلوم ہوتی ہی اس کے علاوہ اسرائیلی مقبرے بھی ایسے ہوتے تھے جیسے حویلیاں اور مکانات جن میں کوٹھریاں اور دالان ہوتے تھے حتی کہ اُن میں مسافر راہگیر بھی ٹھک کر بیٹھہ جاتے تھے اور چور بھی رہا کرتے تھے دیکھو کتاب تاریخ یہود صفحہ ۱۴۷۔

۵ سلیمان کے آخر زمانہ کی بغاوتیں — یہہ بات معلوم ہی کہ حضرت سلیمان کے آخر زمانہ سلطنت میں کئی ایک بغاوتیں ہوچکی تھیں چنانچہ ھد ھد اور رزن اور یروبعام کے مفسدے اور

یہ عبارتیں کتب تواریخ میں لکھی ہوئی ہیں اور نیز رعایا سے بھی کسیقدر ناخوش ہوچلی تھی کیونکہ ان بناوٹوں کی وجہ سے تجارت بند ہوچلی تھی اور نیز رعایا پر خراج بھی زیادہ تھا اور خصوصا قوم اجنہ کے آدمیوں پر کسیقدر سختی اور ذلت کی تکلیف تھی (دیکھو کتاب سلاطین اول کا گیارھواں باب ورس ۱۴ و ۲۳ و ۲۶ اور بارھواں باب ورس ۴ و ۷ و ۱۱ و ۱۴ اور نواں باب ورس ۲۱ و ۲۲ اور سورۂ سبا عذاب مہین) ۔

۶ اکثر ارکان سلطنت کو یہہ منظور ہوگا کہ اُن کی موت کا عام شہرہ نہووے تاکہ بغاوتوں کی وجہ اور رعایا کی فی الجملہ ناراضی اور بعض رجال جن کی سخت تکلیف سے ملک میں اور زیادہ سرکشی نہوجاوے اور اسی لیئے حضرت سلیمان کی وفات پر کسی قسم کی فرحۃ و زاری و ماتم و سرکداری کا کچھہ مذکور نہیں ہی اور نہ اُن کے دفن کے جلوس اور سامان وغیرہ کا کچھہ ذکر ہی حالانکہ بنی اسرائیل میں بادشاہوں کی وفات پر بہت کچھ جزع و فزع و ساز و سامان ہوا کرتا تھا اور اُجرت پر رونے والے بھی مقرر ہوا کرتے تھے اور کبھی کبھی لاش کے ساتھہ باجا ہوا کرتا تھا اور عطریات کی مقدار کثیر صرف ہوتی تھی (یرمیا ۳۴ ر ۵ ۲ اخبار الایام ۱۶ ر ۱۴ ایوب ۲۱ ر ۳۲ واعظ ۵ ر ۱۲ عاموس ۵ ر ۱۶ متی ۹ ر ۲۳ اور اعمال ۹ ر ۳۷) — اس امر پر بعض ارباب تاریخ بھی متنبہ ہوے ہیں اور لکھا ہی کہ حضرت سلیمان پر فرحۃ و زاری کم ہوئی چنانچہ جاھان نے مورخین بنی اسرائیل کی "تاریخ میں (مقالہ ۳ فصل ۳۳ میں) لکھا ہی کہ "سلیمان سنہ ۹۷۵ قبل عیسوی مرگیا اور باوجود اُن کی عظمت و شان کے اُن کا ماتم تھوڑا ہی سا ہوا" ص ۷۹ ۔

۷ ان سب قراین حالت کو پیش نظر رکھہ کے اس آیت کا مضمون یہہ معلوم ہوتا ہی کہ حضرت سلیمان کی وفات کے بعد اُن کی لاش موسیٰ کی گئی کیونکہ خود بنی اسرائیل میں بھی ایسا ہوتا تھا اور خصوصا اس وجہ سے بھی کہ حضرت سلیمان کے ایک پیوی فرعون مصر کی بیٹی تھی اُس نے ضرور اس معاملہ میں سعی بلیغ کی ہوگی اور نیز ملک میں سرکشی اور بغارت پھیل جانے سے ارکان سلطنت نے بھی اُن کی موت کو چھپانا مصلحت اور مناسب سمجھا ہوگا اور اس نظر سے بھی ترکیب بہت ہی خوب تھی کہ امراء و سلاطین و نیز حکما و انبیا کے دستور پر اُن کی لاش کو حنوط کرکے ایک جارۃ کے مکان میں جہاں اکثر لوگ دیکھہ سکیں رکھدیا جاوے اور عصا کے سہارے اُسے کھڑا کردیا ہوگا † —

† زمانہ حال میں سید احمد صاحب کی صورت چھپانے کے لیئے اُن کے مریدوں نے اسی طرح اُن کا ڈھانچا بٹالہ یا قاز کی نہر میں پٹھا دیا تھا ۔

۸ بعضی روایتوں سے بھی اس مضمون کی جو ہمنے حضرت سلیمان کی لاش کے حنوط یا موصیا کیئے جانے کی نسبت لکھا ہی تائید ہوتی ہی — شیخ السلام امین الدین طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہی — روی ائمہ اھلبیہ اللہ سبحانہ علی حضور وفاتہ فاغتسل و تحنط و تکفن والجن فی معلوم — کہ روایت ہی کہ جب سلیمان کی موت آئی تو خدا نے اُن کو خبر کردی تو وہ نہائے اور حنوط کیا اور کفن پہنا اور جن اپنے کام میں تھے ۔

اور تفسیر مواہب علیہ معروف بتفسیر حسینی میں ہی کہ "منقضی اجل پسلیمان علیہ السلام درآمد و طلب ودیعت روح کرد سلیمان علیہ السلام کسان خود را وصیت کرد کہ مرگ مرا فاش نکنید و مرا بعد از مرگ بر عصاے من تکیہ دھید تا جن از کار خود باز نمانند و مہم مسجد باتمام رسد پس چوں سلیمان ہم در گزشت او را بشستند و بر او نماز گزاردند و او را بر عصا تکیہ دادند دیراں از دور او را زندہ می پنداشتند و بہماں کار کہ نام زد ایشاں بود قیام می نمودند" ۔

۹ تفسیروں میں یہی قصہ اسی طرز پر ہی مگر اُن کی روایتوں میں افسانہ امیز تقریر کا رنگ ہی اور سچا واقعہ اور جھوٹی کہانی کی باتیں ملی ہوئی ہیں — ان کے نفس واقعہ صحیحہ مندرجہ قران کا طرز بیان بھی قصہ گوئی کی طرف منجر ہی مگر اس پر جو اور حاشیے لگائے گئے ہیں وہ خلاف حقیقت ہیں مثلاً —

اس قصہ کے متعلق ایک غلط بات یہہ ہی کہ بیت المقدس پختے سے ایک سال پیشتر حضرت سلیمان نے وفات پائی — چنانچہ اکثر تفسیروں میں ایسا ہی لکھا ہی مگر یہہ بات تاریخی واقعات کے خلاف ہی کیونکہ بیت المقدس حضرت سلیمان کی زندگی میں تمام بن چکا تھا — اور قران مجید میں اس مقام پر نہ بیت المقدس کی تعمیر کا ذکر ہی اور نہ ایک سال کا ذکر ہی ۔

ہمیشہ مخالفوں نے قران پر اس وجہ سے اعتراض کیا ہی ، اس میں خلاف واقعہ سلیمان کی موت کو طیاری بیت المقدس سے ایک پیشتر سال بتلایا ہی ۔ حالانکہ یہہ بالکل جھوٹ ہی اور یہہ سب کچھہ اعتراضات مفسیروں کی نقل روایت کی بدولت ہوئے ہیں ۔

۱۰ اب یہہ بات کہ وہ جن کون تھے اور اُن کو تکلیف کیا تھی اس کا بیان یہہ ہی کہ وہی خیریم جو عدم موانست کی وجہ اتفاقا دیمک یا گھن کے کیڑے نے اس کو کھانا شروع کیا اور جب وہ عصا ذرا بھی ٹیڑھے سے خالی ہوا اُن کی لاش دھوے سے گر پڑی ۔

اور جو لوگ اُنکی موت سے واقف نہ تھے اُنکو اس دیمک کی وجہ بھی معلوم ہوگی — اور قوم جن کے آدمیوں کو معلوم ہوا اور افسوس ہوا کہ اگر ہم علم غیب جانتے ہوتے تو اس تکلیف میں نہ رہتے ۔

ہے بنی اسرائیل کے محاورہ میں غیر اور اجنبی کہلاے اور اُن کا مناسب ترجمہ عربی میں یا اُس کے لایق مرادف لفظ قرآن میں جن آیا ہی جو ملک کنعان کے اصلی باشندے تھے اور عبری کتب مقدسہ میں اُن کے مختلف قبیلے فلسطین اور عنقیم اور ایمیم اور زمزیم مذکور ہیں اور اُن کے مذاہب مہین کا ذکر صحف سلیمان میں ہی اور اس طرح پر مضمون قرآن کی پوری تصدیق ہوتی ہی ۔

پہلے سلاطین کے نویں باب میں ہی (۲۰) لیکن وہ سارے گروہ جو اموری اور حتی اور فریزی اور حوی اور یبوسی سے باقی رہے اور اسرائیل نہ تھے (۲۱) ہاں اُنکی اولاد جو بعد میں باقی رہی جنہیں بنی اسرائیل نابود نہ کرسکے سو سلیمان نے اُن پر خدمت کی کر لگائی جو آجکے دن تک ہی اور کتاب دوم اخبار الایام کے نویں باب (۷ و ۸) میں بھی یہی مضمون ہی اور اصل کتاب عبرانی میں لفظ מס ہی جس کا ترجمہ کسی قدر غلط "خراج" ہوا ہی مگر اس کا صحیح ترجمہ بدنی خدمت ہی — خواہ وہ بیگار کے طور پر ہو یا اُجرت اور ٹھیکہ کے طور پر مگر بیشتر خدمتی کام کے لیئے آتا ہی ۔

اور کتاب ۲ اخبارالایام یا تواریخ کے دوسرے باب میں ہی (۱۷) اور اپنے باپ داؤد کے کہنے کے موافق سلیمان نے اسرائیل کے دیس میں سارے پردیسیوں کو گنا اور وے ایک لاکھ ترپن ہزار چھ سو ٹھہرے — (۱۸) اور اُسر نے ان میں ستر ہزار بار بردار اور اسی ہزار پتھر توڑنے والے پہاڑ میں ٹھہرائے اور اُن پر تین ہزار کروی مقرر کیئے کہ لوگوں سے کام لیویں ۔

پس بھی غیریم اور نیز وہ کاریگر لوگ جن تھے ۔

۱۱ صور اور صیدا کے کاریگر جو لکڑی کے کام میں اُستاد کار تھے (اسلا $\frac{5}{9}$) اور پتھر تراشنے والے ماہران فن (اسلا $\frac{5}{18}$) اور جہازی کام دینے والے ملاحان بحر فن (اسلا $\frac{9}{24}$ — حزقیل $\frac{27}{9}$ اور غواصان قادر روزگار اور نیز وہ پردیسی اور اجنبی یعنی غیر قوم کے آدمی جو برجھے اُٹھانے اور پہاڑ کاٹنے کام میں لگائے تھے (۲ تواریخ $\frac{1}{2\,18\,17}$) جنکو قرآن میں جن و شیطان کہا ہی یہہ سب لوگ در اصل فلوتی فلسطی اور کنعانی تھے — اور جو معنی فلسطیم کے ہیں وہی معنی غیریم کے ہیں ملک فلسطین کے اصلی باشندے کنعانی تھے انہیں کنعانیوں כנענים کو یونانی زبان میں فوی نی کیس کہتے ہیں (دوسری جگہہ صاف لکھا ہی کنعان ارض فلسطیم (اصفینا $\frac{2}{5}$) یہہ قومیں جبکہ بنی اسرائیل اُن پر مسلط ہوئے غیریم یعنی پردیسی اور اجنبی کہلائے اور داود اور سلیمان کے زمانہ میں یہہ بالکل مطیع اور منقاد ہوگئیں تھیں اور اُن سے خدمتی کام لیا جاتا تھا (۲ صموئیل ۶—۸ $\frac{5}{8}$ ا تواریخ ۳—۸ $\frac{9}{8}$ اسلا ۲۰ $\frac{9}{2}$ ۲ تواریخ ۱۷و۱۸ $\frac{2}{8}$ و۷و۸)

۱۲ سیپٹو اجنٹ میں جو کہ یونانی زبان کا ترجمہ توریت ہی صحف انبیا میں ملک کنعان کو جن کہا ہی یوشع $\frac{24}{3}$ اور انجیل میں بھی جن آیا ہی (متی $\frac{5}{5}$ لوق $\frac{2}{6}$) — اسکی وجہہ یہہ ہی کہ یونانی زبان میں زمین اور ملک کو جی کہتے ہیں یہیں سے فارسی میں گیو گیتی اور گیہان جہان بنا ہی اور جی کا مجرور مونث واحد جن ہی پس اس اعتبار سے یہہ کنعانی لوگ بھی جن کہلاتے ہونگے زمانہ نزول قرآن میں یہودیوں میں سے اصل تورات کا علم یا عبرانی زبان کم رایج تھی سب یہود ترجمہ سیپٹو اجنٹ پڑھتے تھے اسوجہہ سے ان کنعانیوں کا نام عربی میں جنی آتا ہوگا جس کی جمع جن ہی اور قرآن مجید میں وہی لفظ آیا جو اُن کے محاورہ میں تھا یعنی جن اور صور وصیدونی بھی کنعانی تھے کیونکہ کنعان کے بڑے بیٹے کا نام صیدون تھا — اور صور وصیدا دونوں شہر سمندر کے کنارے پر تھے — ابوالفداء نے صیدون کو دمشق سے ۶۶ میل کے فاصلہ پر بتلایا ہی — اگلے زمانہ میں یہہ دونوں شہر آبادی کی کثرت سے ملے ہوئے تھے اس کے آثار ابتک نمودار ہیں ۔

۱۳ لفظ جن قرآن مجید میں متعدد جگہہ آیا ہی اور ایسے ہی اس لفظ کے ما صدق علیہ میں بھی تعدد ہی یعنی کئی طور پر مختلف حیثیتوں سے (بانعتبار شتی) بنی آدم زندہ اور مردہ پر اسکا اطلاق ہوا ہی جسکی تفصیل اک جداگانہ آرٹکل یا رسالہ کے مناسب ہی جو عنقریب شایع ہوگا مگر جنات سلیمانی تو بجز اُن لوگوں کے جو بنی اسرائیل میں اغیار یعنی کنعان کے اصلی باشندے اور صور وصیدا کے کاریگر پہاڑی رہتی تھے اور کوئی قوم نہیں ہو سکتی اور خصوصا وہ ہوائی جنات جو عامۂ ناس کے خیالات میں ہیں کہ وہ ہوائے جاذدار ہیں کہ بھوروپ غرب بدلتے ہیں (الجن حیوان ہوائی یتشکل اشکالا کثیرۃ) وہ تو کسی طرح سلیمانی جنکی مصداق ہو ہی نہیں سکتے اور ہم اگے چلکہ مفسرین ہی کے اقرار سے ہاں انہیں مفسرین کے اقرار سے جو جنات کے بڑے ہوا خواہ ہیں ثابت کردینگے کہ حضرت سلیمان کے جنات وہ عام جنات نہیں تھے بلکہ وہ ایک خاص مخلوق تھے — فانتظر ۔

۱۴ سلیمانی جنات کو علم غیب کا دعوی ہوتا قرآن کے ان الفاظ سے تو نہیں نکلتا — اس لیئے اس کی تفسیر میں مفسروں نے اختلاف کیا ہی — تبیانت الجن کے یہہ معنی قرین قیاس ہیں کہ اوروں کو معلوم ہوگیا کہ اگر جن علم غیب جانتے ہوتے الخ ایسا ہوگا بنی اسرائیل کو ایسا خیال ہوگا کہ یہہ لوگ جو کاریگر اور اُستادکار

اور صناع ہیں ان سے حضرت سلیمان کی لاش کے حنوط کیئے جانے کی حکمت چھپی رہی اگر یہہ علم غیب جانتے ہوتے تو اُنکے مرنے پر ہرگز ہوجاتے اور یہہ بھی کچھہ بعید نہیں کہ صروروصیدا کے آدمیوں یا بعضے گنعانی قبیلوں نے (جنکر جن کہا ہی) ان تنجیم یعنی اختر شناسی کا اظہار کیا ہو کیونکہ یہہ علم نجوم کلدانیوں کی قوم کا نکالا ہوا ہی اور اسی خالدیہ یعنی ملک شام میں ملک صور وصیدا وفلسطین داخل ہی — اور صور و صیدا کے آدمیوں کو جہازرانی کے لیئے بھی اختر شناسی کی بڑی ضرورت تھی اور اس زمانہ میں نہ مباس اور قطب نما کی ایجاد نہیں ہوئی تھی اس لیئے ستاروں کی شناخت بہت ضروری تھی — اور قوم فرنیقیا بھی نجوم میں ماہر تھی اور صوری و صیدونی سب فرنیقی تھے .

راقـــــــم
چراغ علی

نمبر ۲۲۲

سراب حیات

صبح ہوتی ہی شام ہوتی ہی * عمر یوں ہی تمام ہوتی ہی

کیوں کس خیال میں ہو آج آپکی طبیعت کچھہ متفکر معلوم ہوتی ہی .

نہیں کوئی بات نہیں ہی یوں ہی سست ہی آدمی کو کبھی کچھہ خیال ہوتے ہیں کبھی کچھہ اُنمیں خیالات سے کبھی آپ ہی آپ خوش ہوتا ہی کبھی آپ ہی آپ متفکر ہوتا ہی .

بھلا کہیئے تو سہی کہ کن خیالات نے آپکو متفکر کیا ہی ہم بھی تو سنیں .

چند روز ہوئے کہ میں نے ایک گھنٹہ اپنے کمرہ میں لگایا ہی اُسکا لنگر ٹوٹ گیا تھا وہ بند تھا نہ چلتا تھا ٹہ آواز دیتا تھا ایک دوست نے مہربانی سے اُسکو بنا دیا وہ چلنے لگا اور آواز دینے لگا — میں دیکھتا ہوں کہ وہ دن رات چلتا ہی ایک سے اپنا دورہ شروع کرتا ہی اور بارہ پر ختم کردیتا ہی اُسکی ایک اُلٹ پھیر میں دن رات ختم ہوجاتا ہی جب ہم خیال کرتے ہیں کہ ہم نے کیا کیا تو معلوم ہوتا ہی کہ کچھہ نہیں — یہی دھن نئی دن سے مجھے لگی ہوئی تھی اور اسی خیال میں غلطاں پیچاں تھا کہ یکایک ہمارے دوست پادری رجب علی صاحب نے ایک کتاب بھیجی جسکے سرے پر لکھا تھا " سراب حیات " میں بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ شاید اس سے کچھہ عقدہ حل ہوگا .

یہہ کتاب دراصل انگریزی میں ہی اور جانسن نے بڑی فصاحت و بلاغت سے لکھی ہی اُسکا ترجمہ پنڈت بشمبر ناتھہ صاحب نے کچھہ کمی بیشی کے ساتھہ نہایت تاپلیت سے اُردو زبان میں کیا ہی .

اس کتاب میں مصنف نے نہایت لایق اور مشہور اور عقلمند اور دولتمند اور فصیح و ظریف و شاعر فیاض و بخیل آدمیوں کا جو ہمارے زمانہ سے تھوڑے ہی دن پہلے اسی دنیا میں موجود تھے ذکر کیا ہی اور پھر دیکھایا ہی کہ کس طرح حسرت و افسوس سے اس دنیا سے گئے تمام مال و دولت چھوڑ گئے نہ وہ عقلمندی کام آئی اور نہ وہ متاع دنیا زبان حال سے یوں کہتے کہتے مرگئے .

کسلیئے آئے تھے کیا ہم کر چلے * تمنّیں چند اپنے ذمہ دھر چلے

اِس کتاب نے بعرض سمجھانے کے میرے خیالات کو اور اُلجھا دیا اور یہہ سوال دل میں پیدا ہوا کہ " کس لیئے آئے تھے ؟ اسی سوچ میں تھا کہ میں نے اپنے کمرہ کا دروازہ کھولا ایک خوشنما ڈلی اور سر سبز درخت اور شاداب کھیتی پر میری نظر پڑی میں نے دیکھا کہ ڈلی کا پانی بہا جاتا ہی پھولا آتا ہی اور اگلا چلا جاتا ہی درختوں کو میں نے دیکھا کہ پرانے جاتے ہیں اور نئے آتے ہیں — پکی کھیتی کاٹی جاتی ہی اور نئی بوئی جاتی ہی یہی آواگون لگ رہا ہی . یہہ کس لیئے آئے تھے اور کس لیئے گئے کیا یہہ بھی کچھہ حسرتیں لیگئے .

کچھہ سمجھہ میں نہیں آیا مگر میں نے غور کیا کہ شاید یہہ مسئلہ کہ " کس لیئے آئے تھے اور کیا کر چلے " متحرک جاندارروں سے متعلق ہوگا میں نے سب کی حالت پر اپنا خیال دوڑایا — میں نے شیر کا خیال کیا جو سب سے زیادہ خوبصورت سب سے زیادہ شان دار سب سے زیادہ شجاع سب سے زیادہ قیور ہی مگر سب میں موزی اور زشد بار ازار مشہور ہی . جب اُس کی مردہ لاش کا میں نے دھیان کیا تو دیکھا ایک بیحرکت لاشہ پھول کر پیٹ پھٹا ہوا انتڑیا گیدڑوں کی کھائی ہوئی سنہری کھال خاک میں ملی ہوئی گوشت گلکر زمین پر پڑا ہوا ہڈیوں کا ڈھانچا ہی ڈھانچا تھا اور غالبا وہ بھی چند روز کو .

میں سمجھا کہ یہہ تو اُرسی قسم کا جانور تھا جس قسم کے آدمیونکا سراب حیات میں جانسن نے ذکر کیا ہی کسی اس سے عمدہ جانور کو دیکھو .

اتنے میں کتے کا مجھے خیال آیا میں سمجھا کہ سب جانوروں میں یہی خدا رسیدہ ہی قناعت محبت رفاقت دوستی وفاداری اپنے مالک کی اطاعت اور سب سے زیادہ کسر نفسی اسپر ختم ہی سب دوڑ دور کرتے ہیں مثلاً مولوی تو نجس العین بتاتے ہیں مگر یہہ غریب سب کے سامنے عاجزی اور کسرنفسی سے دم ہلاتا اور سر جھکاتا ہی مگر جب وہ بھی مرا تو ایک لاشہ بیحرکت تھا نہ وہ دم کا ہلانا تھا نہ سر کا جھکانا نہ وہ رفاقت تھی نہ وہ اطاعت چند روز میں اُسیطرح

ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا منہ کھلا چوڑا ننگا دانت اور کچلیاں کھلی ہوئیں اور ہزاروں چھوٹیاں اُس میں گھسی ہوئی میں نہایت متعجب ہوا اور کہا کہ میاں انجام تو دونوں کا ایک سا ہی ہوا ۔

میں نے کہا نہیں کسی مقدس جانور کو لو میں نے کبوتر کا خیال کیا جو دنیا میں سب سے مقدس شمار ہوتا ہی بھولی بھولی صورت پیاری پیاری باتیں جورو خصم میں نہایت محبت درتو کا سرشیل پرتاؤ نہایت میٹھا تقدس میں بھی سب سے بڑھا ہوا ذبح کے لیئے زیتون کی مبارک ٹہنی لانیوالا مسیح کے لیئے روح القدس پنکر اُوترنیوالا مکہ معظمہ میں کعبہ کا طواف کرنیوالا تمام خانقاہوں کا مجاور ہوکر رہنے والا اپنے پروں کی ہوا سے بیماروں کو شفا بخشنے والا تمام ہندوؤں اور بودھسٹ لوگوں کو جی کے بچاؤ کی ہدایت کرنے والا مگر جب اُسکا بھی انجام دیکھا تو اس سے زیادہ کچھہ نپایا کہ پر نچے ہوئے کہیں پڑے ہیں چونچ کہیں اور پنجے کہیں چند روز تک سینہ کا ڈھانچا پڑا ہی پھر وہ بھی نہیں ۔

میں نے اپنے خیال کو انسان کی طرف پلٹا کہ یکایک میرے سامنے سلطان عبدالعزیز کا ماجرا آ موجود ہوا جو نہایت مشہور اوربہادرشخص تھا لڑائیوں میں نہایت دلیری و داناٹی سے لڑا تھا پندرہ برس سے قسطنطنیہ کے تخت شاہنشاہی پر جلوس کرتا تھا لوگ کہتے ہیں کہ نہایت فضول خرچ تھا عورتوں پر بہت فریفتہ تھا ترپین کشتیاں عورتوں کی پھرتی ہوئی اُسکی حرم سرا میں تھیں ملک میں روپیہ کی کمی تھی شاہی خزانہ خالی تھا یانیوں سے سلطنت میں آفت برپا تھی مگر اُسنے کئی کروڑ روپیہ اپنے خزانہ میں میاہی کے لیئے جوڑا رکھا تھا اپنی پیاری جورو کی خوشی کے لیئے ترکوں کی ولیعہدی کی پرانی رسم کو توڑنا چاہتا تھا اُس جورو سے جو بیٹا تھا اُسکو ولیعہد بناتا تھا اور ملک کی بربادی کا کچھہ خیال نکر کر اس کام کے پورا کرنے کو ملک کے دشمن آدمیوںکو اپنا دوست بناتا تھا — کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے جرموں میں اُسیکی سلطنت کے لوگوں نے اُسپر یورش کی تخت سے اُتاردیا اور محل سے نکال ایک چھوٹے سے مکان میں قید کردیا سلطنت جانے کی حسرت نے اُسکے دل کو بیتاب کردیا اور اپنے تئیں آپ مارمرا میرے خیال نے جھٹ ہاتھہ دوڑایا پہلے تو ماتھے پر رکھا پھر نتھنوں کے سامنے لیگیا کہ شاید کچھہ سانس چلتی ہو سینہ کو ٹٹولا ہاتھہ کو دیکھا پاؤں کو دیکھا چاروں طرف غور کی چھوڑ ایک لاش کے کچھہ نپایا سینہ پر کان لگایا کہ شاید وہ مڈیاں اُوچھل رہی ہوں مگر کچھہ پتا نہ لگا — میں سمجھا کہ اب اسمیں کچھہ نہیں چند روز میں یہہ گوشت و پوست بھی نہوگا صرف ہڈیوں کا ڈھانچا رہ جاویگا اور چند روز بعد وہ بھی نہوگا مجھے جانسن کی سراب حیات یاد آئی اور سمجھا کہ دنیا کی حسرت میں مرا اسلیئے اسکا یہہ حال ہوا ۔

مجھکو اشتیاق ہوا کہ کسی بڑے خدا رسیدہ دنیا کی طرف سے بژمردہ مرے ہوئے کا حال دیکھوں پنجاب کا ایک نہایت متبرک شخص میری آنکھوں میں پھرگیا اُسکے دیکھنے سے میں بہت خوش ہوا خدا کے سوا اور کچھہ نظر نہ تھا عبادت کے سوا اور کچھہ کام نہ تھا دنیا اور اُسکا عیش محض بے حقیقت تھا جو لو تھی وہ خدا سے وعقبیٰ سے لگی ہوئی تھی اتفاقات سے اُنکا بھی آخری وقت آ پہونچا اپنی اول منزل کی اُنھوں نے وصیت کی اور اپنے دوستوں کو نصیحت نہایت شاداں و فرحاں سفر کی طیاری کی اور بغیر کسی ارمان و حسرت کے جان دی میرے خیال نے جھٹ ہاتھہ بڑھایا ماتھے پر رکھا نتھنوں کے سامنے کیا دل ٹٹولا سینہ ٹٹولا ہاتھہ دیکھا پاؤں دیکھا کچھہ نہ تھا سینہ پر ٹکٹکی باندھی کہ اُس کے اندر سے ضرور کچھہ روشنی جھلکتی ہرگی پر کچھہ نہ تھی میں گھبرایا اور بے اختیار ہول اُٹھا کہ اجی حضرت کچھہ ہولو تو سہی وہاں کیا تھا سانس بھی نہ تھی میں نے کہا کہ یہہ تو ویسا ہی معاملہ ہوگیا جیسا کہ ان سے پھلوں کے ساتھہ ہوا تھا دنیا کی حسرت لیجانے اور عبادت کے شرق میں مرجانے میں تو اب تک کچھہ فرق نہیں دکھائی دیا ۔

اتنے میں ارگ اُن کی تجہیز و تکفین کرنے لگے قدیم خانقاہ میں اگلے سجادہ نشینوں کی قبروں کے برابر قبر کھودنے لگے میں نے گھبراکر کہا کہ دو چار دن رہنے تو دو مجھے سمجھنے تو لینے دو کہ یہہ کیا ماجرا ہی لوگوں نے کہا پاگل ہوا ہی کوئی مردوں کو رکھتا بھی تمام کمال یکسں جاویگی گوشت گل پڑیگا ہڈیوں کا ڈھانچہ نکل آویگا اور چیلیں منڈلانے لگیں گی ہڈیوں کے ڈھانچہ سے ارگ ڈرکر بھاگنے لگینگے یہہ سنکر تو میں ششدر رہ گیا تمام اگلے لاشی میری آنکھوں میں پھر گئے میں نے کہا کہ میاں ارو سب کا بھی تو یہی حال ہوا تھا کیا یہی بات سچ ہی —

چو آھنگ رفتن کند جان پاک
چہ برتخت مردن چہ بر روے خاک

میں نہایت متردد و متفکر حیران و ششدر وہاں سے اُٹھا اور دل بہلانے کے لیئے اپنے باغ میں گیا جو ایک بہت بڑا باغ تھا اور جوانی اور ولولہ کے زمانے میں میں نے اُس کو از سر نو نہایت خوبصورت و خوشنما آراستہ کیا تھا اور وہاں اکثر دوستوں کا اور بڑے بڑے نامی اور پائمال لوگوں کا مجمع ہوتا تھا غالب کی دلکش و محبت آمیز پُرزگانہ باتوں سے آزردہ کی داغ سب و دلربا فصاحت سے شیفتہ کی متین

و قیع خندہ زن وضع سے صہبائی جانوار کے میخانہ مصیبت سے دل شاد شاہ رہتا تھا — ادھر اودھر پھر رہا تھا ایک چمن میں پھر نچھا جس کی نئی نئی ڈھائی ہوئی تھی مٹی میں ایک مٹی دکھائی دی جسکو میں بکرے کی سری سمجھا میں نے ٹھوکر مارکر پرے پھینک دیا جب وہ نکلی تو بکرے کی سری نہ تھی بلکہ آدمی کی کھوپڑی تھی میں نے اپنے دل سے کہا کہ ایک دن اسیطرح کوئی شخص میری کھوپڑی کو بھی ٹھوکر ماریگا میں نے دوڑکر اُسے اُٹھا لیا اور دیکھا کہ صرف ہڈیاں جوڑی رہ گئی ہیں پیشانی کی ہڈی پر خط خط ہیں شاید وہی نوشتہ تقدیر ہو پر پڑھی نہیں گئی آنکھوں کی جگہہ ایک گڑھا اور حلقہ تھا اُنکلی قالو تر کچھہ نہیں ناک کی خوبصورتی بالکل نہ تھی ایک شکستہ تھوڑی سی اونچی نہایت پدنما ہڈی کا نشان تھا اور اُس کا سوراخ نہایت ہی برا معلوم ہوتا تھا دانت جن کو موتی اور اراوں کی بازی کہتے تھے ایسے بھیانک دکھائی دیتے تھے کہ دل کانپتا تھا ۔

میں نے اپنی بے ادبی کی جو نادانستہ ہوئی معافی چاہی اور پوچھا کہ تم کون ہو کیا مذہب تھا ۔ کہ تھے فقیر تھے دنیا کی حسرت میں مرے یا خدا کی عبادت میں ہر چند پوچھا کچھہ جواب نہیں ملا پھر میں اُس کو اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا کہ شاید کچھہ نشان پہچان برائی کا ملے کچھہ نہ ملا ایک پتلا بانسان میری ان سب باتوں کو دیکھہ رہا تھا کہ میاں کیا دیکھتے ہو اچھے بڑی کا کیدر پھوٹے کا مرے پر سب کا ایک سا حال ہوجاتا ہی میں سخت متعجب ہوا اور جانسن کی سواب حیات کو یاد کیا کہ پھر اُسنے کیا کہا ؟

میرے دوست نے کہا کہ تمہارے خیال بھی نہایت خام ہیں اور تمہارے متفکر ہونے پر بھی نہایت افسوس ہی تم اس مٹی کے ڈھیر اور سڑنے والے گوشت اور گلنے والی ہڈیوں میں کیا ڈھونڈتے تھے جو چیز دیکھنے کی تھی وہ تو اُسمیں تھی ہی نہیں ۔

میں نے پوچھا کہ پھر وہ کہاں تھی اُسنے کہا کہ معلوم نہیں پھر پوچھا کہ کیسی تھی بولا کہ معلوم نہیں پھر پوچھا کہ دیکھائی دیتی تھی کہا نہیں پھر پوچھا کہ کہاں گئی کہا معلوم نہیں ۔

اس جواب سوال سے میں اور بھی متحیر ہوا کہ جس چیز کا کسیطرح پر علم نہیں اُسکی نسبت کہتا ہی کہ تھی بولا کہ خدا نے کہا ہی میں نے کہا سچ " ولکن لیطمئن قلبی " یہہ سنا اور سنکر خاموش ہورہا — میں نے کہا کہ یہہ سب تمہارے خیالات ہیں کہ وہ شخص نیکیا کی حسرت میں مرا اور وہ شخص خدا کی عبادت میں مرے پر سب برابر ہیں جو بات سچ ہی وہ آپس کی ہمدردی قومی اعانت قومی بھلائی ہی — جبکہ ہماری قوم کا دنیا میں یہہ حال ہی کہ ذلت و خواری تکلیف و جہالت میں مبتلا ہی تو اگر کوئی دنیا کی حسرت میں مرکر جہنم میں گیا تو ہماری جوتی سے اور عبادت کرکر بہشت میں گیا تو ہماری بلاسے اُنکا کیا رونا ہی جیتوں کو روؤ جو مروں سے بھی بدتر ہیں ۔

راقم
سید احمد

نمبر ۲۴۳

ترمیم

احکام شریعت غرائے محمدی
علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

ہمکو اودہ اخبار مورخہ دوسری جولائی سنہ ۱۸۷۶ ع دیکھہ کو نہایت افسوس ہوا ہی کہ اب تعوذ باللہ شریعت مصطفوی ایسی ہوگئی ہی جس میں ترمیم کی حاجت پڑی ہی اور حکام وقت سے اُسکی ترمیم کی درخواست کی جاتی ہی ۔

خدا نے اور محمد رسول اللہ صلعم نے مہر کی کوئی حد معین نہیں کی تائم اور سنکرحہ کی رضامندی پر موقوف ہی جو وہ چاہیں مقرر کریں مگر ہمارے زمانہ کے امام اعظم جناب حضرت مولوی محمد یعقوب صاحب صدر مدرس مدرسہ عربی دیوبند خدا کے اُس حکم کو پسند نہیں فرماتے اور یہہ چاہتے ہیں کہ نواب گورنر جنرل بہادر ہندوستان کی لیجس لیٹف کونسل سے کوئی قانون اُسکی ترمیم کے لیئے نافذ ہو تا ہر قوم کی حسب حیثیت ایک مقدار مقرر ہوجاوے چنانچہ جو خط جناب امام ہمام کا اسباب میں اودہ اخبار میں چھپا ہی اُسکا وہ فقرہ جس میں وہ درخواست ہی بعینہ نقل کیا جاتا ہی اور وہ یہہ ہی —

" اب ایک مختصر مضمون اُس رائے پر عرض کرتا ہوں زیادہ مہر کی اصل ملک ہند میں کچھہ تو فخر اور تکبر کے باعث ہی مگر اصل اسباب کی یہہ ہی کہ زیادہ مہر کے وسیلہ سے عورتیں بعد بیوہ ہونے کے دوسرے نکاح کرنے سے بچیں اور بڑی اہمام اور رشتہ دار اس حیلہ سے اپنے حق سے جو بحسب فرایض اللہ اُنکے لیئے مقرر ہی محروم رہیں مگر اس کے لیئے کسی زمانہ میں جیسی صورت ظاہری تھی ویسی مقدار مقرر ہوئی تھی اب وہ صورت بھی نرہی اور نہ وہ گنجایش مگر مہر وہی کا وہی رہا ہی — کیا اچھی بات ہو کہ حکام ایسے پیہودہ جھگڑے دیکھکر ایسے بڑے امر سے کہ بنا بہت سی بری باتوں کی ہی روک دیویں اور ہر قوم کی حسب حیثیت ایک مقدار مقرر ہوجاوے جس سے تجاوز نہوا کرے یا ہر جانب مفاید

کو اسبات کی ہدایت کریں کہ وہ باہم اس تجویز کو فراہم ہوکر کرلیں تاکہ یہہ بلائے عام دفع ہو "۔

راقـــــم

محمد یعقوب صدر مدرس مدرسۂ عربی دیوبند

ہم سمجھتے ہیں کہ جو حکم شریعت محمدی کا ہی وہ تو نہایت عمدہ ہی اُس میں تو کچھہ ترمیم کی حاجت نہیں اور نہ کوئی نقصان اور آفت اُس میں ہے ہاں اس میں شبہہ نہیں کہ جو لوگ شریعت کی ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتے ہیں انکو یہہ سی دشواری کچھہ لینے اور پورانی کو طلاق اور ٹٹی سے نیا نکاح کرلینے میں بہت آسانی ہو جاوے گی اور ٹھیک یہہ مسل صادق آجاویگی کہ دل جوید اندید ۔

راقـــــم

سید احمد

نمبر ۲۴۴

کافر

اگلے زمانہ میں بھی گذرے ہیں

اندنوں میں جناب مولوی محمد مسیح الدیخاں بہادر رئیس کاکوری ملاقہ لکھنو کے کتب خانہ سے ایک تفسیر مسمی بہ "کشف الاسرار" ہمارے ہاتھہ آئی ہی اُس کتاب کا اور اُس کے مصنف کا حال ہم پھر کبھی لکھینگے اسوقت اُسکے جو تفسیر اُن آیتوں کی لکھی ہی جنکی تفسیر میں ہمارے زمانہ کے احباب ہمکو کافر بتاتے ہیں بعینہ اس مقام پر لکھتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ اگلے زمانہ کے مفسر بھی کافر تھے ۔

اس تفسیر کے مصنف کا ہم ابھی نام نہیں بتاتے جب خرب اُس کی تکفیر کے فتوے ہولینگے تب نام بتاوینگے ۔

سورۃ النساء

اس مفسر نے حضرت عیسی کی نسبت تین باتیں قریب قریب اُسی کے بیان کی ہیں جو ہم کہتے ہیں ۔

اول یہہ کہ خدا نے کسی دوسرے شخص کی صورت حضرت عیسی کی صورت کے مشابہ نہیں بدل دی تھی بلکہ اس مفسر کا مذہب یہہ ہی کہ روساء یہود نے ایک شخص غیر کو دیدہ و دانستہ کہ یہہ حضرت عیسی نہیں ہی مار ڈالا اور صلیب پر لٹکا دیا اور عوام سے یہہ کہکر دکھادیا کہ وہ عیسی ہی جس کو ہمنے مار ڈالا ہی ۔

دوسرے یہہ کہ حضرت عیسی آسمان پر نہیں چلے گئے اور جب ان دونوں باتوں کو ملایا جاوے تو نتیجہ یہہ نکلتا ہی کہ حضرت عیسی مثل اور انبیا کے اسی دنیا میں اپنی صورت سے مرے ۔

تیسرے یہہ کہ اس مفسر کا مذہب یہہ ہی کہ معراج بالجسد نہیں ہوئی تھی بلکہ بالروح خواب میں ہوئی تھی ۔

فما قولکم یا ایھا المکفرین المسلمین فی حق مثل ھذا المفسرین المومنین ۔

عبارت تفسیر مذکور یہہ ہی

اور اُن کا یہہ کہنا کہ ہمنے عیسی مریم کے بیٹے خدا کے رسول کو مارا یعنی اُنکا یہہ کہنا اور

" وقولھم انا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللہ " ای المشھور بھذہ الدعوی عندھم " وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم " انھم ھذہ العبارۃ واصرف الی ای بیئتھا و بین قولہ لرقول ولکن شبہ اللہ لھم او اشتبہ علیھم فانہ لرقال شبہ اللہ تدل علی کرامتھم اونشبہ لھم بعیسی واحدا لبرضیھم بقتل واحد وان لم یکن عیسی والقدکان تعالی قادر اعلی انزام عیسی علیہ السلام وان یلقیہ علیھم بغیر ذلک ولو قال اشتبہ دل علی انھم اشتبہ علیم فلھم مثلا ومتی اشتبہ الشی فیجوز ان یکون ھوالمشار الیہ فی نفس الامر وقد اشتبہ کما یجوز ان یکون غیرہ وقد اشتبہ ایضا وقد نسب الضمیر الی عیسی اعنی اشار الیہ فلزم ان لایقرل ھیھنا من ذلک نقولہ شبہ بھذہ العبارۃ وما بعدھا یدل علی مانقلہ الجبائی انہ لما رفع عیسی علیہ السلام خاف رؤساء الیھود من اتباع الیھود لعیسی رمیلھم الی من مال معہ منھم

ایسا اُنکا دعوی کرنا اُنمیں مشہور تھا حالانکہ نہ اُنھوں نے حضرت عیسی کو مارا نہ اُنھوں نے حضرت عیسی کو صلیب پر لٹکایا مگر اوروں کے لیئے اُنکی صورت بنادی پس اس عبارت کو سمجھنا چاھیئے اور جس طرح خدا نے کہا ہی اُس میں اور اس طرح کے کہنے میں کہ اللہ نے اُنکے لیئے عیسی کیسی صورت بنادی یا مشابہ کردیا اللہ نے اُنکے لیئے فرق کرنا چاھیئے کیونکہ اگر یوں کہتے کہ اللہ نے اُنکے لیئے عیسی کیسی صورت بنادی تو اس سے تو یہودیوں کی بزرگی ثابت ہوتی کیونکہ اللہ تعالی نے یہودیوں کی خاطر سے ایک شخص کی حضرت عیسی کیسی صورت بنادی تاکہ یہودیوں کو اُس ایک کے مار ڈالنے سے رضامند کردے گو کہ وہ عیسی نہو حالانکہ اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام کی بزرگی قایم رکھنے پر قادر تھا اور حضرت عیسی کو اسطرح پر صورت بدل دینے کے سوا اور طرح پر بھی بچا سکتا تھا اور اگر یوں کہا جاتا

تعمدوا الی رجل فقتلوہ و صلبوہ علی مکان عال بعد قتلہ ولم یمکنوا احداً من الدنو منہ فتغیرت و تنکرت صورتہ وقالوا قتلنا عیسی وصلبوہا علی بقیۃ قومہم فاختلفوا "وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ" و ذلک انہ من حین رفع "مالہم بہ من علم الا اتباع الظن وماقتلوہ" ثم قال "یقینا" فہم من یقین منہم انہ الذی قتلہ یتیقن انہم ماقتلوہ وہم الذین "شبہوا لبقیۃ الناس منہم و بقیۃ الناس ہم الذین شبہ لہم وان یعیسی ممن قد کان یشبہہ فتجاءت العبارۃ منبئۃ بصورۃ الواقعۃ ولو شبہ اللہ لہم انسانا یعیسی فقتلوہ لم یکن قولہم انا قتلنا المسیح بحجۃ ولا کذبا اذ لو اتی انسان امرأۃ تشبہ زوجتہ بحیث لایشک فیہا لم یکن زانیا وقولہ تعالی "ماقتلوہ وما صلبوہ بل رفعہ اللہ الیہ" فانما ارادہ ثم صلبوہ بعد القتل و ہذا ایقصد منہم ولہذا لم یقل اشتبہ فانہ لم یشتبہ علیہم بل الرسام شبہوا وغیرہم "شبہ لہم ولم" یقل ایضا شبہ اللہ کما تقدم و اما الذین اختلفوا فیہ فہم غیر الرسام لانہم کلہم کانوا یہودا فیہ ان بعضہم خالف بعضا فی الایمان بہ فاخبر اللہ من بقیۃ الیہود و النصاری بقولہ وان الذین اختلفوا فیہ ای فی الایمان بہ لفی شک منہ نعاد قولہ وماقتلوہ واجعا الی الرؤساء والمتیقنین بانہم لم یقتلوہ بل شبہوا و قولہ ان الذین اختلفوا فیہ راجع الی الیہود والنصاری معا و لہذا لم یقل اختلفوا فی قتلہ و قولہ ما لہم بہ من علم ساید الی الیہود والنصاری غیر الرؤساء ومن ہہنا تدل علی استغراق الجنس و قولہ الا اتباع الظن ای ان اتباعہم لما تعلہ الرؤساء واد عوہ اتباع ظن و اما ذکر الظن من المتیقنین اتبعہ بذکر الیقین من القائلین المشبہہ مع نفی القتل عن عیسی فقال وما قتلوہ ای و ذلک الاخبار منا بقولنا ما قتلوہ ہو من یقین منہم ولایفہم انہم قتلوہ شکا بل رفعہ اللہ الیہ و کان اللہ عزیزا حکیما * * * *

کہ اللہ تعالی نے مشابہ کردیا تو ثابت ہوتا کہ ان یہودیوں کے لیئے مشابہ کردیا تھا اور جو چیز کہ اسطرح پر مشابہ ہوجاوے تو یہہ کہنا کہ وہ چیز نفس الامر میں وہی ہی جایز ہوگا کیونکہ مشابہ ہوگئی ہی جسطرح کہ جایز ہی کہ وہ اور ہو اور مشابہ ہوگئی ہو اور اس کلام میں عیسی ہی کی طرف تسبیہ ہی یعنی اُنہیں کیطرف اشارہ ہی تو لازم آیا کہ ان دونوں طرح نہ تھا کہ عیسی کیسی صورت بنادی تھی یا مشابہ کردیا تھا اللہ نے اُن کے لیئے پس خدا تعالی کا اس طرح کہنا کہ لوگوں کے لیئے صورت بنادی اور جو اس کے بعد ہی دلالت کرتا ہی اُسی پر جو جہالتی نے نقل کیا ہی کہ جب عیسی اوٹھائے گئے تو سردار ان یہود نے اس خوف سے کہ یہود عیسی کے پیرو نہ ہوجاویں اور انکی طرف نہ جھک جاویں جو عیسی کی طرف مائل ہیں یہہ قصد کیا کہ ایک آدمی کو مارکر اونچے پر صلیب پر لٹکا دیا اور کسیکو اُس کے پاس نہ آنے دیا جب کہ پگڑگیا اور صورت بدل گئی تو اپنی باقی قوم سے کہا کہ ہمنے عیسی کو مارڈالا اور دھوکہ دیا اپنی باقی قوم کو پس اُن میں آپس میں جھگڑا ہوا اور جو اُسمیں جھگڑ رہی ہیں رہے تو البتہ شک میں ہیں اور اسلیئے شک میں ہیں کہ جنسے عیسی اوٹھائے گئے اُنکو کچھہ علم نہیں ہی مگر ظن کی پیروی کرتے ہیں اور عیسی کو نہیں مارا ہی پھر کہا یقینا یعنی انکو تو یہہ یقین ہی یعنی جو قتل کا دعوی کرتے ہیں وے بے شک جانتے ہیں کہ انہوں نے نہیں مارا اور اُنہوں ہی نے اپنے باقی آدمیوں کو شبہہ میں ڈالدیا ہی اور یہہ باقی آدمی وے ہی ہیں جنکے لیئے مشابہ کیا گیا ایک آدمی جو حضرت عیسی کے مشابہ تھا پس یہہ عبارت صورت واقعہ کی خبر دیتی ہی اور اگر اللہ تعالے ایک آدمی کو اُنکے لیئے عیسی کیسی صورت بنادیتا اور وے اسکو مارڈالتے تو انکا یہہ قول کہ ہمنے مسیح کو مارڈالا کچھہ تعجب کی بات نہ ہوتی اور نہ جھوٹ ہوتا اسلیئے کہ اگر ایک آدمی ایک عورت سے جماع کرے جو اسکی زوجہ کے مشابہ ہو اسطرح پر کہ اس میں کچھہ شک نہو تو یہہ زانی نہیں ہوگا اور یہہ قول اللہ تعالی کا کہ نہ اُسکو مارا اور نہ صلیب پر لٹکایا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اُنہوں نے ایک آدمی کو پہلے مارا پھر بعد قتل کے صلیب پر لٹکایا اور یہہ اپنے ارادہ سے کیا اسلیئے نہیں فرمایا کہ اُنپر مشابہ ہوگیا تھا کہ اُنپر تو نہیں مشابہ ہوا تھا بلکہ روسا نے صورت بنادی تھی اور غیر رئیسوں کے لیئے صورت بنادی تھی اور اسلیئے نہیں کہا کہ اللہ تعالی نے صورت بنادی تھی جیسا کہ پہلے گذرچکا اور جن میں اختلاف ہوا وے رئیسوں کے سوا اور یہود ہیں کہ وے تو سب یہود ہی تھے ہاں مگر اُنہیں کچھہ آدمیوں نے دوسروں کی مخالفت کی عیسی پر ایمان لانے میں پس اللہ تعالی نے باقی یہود اور نصاری سے خبر دی اپنے اس قول میں کہ جنہوں نے اُس میں اختلاف کیا (یعنی اُسپر ایمان لانے میں اختلاف کیا نہ یہہ کہ اُسکے قتل میں اختلاف کیا) وے البتہ شک میں ہیں پس یہہ قول خدا تعالی کا کہ نہیں مارا راجع ہی روسا کی طرف جن کو یقین تھا کہ اُنہوں نے نہیں قتل کیا بلکہ صورت بنادی اور یہہ قول اللہ تعالی کا کہ جنہوں نے اُسمیں اختلاف کیا راجع ہی طرف یہود اور نصاری دونوں کے اور اسی لیئے نہیں فرمایا کہ اختلاف کیا اُنہوں نے اُس کے قتل میں اور یہہ قول اللہ تعالی کا کہ اُن کو کچھہ خبر نہیں ہی رئیسوں کے سوا باقی یہود اور نصاری کی طرف راجع ہی اور من کا لفظ یہاں سب کے شامل ہونے پر دلالت کرتا ہی اور یہہ قول خدا تعالی کا کہ وے ظن کی

پیروی کرتے ہیں اس کے یہہ معنی ہیں کہ اُس کی پیروی کرتے ہیں جو اُن کے رؤساء نے کیا اور دعوی کیا اور یہہ ظن کی پیروی ہی اور جب کہ پیروی کرنے والوں کی طرف سے ظن ہوا تو اُس کے بعد یقین کا ذکر کیا اُن کی جانب سے جنہوں نے شبہہ میں ڈالا بارصف نہ تنل ہونے عیسی کے پس فرمایا کہ نہیں مارا ہی اُس کو اور ہماری یہہ خبر دینی کہ اُس کو نہیں مارا ہی یہہ اُن کے یقین کی خبر ہی اور یہہ نہیں سمجھا جاتا کہ اُنھوں نے شک سے مارا ہی بلکہ اللہ تعالے نے اُسکو اپنی طرف اُٹھا لیا ہی اور ہی اللہ عزت والا دانا ہ

اور اللہ تعالی کا یہہ قول کہ عیسی کو اللہ نے اوٹھایا اپنی طرف ایسا ہی جیسے یہہ قول کہ ہمنے اوٹھایا اُسکو

و اما قولہ تعالی بل رفعہ اللہ الیہ فہو کقولہ تعالی و رفعناہ مکاناً علیاً و کقولہ عن ابراھیم انی ذاھب الی ربی و سیھدین و کقولہ یرفع اللہ الذین آمنو منکم والذین او توا العلم درجات و نفس قولہ تعالی بل رفعہ اللہ الیہ یعمل ان ھذا الرفع لیس بجسد کان اللہ تعالی لیس فی مکان و حیز بل کما قیل فی الشھداء عند ربھم یرزقون فرحین و احسانھم فی التراب جیف و قد روی ان ابراھیم و موسی وغیرھما واھل النبی صلی اللہ علیہ و سلم لیلۃ المعراج و لاشک اذہ ماھنالم احدرفع بالجسد و نحن نقیجوز انا ان نحمل علی عقولنا ما لیس فی وسعھا لانھا مبعدۃ متناھیۃ و اما الاسراء فلشرف اذا کان بجسد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ان قد رای ماراٰہ و صدق اللہ تعالی بقولہ ماکذب الفواد ماراٰی و لا قص اذا کان الاسراء بالروح ھو الجسد و کان قوما و لا خلاف فی ان ابراھیم و آدم موسی لم یکونوا فی السماء باجساد و کذالک واھم و ھذا انما تقولہ لانہ الاقرب فی الاذھان مع انا لاننکر ان اللہ تعالی یفعل مایشاء من رفع جبل فی الھوی و بحر من الماء فی السحاب وغیرہ فکیف لایرفع جسد نبی لہ ولکن شرف الرسول ثابت بما لا یدفعہ الخصم و کذالک الاعتراف بقدرۃ الباری تعالی فلا نزاع اذا حصل المراد و کذالک الکلام فی عیسی علیہ السلام و انہ اعلم بانبیاء و یجب ان تعلم ان اللہ تعالی انما اخبر الوسائط و مکلفھم بما تعلق من افھم قنالوا انسانا و شبہوا لہ من اسرائیل و ادعوا انہ عیسی جمع ذالک بحکمۃ الھیۃ من اللہ سبحانہ ذلک ان ھذا لامر بعینہ رحمہ فی حق من امن بعیسی و فتنۃ فی حق من کفر بہ ؏

ہوں اپنے پروردگار کے پاس اور ایسا ہی ہی یہہ قول کہ اُٹھاویگا اللہ تعالی اُنکو جو ایمان لائے تم میں سے اور جنکو علم ملا بڑے درجوں پر اور خود اللہ تعالی کا یہہ قول کہ اللہ نے اُسکو اُٹھایا اپنی طرف یہہ فایدہ دیتا ہی کہ یہہ بدن کا اُٹھانا نہیں ہی اِس لیئے کہ اللہ تعالی کسی جگہہ اور مقام میں نہیں ہی جیسا کہ شہیدوں کے حق میں کہا گیا ہی کہ خدا کے پاس ہیں رزق دیئے جاتے ہیں خوش ہیں اور اُنکے بدن تو مٹی میں مودۃ پڑے ہیں اور روایت کیا گیا ہی کہ ابراھیم اور موسی اور اِنکے سوا اور نبیوں کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں دیکھا اور اسمیں کچھہ شک نہیں ہی کہ اُنمیں سے کوئی صحہ بدن کے نہیں اُٹھایا گیا اور ہمکو یہہ جائز نہیں ہی کہ ہم اپنی عقلوں پر ایسا بوجھہ ڈالیں جسکو اُٹھا نسکیں اسلیئے کہ یہہ عقول پا بند ہیں اسباب کی اور اُنکی ادراک کی ایک حد ہی اور معراج میں اُس سے کچھہ زیادہ غوبی نہیں پڑہ جاتی اگر بالفرض جسد کا سائی چاوے کہ حضرت کی [illegible] کچھہ دیکھا اور خدا تعالی کی [illegible] اپنے اس قول سے تصدیق کی کہ جھوٹ نہ جانا دل نے جو کچھہ دیکھا تھا اور کچھہ نقصان نہیں ہی اسمیں کہ معراج روح کا بغیر بدن کے سوتے ہوئے ہوئی ہو اور اسمیں توکچھہ اختلاف نہیں ہی کہ ابرانیم اور آدم اور موسی تو آسمان پر مع بدن کے تھے اور ایسے ہی اُنکو دیکھا اور یہہ ہم اسلیئے کہتے ہیں کہ یہی ذہن کے قریب ہی اور ہم اسکا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالی کرسکتا ہی جو چاہے کہ ایک بہاڑ کو ہوا میں اُٹھادے اور ہو میں ایک دریا بہادے اور اُس کے سوا اور جو کچھہ چاہے پس کسطرح نہیں اُٹھا سکتا اپنے ایک نبی کا بدن لیکن نبی کی بزرگی ایسی ماننی چاہیئے جسکا دشمن انکار نکرسکے اور ایسے ہی خدا کی قدرت کا اقرار پس جھگڑا نہ چاہیئے جب مطلب حاصل ہوجاوے اور ایسے ہی کلام ہی عیسی کے اُٹھا لینے میں؟ اور خدا تعالی اپنے نبیوں کے حال کو خوب جانتا ہی اور ضرور تجھکو یہہ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالی نے جو یہودیوں کے سرداروں کو یہہ کرتے دیا اور اُن کو اُس پر قدرت دی جو اُنھوں نے کیا کہ ایک آدمی کو مارا اور اُسکو اور سب بنی اسرائیل پر مشتبہ کیا اور دعوی کیا یہہ عیسی ہی ہی یہہ سب کام حکمت الہی سے خالی نہیں ہیں اور نہ یہہ ہی کہ یہہ سب کام عیسی کے پیروں کے لیئے باعث رحمت کا ہوا اور اسی سے اُن یہودیوں میں جنھوں نے عیسی کو نہ مانا تھا فتنہ پہنچا ؏

راقم
سید احمد

مضمون نمبر ۲۴۵

انتخابات

اخبار کوہ نور لاہور مطبوعہ ۱۷ جون سنہ ۱۸۷۶ع

"نا قابلیت مسلمانان"

"عموماً تعدد ازواج کا اسلام میں روا نہونا"

اس انتخاب کو تہذیب الاخلاق میں درج کرنے سے ہمکو نہایت خوشی ہوتی ہی در سبب سے ۔

ایکی یہہ کہ مسلمانوں کی قابل افسوس حالت پر اب بہت لوگوں کی نگاہ پڑتی ہی جس سے اُمید بہتری ہی ۔

دوسرے یہہ کہ ہماری قوم کی ٹھیٹ اسلام کے سچے مسایل پر نظر پڑتی جاتی ہی وہ انتخاب یہہ ہی ۔

محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اسلام نے وہ روز افزوں ترقی کی کہ جس کی تواریخ شاہد ہی یورپ جو آج معدن علوم و فنون اور ہر طرح کے ذریعہ معاش کے انتساب کا کالج اور تمام دنیا کے لیئے ایک کامل اتالیق کا حکم رکھتا ہی صرف مسلمانوں کے ہی فیض صحبت سے اُس کو آج یہہ رتبہ حاصل ہوا جب مسلمان اس حصہ دنیا میں پہنچے تو جہالت کی یہہ عمادای تھی کہ اُس ملک میں اعداد کے بجاے وہ علامات مروج تھیں جو آج تک گھڑی وغیرہ میں ۱ و ۲ و ۳ و ۴ وغیرہ کے بجاے لکھی جاتی ہیں علم ہندسہ و ہیئت و منطق و طب و قواعد ملک داری و جہاز رانی و تجارت کی ترقی محض مسلمانوں کی اُستادی سے اس پراعظم کو حاصل ہوئی — شان کبریائی کو دیدۂ عبرت سے دیکھنا چاہیئے کہ آج وہی یورپ ہی جو تمام جہان کے لیئے علم اُستادی اُٹھائے ہوئے ہی اور وہی مسلمان کہ جنکی قوم میں بالانٹر ہنر و فضل کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا بلکہ اگر نظر عمیق سے دیکھا جاوے تو یہہ قدیم اُستاد اپنے شاگردوں کی شاگردی کے قابل بھی نہیں رہے کیونکہ کسی علم و ہنر کے حاصل کرنے کے لیئے نہ صرف اوستاد کا وجود ہی کافی ہوسکتا ہی بلکہ باقی تمام سامان و اسباب جو توفیق کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہی نہایت لابد ہی جیسا کہ ایک طالب علم کو علم حاصل کرنے کے لیئے اُستاد شفیق کے علاوہ کتابیں — وقت فرصت — ضروریات دنیوی سے فراغت — عمدہ چال چلن — صحت بدنی وغیرہ سامان بھی نہایت ضروری ہی اسی طرح ہرایک فن کے حصول کے لیئے بہت سارے لوازمات درکار ہیں — شاگرد کو اپنا جان درست رکھنا اُس کو اُس کے اُستاد کی نگاہ میں عزیز کردیتا ہی اور یہی باعث اُس کے فائز المرام ہونے کا ہوتا ہی اور جو شاگرد بد چال خود راے پارہ گو اُستاد کو چشم حقارت سے دیکھنے والا ہوتا ہی بے شبہہ وہ محروم رہتا ہی اور اُستاد کی طبیعت ہرگز نہیں چاہتی کہ اُس کی طرف دل سے متوجہ ہو اگرچہ یہہ فقرات ہمارے بہت سارے ضدی لوگوں کو ناگوار گذریں لیکن ہم راست گوئی سے باعتبار اپنے فرض منصبی کے باز نہیں رہ سکتے جس وجہہ سے ہم نے یہہ لکھا کہ مسلمان شاگردی کے بھی قابل نہیں رہے اُس کی وجہہ ہم یہہ رکھتے ہیں کہ اُن کے پاس توفیق میں سے کئی چیزیں اب نہیں ہیں — انتساب ہنر کے لیئے ہمت اور جفا کشی تحمل مصائب و تکالیف درکار ہی مسلمانوں میں یہہ صفت کہاں پائی جاتی ہی بلکہ جہاں تک غور کیا جاتا ہی بالکل آرام طلب عیاش پائے جاتے ہیں نیک چلن ہونے کے بجاے جہاں تھوڑا سا روپیہ پیدا کیا بکثرت ازدواج اور زیادتی صحبت نسواں کی طرف رجوع کرتے ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہہ لوگ اپنے حظایظ نفس کے واسطے جن امور کے مرتکب ہوتے ہیں کیوں اُن کو خدا و رسول سے منسوب کیا کرتے ہیں — کہیں مذہبی طور پر اُن کے لیئے سو پچاس عورتیں کرنے کا حکم نہیں پایا جاتا قرآن مجید و فرقان حمید میں جو حکم اِس بارہ میں نازل ہوا ہی اور جنکو یہہ متبعان نفس اپنے لیئے مفید گمان کرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و رباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ — جس کا ترجمہ یہہ ہی کہ نکاح کرو تم عورتوں میں سے جو تمہیں خوش آویں دو اور تین اور چار پس اگر تم یہہ جانو کہ اُن میں تم عدل نہیں کروسکوگے تو صرف ایک کرو — اب غور کرنا چاہیئے کہ اس آیت سے ہرگز ایک سے زیادہ عورتوں کی عام اجازت نہیں نکلتی کیونکہ اُس میں عدل کی قید لگائی گئی ہی اور عدل سے مراد یہہ ہی کہ جتنا وقت ایک کی صحبت میں صرف ہو اُتنا ہی دوسری میں اور باقیوں میں اور جتنا خرچ ایک کو دیا جاوے اُتنا ہی باقیوں کو اور جسقدر مراعات ایک سے ہو اُسی قدر دوسریوں سے اور جو عنایت ایک پر ہو اُسکی مستحق اور بھی ہیں ایک سوچنے والا آدمی غور کرسکتا ہی کہ اس عدل کا برتاؤ کتنا مشکل بلکہ قریب محال کے ہی اور کوئی فرد سوائے ایسے شخص کے جو اپنے مزاج پر بخوبی قادر ہو یعنی حکیم مزاج ہو ہرگز ایسا برتاؤ نہیں کرسکتا اور جو حکیم مشرب اور مزاج پر قادر ہرگز اپنے لیئے ایسے مصائب میں گرفتار ہونا کیوں پسند کریگا ؟"

اخبار انجمن پنجاب مورخہ ۳۰ جون سنہ ۱۸۷۶

ہم اخبار موصوف سے انتخابات مندرجہ ذیل کو نہایت احسان مندی وشکر گذاری سے اپنے اس پرچہ میں مندرج کرتے ہیں ۔

تعلیم مسلمانان ہند

اہل اسلام کو جسقدر تاکید واسطے تحصیل علم اور باہمی اتفاق کی سچے ہادی نے فرمائی اگر اُسپر پوری پوری تعمیل کیجاوے تو لاریب منافع اور فضیلت دو جہان کی حاصل ہو — نہایت افسوس ہی کہ بباعث عدم واقفیت اپنے مذہبی فرائض کے عام مسلمانوں میں اسقدر تعصب داخل ہوگیا ہی کہ نیک و بد کی تمیز اور حسن و قبح میں تفریق نہیں کرسکتے حدیث شریف میں آیا ہی اطلبوالعلم ولوکان بالصین یعنی طلب کرو علم کی اگرچہ علم چین میں ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں کل باشندگان چین اہل اسلام سے اززوے مذہب و عادات و چال وغیرہ کے مختلف تھے اور عرب و چین کی دوری کا حال بھی سبکو معلوم ہی پس جناب سرورکائنات کی زبان مبارک سے لفظ چین نکلنا یہہ مطلب رکھتا ہی کہ تحصیل علم کے واسطے مشقت سفر دور دراز کی اُٹھاو اور اسباب پر تہ رہو کہ اپنے فریق موافق ہی سے علم ملے بلکہ مخالف اسلام سے بھی دولت علم کے لیئے عار نکرو اور جس ملک پر آفتاب علم کی روشنی زیادہ ہو اُس ملک سے تم بھی مستفید ہوکر بہبودی دین و دنیا کی حاصل کرو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا بھی قول ہی — مرد باید کہ گیرد اندر گوش ور نوشت است پند پیرو اور — پس بحکم اس حدیث شریف کے مسلمانوں کو لازم ہی کہ تحصیل علم کے واسطے جسقدر تکلیف ہو اپنے اوپر گوارا کریں اور جس جگہہ یا جس شخص سے یہہ نعمت عظمی ملسکتی ہو نہایت شکر گذاری سے لیں اور اپنی قوم کی بہتری کے لیئے ساعی رہیں کیونکہ سب قوم افضل ترین خلق سے ہی نہایت افسوس ہی کہ ہمکو یہہ دولت بیٹھے بیٹھائے اپنے گھر میں ملتی ہی اور ہم اُسکو لینے سے انکار کرتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد میں بجائے جان و مال خرچ کرنے کے تہوڑی سی مدد کرنے سے بھی پس و پیش کرتے ہیں بلکہ اُسکی مدد کے محل ہیں مناسب تو یہہ تھا کہ اپنی گرہ سے روپیہ خرچ کرکے غیر ممالک میں جاکر تکمیل علم کی کرتے اور اپنے قومی برادروں کی اس باب میں ہر گونہ تائید کرتے سو ایسی تکلیفوں کو جانے دو اب ہمکو یہہ دولت گھر بیٹھے ملتی ہی اور ہم نہیں لیتے شاید ہمارے برے دن ابھی دور نہیں ہوئے اے مسلمانان ہند ہوائے خدا جاگو اب آفتاب سر پر آگیا مدرسۃ العلوم کی بنیاد اپنے لیئے غنیمت سمجھو اور اپنی اولاد کو اُسمیں داخل کرنیکے لیئے تیار کرو اور امداد کرنے میں ہردوجہان کی حصول عزت کا ذریعہ تصور کرو ماڑے پیروان طریقہ مصطفوی و عاشقان جمال نبوی مدرسۃ العلوم کی امداد کو مرجب خوشنودی خدا و رسول سمجھو اِس موقع پر ایک نقل نہایت معتبر بیان کرتاہوں کہ ترمذ میں ایک شخص اخطی نام حاکم نہایت ظالم ہر شقی تھا جب وہ مرگیا تو ایک مرد نیک سیرت پارسا سروپرت کو خیال گذرا کہ ایسے بد آدمی کا انجام کیا ہوگا رات کو یہہ دعا مانگکر کہ (الہی اخطی کا حال مجھکو دکھلا) سو گیا کیا دیکھتا ہی کہ اخطی باغ ارم میں خوشی سے ٹہل رہا ہی اور اُس کا مونہہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہی پوچھا کہ اے اخطی تجھکو یہہ مرتبہ کہاں سے ملا اُس نے کہا رات کو گھوڑے کسی کام کے لیئے نکلا چوڑکہ رات اندھیری تھی اس لیئے میں قوکر کو کہا کہ شمع دان لیتے آؤ راستہ میں ایک طالب العلم اپنا سبق بھولا ہوا حیران بیٹھا تھا اور مقدور چراغ جلانے کا نہیں رکھتا تھا اُسر شمع کی روشنی سے طالب العلم نے کتاب سے اپنا سبق دیکھکو یاد کرلیا پس پروردگار نے اُس کے عرض میرے کل گناہ بخش کو یہہ نعمتیں عطا فرمائیں پس جو ارک اشاعت علوم میں جان و مال سے بھی دریغ نہیں کرتے وہ اسقدر مستوجب مدارج آخروی ہونگے *

خداوند تعالی ہمکو اس کار خیر میں امداد کرنے کی توفیق دیوے — آمین

راۃ — م

م د چ

ٹیونس

حضرت خیر الدین پاشا وزیر اعظم سلطنت ٹیونس ملک کے عمدہ انتظام میں شب و روز مصروف ہیں حال میں اُنہوں نے تمام شہروں اور قصبوں اور دیہوں میں وہاں کے معتبر اور ذی عزت اشخاص کی کمیٹیاں اُصول میونیسپلیٹی پر قایم کی ہیں تاکہ جو کار و بار مہمات تنازعات رعایا سے متعلق ہیں وہ اُنکی نظرت رائے کے مطابق فیصلہ پاویں دیوانی اور فوجداری عدالتوں کا بندوبست اور انضباط انگریزی اور فرانسیسی عدالتوں کے مطابق ہورہا ہی وزیر صاحب نے خاص ٹیونس میں ایک بڑا بھاری مدرسہ جدید جاری کیا ہی جسکا نام المدرسۃ الصادقیہ رکھا ہی اس مدرسہ میں مسلمان اور اسرائیلی

اور مسیحی سب اقوام کے لوگ تعلیم حاصل کرینگے اور خرچ اُسکا خزانہ سلطنت سے دلایا جاویگا ایک اور مدرسہ مسٹر ایلیاچ صاحب وکیل طائفۂ اسرائیلی نے یہودیوں کی تعلیم کے لیئے جاری کیا ہی اس مدرسہ کا خرچ پندرہ سو فرینک ماہوار ہوگا جسے وزیر صاحب نے دینا منظور فرمایا ہی وزیر صاحب کی خوبی انتظاموں کی دھوم فرانسیسی اور انگریزی اخباروں میں ہوگئی ہی خداوند کریم اُنہیں اجر نیک اُنکی محنتوں کا دیوے ۔

اخبار جریدۂ روزگار ۸ جولائی ۱۸۷۶ ع

اخبار مذکور میں ایک پکے مسلمان کا خدا کرے کہ وہ ٹھیٹ مسلمان بھی ہوجاویں ایک خط نسبت مدرسۃالعلوم کے چھپا ہی جس میں چند سوالات ہیں جنکا جواب امید ہی کہ بعد غور کے وہ خرد دریافت فرمالینگے مگر ایک سوال کے جواب سے سب مسلمان بھائیوں کو مطلع کرنا ضرور ہی ۔

وہ استفسار فرماتے ہیں کہ "مدرسۃ علوم تو خاص مسلمانوں کے لیئے مقرر کیا گیا ہی اس میں ہندوں کو پڑھانے کی کیا وجہ" ۔

اس کے جواب میں کوئی فیاض اور نیک دل مسلمان کہہ سکتا ہی کہ ہاں اس مدرسۃ علوم کے قایم ہونے کی ضرورت خاص مسلمانوں کو تھی جنکے لیئے قایم ہوا مگر مسلمانوں کو ایسا بخیل و تنگ دل نہونا چاہیئے کہ اگر دوسری قوم اُس سے فائدہ اوٹھانا چاہے تو اُسے محروم رکھے بلکہ خوبی اور نیکی اسی میں ہی کہ مسلمانوں کے سبب سے اور لوگ بھی فائدہ اوٹھاویں ۔

کوئی ہیچمدان کورہ اور خودستا شخص جس نے اپنی آنکھوں کو مسلمانوں کی موجودہ حالت سے بند کرلیا ہی اور پچھلے زمانہ کے خواب دیکھ رہا ہی وہ یہہ جواب دیگا کہ ہم ہمیشہ سے ایسے ہی فیاض رہے ہیں ہمارے دارالعلموں میں تمام دنیا سے اور تمام قوموں کے لوگوں نے تعلیم پائی ہی دیکھو ہمارے اندلس کے دارالعلوم جہاں ہمارے باپ دادا ؤں کی ہڈیاں زمین کے اندر پڑی ہیں کو اُنکے خلف اور ہمارے سلف پھر نہایت ذلت اور خواری سے وہاں سے نکالے گئے کیسے فیاض اور فاضل تھے کہ تمام فرنگستان میں اُنھوں دارالعلموں نے علم کی روشنی پھیلائی مسلمان اور یہودی اور عیسائی اُن دارالعلوم میں برابر تعلیم پاتے تھے اور اُن دارالعلموں کا ایک عیسائی مالک علم جو پڑھکر انگلستان میں جاتا تھا تو بڑا عالم اور فاضل ادیب سمجھا جاتا تھا پس ہمارا یہہ مدرسۃالعلوم بھی ایسا ہی فیاض اور بے تعصب اور نامور ہونا چاہیئے مگر شاید وہ اس شعر کو پڑھکر نادم ہوجاتا ہو تو ہو جاتا ہو ۔

آدمی را بچشم حال نگر
از خیال پری و دے بگذر

نہایت سچ مقولہ کسیکا ہی کہ دو چیز در ہو چیز باور نیاید ذکر جوانی در پیری و ذکر تونگری در فقیری ۔

مگر ہاں جب کوئی بافیرت اور قومی ہمدردی کرنے والا ٹھیٹ مسلمان اس سوال کو پڑھیگا تو بے اختیار رودیگا اور اپنی قوم کی ذلت اور اپنی قوم کے ادبار اپنی قوم کے جھوٹے تعصب اپنی قوم کی خود غرضی اپنی قوم کی جھوٹی دینداری اپنی قوم کی ناسمجھی و ناعاقبت اندیشی پر افسوس کریگا اور یہہ جواب دیگا کہ ہماری قوم اس لایق نہ تھی کہ اپنی قوم کے لیئے اور اپنی نسلوں کے لیئے اپنی اولاد کے لیئے اپنے بچوں کے لیئے ایک ایسا مدرسہ جسمیں وہ تعلیم پاویں بنا سکے لاچار مدرسۃالعلوم کے بانیوں کو مسلمانوں کے اس قومی مدرسۃ العلوم کے لیئے دوسری قوم کے آگے ہاتھہ پھیلانا پڑا اور ہندوؤں نے نہایت فیاضی سے روپیہ و جائیداد و انعام دیا اور تمام قوم کو اپنا ممنون اور زیربار احسان کیا پس ایسی حالت میں یہہ سوال کرنا کہ ہندو کیوں پڑھائے جاتے ہیں کیسی شرم کی بات ہی قومی غیرت والے کو ڈوب مرنے کا مقام ہی نہ ایسے سوال کرنے کا خدا ہماری قوم کو سچی عزت سچی غیرت سچی قومی ہمدردی عنایت کرے آمین ۔

ہاں ایک بات تو رہ ہی گئی کہ اس کا یہہ جواب ہو سکتا ہی کہ یہہ بات اس لیئے ہوئی کہ ایک پے دین ملحد سید احمد اسکا بانی ہوا ہی مگر کیا یہہ بات سچ ہی ؟ جو اپنے آپ کو بڑا دیندار سمجھتے ہیں اُنھوں نے اپنی قوم کے لیئے کیا کیا ہی!!! یہہ تمام جھوٹی باتیں ہیں اور صرف بد اقبالی اور ادبار جو مسلمانوں پر ہی وہ ایسی باتیں کھڑاتے ہیں جھوٹ بولنا اور جھوٹی باتیں لوگوں کی نسبت منسوب کرنا بات کو نہ سمجھنا اور نہ سمجھنے کا قصد کرنا یا دیدہ و دانستہ کذب و افترا باندھنا ایک بھت بڑی پکی مسلمانی رہگئی ہی افسوس بڑیں دینداری و بڑیں مسلمانی ۔

اخیر کو ہم اقبال صاحب کا شکر کرتے ہیں کہ اُنھوں نے مدرسۃالعلوم علیگڈھ کی ترقی کی خواہش کی ہی اور ایک کتاب کتب درسیہ مدرسۃالعلوم کی اُن کی خدمت میں بھیجتے ہیں تاکہ جس امر پر اُنھوں نے اہتماماً تاسف کیا ہی اُس کتاب کو پڑھکر ہی

اُمید ہی کہ یقیناً اُن نامہ نگار صاحب کی تحریر پر تاسف فرماوینگے ۔

راقـــــم
سید احمد

مضمون نمبر ۲۴۶

مراسلات

ہمارے ایک دوست نے جنسے اور ہم سے ابھی تک ملاقات ظاہری نہیں ہوئی اپنے خط میں یہہ فقرے لکھے ہیں ۔

"مجھکو تحقیق مذہب میں جو حیرانی و تشویش تھی وہ آپکی تحریرات نے سب کھودی نور اسلام مثل روز روشن سینہ میں جگہہ کرگیا گو پہلے بھی عقیدہ اسلام پر ہی تھا مگر کیا کہوں آپکی تحریرات نے آتش دوبالا کردی آپکی تحریروں سے بہت لوگ فیضیاب ہوئے خدا آپکو سلامت رکھے تاکہ باقی اسرار و غوامض اسلام کے لوگونپر ظاہر ہوجاویں" ۔

مرقوم آٹھویں جون ۱۸۷۶ع

مقام روپڑ ضلع انبالہ

ایک اور خط

ہمارے سچے خیر خواہ مولوی سید احمد خانصاحب سی ایس آئی خدا آپکو سلامت رکھے اور آپ کے مطالب دلی جلد پورے ہوں آمین یا رب العالمین ـــ بعد سلام مسنون کے التماس ہی کہ میں بھی حضور کے کار نمایاں کے دیکھنے والوں میں ہوں خیر کسی کی چاہے کچھہ رائے ہو مگر میں جو کچھہ سمجھتا ہوں سمجھتا ہوں یہہ موقع شاید کہنے کا نہیں صرف اتنا کہنا فی الحال ضرور ہی کہ آپکے پرچہ تہذیب الاخلاق کا دیکھنا فائدہ سے خالی نہیں دوبرس سے برابر بغور دیکھتا ہوں اور اشتیاق ہی کہ شروع سے اس چشمہ فیض کو دیکھوں * * * مرقوم ۱۱ جون سنہ ۱۸۷۶ع مقام آگرہ ۔

راقـــــم
سید احمد

اور خط

موسومہ منشی چراغ علی صاحب

یہہ نیاز مند مدت سے اثر آپکی تحریرات دیکھہ کر مشتاق دیدار اور ثنا خواں ہی خصوصاً وہ مضمون جو حضوت سلیمان علیہ السلام کی انکشتری کے باب میں آپنے تحریر فرمایا ہی بہت ہی دلچسپ اور نہایت ہی معقول ہی اگر آپکے سے دو چار اور محققین اسباب میں کوشش کریں تو دین اسلام کی وہ باتیں جو مفسرین اور مشابخین نے اپنی طرف سے گوڑی ہیں کہ جنکے سبب سے اور مذہب والوں کو یکونہ جاے اعتراض ہی بالکل رفع ہوجائینگی ۔

۱۹ جمادی الاول سنہ ۱۲۹۳ مختار گنج متعلق حیدرآباد دکھن

اور خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یارب سیراب جاہ و حشمت باشی * سرسبز ریاض عیش و عشرت باشی
اے گلبن باغ از رخے ببدل * ہرجا باشی بہار قدرت باشی
قبلہ خوانم یا خدا یا کعبہ ات
اصطلاح شرق بسیار است و من دیوانہ ام

اے میرے پیارے سید اس سے زیادہ میرے لیئے دین و دنیا کا اعزاز و امتیاز نہیں ہی کہ اُس مجمع میں جہاں سچ یا جھوٹ لوگوں کی زبان امور فلاح قومی و تدابیر ترقی جماعت محمدی میں گویا ہو میں بھی شریک ہوں اگرچہ کسی کام کے لایق نہیں ہوں مگر خدا شاہد ہی کہ دل میرا شراب محبت قومی سے لبریز ہی آپ نے تو لکھا ہی کہ "حب الوطن من الایمان" مگر میرا یہی عقیدہ ہی خدا اسی پر مارے اور اسی پر زندہ رکھے کہ میرے چشمہ جملہ سعادات دین و دنیا یہی قومی محبت ہی اگر نہیں ہی تو سب عبادت ابلیسی ہی اگر کسی کی ساری عمر بھی نماز و روزہ میں گذری وہ رایگاں ہی اگر درد قومی باعث اسکا نہیں ہی ۔

کفر کافر را و دین دیندار را
ذرہ دردے دل عطار را

جس * * * کو فرمائیے حاضر ہوں شاید رسیلہ نجات ہو ۔

مرزاپور ۲۲ جون سنہ ۱۸۷۶ع

بمقام علیگڈھ ـــ مطابع انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ
محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد ۶ ہفتم] یکم شعبان سنہ ۱۳۰۷ نبوي سنہ ۱۲۹۳ ہجري [نمبر ۸

حب القوم من الایمان فہي یسع في اعزاز قومہ انما یسعی في اعزاز دینہ

اِطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے وصول ہو وہ کسي خاص شخص کي ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقي میں صرف کیا جاویگا اور باقي مدرسۃالعلوم مسلمانان کي ترقي کے لیئے دیدیا جاویگا جو سالانہ ممبروں سے لیا جاتا تھا وہ سال سنہ ۱۲۹۳ ہجري نہیں لیا جاویگا اُمید ہی کہ یہہ پرچہ خود اپ اپنے اخراجات حاصل کرلیگا لیکن اگر کوئي شخص بطور ڈونیشن کے کچھہ دینا چاہے نہایت احسان‌مندي سے لیا جاویگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضاے مضامین ہوگا چھپا کریگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ پیشگي دینا ہوگي اور ہر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہی خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روانگي پرچہ سے اُن کو کچھہ تعلق نہوگا *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُسکو في پرچہ چار آنہ سمجھ اخراجات روانگي پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زاید دفتر میں موجود ہو *

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کي بابت جس صاحب کو کچھہ خط و کتابت کرني منظور ہو یا خریداري اِس پرچہ کي مد نظر ہو یا کوئي مضمون اِس پرچہ میں مندرج ہوتے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمدخاں صاحب بہادر سي ایس آئي پاس بمقام علیگڈہ بھیجا جاوے فرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آنھي سے کي جاوے کیونکہ اہتمام ترتیب اِس پرچہ کا اور تمام حساب و کتاب اس کا اُن سے تعلق رکھتا ہی *

اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپہ ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہہ ہی مسلمانوں کي حسن معاشرت اور تہذیب کي ترقي ہو اور جو غلط اوہام مذہبي اس ترقي کے مانع ہیں اور در حقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھي مٹائي جاویں *

مضمون نمبر ۲۴۷

خود غرضی
اور
قومی همدردی

پہلا لفظ تو بہت پرانا ہی مدت سے ہم سنتے چلے آئے ہیں مگر یہہ پچھلا لفظ شاید چند روز سے پیدا ہوا ہی ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یکم شوال سنہ ۱۳۰۱ ہجری کے بعد اس کی پیدایش ہوئی ہی مگر ضرور ہی کہ پچھلے زمانہ میں بھی اس کی جگہہ کوئی اور لفظ بولا جاتا ہوگا — پچھلے زمانہ پر جب ہم نگاہ کرتے ہیں تو قومی همدردی کی بہت سی نشانیاں پاتے ہیں جدھر جاؤ ادھر مزاروں کھنڈرات مسجدوں اور پلوں اور کنوؤں اور مہمان سراؤں کے ہزاروں لاکھوں روپیہ لگا ر لوگوں نے قوم کے آرام کے لیئے مہمان سرائیں بنوائی تھیں مسجدیں بنوائی تھیں کنوئیں کھدوائے تھے پل بنوائے تھے جن کے نشانات اب بھی پائے جاتے ہیں سنہری مسجدیں بنوائیں جن کے بڑے بڑے برج سونے کے کام سے مغرق تھے نرے سنگ مرمر کی مسجدیں بنوائیں جو موتی مسجدوں کے نام سے مشہور ہوئیں چینی کی کامدار سراؤں کے دروازے مسجدوں کے گنبد طیار کرائے جو آج تک اُسی آب و تاب سے موجود ہیں اس سے بھی زیادہ کیسی بڑی عالیشان خانقاہیں تعمیر کیں اُنکے بنانے میں لاکھوں روپیہ خرچ کیئے دیہات معافی کے جاگیر میں دیئے جنکی لاکھوں روپیہ کی آمدنی قومی همدردی میں صرف ہوتی تھی — ہاں مدرسہ وغیرہ بنانے کا اُسقدر خیال نہ تھا مگر پھر بھی مدرسے جاری کیئے تھے جب تاریخ کی کتابوں کی بہت تلاش کرو تو معلوم ہوگا کہ فیروز شاہ کے وقت میں تین مدرسہ تھا اور کچھہ زیادہ نشان نہیں ملتا دلی کے پرانے کھنڈرات میں تلاش کرو تو اکبر کے عہد میں صاحب اتکہ کی بنائی ہوئی مسجد اور اُس کے گرد ٹوٹھریاں پائی جاتی ہیں جس کو لوگ صاحب اتکہ کا مدرسہ مشہور کرتے ہیں غالباً اُس میں چند اندھے قرآن حفظ کرتے ہونگے نہایت مشہور اور پر رونق شاہجہان کے عہد میں بھی چند اداؤ کی کوٹھریاں شاید پچیس تیس ہوں جامع مسجد کے نیچے بنی ہوئی تھیں جو دارالبقا کے نام سے مشہور تھیں اور لوگ کہتے ہیں کہ یہہ شاہجہانی مدرسہ تھا اور غالبا جسقدر ختم ادعیہ مثل ختم خواجگان و ختم بخاری اور ختم دلایل الخیرات واسماء ملائتی شاہجہاں کے ہوتے تھے وہ سب اسی میں ہوتے تھے — اس سے زیادہ مدرسوں کے بنانے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ بہت سے طالب علم متفرق مسجدوں میں رہتے تھے تیل بتی اُنکو مطالعہ کے لیئے ملتی تھی نذر نیاز مردوں کی فاتحہ سوئم چہلم کے بیماروں کے صدقوں کی بہت روٹیاں مسجدوں کے طالب علموں کو مل جاتی تھیں اسکا نمونہ ہمارے زمانہ تک بھی موجود تھا فتحپوری اور پنجابی ٹھوکر اور کشمیری ٹھوکر کی مسجدوں اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے مدرسہ اور حضرت شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ میں سے بہت سے طالب علم مردوں کی روٹیاں کھانے اور فاتحہ درود پڑھنے کو ملتے تھے اب بھی قومی همدردی میں کچھہ کسر نہیں ہی دیکھو اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمانوں نے کیسی همت کی ہی کسقدر روپیہ خرچ کرکر جامع مسجد دہلی کی مرمت کی ہی دلی کی پرانی عیدگاہ کا چبوترہ بڑھایا جاتا ہی اُس کا فرش درست کیا جاتا ہی تانکہ قوم کو نماز پڑھنے میں زمین کی اُچان نیچان تکلیف نہ دے سہارنپور میں دیکھو نئی لاہ روپیہ خرچ کرکر جامع مسجد نئی بناتی ہیں اور پرانی جامع مسجد کو چھوڑ دیا ہی دیوبند میں دیکھو کیسی عالیشان مسجد بنائی جاتی ہی اس زمانہ میں اگلے زمانوں سے بھی زیادہ مدرسے جاری ہوتے جاتے ہیں دیکھو پنجاب میں کتنے مدارس اسلامیہ جاری ہوئے دہلی میں اسلامی مدرسہ جاری ہوا لکھنو میں مدرسہ ایمانیہ قایم ہوا دیوبند کے مدرسہ کا تو کچھہ پوچھنا ہی نہیں انتظارالعلماء و فخرالکملا امام اعظم عہد شیخ زمان و صاحبین دوران مدرس و مہتمم ہیں پھر سہارنپور میں انبیٹہ میں مدارس اسلامی موجود ہیں غرضکہ بہت سی جگہہ مدارس جاری ہیں پھر قومی همدردی کے لفظ کو نیا لفظ کہنا صحیح نہیں ہاں شاید یہہ ترکیب لفظی نئی ہو مگر اسی مضمون کا پہلے بھی ضرور کوئی لفظ ہوگا جو ہماری یاد سے جاتا رہا ہی — جبکہ ہم یہہ باتیں سنتے اور خیال کرتے ہیں تو دامن خیال پیدا ہوتا ہی کے بے شک ہم لوگوں میں قومی همدردی قدیم سے چلی آتی ہی اور اب بھی بہت پائی جاتی ہی مگر جب زیادہ غور کر کے دیکھتے ہیں تو وہ سب دھوکا ہی دھوکا پایا جاتا ہی (قطع نظر اس بحث کے کہ یہہ کام قوم کو مفید ہیں اور قوم کو اُسکی ضرورت ہی یا اس سے زیادہ اور چیزوں کی ضرورت ہی) جب اُن لوگوں کے جنہوں نے یہہ کام کیئے اور کر رہے ہیں دل سے پوچھو تو معلوم ہوگا کہ وہ یہہ تمام کام اُس خیالی جرش میں کر رہے ہیں کہ ہم بڑے ثواب کے کام میں مصروف ہیں اور ثواب کی ٹھوریاں باندھ رہے ہیں مرتے ہی یہہ سب کام ہمکو بہشت میں لیجاویں گے اور بہشت میں بڑے بڑے درجے پارینگے تاج ہمارے سر پر ہوگا اور ایک موتی کا محل جنت میں ملیگا حوریں تصرف کو ہونگی جن کو ہمارے سوا کسی نے چھوا بھی نہوگا پھر اُن کی تعداد چار پر بھی محدود نہوگی بے انتہا جتنی چاہو غلمان بھی نہایت خوبصورت معلوم نہیں تصرف یا خدمت کو ملینگے

باغ ہوگا میوہ ہوگا نہریں ہونگی شراب ہوگی پینگے اور چین کرینگے اور کہا کرینگے کہ حافظ نے ایسا غلط بھی شعر کہا تھا ۔—

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت
نثار اب رکنا باد و گل کشت مصلی را

ہم بھی نہایت ادب اور صدق دل سے کہتے ہیں کہ یہہ سب کچھہ ہوگا خدا ہمکو بھی نصیب کرے مگر یہہ تو فرمائیے کہ یہہ سب کام خود غرضی کے ہیں یا قومی ہمدردی کے کرتی کچھے میں تو تمانوں کہ یہہ کام قومی ہمدردی کے ہیں یہہ تو بالکل ایسے ہی کام ہیں جیسیکہ ایک رند مشرب دنیا میں انہی عیشوں کے حاصل کرنے کو کرتا ہی اُس میں اور اُن میں اتنا فرق ہی کہ اُنھوں نے نقد کو نسیہ پر چھوڑا ہی اور دوسرے جہان میں ان عیشوں کے حاصل کرنے کی لالچ سے یہہ کام کیئے ہیں غور کرنے کی بات ہی کہ بانیانوں سے اپنے چین کے لیئے مزدوری دیکر باغ لگوانا مزدوروں کو مزدوری دیکر اپنے ارام کے لیئے محل چنوانا نلال کو دام دیکر اپنے عیاشی کے لیئے شراب منگوانا اور علاوہ اس کے روپیہ خرچ کرکر سامان عیش اور لذایذ نفسانی کا جمع کرنا کیا قومی ہمدردی کہی جاویگی نعوذ باللہ ہرگز نہیں یہہ تو عین خود غرضی ہی پھر وہ باتیں جو ثواب کے لالچ سے کی جاتی ہیں کیوں قومی ہمدردی کہی جاوینگی اور اگر ہمسے پوچھو ثواب بھی نہیں گدھے کھایا کچھے جسکا پاپ تہ ہیں ۔

اسلام کا صحیح مسئلہ یہی ہی کہ اُسی کام کے کرنے میں ثواب ہی جسکی ضرورت ہی دیکھو کرتی اجر ہجرت سے زیادہ نہ تھا جس کی اُسوقت بڑی ضرورت تھی فتح مکہ کے بعد کچھہ بھی نہ تھا جیش اسامہ کی تجہیز کے لیئے جو چار ٹکے کا اسباب ابوبکر صدیق نے حاضر کیا جسکی ضرورت تھی مگر اب اُسکی برابری کوہ احد کے برابر سونا بھی نہیں کرسکتا یہہ سچا اصول مذہب اسلام کا ہی مگر کرتی بھی اُسکی پروا نہیں کرتا ۔

قوم کی حالت اور اسلام کی حرمت کیسی ہی خراب ہوتی جاوے اُس کے اسباب پر غور کرنے اور اُسکے رفع کرنے کا کسیکو خیال نہیں ہی اپنے خیالات کے موافق جو اپنے ثواب اور دوسرے جہان میں اپنے چین کرنے کے کام سمجھتے ہیں وہ کرتے ہیں پھر کس طرح خیال ہوسکتا ہی کہ وہ قومی ہمدردی کے کام ہیں بلکہ ٹھیٹ خود غرضی ہی اور اُمید ہی کہ وہ بھی حاصل نہوگی ۔

راقم
سید احمد

نمبر ۲۴۸

مدرسۃ العلوم مسلمانان

اپنی قوم کے خیرخواہ اور اپنی قوم کی ہمدردی کرنے والے مسلمان اصحاب کے لئے سے نہایت خوش ہونگے کہ حضور عالی جناب لارڈ نارتھ بروک وایسرائے و گورنر جنرل بہادر ہندوستان نے بھی مدرسۃ العلوم کی نسبت اپنی نہایت توجہہ اور دلی ہمدردی ظاہر فرمائی ہی ۔ حال میں حضور ممدوح کے پورٹ سکرٹری کی ایک نہایت مہربان چٹھی سکرٹری کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کے نام آئی ہی اور پانسو روپیہ سالانہ واسطے اخراجات مدرسہ کے حضور ممدوح نے اپنی ذات خاص سے مقرر فرمایا ہی جس کی قیمت ستردہ ہزار پانسو روپیہ ہوتی ہی اور اُسمیں لکھا ہی کہ "میں یقین دلاتا ہوں کہ حضور ممدوح تہ دل سے آپکی ہمدردی فرماتے ہیں اور حضور ممدوح کو اُمید ہی کہ وہ اول موقع پر کالج کو ملاحظہ فرماوینگے اور بذات خود اُس کام کو اور اُسکے نتیجوں کا اندازہ کرینگے" ہمکو اُمید ہی کہ تمام مسلمان اس عنایت و توجہہ خاص کے سبب دل و جان سے حضور عالی جناب لارڈنارتھ بروک کا شکر ادا کرینگے اور نایب شہنشاہ کی ایسی توجہہ کو مدرسۃ العلوم کی نسبت فال نیک سمجھینگے مگر یہہ تمام خوشی اور مبارکی اُسیوقت ہی جبکہ قوم بھی اسپر متوجہہ ہو اور اُسکی قدر سمجھے اور بنظر غور دیکھے کہ یہہ کیا چیز اُنکی قوم کی بھلائی کے لیئے بنائی گئی ہی اور کسقدر اُنکی توجہہ اور امداد کی مستحق ہی اگر اُسپر دل لگاوینگے اور ہر طرح پر کوشش کرینگے تو اپنی آیندہ نسلوں کے لیئے دولت مزید بہبود سعادت دارین کا ذریعہ قایم کرجاوینگے — یہی وقت مدرسۃ العلوم کی مدد کرنیکا ہی یہی وقت اپنی محبت اپنی قومی محبت ثابت کرنیکا ہی یہی اندھیری رات روشنی کی محتاج ہی ورنہ ضرور خدا سے اُمید ہی کہ ایک زمانہ آویگا کہ لوگ اس مدرسۃ العلوم کی قدر کرینگے اور ایسا کچھہ ہوگا جو واسوقت خیال میں بھی نہیں مگر میری وہی ہونگے جنہوں نے اس مشکل وقت میں مدد کی ہوگی — والسابقون السابقون اُولئک المقربون فی جنات نعیم ۔

راقم
سید احمد

بقیہ نمبر ۲۳۵

سلیمان علیہ السلام

"وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون"
(نمل × ۱۷)

اس مضمون کے ابتدا میں اس آیت کی تفسیر میں صرف اسیقدر بحث کی گئی تھی کہ حضرت سلیمان کے پاس جن تھے چنانچہ اسکی تصدیق اُنھیں کی کتاب واعظ کے ۲ باب کے ۸ پرچ سے جس میں لفظ שֵׁדָה (شدہ) اور שֵׁדוֹת (شدوت) ھی کی گئی تھی اور اک عام طور سے بیان کیا گیا کہ یہہ شد یا جن کون لوگ تھے مگر اب یہہ بیان کیا جاتا ھی کہ حضرت سلیمان کی فوج کی تقسیم ٹھیک ٹھیک ایسی ھی تھی جیسے کہ قران مجید میں مذکور ھی — ھر اک فوج سلیمانی اک جداگانہ نام اور خصوصیت سے موسوم تھی۔

حضرت داؤد نے جو کہ حضرت سلیمان کے باپ تھے اپنی فوج ۳ قسم پر تقسیم کی تھی — ایک لشکر میں تو فلسطینی قوم کے آدمی تھے اُنمیں کوئی شخص بنی اسرائیل میں سے نہ تھا اور چونکہ بنی اسرائیل کا معاورہ تھا کہ اپنی قوم کے آدمیوں میں اور غیر قوم کے آدمیوں میں تمیز و تفریق کرتے تھے اور غیر قوم کے آدمیوں کو اک خاص نام جس سے نفرت اور حقارت یا اُن کے کفر کا اظہار ھوتا ھو موسوم کرتے تھے جیسے גרים (غیریم) یا גוים (گوئم) اور یونانی اور اُمیمیٹن وغیرہ۔ یہی قسم فوج کی قران مجید میں "جن" کے نام سے آئی ھی۔ دوسری قسم خاص بنی اسرائیل کی قوم تھی جو قران میں "انس" کے نام سے اس مقام میں آئی ھی اور تیسری قسم کی فوج ایک خاص طور کی جماعت تھی جیسی بانڈی گارڈ۔ وہ ھمیشہ ھتیار رھتی تھی اور چھوٹی جماعت صرف ۶۰۰ بہادروں کی تھی اور وہ اس کام کے لیئے مخصوص تھی جیسی عربی فوجوں کی قسم میں "طیور" ھوتی ھی۔

اُن کی تفصیل یہہ ھی

(۱) فوج جن — کریثی اور قلیثی قوم کے آدمی جو اجنبی قوم کے تھے — ان کا ذکر کتاب دوم صموئیل باب ۱۵ کی ۱۸ — ۱۹ آیتوں میں ھی اور اسی کتاب کے اٹھویں باب کی ۱۸ آیت اور بیسویں باب کی ۷ اور ۲۳ آیت میں بھی انکا نام ھی — یہہ دونوں قبیلے فلسطائیوں کی نسل سے تھے (دیکھو گزی نیوس کا عبرانی لغت جو کہ ابوالولید ابن جناح القرطبی کی کتاب الاصول سے ماخوذ ھی ص ۴۱۷ و ۶۷۷ — اور اپی وآلد کی عبرانی گرامر ص ۲۹۷ — اور ھارن کی ۳ ج ص ۲۰۲)۔

دوسری قسم فوج اسرائیل کے نام سے تھی اس میں سب بنی اسرائیل اور اھل کتاب تھے اُن کو لفظ انس سے تعبیر کیا ھی — اِن کی تفصیل کتاب اخبارالایام باب ۲۷ میں (۱ — ۱۵) اور ۲ صموئیل باب ۸ کی ۱۶ اور باب ۲۰ کی ۶۳ آیت میں مذکور ھی۔

بنی اسرائیل ھمیشہ اپنی قوم اسرائیل کو غیر قوم کے آدمیوں سے اپنے محاورات میں ممتاز کرتے تھے وہ ھمیشہ اپنے آپ کو עם (جو اضافہ میں עם יהוה (خدا کی قوم) اور עם קדוש (مقدس قوم) اور עם נחלה (قوم محفوظ) ھی (خروج ۱۵ باب ۳ ؛ — استثنا باب ۳۲ و ۳۶ و باب ۷ و ۶ و باب ۴ — ۲ وغیرہ) کہتے تھے اور اپنے ماسوا کو גוים جس سے مراد عام لوگ اور مخالف تھے (زبور دوسرا باب ۱ و ۸ نواں باب ۶ و ۱۶ و ۲۰ و ۲۱ دسواں باب ۱۶ — اٹھتواں باب ۶ و ۹ اُناسی باب ۶ و ۱۰ ایک سو چھ باب ۴۷) کہا کرتے تھے — اُنھیں محاوروں کی رعایت اور مناسبت سے فوج اسرائیل اور فوج اقوام فلسطینی کو اِدس اور جن کی فوج سے اس آیت میں بھی مراد ھیں۔

بنی آدم کی ایسی تقسیم ھر ایک قوم اور اُمہ میں کسی کی رعایت اور لحاظ سے مثلاً مذھبی تفریق سے یا زبان کی تمیز سے یا رنگ کی تفریق سے یا ملک اور ولایت کی مباٹنت سے یا میل جول اور وحشت اور مخالفت کی نظر سے یا دوستی اور دشمنی کی راہ سے کرلیتے تھے یوناني اور رومی اپنے ماسوا اور سب قوموں کو بربری یعنی جنگلی کہتے تھے اور عرب اپنے ماسوا سب کو عجم کہتے تھے پھر خاص عرب میں دو تفریقیں تھیں اھل الحضر اور اھل البدو بنی آدم کی دو تفریقوں کو رکھی تھیں احمر اور اسود اور ھند میں قدیم آریا لوگ اپنے ماسوا آدمیوں کو دسو کہتے تھے۔

تیسرے قسم فوج کی طیور تھی جو داود کے بہادروں کے نام سے موسوم تھی גבורי דוד (کتاب اول سلاطین باب اول پرچ ۸) اُن کی تفصیل کتاب دوم صموئیل کے باب میں (۸ — ۳۹) اور کتاب اول اخبارالایام کے گیارھویں باب میں (۱۱ — ۴۷)

یہہ لوگ تعداد میں ۶۰۰ تھے اور پھر اُن میں ھر دو سو کی ٹکڑیاں تھیں اور پھر اُن میں بیس بیس کی تفریقیں اور تقسیمیں۔

فوج کی یہی تقسیمیں ھو حضرت داود کے وقت میں تھیں حضرت سلیمان کے وقت میں بھی قایم اور موجود ھوں اور اس آیت میں بھی یہی مراد ھیں۔

جواب طلب

۱۶ اگست سنہ ۱۸۷۶ع

EXTRACTS.

(From the Aligarh Institute Gazette, dated 4th August 1876.

THE INDIAN PHILANTHROPIST.

A meeting was held on Monday, the 31st July, at 4 P. M., in the Benares College, to present a Farewell Address to Moulvi Syed Ahmad Khan Bahadur C. S. I. on the occasion of his departure from Benares, consequent on his retirement from the public service. The College Hall was filled with the native nobility and gentry. The following European gentlemen were also present on the occasion :—Dr. W. R. Hooper, Mr. W. Duthoit, Mr. W. T. Church, Dr. J. MacGregor, Dr. J. Lazarus, and Mr. W. Smyth. Moulvi Syed Ahmad was received at the College gate by a deputation on behalf of the Syed Ahmad Memorial Committee; when he reached the hall, the whole assembly stood up to receive him and when all had taken their seats, Raja Shambhoo Narayan Sinha Bahadur, President of the Syad Ahmad Memorial Committee, after a short but appropriate speech, read the following address in English :—

To

MOULAVI SYED AHMAD KHAN,
BAHADUR, C. S. I.,

Sir

We, the President, Vice-President and Secretary of the Syed Ahmad Khan Memorial Committee, on behalf of the residents and citizens of this city (celebrated for its ancient lore) beg to wait on you to express our deep regret, in the loss we are about to experience in your departure from among us, and still more in your retirement from the Office you have so ably and creditably filled for years. It would ill become us to offer any eulogy on your acts as a public officer, but at the same time, we feel we should not withhold our expression, in common, of respect, esteem and admiration for what we have experienced during the period you have justly and equitably administered the law to all around in this vastly populated city, without any regard to rank or position, to wealth or poverty, to colour or creed, all having received at your hands that conscientious fulfilment of the sacred duty you were

انتخابات

اخبار سين ٹيفک سوسئيٹي عليگڑھ

مطبوعه ۴ اگست سنه ۱۸۷۶ع

هندوستان کا خيرخواه

بنارس کالج ميں ۳۱ جولائي سنه ۱۸۷۶ ع کو وقت چار بجے سهپهر کے بنارس کے روساء کيطرف سے ايک جلسه اس غرض سے منعقد هوا که ايک وداعي ايڈريس مولوي سيد احمد خان صاحب بهادر سي ايس آئي کي خدمت ميں پيش کي جاوے جو سرکاري ملازمت سے کنارہ کش هوکر بنارس سے روانه هونے والے تهے کالج کے هال ميں کثرت سے هندوستاني اُمراء اور رئيس مجتمع هوئے اور صاحبان مندرجه ذيل بهي اسموقع پر تشريف لائے — ڈاکٹر ڈبليو آر هوپر صاحب بهادر — مسٹر ڈبليو ڈيو تهائيٹ صاحب بهادر مسٹر ڈبليو ٹي چرچ صاحب بهادر ڈاکٹر ميک گريگر صاحب بهادر ڈاکٹر جے لزارس صاحب بهادر — مسٹر ڈبليو اسمائيته صاحب بهادر — جب سيد احمد خاں بهادر تشريف لائے تو کميٹي يادگار سيد احمد کے ايک ڈيپوٹيشن نے کالج کے پهاٹک پر جاکر مولوي صاحب ممدوح کا استقبال کيا اور جسوقت مولوي صاحب ممدوح هال ميں رونق افروز هوئے تو تمام حاضرين جلسه اُنکي تعظيم کے واسطے کهڑے هوگئے پس جسوقت سب لوگ اپني اپني جگهه پر بيٹهه گئے تو راجه شمبهو نرائن سنگهه بهادر پريزيڈنٹ کميٹي يادگار سيد احمد نے ايک عمدہ اور مختصر تقرير کے بعد ايڈريس مندرجه ذيل انگريزي زبان ميں پڑهي اور اُسکے بعد مرزا رحمت الله پيک سکوٹري کميٹي نے اُسکا ترجمه اُردو زبان ميں پڑها *

بخدمت سيد احمد خاں بهادر سي ايس آئي

جناب من

هم پريسيڈنٹ وپس پريسيڈنٹ و سکوٹري سيد احمد خاں مموريل کميٹي کے اِس شهر بنارس کے رئيس اور باشندونکي طرف سے جو اپنے قديم علم و هنر کے ليئے مشهور هي آپ کي خدمت ميں اُس دلي افسوس کے ظاهر کرنے کے ليئے حاضر هوئے هيں جو هم لوگوں سے آپ کے جدا هونے کے سبب سے هونے والا هي اور زيادہ تر اِس سبب سے که آپنے اُس عهدہ سے کنارہ کيا هي جسپر آپ برسوں تک نهايت لياقت اور قابليت اور تعريف کے ساتهه مامور رهے هيں جو کچهه کام آپ نے بحيثيت عهدہ سرکاري کيئے اُنکي نسبت کوئي تعريف کرنا همارے ليئے مناسب نهوگا ليکن اِس کے ساتهه هي هم يهه خيال کرتے هيں که

جس مدت تک آپ نے اِس بھت بڑے آباد شہر کے سب خاص عام کی نسبت بلا لحاظ درجہ یا مرتبہ دولت یا افلاس اور رنگ یا مذہب کے انصاف کیا اور جو پاک کام آپ کے سپرد تھا اُس کو آپ نے سب کے حق میں نہایت ایمانداری اور سچائی کے ساتھہ ادا کیا اُسکی عزت اور قدردانی اور تعریف کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتے ہم لوگوں کے ساتھہ آپ کی عدالت کی کاروائی ایسی تھی کہ اُس سے وہ ڈاہ واقفانہ اور بے بنیاد نفرت جو اُن اہل معاملہ کو ہوتی ہی جنکو کم نصیبی سے اپنے حقوق کے قایم رکھنے کے لیئے مجبور ہوکر عدالت دیوانی میں آنا پڑتا ہی بالکل رفع ہوگئی کیونکہ آپ کے طریقہ سے معلوم ہوا کہ اُنکا خوف اور دہشت کیسا بے بنیاد اور غلطی پر مبنی تھا *

علاوہ بریں آپ نے اپنے حلم اور خوش اخلاقی سے جسکا برتاؤ آپنے صرف عدالت کی کاروائی میں ہی نہیں بلکہ اپنے باہمی برتاؤ میں بھی کیا ایسی عظمت اور وقعت اور اخلاص اُن لوگوں میں جنکو کسی طور سے آپ کی ملاقات اور دوستی کی عزت اور خوشی نصیب تھی حاصل کیا کہ اب جو وقت مفارقت کا آیا ہی تو اوسکے نتیجہ میں اِس قدر رنج اور تکلیف ہی کہ ہم اُسکو ظاہر نہیں کرسکتے گو آپکی جدائی کا رنج اور تکلیف مدت تک رہے گی لیکن ہمکو اِس بات کے جاننے اور خیال کرنے سے تسکین اور خوشی ہی کہ جو بے نظیر توجہ اور بیمثل سرگرمی اور انتہک جدوجہد آج تک آپ نے ہندوستان کے لوگوں میں علم اور تعلیم کی ترقی کے لیئے کی ہی اُسکو اب فارغ البالی اور آزادی کی حالت میں ہندوستان کے لڑکے اور لڑکیوں کی بہتری و بہبودی اور ترقی کے واسطے آپ اِس قدر کر سکینگے کہ کسی ہندوستانی نے آج تک نہیں کی ہم سچائی سے اور بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ محمدن اینگلو اورینٹل کالج کی کامیابی کو جس سے آپ کو دلی تعلق ہی اور جس سے مسلمان اور ہندو فائدہ اوٹھا سکتے ہیں اور جس کو آپ نے یہاں تک ترقی دی ہی آپ کے دست مبارک سے وہ تکمیل اور قیام حاصل ہوگا جو نہایت ضروری ہی *

ہماری دلی خواہش اور دعا یہی ہی کہ خدا آپ کو ہندوستان میں زندہ اور سلامت رکھے تاکہ نہ صرف یہی ایک بڑا کام انجام پاوے بلکہ ہندوستان کے لوگوں کی آیندہ بہتری آپ کے سبب سے ہو *

ہم آپسے اِس تصدیعہ کی معافی چاہتے ہیں جو ہماری اِس ایڈریس کو لیکر حاضر ہونے سے ہوا ہی اور ہم یقین کرتے ہیں کہ آپ ہرگز یہہ خیال نفرماویں گے کہ ہم لوگوں نے کسی فائدہ کی غرض سے یہہ کام کیا ہی کیونکہ اگر یہہ خیال ہو کہ حکومت کے اثر اور اختیار کے سبب سے ایسا کیا ہی تو وہ اب باقی نہیں رہا بلکہ ہمنے یہہ کام صرف سچائی اور ایمانداری کے پاس ولحاظ سے کیا ہی اور ہم دلی

entrusted to discharge. Your judicial career among us has been such as to entirely remove the ignorant and unfounded abhorrence that was felt by parties who were compelled unfortunately to resort to the Civil Courts for maintenance of their rights, in finding from the course you had pursued, how erroneous and unfounded their apprehensions and fears were.

You have further by your unremitting urbanity and courtesy, not only in your official capacity but in your private life, so won the respect, regard and affections of those who have in any way had the honor and pleasure of your acquaintance and friendship, that now that a separation is taking place, we are unable to express the feelings of pain and sorrow which are the results, but though the pangs of sorrow of your departure will be felt for many a long day, we however, have the consolation and satisfaction in feeling and knowing that the unequalled interest and unparalleled zeal with untiring energy, hitherto displayed and acted upon by yourself for the advancement of education and learning among the people of India, will from your now untrammelled and unfettered position enable you, not only to display but to devote more of that zeal and devotion than ever for the advancement, gain and welfare of India's sons and daughters than has hitherto been achieved by any one of her children. We feel we may truthfully and fearlessly observe that the establishment and success of the Mahomedan Anglo-Oriental College which you are so deeply interested in, which is intended to do good to Hindoos and Mahomedans alike and which you have so effectually worked out thus far, will now receive at your hands that completion and permanency which is so essentially necessary.

Our sincere wishes and prayers are that your life may be spared to India not only for the carrying out of this one great undertaking but for the future good of India's children.

We would here beg your forgiveness for the trouble we entail in waiting on you with this address and trust that you will feel and observe no motives

of interest, if it were imagined that they ever could, can now actuate any one of us to adopt this course, since any and all official influence has ceased to exist, but simply from a love of truth and honsety of purpose, which we sincerely hope you will regard as the spontaneous effusion of gratitude and heart-felt good-will.

As a small but sincere tribute of our esteem, respect and gratitude, we purpose endowing a scholarship for Physical Science in the Benares College and which, with your permission, we would associate with your name as the "Syed Ahmad Scholarship" as a memento and recognition of the zeal and honesty so earnestly devoted for the advancement and welfare of the sons of India.

We are

Sir

Your attached and Sincere Countrymen.

Benares :
The 31st July 1876

He was followed by Mirza Rahmat-ullah Beg, Secretary to the Committee, with an Urdoo translation of the address.

Moulvi Syed Ahmad, in reply to the address, said, he was at a loss to find adequate words to express his feelings of gratitude and thankfulness for the honour his countrymen had done him by presenting him with a Farewell Address. He did not deserve any thanks for justly and equitably administering the law, without any regard to rank or position, to caste, colour or creed, for it had been the study of his life to fulfil conscientiously the sacred duty he was entrusted with. He had always been alive to his duties and responsibilities and had preferred truth above the riches and honours of the world, and approbation of God above the esteem and applause of man (cheers). He had always considered himself responsible to God and not man. He might have erred in his judgment but he had never acted against the dictates of his conscience. Therefore it afforded him no little satisfaction to find that his endeavours to do justice to all parties, were appreciated by his countrymen (cheers). He then

اُمید رکھتے ہیں کہ آپ اِسکو احسانمندی اور دلی خیر خواہی کا جوش اور ولولہ خیال فرماوینگے *

جو کچھہ قدر و منزلت آپ کی ہمارے دلوں میں ہی اور جسقدر ہم آپ کے احسان مند ہیں اُسکے معارضہ میں گو وہ نہایت حقیر ہی مگر سچائی کے ساتھہ ہی ہمارا یہہ ارادہ ہی کہ مارم طبعی کی تحصیل کے لیئے ایک اسکالرشپ بنارس کالج میں قایم کیجاوے اور آپ سے اجازت لیکر اُسکو آپ کے نام نامی سے سید احمد اسکالرشپ موسوم کریں تاکہ جو سرگرمی اور ایمان داری اپنے دل سے ہندوستان کے لوگوں کی بہتری اور ترقی کے لیئے کی ہی یہہ اسکالرشپ اُسکا یادگار رہے — المرقوم ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۷۶ ع *

جواب †

مولوی سید احمد خان صاحب بہادر نے اس ایڈریس کے جواب میں فرمایا کہ "میں نہایت حیران ہوں کہ جو عزت میری میرے ہم وطنوں نے مجھکو اس الوداعی ایڈریس کے دینے سے کی ہی اُسکی عوض میں اپنی احسانمندی اور مشکوری ظاہر کرنے کے واسطے مناسب الفاظ کہانسے لاؤں اگر میں قانون کی تعمیل عدل اور انصاف کے ساتھہ بلالحاظ کسیکے رتبہ اور قوم اور رنگ یا مذہب کے کی تو اُسکے لحاظ سے میں کسی شکریہ کا مستحق نہیں ہوں کیونکہ مجھکو اپنی تمام عمر اس بات کی فکر رہی کہ جو بڑا فرض مجھکو تفویض کیا گیا تھا اُسکو میں نہایت ایمانداری کے ساتھہ انجام دینے میں اپنے فرایض اور ذمہداریوں کو ہمیشہ سے خوب سمجھتا ہوں اور دنیا کی دولت اور عزت پر میں سچ بات کو اور خداوند تعالی کی خوشنودی کو انسانوں کی قدردانی اور تعریف پر ہمیشہ ترجیح دیتا ہوں میں نے اپنے تئیں ہمیشہ خداتعالی کا جوابدہ سمجھا ہی نہ کہ انسان کا اور گو میں نے اپنی راے میں غلطی کی ہو مگر میں نے ہمیشہ اپنے ایمان کی ہدایتوں پر عمل کیا ہی پس اسوجہہ سے مجھکو اسبات کے دیکھنے سے کچھہ کم خوشی حاصل نہیں ہوئی کہ جو کوششیں میں نے سب لوگوں کے حق میں انصاف کرنے میں کی تھیں اُنکی قدرشناسی میرے ہموطنوں نے فرمائی ہی" (چیرز) بعد اسکے مولوی صاحب ممدوح نے بڑی دیر تک اُن فایدوں کی نسبت گفتگو کی جو ہندوستان کی مختلف قوموں کے درمیان میل جول ہونے سے پیدا ہونگے اور علاوہ اس کے یہہ فرمایا کہ "مجھکو یقین واثق ہی کہ جب تک اہل

† جو جواب کہ سید احمد خاں صاحب نے اُردو میں دیا وہ اُسوقت لکھا نہیں جاسکا لیکن ایک لایق انگریزی داں عالم نے اُن کی اُردو تقریر کے ٹوٹ انگریزی زبان میں لیلیئے تھے وہی ٹوٹ پھاپی مندرج ہوئے ہیں اور یہہ جواب اس انگریزی کا ترجمہ ہی *

یورپ اور اہل ہند ایک دوسرے سے حاکم اور محکوم کی طرح سے نہیں بلکہ دوست اور بھائی کی طرح نہیں ملینگے اُسوقت تک ہندوستان کو ہرگز ترقی نہیں ہوسکتی (چیرز) پس مجھکو اسبات کے دیکھنے سے بڑی مسرت حاصل ہوئی کہ میرے یوروپین اور ہندوستانی دوست دونوں اسراہ اس ہال میں موجود ہیں بنارس سے جاتے وقت میری طبیعت میں مختلف طور کے خیالات پیدا ہوئے ہیں یعنی مجھکو اپنے اُن دوستوں کی جدائی پر جنکے ساتھہ میں مدت تک رہا اور جو میرے ساتھہ نہایت اخلاق و مہربانی سے پیش آئے نہایت رنج ہی مگر اسی کے ساتھہ مجھکو اپنی ذمہداری کے کاموں سے کنارہ کش ہونے میں بایںوجہ خوشی حاصل ہوئی کہ میں اب اپنی ہمت اور سرگرمی کو اپنے ہموطنوں کی ترقی اور بہبودی میں زیادہ تر صرف کرسکوں گا" بعد اس کے مولوی صاحب ممدوح نے اُن کوششوں کا ذکر فرمایا جو اُنھوں نے اپنے ہم قوموں کے واسطے ایسا طریقہ تعلیم تجویز کرنے میں ظاہر کی تھیں جو اُن کے مذہبی خیالات اور اُن کے علم ادب کے مناسب ہو اور جسکے ذریعہ سے اُنکے اثنر ہموطنوں کی جہالت رفع ہو اور کہا کہ میری زندگی کا بڑا عین منشا اور آرزو تھی کہ مدرسۃالعلوم کو قایم کروں چنانچہ وہ اب جاری ہوگیا ہی اور اُس میں مسلمان اور ہندو دونوں برابر تعلیم پاسکتے ہیں جو امداد اور اعانت میرے روشن ضمیر ہموطنوں نے اسکام میں میری فرمائی ہی وہ اس قسم کی ہی کہ اُس سے مجھکو بڑی مسرت حاصل ہوئی اور اسکے سبب سے جس کام کی تکمیل میں میں ایسا مصمم ارادہ کے ساتھہ مصروف ہوا تھا اُس میں ثابت قدم رہنے کے واسطے میری ہمت دوبالا ہوئی مولوی صاحب ممدوح نے ہندوستان کو ایک خوبصورت دولہن کے ساتھہ تشبیہہ دی اور فرمایا کہ ہندو اور مسلمان اُسکی دو آنکھیں ہیں پس اگر میزان طبیعتکی میں ایک قوم کا پلہ بھاری ہوجاوے اور دوسری قوم کا پلہ ہلکا رہے تو ہندوستان کی صورت ایک کانی دولہن سے کچھہ زیادہ اچھی نہ ہوگی (چیرز) مولوی صاحب موصوف نے اپنی بڑی اُمید ظاہر فرمائی کہ اہل یورپ جنکو خداوند تعالی نے اپنے کارخانہ قدرت میں اس ملک پر حکمرانی کرنے کے واسطے بھیجا ہی اُس دلہن کے حق میں بمنزلہ زیور کے ہیں پس اُمید ہی کہ وہ اُس کے قدرتی حسن کو اور دوبالا کرینگے نہ اُسکے اوپر ایک بوجھ ہونگے بعد اس کے اُنھوں نے اپنے ہموطنوں سے یہہ التجا کی کہ اُنکو گورنمنٹ انگریزی کا خیر خواہ اور وفادار ہونا چاہیئے جسکے عہد معدلت مہد میں ہندوستان کو امن و آسان کی پونجیں حاصل ہیں اور اپنی حالت کو ترقی دینے کے اُن ذریعوں سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے جو ہماری دانشمند اور فیاض گورنمنٹ نے لوگوں کی دسترس میں رکھے ہیں (چیرز) اُنھوں نے کہا کہ میرے باپ دادا کو

dwelt at length upon the advantages of social intercourse between the various classes of the Indian Community. Moreover, he said, it was his firm conviction that India could never rise unless the Europeans and natives mixed with each other not as the rulers and the ruled but as friends and brethren (cheers). He was therefore glad to see his European and native friends assembled in the same hall. He said his feelings at his departure from Benares were of a mixed nature: he was sorry to leave his friends, amongst whom he had lived for a long time and at whose hands he had received so kind a treatment, but he was, at the same time, glad to retire from his onerous duties in order that he may be able the more to devote his energy and zeal to the improvement and advancement of his countrymen. He then referred to the efforts he had put forth to originate a scheme of education for his co-religionists, suited to their religious views and their literature, and to meet the ignorant condition of the vast majority of his countrymen. It had been the aim of his life to found the Mahomedan Anglo-Oriental College which is now open to Hindoos and Mahomedans alike. The encouragement he had received form his enlightened countrymen had been of a very gratifying nature and it had afforded him fresh impetus to persevere in the work he had so tenaciously set himself to accomplish (cheers). He compared India to a handsome damsel and Mahomedans and Hindoos to her two eyes. If one nation were to advance in the scale of civilization and the other to lag behind, India would be no better than a one-eyed beauty (cheers). He expressed his hopes that Europeans, whom God had sent in his Providential scheme to rule over the destinies of this vast country, would prove no burden to the damsel but on the other hand would add fresh charms to her natural beauty (cheers). He then exhorted his countrymen to be loyal and faithful to the British Crown, under whose benign rule India enjoyed the blessings of peace and tranquillity and to avail themselves of those means of improving their condition which our wise and beneficient Government had placed within the reach of the people (cheers). Neither the rights and

شہنشاہان مغلیہ نے بڑے بڑے خلعت و خطاب عطا فرمائے تھے اور جو میں نے بھی اپنے بھ پنے میں حاصل کیئے تھے اُنسے اور اُن خطابوں اور تمغوں اور اعزاز و اکرام سے جو حضور ملکۂ معظمہ کی گورنمنٹ نے میری خیر خواہی اور خدمات کے عوض میں مجھکو عطا فرمائے ہیں جو میرے چونتیس برس سے زیادہ عرصہ تک انجام دیں مجھکو ایسی خوشی نہیں حاصل ہوئی جیسی کہ اس عزت سے حاصل ہوئی ہی جو میرے ہموطنوں نے بنارس کالج میں علم طبیعیات کا ایک اسکالرشپ میرے نام پر قایم کرنے سے مجھکو دی ہی خاتمہ پر مولویصاحب ممدوح نے حاضرین جلسہ کو اُنکی وداعی ایڈریس کے لحاظ سے مکرر شکریہ ادا کیا اور اُن کے حق میں دعاے خیر کی نہایت بلند آواز سے بڑی دیرتک لوگوں نے چیرز دی *

بعد اُس کے راجہ شمبھو نراین سنگھہ بہادر پریزیڈنٹ نے ایڈریس مذکور کو مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر کی خدمت میں ایک خوبصورت چاندی کے خانہ میں رکھہ کر جسپر زری کا غلاف چڑھا ہوا تھا پیش کیا اور جلسہ برخاست ہوا *

privileges which the Moghul Emperors conferred on his forefathers and which he enjoyed during his youth, nor the titles, medals and honourable distiuctions bestowed on him by Her Most Gracious Majesty's Government, in recognition of his loyal services, extending over a period of more than one third of a century, were so gratifying to him, he said, as the honour his countymen had done him by founding a Physical Science Scholarship in the Benares College, named after him. (cheers) In conclusion, he thanked the gentlemen present, once more, for their kind Farewell Address and wished them Godspeed (Loud and continued applause).

Raja Shambhoo Narayan Sinha Bahadur, the President, then presented the address to Moulvi Syed Ahmad Khan Bahadur in a beautiful silver case placed in a gold cloth cover and the meeting dissolved.

اخبار رهبر هند مطبوعه ۲۵ جولائي سنه ۱۸۷۶ع

همارے شفیق بالتحقیق سید نادرعلیشاہ صاحب نے مدرسۃالعلوم کی سات مہینہ سنہ ۱۸۷۵ع کی کارروائی پر ایک نہایت عمدہ اور فصیح ٹکتہ چین ریویو لکھا ہی جس کی طرز ادا اور الفاظ متانت آمیز اور مضامین نصیحت خیز کے ہم تہ دل سے شکر گذار ہیں اگرچہ ہر ہر لفظ اُسکا دل پر نقش کرنے کے لایق ہی مگر ہم اپنے اس ناچیز پرچہ میں صرف اُس کے دو جملے نقل کرتے ہیں .

مدرسۃالعلوم میں جو یورپین ہیڈماسٹر مقرر ہی اُسکی نسبت ارقام فرماتے ہیں کہ "بڑی حقارت کی بات ہی کہ مسلمانوں کے مدرسہ کا منتظم اُنکی قوم سے نہو جس سے یہہ بات نکلتی ہی کہ مسلمان انتظامی طاقت نہیں رکھتے اور بڑے بیوقوف ناتجربہ کار اور نالایق ہیں" .

ریمارک

ہم بھی جناب ممدوح کی اس راے سے دل و جان سے متفق ہیں مگر آہ سرد بھرتے ہیں آنکھوں سے آنسو بہاتے ہیں آسمان کی طرف نہایت مایوسی سے دیکھتے ہیں قوم کی صورت کو نہایت حسرت سے تکتے ہیں اور کہتے ہیں کیا کریں قوم کی حالت تو ایسی ہی ہی اعاذالله یحدث بعد ذلک امرا .

لڑکوں کی تعداد کم ہونے کی دلیل میں یہہ چند فقرے ارقام فرمائے ہیں .

" معلوم ہوتا ہی کہ مدرسہ کا انتظام عام پسند نہیں ہی اور جو لڑکے آتے ہیں وہ تو لیا ایسے لوگوں کے لڑکے ہیں جو مدرسہ یا مولوی سید احمد خاں کے عقیدتاً معین و مددگار ہیں .

ریمارک

اس علی بخش خانی نقرہ کی ہم دل سے شکر گذاری کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ہمارے شفیق بھی ملیگذہ میں تشریف لاوینگے جیسا کہ اُنھوں نے اپنے ایک عنایت نامہ میں لکھا بھی ہی اور اُنکے قدوم کی برکت سے ہمارا کلبہ احزان و مدرسۃالعلوم مسرور ہوگا تب ایسے امور پر اُنکو راے دینے کا موقع ملیگا ہمتر اس نقرہ کا ریمارک کرنا خلاف ادب سمجھتے تھے مگر اس اندیشہ سے کہ ہم پر دوسرا ماماٹھہ مغرور ہونے کا نہ پڑے نہایت ادب سے اسقدر عرض کرتے ہیں کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہی .

کم طالبعلموں کے داخل ہونے کی ایک وجہ یہی خیال فرمائی ہی کہ "بڑھے ہوئے خیال کے منتظمین مدرسہ نے طالبعلموں کے داخل ہونے کے واسطے بڑی بڑی سخت قیدیں لگا رکھی ہیں جیسے سفید پوش ہونا — گراں قیمت کتابوں کا خریدنا — بورڈنگ میں داخل ہونا — مدرسہ اور بورڈنگ کا فیس دینا جو بہت زیادہ ہی" .

ریمارک

بلاشبہہ یہہ سب باتیں سچ ہیں اور مسلمانوں کو گو وہ فی مقدور ہی ہیں اس طرح پر رہنا مناسب بھی نہیں کچا مسلمان اور کچا سفید پوش ہونا = کچا مسلمان اور کچا گراں قیمت کتابیں خریدنا = کچا

مسلمان اور کچھا پورڈنگ ہوس میں بھضائی رہنا — اُنکو ضرور ہی کہ اپنی قدیمی چال کو نچھوڑیں — اُن کے مرہی ٹاپ میں، شادی میں، پھر دیدار کے وقتوں میں روپیہ خرچ کریں شیرات میں میاں بیٹے کو آتشبازی منگادیں، میاروں میں جانے کو روپیہ پیسہ دیں، چھوٹے میاں بڑے میاں، منجھلے میاں کی شادیوں میں، گنڈے بڑھانے میں محرم میں، فقیر پٹانے میں، قرض پر قرض لیں مگر اُنکی تعلیم پر کچھہ خرچ نکریں — ہمارا ارادہ ہی کہ مدرسۃالعلوم کی کمیٹی کو ایک صلح دینگے کہ علیگڈہ میں یہہ مسجدیں ہیں اُنکے حجروں میں طالبعلم پھیجدیئے جاویں — اس شہر میں قصائی بہت رہتے ہیں چودھری سے کھکر اُنکے لیئے ریزگی مقرر کی جاوے اب امیروں کی سواری کی ضرورت نہیں ہی سڑکوں پر بہت لالٹینیں جلتی ہیں اُنکے گرد (مگر سڑک چھوڑکر ورنہ کانسٹبل ڈنڈا ماریگا) پیٹھہ کر کتاب کا مطالعہ کرلیا کریں اور تمام اخراجات پورڈنگ ہوس کے تخفیف کر دیئے جاویں — ہمکو نہایت قوی اُمید ہی کہ اس طرح پر طالبعلم تربیت پاکر بڑے بڑے سواری اور فاضل نکلیں گے اپنے باپ دادا کا نام روشن کرینگے نہایت سیر چشم اور فیاض اور پاٹیوٹ ہونگے جنسے قوم کو عزت اور اسلام کو فخر ہوگا .

شفیق من جس طرح پر ہم قوم کو قوم بنانا چاہتے ہیں اور اُن میں علم و کمال و عزت اور آدمیت اور فخر و مباہات پیدا کرنا چاہتے ہیں اگر ہم وہ نکرسکیں تو خدا کی مرضی مگر چند پھک منگے ملا بنا دینے سے تو اُنکا جاہل رہنا بہتر ہی ایسے ملاؤں کی اب کوئنسی کمی ہی جو اوروں کے بنانے کی فکر ہو .

پھر وہ ارقام فرماتے ہیں کہ ہمکو افسوس ہی کہ اسلامی محبت اور قومی مساوات خاک میں مل گئی اور روپیہ والوں نے غریبوں کو قوم سے خارج کردیا لازم ہی کہ امیروں سے لیا جاوے اور غریبوں کی کمیٹی کی طرف سے پرورش ہو یہہ تقاضاے ہمدردی اور ہمقومی ہی صرف دولت والوں کے لڑکوں کو لیکر بڑے خرچ کی بات ہی ،،

ریمارک

ہمارے شفیق نے ہمکو نہایت عمدہ نصیحت قومی ہمدردی کی کی ہی جس کا ہم دل سے شکر ادا کرتے ہیں، اس قسم کی قومی ہمدردیاں لفظوں میں بہت خرشنما اور دل چسپ معلوم ہوتی ہیں مگر برتاؤ میں نہیں آسکتیں ہمنے لائیکرگس کے قانون تو سنے تھے کہ اُس نے تمام امیروں کا مال و دولت زر زمین سب قوم میں برابر بانٹ دینا چاہا تھا جو اُس وحشی زمانہ میں بھی نہوسکا مگر اُس کے سوا پھر کہیں دیکھا نہ سنا .

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے شفیق نے اس امر کی نسبت ذرا توجہہ کم فرمائی ہی چندہ جسقدر جمع ہوا اور جن جن سے لیا گیا وہ محتاج خانہ جاری کرنے اور لنگر بانٹنے کے لیئے جمع نہیں ہوا بلکہ اُس کا مقصد یہہ ہی کہ عمدہ سامان تعلیم کا قوم کے لیئے جمع کردیا جاوے جو موجود نہیں ہی لایق اور قابل مدرس موجود ہوں عمدہ عمدہ علوم کی کتابیں جمع کی جاویں جو کتابیں ہماری قوم کی زبان میں نہیں ہیں اُن کو اپنی قوم کی زبان میں پیدا کیاجاوے جس طرح قوم کو مختلف قسم کے علوم کی حاجت ہی اُن سب قسم کے علوم کا سامان مہیا ہوجاوے تاکہ جو مجبوری علم و کمال کے حاصل کرنے میں قوم کو ہی وہ رفع ہوجاوے نہ یہہ کہ جو اصل مقصود ہی وہ فرع ہو اور محتاج خانہ جاری کیا جاوے اور اگر ہماری کمیٹی وہ روپیہ ان محتاجوں کی پرورش میں صرف کر ڈالے اور آمدنی کا ہو مناسب ذریعہ سے بڑھانے کا خیال نکرے تو مدرسہ کی تنخواہ و اخراجات ضروری تعلیم کا خرچ کہاں سے ہو — معہذا اگر سب سے مقدم سامان تعلیم نہ موجود کیا جاوے تو کہاں سے تعلیم دی جاویگی .

کیسی غلط بات ہمارے شفیق نے لکھی ہی کہ ،، یہہ بات کہ فریب لڑکوں کو نہیں لیا گیا ہم قیاساً ہی نہیں کہتے بلکہ ہمکو معتبر ذریعہ سے اس قسم کی خبریں پہنچی ہیں جس سے یہہ معلوم ہوا کہ مقام اور باہر کے بہت سے لڑکے یہہ عذر کر کر داخل نہیں کیئے گئے کہ وہ مدرسہ کے اخراجات دینے کی استطاعت نہیں رکھتے ،، مگر میری عرض یہہ ہی کہ یا تو وہ آپ کے معتبر ذریعہ نہایت ناقابل معتبر ہیں یا اُن کی سمجھہ کی غلطی ہی یہہ واقعات محض غلط ہیں کہ کسی غریب اشراف کو یوجہ اُس کی بے مقدوری کے مدرسہ میں داخل نہیں کیا گیا اور نہ یہہ کہا گیا کہ تم کو استطاعت اخراجات مدرسہ دینے کی نہیں ہی مدرسۃالعلوم کے طالب علموں سے جو دینے کا مقدور رکھتے ہیں بقدر اُن کی استطاعت کے فیس لیجاتی ہی جو ایک ذریعہ آمدنی کے اضافہ کا ہی اور جو آخرکار پھر اُنھی طالب علموں پر خرچ ہوتا ہی کسی شخص کا اُس سے ذاتی فائدہ نہیں ہوتا پھر اُس کی معافی بھی نہایت غریب بے استطاعت کے ساتھہ ممکن ہی لیکن اگر یہہ خواہش ہو کہ اُس کے ذاتی اخراجات بھی مدرسۃالعلوم سے ہوں تو اول تو یہہ ناممکن ہی اور نہ ان اخراجات کے لیئے چندہ ہوا ہی .

پورڈنگ ہوس میں کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اخراجات پورڈنگ ہوس نہ دے کیونکہ اُنھی لوگوں کا روپیہ اُن کے کھانے پینے میں خرچ ہوتا ہی جو رہتے ہیں کمیٹی صرف اُسکا اہتمام کردیتی ہی پورڈنگ ہوس میں مردوں کی فاتحہ کی روٹیاں اور

صدقہ کے کھوں آٹے کی اجازت نہیں ھی جو مفت خوروں کو اُس میں بیٹھا کر خیرات کی روٹی کھلائی جاوے بلکہ جو لوگ بورڈنگ ھوس کا خرچ دینے کی استطاعت نہیں رکھتے اُن کے بورڈنگ ھوس میں داخل کرنے سے کمیٹی انکار کرتی ھی ۃ مدرسہ میں ۔

ھم بھی اس بات کو پسند کرتے ھیں کہ امیروں سے لیا جاوے اور غریبوں کو دیا جاوے پس اُمید ھی کہ ھمارے شفیق نے جیسیکہ سرمایۂ مدرس العلوم کے فراھم کرنے کی کمیٹی کے وقت سعی کی تھی اور فیاضی اور قومی ھمدردی سے چندہ دینے کا وعدہ کیا تھا اب بھی پنجاب میں کوشش فرماوینگے اور خاص روپیہ اس کام کے لیئے جمع کرینگے کہ غریب طالب علموں کو اُس سے روٹی دی جاوے اُس کا اھتمام نہایت دل سے کمیٹی اپنے ذمہ لیگی ۔

افسوس ھی کہ ایسے بڑے اور نازک معاملہ پر جیسا کہ قومی تعلیم کا ھی ھمارے شفیق نے کافی توجہ نہیں فرمائی اور بہۃ غور نہیں کیا کہ کمیٹی نے غریب طالب علموں کے لیئے جو درحقیقت تعلیم کے لایق ھیں اور فی الحقیقت اُن کو علم کا شوق ھی کسقدر مدہ کے فریبے موجود کیئے ھیں شروع مدرسہ سے معینان و بانیان مدرسہ نے اپنے نج سے غریب طالب علموں کے لیئے پانچ روپیہ سے دس روپیہ تک اسکالر شپیں مقرر کیں متعدد طالب علموں کے ذاتی اخراجات اُن لوگوں نے اپنے پاس سے ادا کیئے اب حسب ضابطہ کمیٹی نے تیس اسکالر شپیں مقرر کی ھیں جو شاید کسی اعلی مدرسہ میں بھی اسقدر نہونگی اور اعلی جماعتوں کے لیئے اور اسکالرشپیں مقرر کرنے کو ھی متعدد انعام ثنیجہ امتحان پر مقرر ھوتے جاتے ھیں پس غریب سے غریب اور محتاج سے محتاج اشراف طالب علم اگر علم کا شوق رکھتے ھیں اور درحقیقت علم حاصل کرنے کی لیاقت بھی رکھتے ھیں آویں امتحان دیں لیاقت اپنی تحصیل علم کے لیئے ثابت کریں اور اسکالرشپ لیں مدرسۃالعلوم کا یہہ مقصد نہیں ھی کہ جو لوگ مطلق قابل تعلیم نہیں ھیں اور نہ پڑھنے کا شوق رکھتے ھیں اور نہ پڑھنے کی عمر رکھتے ھیں اُن کو خیرات کی روٹیاں کھلایا کرے اور تنخواہ دیا کرے اگر ایسا مقصود ھو تو مدرسہ کا نام کوئو گدھونکا اُس میں ڈالنا کیا ضرور ھی آؤ ھم سب مل کر پزارہ کا کام شروع کریں ۔

ھم اپنے دوست نادر علی شاہ سیفی سے ھر گونہ قومی ھمدردی کی اُمید رکھتے ھیں مگر چند روز سے جس طرز پر اُنھوں نے تحریر فرمانا شروع کیا ھی ھمکو اُس سے قومی ھمدردی کی توقع نہیں ھوسکتی ۔

ھم تو امید گاہ خلایق ھیں جناب سیفی بھی جو چاھیں تحریر فرماویں امید ھی کہ آیندہ ھم زیادہ ادب کو کام میں لاوینگے اور اُنکی اس قسم کی تحریروں کو دیکھہ کر سر تسلیم جھکاوینگے ۔

راقم
سید احمد

قواعد تقرر اِسکالرشپ واسطے طالبعلمان مدرسۃالعلوم مسلمانان واقع علیگڈہ

تمہید

دفعہ ۱ کمیٹی خزنۃ البضاعۃ کو اختیار ھوگا کہ واسطے طالبعلمان مدرسۃالعلوم کے جس سال میں چاھے اور جن علوم کے لیئے مناسب سمجھے کمیٹی کی طرف سے اسکالرشپیں مقرر کرے *

دفعہ ۲ جو اِسکالرشپیں اور لوگوں کی طرف سے مقرر ھوئی ھیں یا جنکے لیئے خاص سرمایہ دیا گیا ھی وہ اِسکالرشپیں بھی کمیٹی خزنۃالبضاعۃ کی ماتحت رھینگی مگر ھر سال اُنکا جاری کرنا کمیٹی کو لازم اور ضرور ھوگا *

دفعہ ۳ کمیٹی کو جایز ھوگا کہ اور شخصوں کی اِسکالرشپیں بھی ھوئی بھی قبول کرے بشرطیکہ اُنھوں نے اسقدر سرمایہ یا اِسقدر روپیہ یکمشت کمیٹی کے سپرد کردیا ھو جو اُن اِسکالرشپوں کے دوامی یا میعادی جاری رھنے کے لیئے کافی ھو *

RULES.

For the award of scholarships to the students of the M. A. O. College at Aligarh.

I.—The College Fund Committee shall allot scholarships on behalf of the Committee for the students of the M. A. O. College. It will be at the discretion of the said Committee to award such scholarships in any year and for the study of any subjects.

II.—Scholarships given by private gentlemen, and those for which special funds have been contributed, will also be subject to the control of the College Fund Committee, which will however be bound to award such scholarships every year.

III.—The Committee will be justified in accepting all scholarships offered by private gentlemen, provided a sum sufficient to pay such scholarships for any time limited or unlimited is paid at once into the hands of the Committee.

IV.—The Committee will also be justified in dispensing with the condition last aforesaid in cases of scholarships offered by Chiefs and Rulers, the regular payment of which may be considered assured.

V.—Scholarships given by private gentlemen will be invariably given in those classes and for the study of those subjects only for which they are offered.

Classes of Scholarships.

VI.—All scholarships under the control of the College Fund Committee may be divided into 4 Classes.

First—Permanent scholarships founded by gentlemen who have placed in the hands of the Committee funds sufficient to pay the said scholarships without interruption.

Secondly—Special scholarships or permanent scholarships founded by Chiefs and Rulers.

Thirdly—Temporary scholarships or such as are offered by gentlemen for a limited time only.

(*a*)—No such scholarship will be accepted for any fractional part of a year.

(*b*)—No such scholarship will be accepted unless the whole amount of scholarship for the fixed period is paid to the Committee in advance.

(*c*)—In the case of sums of money contributed periodically by private gentlemen for the foundation of scholarships, it shall be competent to the Committee to retain such sums in their hands until their amount is sufficient for the payment of a year's scholarship, and the scholarship shall then be awarded in the name of the donors.

Yearly.—Scholarships allotted by the Committee.

VII.—These scholarships will be called after the names of their founders.

VIII.—The award of all scholarships shall be made after the Annual Examinations, and shall depend upon the result of those Examinations.

IX.—The number of scholarships for each year; their amount; the classes and students to which they shall be apportioned: will be determined yearly by the College Fund Committee.

Scholarships given by private individuals will also be included in those mentioned above.

دفعہ ۴ لیکن کمیٹی کو جایز ہوگا کہ ایسے رئیسوں اور والیان ملک کو قواعد مذکورہ بالا سے مستثنی رکھے جنکی مقرر کی ہوئی اسکالرشپوں کا ہمیشہ وصول ہونا رہنا یقینی امر ہو *

دفعہ ۵ اوگوں کی مقرر کی ہوئی اسکالرشپیں جس علم اور جس کلاس کے لیئے مقرر کی گئی ہیں ہمیشہ اُسی علم اور کلاس کے لیئے قایم رہینگی *

اقسام اسکالرشپ

دفعہ ۶ تمام اسکالرشپیں جو کمیٹی خزانۃالبضاعۃ کی ماتحت ہونگی وہ چار قسم کی ہونگی *

اول پرمننٹ یعنی دوامی اسکالرشپ یہہ لقب اُن اوگوں کی عطیہ اسکالرشپ کا ہوگا جنہوں نے واسطے ہمیشہ قایم رہنے اسکالرشپ کے کافی سرمایہ کمیٹی کے سپرد کردیا ہو *

دوم اسپیشل یعنی خاص اسکالرشپ یہہ لقب اُن دوامی اسکالرشپوں کا ہوگا جو رئیسوں اور والیان ملک نے مقرر کی ہوں *

سوم ٹمپوریری یعنی چند روزہ اسکالرشپ یہہ لقب اُن اسکالرشپوں کا ہوگا جو اوگوں نے ایک زمانہ محدود کے لیئے مقرر کی ہونگی *

(الف) مگر شرط یہہ ہی کہ ایسی کوئی اسکالرشپ کسی شخص کی طرف سے سال کی کسی کسر کے لیئے قبول نہ کی جاوے گی *

(ب) اور نہ ایسی اسکالرشپ جب تک کہ کل زمانہ معینہ اسکالرشپ کا روپیہ پیشگی کمیٹی میں نہ جمع کر دیا جاوے قبول کیجاوے گی *

(ج) مگر یہہ بات ممکن ہی کہ کوئی شخص کچھہ روپیہ ماہواری واسطے اسکالرشپ کے کمیٹی میں جمع کرتا جاوے اور جب بارہ مہینہ کے لایق روپیہ جمع ہولے اُسی وقت اُسکے نام سے اسکالرشپ جاری کردی جاوے *

چہارم وہ اسکالرشپیں جو خود کمیٹی کی طرف سے قایم ہونگی *

دفعہ ۷ یہہ اسکالرشپیں جسکی طرف سے مقرر ہونگی اُسی کے نام سے موسوم ہونگی *

دفعہ ۸ تمام اسکالرشپیں بعد امتحان سالانہ آیندہ سال کے لیئے بلحاظ نتیجہ امتحان کے مقرر کیجاوینگی *

دفعہ ۹ کمیٹی خزانۃ البضاعۃ ہر سال تجویز کریگی کہ کس کس جماعت میں کتنی اسکالرشپیں اور کس کس مقدار کی اور کس کس علم کے لیئے دی جاوینگی اور اُنہیں اسکالرشپوں میں اوگونکی عطیہ اسکالرشپیں بھی شامل ہونگی *

X—Notice of the amount, &c. of scholarships to be allotted during each coming year will be given by the College Fund Committee as early as possible in the previous year.

XI.—Scholarships shall be open to all students, but no student shall be considered qualified unless he has attended the College for nine months out of the twelve and been present at the Annual Examination.

(This restriction will not apply to the present year 1876).

Mode of Examination for awarding scholarships.

XII.—The College and Entrance Classes of the English Department will appear at the Examinations of the Calcutta University, and the second and third Classes of the same Department at the Annual Departmental Examinations of the Government Schools. The places obtained in English Literature at these Examinations will govern the allotment of scholarships.

XIII.—Instruction in Science will be imparted in the College through the medium of two different languages, that is, in the English Department in English, and in the Oriental Department in Urdoo. In case the Government should not be inclined to undertake the Examination of students reading the Science subjects in Urdoo laid down for the M. A. O. College, Examiners will be appointed by the Committee of Directors of Instruction in Secular Learning. The students of both the Departments will take part in this Examination and scholarships will be given according to the result of this Joint Examination.

XIV—In the case of the students of the English Department, the Committee of the Directors of Instruction in Secular Learning will have power to add grace marks to the numbers obtained by them in the Examination, as a special favour in consideration of their knowledge of English and also in consideration of the fact that they are required to undergo two Examinations.

XV.—For the Examination of boys in the special subjects taught in this College for the award of scholarships in those subjects, the Committee of the Directors of Instruction in Secular Learning will appoint their own Examiners.

XVI.—A certain number of marks will be fixed as a minimum in each subject of Examination, and students who fall below this minimum will be disqualified for obtaining a scholarship.

دفعہ ۱۰ زمانۂ امتحان سے جسقدر پہلے ممکن ہو کمیٹی خزانۂ الیضاعۃ بذریعہ اپنے اشتہار کے تمام طالبعلموںکو اُن اسکالرشپوں سے مطلع کریگی جو سال آیندہ کے لیئے تجویز کی گئی ہونگی *

دفعہ ۱۱ یہہ اِسکالرشپیں ہو ایک طالب علم کو مل سکتی ہیں لیکن وہی طالب علم اِسکالرشپ پانے کے لایق سمجھا جاویگا جو منجملہ بارہ مہینہ کے نو مہینہ کالج میں حاضر رہا ہو (بجز اُن طالب علموں کے جو سنہ ۱۸۷۶ ع میں داخل ہوئے ہیں یا داخل ہوں) اور سالانہ امتحان میں بھی شریک ہوا ہو *

طریقۂ امتحان واسطے تقرر اِسکالرشپ

دفعہ ۱۲ انگلش ڈپارٹمنٹ کی کالج کلاسوں اور اِنٹرنس کلاس کا امتحان یونیورسٹی کے امتحان کے ضمیمہ پر ہوگا اور انگلش ڈپارٹمنٹ کی پہلی اور دوسری جماعت کا سالانہ امتحان گورنمنٹ اِسکولوںکے ڈپارٹمنٹل امتحانوں کے ساتھہ لیا جاویگا اور جو درجہ طالب علموںکا انگریزی زبان کے علم ادب میں بذریعہ اُس امتحان کے قایم ہوگا وہ فیصلہ تعلیمی واسطے ملنے اِسکالرشپوںکے سمجھا جاویگا *

دفعہ ۱۳ علاوہ اسکے جو علوم کہ مدرسۃالعلوم میں دو جداگانہ زبانوں میں پڑھائے جاوینگے یعنی انگلش ڈپارٹمنٹ میں انگریزی زبان میں اور اورینٹل ڈپارٹمنٹ میں اُردو زبان میں اگر گورنمنٹ اُن طالب علموں کا امتحان لینا منظور نکریگی جو مدرسۃالعلوم میں اُردو میں علوم پڑھتے ہیں تو کمیٹی مدیران تعلیم عام دنیویہ والسنۂ مختلفہ اپنی تجویز سے ممتحن مقرر کریگی جسمیں دونوں صیغوں کے طالب علم شامل ہوکر امتحان دینگے اور اُس مشمولہ امتحان کا جو نتیجہ نکلیگا اُسکے مطابق اُن علوم میں اِسکالرشپیں دیجاوینگی *

دفعہ ۱۴ کمیٹی ممتحن کو اختیار ہوگا کہ انگلش ڈپارٹمنٹ کے طالب علموںکو بلحاظ اُنکی انگریزی دانی کے اور نیز اِس وجہہ سے کہ اُن کو دو امتحان دینے پڑینگے کوئی مقدار نمبروںکی اُنکے حاصل کردہ نمبروں پر بطور مراعات کے اضافہ کرے *

دفعہ ۱۵ جو علوم کہ بالتخصیص اِس کالج میں پڑھائے جاتے ہیں اُنکا امتحان لینے کے لیئے کمیٹی مدیران تعلیم عام دنیویہ والسنۂ مختلفہ اپنی تجویز سے ممتحن مقرر کریگی و اِسکالرشپ دیگی *

دفعہ ۱۶ ہرایک علم کے امتحان میں پاس ہونے کے لیئے ایک تعداد نمبروںکی مقرر کیجاویگی اور جو طالب علم پاس نہوگا اُسکو اِسکالرشپ پانیکا استحقاق نہوگا *

دفعہ ۱۷ سالانہ امتحان کے بعد جن جن لڑکوں کو کمیٹی مدیران تعلیم السنہ مختلفہ و علوم دنیویہ مستحق پانے اِسکالرشپ کا قرار دیگی اُن لڑکوں کو سال آیندہ کی یکم جنوری سے ۳۱ دسمبر تک اِسکالرشپ ملاکریگی بجز اُن حالتوں کے جو ذیل میں مندرج ہیں *

(الف) اِسکالرشپ پانے والے طالب علم کی غیر حاضری میقات تعلیم میں اگر غیر حاضر ہوگا تو مہینہ میں ایک دن کی معاف رہیگی اور اُس سے زیادہ جسقدر غیر حاضری ہوگی اختیاری خواہ اضطراری ایام غیر حاضری کی بابت اِسکالرشپ وضع ہو جاویگی *

(ب) جس طالب علم کی غیر حاضری ایک مہینہ میں اُس مہینہ کے ایام خواندگی کے نصف سے زاید ہو جاویگی اُس کل مہینہ کی اِسکالرشپ ضبط ہو جاویگی *

(ج) جس طالب علم کی غیر حاضری اختیاری خواہ اضطراری سال کے ایام خواندگی کے ایک ربع سے زیادہ ہوگی تو اُسکی اِسکالرشپ قطعاً بند ہو جاویگی *

(د) کمیٹی مدیران تعلیم علوم دنیویہ اور السنہ مختلفہ کو اختیار ہوگا کہ کسی طالب علم کی بد رویگی یا سستی تعلیم کی وجہ سے اُسکی اِسکالرشپ کو چند روز کے لیئے بند یا بالکل ضبط کرلے *

(ہ) جو طلب علم ازخود مدرسہ چھوڑ دے یا مدرسہ سے خارج کردیا جاوے وہ مستحق پانے اِسکالرشپ کا نہوگا *

قواعد عام

دفعہ ۱۸ جو اسکالرشپیں لوگوں کی طرف سے مقرر ہوئی ہیں اُن میں سے بعض خاص مسلمان طالب علموں کے لیئے ہیں اور باقی اِسکالرشپیں ہندو اور مسلمان دونوں طالب علموں کو مل سکتی ہیں *

دفعہ ۱۹ جو اسکالرشپ علوم دنیویہ کی تحصیل کے لیئے واسطے تعلیم مسلمانوں کے مقرر ہو اُس میں کوئی ایسی شرط جس سے تخصیص شیعہ یا سنی طالب علموں کی ہو منظور نہ کی جاویگی لیکن ایسی شرط اُن اسکالرشپوں کی نسبت منظوری کی مانع نہوگی جو مذہبی علم کی تحصیل کے لیئے مقرر ہوں *

دفعہ ۲۰ کمیٹی خزنۃالبضاعۃ کو اختیار ہوگا کہ اسکالرشپ کے عام سرمایہ میں سے ہندو طالب علموں کے لیئے بھی اسکالرشپ مقرر کرنے کی کوئی تجویز کرے *

یہہ قواعد ثوبیں جولائی سنہ ۱۸۷۶ ع کے اجلاس میں منظور ہوئے *

دستخط
سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی
سکرٹری کمیٹی خزۃالبضاعۃ

XVII.—After the Annual Examination, those students who may be recommended for scholarships by the Committee of the Directors of Instruction in Secular Learning will obtain the same from the 1st of Jaunary to the 31st of December of the next year, except in the cases specified below.

A.—Absence of a scholar for one day in a month during each term will be excused, but further absence from any cause whatever, will render him liable to the loss of his scholarship for the period of his absence

B.—If a scholar absents himself for a period exceeding half the number of reading days in any month, he will forfeit his scholarship for the whole of that month.

C.—If a scholar be absent, from any cause whatever, for a period exceeding one-fourth of the number of reading days in a year, his scholarship will cease.

D.—It will be competent to the Committee of the Directors of Instruction in Secular Learning to withhold payment of scholarship either temporarily or altogether from any scholar who is found guilty of misconduct or is inattentive to his studies.

E.—A scholar leaving the College of his own accord, or being discharged, thereby forfeits his scholarship.

General Rules.

XVIII.—Of the scholarships founded by private gentlemen some are specially intended for Mahomedan students, while others ore open to Hindus and Mahomedans alike.

XIX—Scholarships offered for the encouragement of *Secular* Learning among Mahomedans, but bound by a restriction that they shall be awarded only to students of the Sunni, or only to students of the Shia sect, will not be accepted. Such restriction, however, will not be a bar to their acceptance if offered for the encouragement of *Religious* learning.

XX.—It shall be in the power of the College Fund Committee to award scholarships to Hindus out of the general scholarship funds in their hands.

Passed in the Meeting of the Committee, held on the 9th July, 1876.

SYED AHEMD,
Secy., M. A. O. C. F. Committee.

NOTICE

Mahomedan Anglo-Oriental College Fund Committee

I. The above Committee will award the following thirty scholarships to students of the Mahomedan Anglo-Oriental College at Aligarh, in the year 1877, in accordance with the result of their examination in the subjects mentioned below. They will be tenable for one year.

English Literature

Students eligible to scholarship.		No. of scholarship.	Amount per Meneem.
Students promoted to the 1st Class after examination.	1st	1	10 0 0
	2nd	2	10 0 0
	3rd	3	10 0 0
	4th	4	8 0 0
	5th	5	8 0 0
	6th	6	8 0 0
Students promoted to the 2nd Class after examination.	1st	1	8 0 0
	2nd	2	7 0 0
	3rd	3	5 0 0
	4th	4	5 0 0
Students promoted to the 3rd Class after examination.	1st	1	5 0 0
	2nd	2	5 0 0
	3rd	3	4 0 0
	4th	4	4 0 0

Mathematics.

Students may pass their examination either in English or Urdu.

Students promoted to the 1st Class after examination.	1st	1	8 0 0
	2nd	2	7 0 0
	3rd	3	7 0 0
	4th	4	7 0 0
Students promoted to the 2nd Class after examination.	1st	1	7 0 0
	2nd	2	5 0 0

اشتہار

از طرف کمیٹي خزنۃالبضاعۃ لتاسیس مدرسۃالعلوم للمسلمین

دفعہ ۱ــ کمیٹي مذکورہ بالا مدرسۃالعلوم مسلمانان واقع علیگڈھ کے طالبعلموں کو سنہ ۱۸۷۷ ع میں تیس اسکالرشپیں اُن علوم کے امتحان کے نتیجہ پر جو ذیل میں مندرج ہیں ایک برس کے لیئے حسب تفصیل ذیل عطا کریگي *

علم ادب زبان انگریزي

طالب علمان جنکو اسکالرشپ ملیگي	تعداد اسکالرشپ	تعداد ماہواري
اُن طالبعلموں کو جو امتحان پاس کرکر اول جماعت میں داخل ہوں	۱	۴۰
	۲	۴۰
	۳	۴۰
	۴	۳۰
	۵	۳۰
	۶	۳۰
اُن طالبعلموں کو جو امتحان پاس کرکر دوسري جماعت میں داخل ہوں	۱	۳۰
	۲	۲۵
	۳	۲۵
	۴	۲۵
اُن طالبعلموں کو جو امتحان پاس کرکر تیسري جماعت میں داخل ہوں	۱	۲۵
	۲	۲۵
	۳	۲۰
	۴	۲۰

علم ریاضي

انگریزي زبان میں امتحان دیا ہو خواہ اُردو زبان میں

اُن طالبعلموں کے لیئے جو امتحان پاس کرکر اول جماعت میں داخل ہوں	۱	۳۰
	۲	۲۵
	۳	۲۵
	۴	۲۵
ن طالبعلموں کے لیئے جو امتحان پاس کرکر دوسري جماعت میں داخل ہوں	۱	۲۵
	۲	۲۵

History And Political and Physical Geography

Students may pass their examination either in English or Urdu.

Students promoted to the 1st Class after examination.	1st	7 0 0
	2nd	6 0 0
Students promoted to the 2nd Class after examination.	1st	5 0 0
	2nd	5 0 0

Arabic Literature.

Students promoted to the 1st Class after examination.	1st	10 0 0
	2nd	5 0 0
Students promoted to the 2nd Class after examination.	1st	4 0 0
	2nd	4 0 0

Persian Literature

Students promoted to the 1st Class after examination.	1st	7 0 0
	2nd	4 0 0

II. All students already admitted and studying at the College, or who may be admitted hereafter, and may enter the examination will be entitled to compete for the above scholarships.

III. No student who obtains less than 33 per cent of the marks in Literature and Mathematics, and less than 25 per cent. of the marks in History and Geography shall be entitled to hold any scholarship.

IV. Rules already framed or to be framed hereafter by the Committee in regard to examinations and to the tenure of the other scholarships of the College, will apply to the thirty scholarships herein mentioned.

(Sd.) SYED AHMED,
Secretary, M. A. O. C. F.,
Committee.

تاریخ و جغرافیۂ مدنی و جغرافیۂ طبعی

انگریزی زبان میں امتحان دیا ہو خواہ اُردو زبان میں

اُن طالبعلموں کو جو امتحان پاس کرکر اول جماعت میں داخل ہوں	۱	معہ
	۲	ے
اُن طالبعلموں کو جو امتحان پاس کرکر دوسری جماعت میں داخل ہوں	۱	صہ
	۲	صہ

علم ادب زبان عربی

اُن طالبعلموں کو جو امتحان پاس کرکر اول جماعت میں داخل ہوں	۱	عہ
	۲	صہ
اُن طالبعلموں کو جو امتحان پاس کرکر دوسری جماعت میں داخل ہوں	۱	للہ
	۲	للہ

علم ادب زبان فارسی

اُن طالبعلموں کو جو امتحان پاس کرکر اول جماعت میں داخل ہوں	۱	معہ
	۲	للہ

دفعہ ۲ — جو طالب علم کہ بالفعل مدرسہ میں پڑھتے ہیں اور جماعتوں میں داخل ہیں یا جو آیندہ امتحان سے پہلے داخل ہوکر امتحان میں شریک ہوں اُن سب کو اِن اسکالرشپوں کے پانے کا استحقاق ہوگا *

دفعہ ۳ — جو طالب علم امتحان میں اُن مضامین سے جنکے لیئے اِسکالرشپیں مقرر ہیں علم ادب و علم ریاضی میں فیصدی ۳۳ اور تاریخ و جغرافیہ میں فیصدی ۲۵ سے کم نمبر پاویگا وہ اسکالرشپ پانے کا مستحق نہوگا *

دفعہ ۴ جو قواعد کمیٹی سے طالب علموں کے امتحان کے لیئے اور اسکالرشپوں کے لیئے بالفعل مقرر ہیں یا آیندہ مقرر ہوں وہ سب قواعد اِن اسکالرشپوں سے متعلق ہونگے *

دستخط
سید احمد خان بہادر سی ایس آئی
سیکرٹری کمیٹی خزانۃ البضاعۃ

بمقام علیگڈھ — مطبع انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

تهذیب الاخلاق

جلد هفتم

بابت سنه ۱۳۰۷ نبوي

یعني

ابتداے شوال سنه ۱۲۹۳ لغایت آخر رمضان سنه ۱۲۹۴ هجري

مطبوعه

مطبع علیگڈه انسٹیٹیوٹ پریس

باهتمام

حافظ محمد عبدالرزاق

سنه ۱۸۷۷ ع

اطلاع

بخدمت مدیران و خریداران تہذیب‌الاخلاق

اُن صاحبوں کو جن کے پاس تہذیب‌الاخلاق سنہ ۱۳۰۷ نبوي جمع ہی مناسب ہی کہ اب اُس کو ایک جلد میں مجلد فرمالیں اور یہہ دو ورقہ جس میں پہلا ورق بطور ٹیٹل پیج کے ہی اور دوسرے ورق پر فہرست مضامین ہی اس جلد کے اول لگادیں تاکہ وہ سب پرچے بصورت کتاب بن جاویں اور فہرست سے مضامین کا نکالنا جب چاہیں آسان ہو جاوے *

(آیندہ سے بسبب عدم فرصتي کے تہذیب‌الاخلاق کا چھاپنا بند کردیا گیا ہی)

فہرست

مضامین تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۳۰۷ نبوی مطابق یکم شوال سنہ ۱۲۹۳ لغایت آخر رمضان سنہ ۱۲۶۴ ہجری

نمبر	نام مضمون	نام مصنف	نمبر صفحہ
۲۵۴	شروع سال نبوی	... سید احمد	۲
۲۵۵	سلطان عبدالحمید خاں	... سید احمد	۴
۲۵۶	مبارکباد عید	... سید احمد	۳۰
۲۵۷	خطبہ خطبات احمدیہ اس مضمون کا کہ مذہب اسلام سب کے حق میں رحمت ہی	... سید احمد	۸ و ۱۸ و ۳۸ و ۸۶
	چٹھیات گورنمنٹ متعلق فونڈیشن مدرسۃالعلوم	... *	۱۴
	جواب استفتا مندرجہ پرچہ نور افشاں اس مضمون پر کہ اسلام میں تہتر فرقے نہیں ہیں	... سید احمد	۱۵
	خطوط مرسومہ اڈیٹر	... *	۱۵
	خط بنام اڈیٹر معہ جواب درباب ترکونکے دھاڑی مذانیکے	... سید احمد	۲۶
	خط بنام اڈیٹر	*	۲۸
	الوداع ارویل سرولیم میور معہ اڈریس و جواب اڈریس	... *	۲۹
	خط بنام اڈیٹر	... *	۴۳
۲۵۸	کمیٹ فونڈیشن مدرسۃالعلوم	... سید احمد	۴۶ لغایت ۷۶
۲۵۹	اڈریس بخدمت نظام حیدرآباد	... *	۷۶
	تہنیت نامہ خطاب قیصر ہند	... *	۷۹
	جلسہائے احاطہ مدرسۃالعلوم	... *	۹۵ و ۱۲۸
۲۶۰	تحریر فارسی جو بمقام کلکتہ پڑھی تھی بمضمون حب وطن	... سید احمد	۹۸
۲۶۱ و ۲۶۲	قتل الجوانب درباب اعتاق الرقیق	... حسین پاشا	۱۰۱
۲۶۳	انسانی ہمدردی متعلق چندہ ترکی	... مولوی عبدالحکیم	۱۱۰
۲۶۴	تدبیر نسبت پرورش یتیمان الوارث	... سید احمد	۱۱۴
۲۶۵	اعانت تعلیم اہل ہند در لندن	... سید احمد	۱۱۶
۲۶۶	خطبہ خطبات احمدیہ بہ نسبت حالات مکہ معظمہ	... سید احمد	۱۲۱ و ۱۳۶ و ۱۳۶
۲۶۷	بورڈنگ ہوس مدرسۃالعلوم	... سید احمد	۱۳۰
۲۶۸	جلسہ رخصت مولوی محمد سمیع اللہ خاں بہادر سکرٹری کمیٹی منتظم مدرسۃالعلوم	... *	۱۳۰
۲۶۹	یتیم والوارث بچے	... سید احمد	۱۳۵

نمبر	نام مضمون	نام مصنف	نمبر صفحہ
۲۷۰	قصص و احادیث تفسیر معہ فتوائے علمائے مکہ	... سید احمد	۱۴۹
۲۷۱	نورالآفاق کے بند ہونے پر افسوس	... سید احمد	۱۵۱
۲۷۲	خطبہ میں بادشاہ کا نام	... سید احمد	۱۵۴
۲۷۳	شیخ الاسلام	... سید احمد	۱۵۵
۲۷۴	ملک یمین اور تصرف روسیان عورات مسلمانان پر	... سید احمد	۱۵۷
۲۷۵	مہدی آخرالزماں	... سید احمد	۱۵۸
	خط نسبت موقوفی تہذیب الاخلاق	... میر حسین	۱۷۰
	انتخاب کوہ نور نسبت موقوفی تہذیب الاخلاق	... امام الدین	۱۷۱
	مضمون اختتام تہذیب الاخلاق	... سید احمد	۱۷۳
	ریویو تہذیب الاخلاق نوشتہ منشی محمد ذکاءاللہ صاحب	... منشی محمد ذکاءاللہ	۱۷۴
	ریویو ایک مولوی صاحب کا لکھا ہوا	... مولوی صاحب	۱۷۹
	ریویو منقول اخبار کوہ نور لاہور	... *	۱۸۰
	مراسلات	... *	۱۸۱
	اعتذار	... *	۱۸۲

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد ہفتم] یکم ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۷ نبوي سنہ ۱۲۹۳ هجري [نمبر ۴

حب القوم من الایمان فمن یسع في اعزاز قومہ انما یسعی في اعزاز دینہ

اِطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے وصول ہو وہ کسي خاص شخص کي ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقي میں صرف کیا جاویگا اور باقي مدرسۃالعلوم مسلمانان کي ترقي کے لیئے دیدیا جاویگا جو سالانہ مہیوں سے لیا جاتا تھا وہ سال سنہ ۱۲۹۳ هجري سے نہیں لیا جاویگا اُمید هی کہ یہہ پرچہ خود اپ اپنے اخراجات حاصل کرلیگا لیکن اگر کوئي شخص بطور ڈونیشن کے کچھہ دینا چاہے نہایت احسان‌مندي سے لیا جاویگا *

یہہ پرچہ هر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضائے مضامین هوگا چھپا کریگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگي دینی هوگي اور اخراجات روانگي پرچہ سے اُن کو کچھہ تعلق نہوگا *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُسکو في پرچہ چار آنہ معہ اخراجات روانگي پرچہ دینا هوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زاید تعداد میں موجود هو *

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کي بابت جس صاحب کو کچھہ خط و کتابت کرني منظور هو یا خریداري اس پرچہ کي مد نظر هو یا کوئي مضمون اس پرچہ میں مندرج هونے کے لیئے بھیجنا هو یا زر قیمت اخبار یا کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن کے عنایت فرمانا هو تو سید احمد خان بہادر سي ایس آئي پاس بمقام علیگڈہ بھیجا جاوے فرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنهي سے کي جاوے کیونکہ اهتمام ترتیب اس پرچہ کا اور تمام حساب و کتاب اس کا اُن سے تعلق رکھتا هی *

اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق هیں چھاپہ هوتے هیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں هوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہہ هی کہ مسلمانوں کي حسن معاشرت اور تہذیب کي ترقي هو اور جو غلط اوهام مذهبي اس ترقي کے مانع هیں اور در حقیقت مذهب اسلام کے بھي برخلاف هیں وہ بھي مٹائے جاویں *

بقیہ مضمون خطبہ

(اسلام سب کے حق میں رحمت ہے)

مسٹر ہگنز صاحب نے جو اپنی رائے نسبت تعدد ازواج لکھی ہے اور جان ڈیون پورٹ نے جو مانٹسکیو کی رائے اسباب میں نقل کی ہے اُن کا اس مقام پر بیان کرنا بے موقع نہیں ہے اگرچہ یہ بات افسوس کی ہے کہ ان دونوں صاحبوں نے تعدد ازواج پر صرف ایک نگاہ سے نظر کی ہے یعنی امورات طبعی کے لحاظ سے مگر مذہب اسلام میں یہ خاص اجازت حالات خاص میں صرف امورات طبعی ہی کے لحاظ سے نہیں دی گئی ہے بلکہ جیسا ہمنے اوپر بیان کیا اس غرض سے دی گئی ہے کہ تزوج کی تلخیوں کے واسطے اور مقاصد تزوج کے فوت ہو جانے کی حالت میں ایک تدارک حاصل ہو جو عین مرضی آدم و حوا کے پیدا کرنے والے کی اُسکی قدرت کے کاموں کی نشانیوں سے معلوم ہوتی ہے ۔

مسٹر جان ڈیون پوٹ نے مانٹسکیو کی یہہ رائے نقل کی ہے کہ "گرم ملک میں عورتیں آٹھ تو یا دس برس کی عمر میں نکاح کے لائق ہوجاتی ہیں پس اُن ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھہ ہی ساتھہ ہوتی ہے پس برس کی عمر میں وہ بڑھیا ہوجاتی ہیں پس اسلیئے یہہ ایک قدرتی بات ہے کہ اُن ملکوں میں جبکہ کوئی قانون مانع نہو انسان ایک جورو کو طلاق دیکر دوسری جورو کرلے اور تعدد ازواج کا قاعدہ جاری کیا جاوے" ۔

مسٹر ہگنز صاحب لکھتے ہیں کہ عام قرائے انسانی اور عام طبیعیات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسی دریافت کی ہیں جو کثرت ازدواج کیواسطے بطور ایک حد کے متصور ہوسکتی ہیں، اور ہم شمالی ملکوں کے سرد خون والے میڈک کے سے مزاج کے جانوروں سے متعلق نہیں ہوسکتی ہیں مگر بنی اسمٰعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنیوالے ہیں متعلق ہوسکتی ہیں، علاوہ اسکے وہ بیان کرتے ہیں کہ سر ڈبلیو اوسلی صاحب کے مشرقی سجموعہ صفحہ ۱۰۸ میں یہہ بیان کیا گیا ہے کہ ایشیا کے گرم ملکوں کی تاثیر سے دونوں گروہ یعنی مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو یورپ کی آب و ہوا میں نہیں ہے جہاں دونوں برابر برابر اور بتدریج عالم ضعیفی کو پہونچتے ہیں مگر ایشیا میں صرف مرد ہی کو یہہ بات حاصل ہوتی ہے کہ ضعیفی میں بھی قوی اور طاقت ور رہتا ہے اگر یہہ بات سچ ہے تو پانی مذہب اسلام کے لیئے اسباب کی کہ اُنھوں نے متعدد جوروں کی اجازت دی ایک بڑی وجہہ تھی اور یہہ ایک کافی سبب اسبات کا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اس مضمون کی نسبت اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کی بلکہ اُنکو ملکوں کی گورنمنٹوں کے آئین پر چھوڑدیا، کیونکہ جو بات ایشیا کے واسطے مناسب ہوگی وہ یورپ کے واسطے نامناسب ہوگی" ۔

اب ہم اس مقام پر اُن بدعادتوں اور خراب اخلاق کا جو آنحضرت صلعم سے پہلے ایام جاہلیت میں عموماً جاری تھے اس نا طرفدارانہ بحث میں ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتے ہیں، ملک ایران اپنے اخلاق کی خرابی میں سب سے بڑھا ہوا تھا وہاں قوانین نکاح بالکے طاق رکھدیئے گئے تھے اور رشتہ داری کا کوئی کیسی ہی قریب ہو یا بعید مطلق پاس و لحاظ نہیں تھا بیٹے کو اُس کی ماں ایسی ہی مباح تھی جیسے باپ کو اُسکی بیٹی اور بھائی کو اُس کی بہن غرضکہ اس معاملہ میں فی الواقع ایک جانوروں کے گلہ سے مشابہت رکھتے تھے جو کسی قسم کے قانون کے پابند نہیں ہوتے، ایران کے گوشہ شمال مغرب میں یہودی بکثرت آباد تھے اُن کے ہاں نکثرت ازدواج کی رسم بلا کسی قید اور حد کے بے روک ٹوک کے جاری تھی — اور زمانہ جاہلیت کے عرب کے حالات کو بنظر غور دیکھنے سے جہاں یہودیوں اور ایرانیوں کے دستورات خلط ملط ہوگئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں یہہ دونوں رسمیں یکساں جاری تھیں، تعدد ازواج کی کچھہ انتہا نہ تھی لوگ جس عورت کو چاہتے تھے پسند کرتے تھے اپنی پسند میں کسی قسم کے قانون کے پابند نہ تھے تمام عورتیں بغیر کسی امتیاز و رتبہ یا عمر یا رشتہ داری کے مردوں کی وحشیانہ خواہشوں کے پورا کرنے کا کام دیتی تھیں عورتوں کی نسبت بدنیتی کے وحشیانہ خیالات اور اُنکے ساتھہ وحشیانہ حرکات کا تفاخر صرف بے عیب ہی نہیں گنا جاتا تھا بلکہ شیخی اور عالی ہمتی اور بڑی بہادری کا کام سمجھا جاتا تھا، اُس زمانہ کے عیسائی مذہب پر (اگر وہ مذہب عیسوی کہا جاسکے) جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو اُسکے معتقدوں کو ایک ایسے طریقے کا پیرو پاتے ہیں جو اُوپر کے دستوروں سے بالکل برخلاف ہی یعنی ایک یہی جورو کرنی کچھہ ٹیکی نہیں گنی جاتی تھی بلکہ رہبانیت و تبتل محض کی عام ہدایت تھی اور مرد و عورت دونوں کے لیئے وہی ٹیکی گنی جاتی تھی، ایسے زمانہ میں جسمیں عقل کی اور دل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور رسم و رواج اور اخلاق اور طریق معاشرت اس درجہ خراب ہوگیا تھا بانی اسلام نے نہایت خوبی اور دانشمندی سے ایک ایسا عمدہ قانون بنایا جو بلحاظ اپنی اصلیت کے نہایت کامل اور عقل کامل کے بالکل مطابق اور انسان کی تندرستی اور بہبودی اور حسن معاشرت کی ترقی کا نہایت عمدہ ذریعہ اور زن و مرد کی حالت زوجیت کے حق میں اور دونوں کے لیئے اُسکی تلخیوں کو دور کرنے میں نہایت ہی مفید ہے ۔

تیسرے جبکہ ہم اس معاملہ پر بلحاظ مذہب کے بحث کرنا چاہتے ہیں تو ہم پہلے یہہ دیکھا چاہتے ہیں دو اور الہامی مذہبوں نے یعنی یہودی مذہب نے اور خصوصاً عیسائی مذہب نے جسکے پیرو مذہب اسلام کے اس مسئلہ پر نہایت طعن کرتے ہیں اسبابِ میں کیا کیا ہی اور اُسکے بعد ہم دکھادینگے کہ مذہب اسلام نے کیا کیا اور پھر اہل انصاف سے پوچھیں گے کہ مذہب میسوی نے تعدد ازدواج کو روکا ہی یا مذہب اسلام نے ۔

مذہب یہود تو ایک مخزن ہی جس میں بکثرت احکام کثرت ازدواج اور بلاتعین حد موجود ہیں ، عیسائی مذہب نے بھی تعدد ازواج کی کہیں ممانعت نہیں کی چنانچہ ہم اپنے اس قول کی تائید میں چند مشہور و معروف عیسائی عالموں کی رائیں نقل کرتے ہیں جنسے تعدد ازواج کی تائید ہوتی ہی مسٹر ہنکز بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد نے اُس نہایت قدیم موسوی مذہب کے مقلن کی پیروی کرکے اپنی قوم کو جو اسمعیل کی اولاد ہی (جو مسلمانوں کے باپ کا بیٹا تھا) متعدد بیویوں کی اجازت دی اسواسطے عیسائی ہمیشہ اُسپر عیب نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے پیروؤں کی کمینہ خواہش کو پورا کیا لیکن میں نہیں جانتا کہ متعدد بیویوں کی اجازت کی نسبت ایسا سخت طعن کیوں کیا جاتا ہی حضرت سلیمان کی نظیر اور حضرت داود کی نظیر پر (جو خدا کی دلی مرضی کے مطابق چلتے تھے اور جنکو خدانے خاص اپنی شریعت کے احکام کی تعمیل کے لیئے بنایا تھا) یہہ امر چندان اعتراض کے لایق نہیں ہی خصوصاً اس وجہ سے کہ عیسی مسیح نے بھی اُن پیس انجیلوں میں سے جنکو اُنکے معتقدوں کے گروہ میں سے کسی نہ کسی نے اُنکے احکام کے تلمبند کرنیکے واسطے تحریر کیا تھا کسی انجیل میں اسکی ممانعت نہیں ہی ۔

مسٹر ڈیون پورٹ اپنی کتاب میں بئیبل کی بہت سی آیتوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اُن آیتوں سے پایا جاتا ہی کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں ہی بلکہ خاص خدانے اُسمیں برکت دی ہی " نہایت مشہور و معروف عالم جان ملٹن تعدد ازواج کا ایک مشہور حامی ہی جسنے اس امر کی تائید میں بئیبل میں سے بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد یہہ تحریر کیا ہی کہ " علاوہ اسکے خدانے یک تمثیلی صورت (حزقیل) میں مساوانان اھولا و اھولیبا سے اپنا نکاح کرنا ظاہر کیا ہی ، اور یہہ ایک ایسا طرز بیان ہی کہ اُسکو خداوند تعالی بالتخصیص اس طوائف کے ساتھہ ایک تمثیل میں بھی برگز نہ اختیار کرتا اور نہ درحقیقت ایسی بات کا مرتکب ہوتا اگر وہ رسم جسکی دلالت اُس سے ہوتی ہی فی نفسہ معیوب یا مذموم ہوتی ، پس جس رسم کا امتناع انجیل میں بھی کسی کو نہیں ہی وہ کیونکر معیوب یا مذموم خیال کیجا سکتی ہی کیونکہ انجیل میں اُن ملکی آئین میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں کیا گیا ہی جو انجیل سے پیشتر جاری تھے " ۔

جان ملٹن یہہ بھی لکھتے ہیں کہ " میں میرانیوں کے خط کے باب ۱۳ و رس ۴ سے اس طرز سے جواز تعدد ازواج پر استدلال کرتا ہوں کہ تعدد ازواج کی رسم یا تو نکاح جایز ہی یا فجور ہی یا یا زنا ہی پرارس مقدس رسول نے کوئی چوتھی صورت تسلیم نہیں کی پس میں یقین کرتا ہوں کہ اُن بہت سے بزرگوں کی تعظیم و توقیر کے لحاظ سے جو کثیرالازواج تھے ہر ایک شخص اُسکو فجور یا زنا خیال کرنے سے باز رہیگا کیونکہ خدا جراسکاروں اور زانیوں کو سزا دیگا حالانکہ اُن بزرگوں پر خدا کی خاص نظر عنایت تھی جیسا کہ خود اُسنے فرمایا ہی پس اگر متعدد نکاحوں کا کرنا ٹھیک نکاح ہو تو وہی جایز ہی اسی حواری کا قول ہی کہ " سب میں نکاح کرنا بھلا ہی اور تسپر ڈاپاک نہیں " ۔

یہہ حال تو تعدد ازواج کی نسبت مذہب موسوی اور میسوی میں تھا اب ہم کہتے ہیں کہ مذہب اسلام نے تمام مذہبوں سے بڑھکر تعدد ازواج کو نہایت خوبی سے روکا ہی اور صرف ایک ہی بیوی کو پسند کیا ہی تعدد کو صرف ایک نہایت محدود و خاص حالت میں جایز رکھا ہی ، ہمکو کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ سچا مسئلہ سچے مذہب کا جو اُسکی مرضی کے موافق ہو جسنے مرد و عورت کا جوڑا پیدا کیا ضرور ایسا ہوگا جو قانون قدرت کے تو برخلاف نہو اور حسن معاشرت میں کوئی نقصان نہ پیدا کرے اور وہ بھی ہوسکتا ہی کہ عموماً کثرت ازواج کی ممانعت اور صرف نہایت خاص اور حالات مستثنی میں اجازت ہو اور ٹھیک یہی مسئلہ ٹھیک اسلام کا ہی قرآن مجید نے اس نازک معاملہ اور دقیق اور پر پیچ مطالب کو نہایت فصیح و بلیغ دو لفظوں میں بیان کردیا ہی جہاں فرمایا ہی کہ " فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدۃ " یعنی اگر تمکو خوف ہو کہ متعدد جوروں میں عدل نکروسکوگے تو صرف ایک ہی جورو رکھو چاہیئے ، اگر ان لفظوں پر کافی غور نکی جاوے اور صرف اوپری اوپری معنی لیئے جاویں جیسا کہ اکثر علماء اور فقہا نے لیئے ہیں تو بھی اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہی کہ لوگوں کو بے اعتدالی سے باز رکھنے کی غرض سے (جو ہمیشہ بدتر و بعض اوقات خطرناک ہوتی ہی) اور اسبات کا یقین ہونیکی نظر سے کہ جس شخص نے ایک سے زیادہ جوروؤں کیں وہ ایک واقعی ضرورت کے سبب سے مجبور تھا بہت سخت قیدیں اور شرطیں لگائی گئی ہیں مثلاً یہہ کہ سب کو بالکل برابر

حق حقدار دینے اور سب کے ساتھہ برابر معاملہ رکھنے تائہ عدل کے معنی متحقق ہوں پس جو لوگ سچے دیندار اور در حقیقت مذہب کے تابع ہیں وہ از خود بجز ضرورت مجبورہ کے ایک سے زیادہ جوروؤں کرنے سے باز رہتے ہیں کیونکہ وہ یقیناً جانتے ہیں کہ اس اجازت سے بغیر اُسکی شرایط کے پورا کیئے جھکا پورا کوئا نہایت مشکل ہی فائدہ اُٹھانا اپنے مذہبی فرایض کو ٹھیک ٹھیک طور پر ادا کرنا نہیں ہی .

لیکن اگر ان مختصر لفظوں پر بہ تعمق نظر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ شارع نے ایک سے زیادہ جورو کرنیکی اجازت کو نہایت محدود اور خاص حالت میں مخصوص کردیا ہی کیونکہ اُس نے فرمایا ہی کہ اگر تمکو خوف ہو کہ عدل نکرسکوگے تو صرف ایک ہی ہونی چاہیئے لفظ خوف عدم عدل ایک ایسا لفظ ہی کہ جب تک محل عدل ساقط نہو خوف عدم عدل زایل نہیں ہوسکتا — گو اس وقت ہم کیسا ہی سچا ارادہ کرلیں کہ ہم دونوں جوروؤں میں عدل کرینگے (جو درحقیقت بھالت قیام محل عدل ناممکن ہی) تب بھی خوف عدم عدل اگر محل عدل تایم ہی زایل نہیں ہوتا .

دوسری جگہہ قران مجید میں اس کی بخوبی تفصیل ہی جہاں خدا نے اُن لوگوں کی نسبت جن کے پاس متعدد جوروؤں تھیں صاف صاف فرما دیا ہی کہ تم ہرگز

و لن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء	متعدد جوروؤں میں عدل نکرسکوگے
و لو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل	گر تم عدل کرنے کی کتنی ہی حرص
فتذروھا کالمعلقۃ وان تصلحوا وتتقوا	کرو پس مت جھک پڑو اندھا
فان اللہ کان غفورا رحیما وان یتفرقا	دھوندی سے جھک پڑنا تا کہ چھوڑ
یغن اللہ کلا من سعتہ وکان اللہ	دو اُن کو ادھر میں لٹکتی ہوئی کہ
واسعا حکیما — سورۃ نساء	نہ وہ بیوہ یا مطلقہ ہی کہ دوسرا
	شوہر کرسکے اور نہ سہاگن ہی کہ

خصم کے ساتھہ خوشی سے زندگی بسر کرے پھر اگر تم صلح کرو اور پرہیزگاری کرو تو بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہی اور اگر تم دونو جدا ہوجاؤ تو اللہ تعالی دونو کو اپنی وسعت رزق سے بے پروا کریگا اور اللہ بڑی وسعت والا حکیم ہی — اس آیت سے صاف ثابت ہوگیا کہ عدل غیر ممکن ہی اور اس لیئے خوف عدم عدل کبھی ساقط نہیں ہوسکتا جب تک کہ محل عدل باقی ہی اور اس آیت میں طلاق کو مسقط محل عدل بتایا ہی اگرچہ اور بھی چند اُمور مثلاً امراض یا نقصان خلقت مسقط محل عدل ہوسکتے ہیں پس اجازت تعدد ازواج کی عدم وجود محل عدل میں منحصر ہوگی اور عدم وجود محل عدل مستلزم عدم حسن معاشرت ہی پس کس دانائی اور احتیاط اور خوبی اور پے انتہا عمدگی سے شارع نے قانون قدرت اور حسن معاشرت دونو کو قایم رکھکر اسباب میں حکم دیا ہی اور ہر غیر متعصب شخص کا دل قبول کریگا کہ بے شک یہہ حکم اُسی شخص کا ہی جس نے مرد و زن کا جوڑا پیدا کیا ہی .

ہاں بلا شبہہ اس اجازت سے اوباش اور شہوت پرست آدمیونکو جنکی زندگی کا عین منشاء تنعم کی ارجھل شکار کھیلنا ہی ایک حیلہ ہاتھ آگیا ہی مگر اس عمدہ اور مفید قاعدہ کے بیجا عمل درآمد کرنے سے وہ لوگ اُس خدا کے سامنے جوابدہ ہونگے جو انسانوں کے دلوں کا محرم راز ہی اور وہ یقینا اُنکو اُس قسم کی سزا دیگا جو اُنکے گناہ کے لحاظ سے واجب ہوگی .

ان تمام باتوں کے سمجھنے کے بعد ہمارے اس خطبہ کے پڑھنیوالے یقین کرینگے کہ یہہ جو تعدد ازدواج اس زمانہ میں رایج ہی کہ جہاں ذرا دراصل ہوئی اور دو دو اور تین تین چار چار جوروؤں کرنے لگے اور ایک بازار کی عورت کو داؤں پر چڑھایا اور نکاح کو مارا جہاں مقدس بزرگ مولوی ہوئے اللہ میاں کے ساتھہ بنے اُس مرید کو لےڈالا وہاں وعظ کہنے گئے اور سنت نکاح ثانی کو جاری کیا قران پڑھاتے پڑھاتے دوسرا سبق خطبۃ النکاح کا پڑھانے لگے اور ہمارے دوسرے بھائیوں نے ایک حیلہ متعہ جو جاہلیت میں تھا اسلام میں پیدا کرکے عورتوں کو بہنگالنا شروع کردیا ان سب باتوں کو مذہب اسلام سے کچھہ تعلق نہیں ہی یہہ سب ایک قسم کی اوباشی کے ڈھنگ ہیں جنسے اسلام نفرت کرتا ہی اور وہ سب ہوا پرست اوباش ہیں جنسے اسلام کا نام بدنام ہوتا ہی پس ایسے شخصوں کے افعال پر اسلام کی خوبی و حقیقت سے چشم پوشی کرنا چمگادڑوں کے لیئے آفتاب کا سیاہ کرنا ہی .

اب طلاق کی نسبت ہمکو گفتگو کرنی ہی یہہ ایک ایسا مسئلہ ہی کہ جسطرح ہمنے تعدد ازواج کی نسبت تین طرح پر یعنی قانون قدرت ، حسن معاشرت اور مذہب کی رو سے بحث کی اسطرح اسپر بحث نہیں ہوسکتی اور اسلیئے ہم اس مسئلہ پر صرف بلحاظ حسن معاشرت اور مذہب کے بحث کرینگے .

اسمیں کچھہ شک نہیں ہی کہ تمام قدیم و جدید قوموں و مذہبوں میں نکاح کا عام رواج ہی اور وہ علی العموم انسان کی ذاتی و تمدنی بہبودی کی بنیاد ہی تو جو چیز اُسکو معدوم کرنے والی ہی یعنی طلاق وہ نہایت ہی بد چیز فواید ذاتی اور تمدنی کو برباد کرنے والی ہوگی یہی وجہہ ہی کہ روم کے گرجا نے بنظر اُسکی حفاظت کے نکاح کو اپنے سات پاک رسموں میں قرار دیکر اُسکو متبرک ٹھہرایا ہی اور انگلستان کے پروٹسٹنٹوں نے طلاق کا حکم صرف ایک حالت میں جایز رکھا ہی جبکہ ہوس آف لارڈز سے زر کثیر صرف کرنے کے بعد حاصل ہو ، یہہ انتظام سنہ ۱۸۵۶ ع تک قایم تھا یعنی اُسوقت تک جبکہ

طلاق کے تمام مقدمات کے سننے اور جوری کی راے سے اُسکی نسبت تجویز ہونے کے لیئے ایک نئی عدالت قایم کی گئی ۔

عموماً یہہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہی کہ سب سے بڑا دشمن حسن معاشرت و تمدن کا طلاق ہی اُس کے سبب سے نکاح کی وقعت گھٹ جاتی ہی اور مرد کی محبت کا عورت کے ساتھہ اور عورت کی وفاداری کا مرد کے ساتھہ اعتبار نہیں رہتا ، لیکن اسباب سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ اگر کسی سبب و حالت سے ایسی خرابیاں مرد و عورت میں پیدا ہوجاویں جو کسی طرح اصلاح کے قابل نہوں تو اُنکا بھی کچھہ علاج ہونا چاہیئے اور وہ علاج طلاق ہی پس کچھہ شک نہیں ہی کہ ایسی حالت میں طلاق سے فائدہ ہی اُس کے باعث سے مرد و عورت کو آزادی ہوجاتی ہی جن کے مزاج کی مخالفت یا سختی یا بے استقلالی سے دونوں کی زندگی تلخ ہوگئی تھی ، بالیں‌ہمہ اگرچہ طلاق ایک شخص واحد کے حق میں مفید ہو لیکن بلحاظ اُن بد اخلاقیوں کے جو اکثر اوقات نہایت آشکارا وقوع میں آتی ہیں اور نیز اُس مضرت بخش اثر کی وجہہ سے جو طرفین کی اولاد پر اپنے والدین سے جدا ہوجانے سے ہوتا ہی تمدن کے حق میں کچھہ کم مضرت پہونچانے والی نہیں ہی پس جبکہ طلاق کے ساتھہ ایسی خرابیاں لگی ہوئی ہیں تو اُس کو بطور ایک علاج کے سمجھہ کر اُسی حالت میں اُس کی جانب رجوع کرنا جائز ہوسکتا ہی جبکہ اُس پر عمل کرنے سے ایسی مصیبتیں جو طلاق کی مصیبتوں سے بھی زیادہ ناقابل برداشت ہوں اور ایسے ترددات اور تفکرات میں ڈالنے والی ہوں جو طلاق کے رنجوں سے بھی زیادہ رنج دینے والی اور روز افزوں رنجشیں پیدا کرنے والی اور باہمی حسن معاشرت کے بدلے دن رات کی لعن و طعن جوتی پیزار رکھنے والی ہوں دور ہوسکتی ہوں ۔ اگر ایسی حالت میں طلاق کو جائز رکھا جاوے (جیسیکہ اسلام نے صرف اسی حالت میں اُس کو بے کٹکا ٹھہرایا ہی) تو وہ کسی طرح حسن معاشرت کے مخالف نہیں ہی بلکہ اُس کی اصلاح کرنے والی اور ترقی دینے والی ہی ۔

جبکہ ہم بلحاظ مذہب کے طلاق کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں تو یہہ پاتے ہیں کہ مذہب اسلام ہی صرف ایک ایسا مذہب ہی جس نے طلاق کے مسئلہ میں سب سے زیادہ حسن معاشرت کی حفاظت اور اصلاح پر نظر رکھی ہی ۔ یہودی مذہب میں طلاق دینا بغیر کسی قید و شرط و حالت کے مرد کے اختیار میں تھا کہ جب وہ چاہے طلاق نامہ لکھہ کر جورو کے حوالہ کردے اور ایسا کرنے سے کسی حالت میں وہ کسی گناہ کا گنہگار متصور نہیں ہوتا تھا ۔ حضرت عیسی نے اس حکم کو منسوخ کیا اور جیسا کہ حال کے زمانہ کے عیسائی سمجھتے ہیں (اگر وہ صحیح ہو) تو بجز ایک خاص وجہہ کے اور کسی حالت میں طلاق کا دینا جائز نہیں رکھا اور فرمایا کہ " میں تمھیں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے زنا کے کسی سبب سے طلاق دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہی اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہی " اگر اس فقرہ سے عدم جواز طلاق سمجھا جاوے جیسا کہ حال کے زمانہ کے عیسائی سمجھتے ہیں (اور شاید وہ سمجھہ صحیح نہیں ہی) تو یہہ ایک ایسا سخت حکم تھا جس کی برداشت اقساموں سے قریب ناممکن کے تھی چنانچہ حضرت مسیح کے معتقدوں نے حضرت مسیح سے کہا کہ " اگر جورو سے مرد کا یہہ طور ہی تو جورو کرنا خرب نہیں " پس اگر یہہ حکم اسی طرح مانا جاوے جس طرح کہ اس زمانہ کے عیسائی مانتے ہیں تو حسن معاشرت کے لیئے نہایت ہی مضر ہی اور جو رنج دہ امور زن و شوہر میں واقع ہوجاتے ہیں جنسے تمام حسن معاشرت اور اغراض تزوج برباد ہوجاتے ہیں اُسکا کچھہ بھی علاج نہیں ہی اور زن و مرد دونوں کے لیئے اور بہت سی خرابیاں اور خوفناک حالتوں میں پڑنیکا اندیشہ ہی ۔ یا اِیں ہمہ بعض عیسائی عالموں کی یہہ راے ہی کہ اس حکم سے عدم جواز طلاق نہیں پایا جاتا اور اسلیئے وہ عالم عیسائی مذہب کی رو سے بھی طلاق کا جایز ہونا سوائے زنا کے اور حالتوں میں بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ جان ملٹن نے اپنی نقاب مسایل مذہب عیسوی میں یہہ بصحت لکھی ہی کہ " نکاح کی جو تعریف کی گئی ہی اُسکی رو سے نکاح نہایت موثقہ کا ایک اتحاد ہی مگر ناقابل انفکاک یا ناقابل تفریق نہیں ہی ۔ بعض لوگ اُسکے ناقابل تفریق ہونیکی نسبت متی کی انجیل باب ۱۹ ورس ۵ سے استدلال کرتے ہیں جسمیں لکھا ہی کہ " وہ دونو ایک تن ہوجاوینگے " اگر ان الفاظ پر مناسب طور سے غور کیا جاوے تو اسکے یہہ معنی نہیں ہیں کہ نکاح قطعاً قابل تفریق نہیں بلکہ اُنسے صرف یہہ بات ثابت ہوتی ہی کہ خفیف خفیف باتوں پر نکاح کو منقطع کرنا نہیں چاہیئے کیونکہ جو کچھہ نکاح کے نا قابل انفکاک ہونے کی نسبت کہا گیا ہی وہ خاص عقد نکاح اور اُسکے تمام مقاصد و لوازمات کی پوری پوری تعمیل ہونے پر منحصر ہی خواہ وہ الفاظ بطور ایک حکم کے یا بطور ایک قدرتی نتیجہ کے خیال کیئے جاویں اور اسی وجہہ سے متی کی انجیل میں اُن لفظوں کے ساتھہ یہہ لفظ بیان کیئے ہیں کہ " مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑیگا اور اپنی جورو سے ملا رہیگا * * * اور وہ دونو ایک تن ہونگے " یعنی بشرطیکہ نکاح کی اصلی توصیف کے مطابق (جنکا بیان نقاب پیدایش باب ۲ ورس ۱۸ لغایت ۲۰ میں ہی) عورت خاوند کے واسطے ایک مددگار ہو یا یہہ کہ جانبین کے باہم خیرخواہی اور محبت اور آرام و رفاہی میں کچھہ فرق نہ آوے کیونکہ صرف عام کے موجب یہی

اصلي وضع نکاح کي هي ليکن اگر اصل منشاء نکاح کا منقطع هوجاوے تو اس سے لازم آتا هي که نکاح بهي در اصل منقطع هوگيا ۔

دوسري آيت ميں جو بيان هوا هي اور جسپر بڑا زور دياگيا هي يعني ”جو کچهه خدا نے ملايا هي اُسے آدمي جدا نکرے“ لحاظ کے قابل هي مگر نکاح هي کے عقد سے يهه بات ظاهر هوتي هي که خدا نے کس چيز کو ملايا هي ؟ خدا نے صرف اُس چيز کو ملايا هي جو ملاپ کے قابل هي اور جو مناسب هي بهتر هي اور محترم هي ، اُسنے انسان کي قدرتي طبيعت کے خلاف اور نامناسب حالت کے ملاپ کا حکم نهيں ديا جسميں صرف بےعزتي اور تکليف اور عداوت و مصيبت بهري هوئي هو خداتعالي کچهه اس قسم کے ملاپ نهيں کرتا هي جو در حقيقت ملاپ نهيں هوں بلکه جبر يا ناواقفيت اندهي يا غلطي يا بدسليقگي کے اثر سے هوئے هوں ، پس ايسي ناگوار خانهداري کي برائي سے اپنے تئيں نجات دينا کسوجهه سے ناجائز هي ، علاوہ اسکے همارا مسئلہ اُن شخصوں کو جدا نهيں کرتا جنکو خدا تعالي نے اپنے مقدس آئين کے بموجب ملايا هي بلکه صرف اُن شخصوں کو عليحدہ کرتا هي جنکو خود خدانے اپنے ايسے هي مقدس آئين کي رو سے جدا کرديا هي ، اور يهه ايک ايسا حکم هي جسکا اثر هم پر اب ايسا هونا چاهيئے جيسا که سابق ميں اُسکي اُمت پر هوتا تها مذهب عيسوي کے کمال کو جسکي توقي بعض لوگ نکاح کے ذوالي انفکاک هونے کي ايک دليل بيان کرتے هيں اُسکي نسبت هم کهتے هيں که اُس توقي کو جبر اور قوانين تعزيري کے ذريعه سے هم ميں زبردستي اسکا رواج نهيں دينا چاهيئے بلکه اگر هو تو اُسکو ترغيب اور ميسائي پند و نصايح کے ذريعه سے جاري کرنا چاهيئے کسي شخص کي نسبت صرف اُس حالت ميں يهه بات کهه سکتے هيں که اُسنے اُس نکاح کو تطع کيا جو شرعاً منعقد هوا تها جبکه وہ احکام الهي ميں اُس بات کو زيادہ کرے جو خاص اس حکم ميں شامل نهو مذهب کے حيلہ سے اُس شخص سے جدا هوجاوے جو اُس کے منشاء کے موافق هو کيونکه يهه بات ياد رکهني چاهيئے که خدا تعالي نے اپنے منصفانه اور پاک اور مقدس قانون ميں صرف مختلف وجهوں پر طلاق کي اجازت هي نهيں دي هي بلکه بعض صورتوں ميں اُسکو جايز قرار دیا هي اور بعض صورتوں ميں اُسکي هدايت کي هي اور بعالت خلاف ورزي سخت سزائيں قرار دي هيں ديکهو تقاب خروج باب ۲۱ ورس ۴ و ۱۰ و ۱۱ اور کتاب استثنا باب ۲۱ ورس ۱۴ و باب ۲۴ ورس ۱ و کتاب عزرا باب ۱۰ ورس ۳ تحميا باب ۲۳ ورس ۲۰ ۔

توريت کتاب استثنا باب ۲۴ ورس ۱ ميں لکها هي که ”جبکه کوئي شخص ايک بيوي کرلے اور اُس سے نکاح هوجاوے اور ايسا اتفاق هو که وہ اُس کو پسند نهو کيونکه اُس ميں کچهه ناپاکي هي تو اُسکو چاهيئے که ايک طلاقنامه لکهکر اُس کے هاته ميں ديدے اور اُسکو اپنے گهر سے نکال دے“ پس اگر فرض کيا جاوے که جو سبب طلاق بتايا گيا هي وہ سچا هي اور مصنوعي نهيں تو اس مقام پر سنگدلي کے الزام کي کچهه گنجايش نهيں هي کيونکه جس حالت ميں خداوند تعالي نے ايک بيوي ايجاد کي هي اس غرض سے هي که وہ اُسکي مدد اور تسلي و خوشي کا باعث هو جيسا که خود آئين نکاح سے ظاهر هوتا هي تو اگر بعد کو جيسا که اکثر اتفاق هوتا هي وہ بيوي رنج و رسوائي اور تباهي اور اذيت اور مصيبت کي باعث هو تو همکو ديونکر يهه خيال کرنا چاهيئے که خدا هم سے ايسي عورت کے طلاق دينے سے ناخوش هوگا ، ميں دلکي سختي کو اُس شخص سے منسوب کرتا هوں جو اُس عورت کو اپنے پاس رهنے دے نه که اُس شخص سے جو اُسکو ايسي عورتوں ميں کهر سے نکالدے اور صرف ميں هي نهيں بلکه خود حضرت سليمان يا شايد خود خدا کي روح نے حضرت سليمان کے منهه سے يهي بات کهي هي چنانچه توريت کتاب امثال سليمان باب ۳۰ ورس ۲۱ و ۲۳ ميں لکها هي که ”تين چيزوں سے دنيا کو بے چيني حاصل هوتي هي بلکه چار چيزوں ميں جنکو وہ برداشت نهيں کرسکتي هي * * * اور ايک مکروہ عورت سے جبکه اُسکا نکاح هوجاوے“ اس کے برخلاف کتاب واعظ باب ۹ ورس ۹ ميں بيان هوا هي که ”تو اُس عورت کے ساتهه هنسي خوشي سے بسر کر جسکو اُسنے (خدا نے) تجهے ديا هي اور جس کو تو اپني فاني زندگي کے تمام زمانه ميں پيار کرتا هي“ پس جو عورت اُسنے تجهکو دي هي وہ عورت هي جسکو تو پيار کرتا هي نه که وہ جس سے تو نفرت کرتا هي — اور کتاب ملاکي باب ۲ ورس ۱۶ ميں بيان هوا هي که ”جو شخص نفرت کرتا هي (يا اسوجهه سے که وہ نفرت کرتي هي) اُسکو چاهيئے که اُسکو چهوڑ دے“ چنانچه يونيوس سے پهلے سب نے اس فقرہ کا ايسا هي ترجمہ کيا هي † پس معلوم هوتا هي که خدا تعالي نے اس حکم

† صحيفہ ملاخي ب ۲ کي اصل عبارت يهه هي —

۱۵ * * * ובאשת נעוריך אל יבגד :

۱۶ כי שנא שלח * * *

اس کے ترجمے يهه هيں — ترجمہ عربي سنه ۱۸۱۱ع ميں هي — ”و امراة شبابک لاتترک لکن ان ابغضتها سرحها“ — اور ترجمہ عربي مطبوعہ سنه ۱۶۷۱ ميں و زوجة فلستک لاتزدها اذا بغضت فاطلق — اور ايسا هي رومن کيتهلک بيبل ميں هي اور انگريزي ترجمہ پروٹسٹنٹ کے حاشيه پر بهي يهي عبارت هي جس سے ملٹن نے استدلال کيا هي — (سيد احمد)

کو حضرت موسیٰ کی معرفت اس فرض سے صادر نہیں فرمایا اور نہ اِس نبی کی معرفت اس پر اس کو اِسفرض سے دوھرایا نہ شوھر کو اپنی سنگدلی کے بھرتاو کا موقع ملے بلکہ اس غرض سے صادر کیا ھی کہ جہاں ضرورت ھو اس بد نصیب عورت کو اس کے اثر سے بچاوے کیونکہ اسمیں کوئی سنگدلی نہیں ھی کہ اس عورت کو عزت سے اور بلا تکلف رخصت کردے جس کا خود ھی یہہ تصور ھی کہ وہ محبوب نہیں ھوئی بلکہ وہ معلق چھوڑ دی گئی ھو اور اُس سے نفرت اور عداوت کی جاتی ھو غرض کہ جس عورت کا یہہ حال ھو اُس کو ایک نہایت تکلیف دہ قانون کا اتباع کرکے اس کے شوھر کے نہایت بھاری غلامی کے جوئے میں رکھنا (کیونکہ نکاح بے محبت ایسا ھی ھوتا ھی) جسکو ذہ تو اس کے ساتھہ الفت ھو اور نہ دوستی ھو یہی درحقیقت ایسی مختی ھی جس میں ھرایک قسم کی طلاق سے زیادہ بیرحمی ھی — اسپر جبکہ خداوند تعالی نے طلاق کی اجازت دی ھی جسکا اگر مناسب طور سے عملدرآمد کیا جاوے تو وہ نہایت منصفانہ اور رحیمانہ ھی بلکہ اُسنے اُس کے فائدوں کو اُن شخصوں تک بھی وسعت دی ھی جنکی نسبت وہ یہہ جانتا تھا کہ یہہ اپنی سنگدلی کی وجہہ سے اس کا بیجا عملدرآمد کرینگے اور اُسپر بدکار آدمیوں کی سنگدلی گوارا کرنا اس سے بہتر تصور فرمایا کہ ٹیک آدمیوں کی تکالیف رفع کرنے سے باز رھے — یا جس رسم کا ایک رہائی برکت سے بدترین مصائب ھوجانیکا اندیشہ تھا خود اسی کو درھم برھم کردے ۔

خود حضرت عیسیٰ نے فوقی آیت میں زنا کی وجہہ سے طلاق کی اجازت دی ھی اور یہہ بات نہوتی اگر خدا تعالی کو یہہ بات منظور ھوتی کہ جن شخصوں کو خدا نے ایک مرتبہ عقد نکاح میں باندہ دیا ھی وہ آیندہ ھرگز جدا نہوں — مگر مشرقی زبانوں کے محاورہ کے بموجب اُس لفظ سے جسکا ترجمہ زنا کیا گیا ھی صرف زنا ھی مراد نہیں ھوتا بلکہ یا تو اس سے وہ چیز مراد ھی جسکو "ناپاک چیز" کہا گیا ھی یا کسی ایسے امر کا نقصان مراد ھی جو جس امر کا ایک بیوی کی ذات میں ھونا واجباً ضروری ھی جو کتاب استثنا کے ۲۴ باب کی پہلی آیت میں مذکور ھی، جیسا کہ سیلڈن نے سب سے پہلے اپنی کتاب اگزور ھیبریا میں ایسے محاورہ کو بہت سے رہانیین یہود کی شہادت سے ثابت کیا ھی — اور یا اس سے وہ شی مراد ھی جو محبت — وفاداری — باھمی اعانت یا معاشرت یعنی اصلی آئین نکاح کے مقصد کے برخلاف ھو کہ ھرگز اس سے موافق نہوسکے جیسا کہ سیلڈن نے ثابت کیا ھی اور میں نے بھی ایک دوسرے رسالہ میں ثابت کیا ھی کیونکہ جس وقت فریسیوں نے یہہ سوال کیا تھا کہ آیا ایک بیوی کو ھرایک وجہہ سے طلاق دینا جایز ھی یا نہیں تو یہہ جواب دینا لغو ھوتا کہ سوائے زنا کے اور کسی حالت میں جائز نہیں ھی کیونکہ یہہ بات تو بخوبی مشہور و معروف تھی کہ زنا کی حالت میں وہ جائز ھی نہیں تھی بلکہ ایک زانیہ کو نکال دینا ضروری تھا اور وہ بھی طلاق کے ذریعہ سے نہیں بلکہ قتل کردینے سے — پس اس مقام پر اُس لفظ سے یہہ نسبت محض زنا کے زیادہ تر وسیع معنی سمجھنے چاھیں جیسا کہ کتاب اقدس کے اکثر مقامات سے خصوصاً قاضیوں کی کتاب باب ۱۹ آیت ۲ سے ظاھر ھی جہاں لکھا ھی کہ "اُسکی بیوی زنا کرکے چلی گئی" یہاں زنا کے حرفی معنی نہیں ھوسکتے کیونکہ ایسی حالت میں اسکو جرات نہوتی کہ وہ اپنے باپ کے گھر چلی جاوے بلکہ یہہ مراد ھی کہ وہ اپنے شوھر سے تمردانہ (نشوز) برتاؤ کرکے چلی گئی = اور نہ ایسی صورت میں (یعنی جبکہ بجز زنا کے طلاق جایز نہ تھی) پولوس مقدس کسی کافر مرد یا عورت کے جدا ھوجانے کے سبب سے طلاق کی اجازت دیتے † اگر یہہ بھی ایک قسم کا زنا نہوتا = اس بحث سے یہہ امر کچھہ متعلق نہیں ھی کہ یہہ مسئلہ کافر مرد یا عورت کے متعلق ھی کیونکہ جو شخص خاندان کو ترک کردے وہ کافر سے بدتر ھی (پولوس کا پہلا خط عمومی کے نام باب ۵ آیت ۸) اور نہ نکاح کے اصلی منشاء کے حق میں کوئی بات اس سے زیادہ تو ضروری اور پسندیدہ ھوسکتی ھی کہ جو عقد محبت اور تمام عمر کی باھمی اعانت کی ترغیب اور نیک اولادوں سے کیا گیا ھو وہ کینہ اور سنگین عداوت اور طرفین کی جانب سے ناپسندیدہ برتاؤ کے سبب سے قطع کردیا جاوے ۔ پس خدا تعالی نے انسان کے لیئے جب کہ وہ بھشت میں معصومیت کی حالت میں تھا دنیا میں گناہ کے آنے سے پہلے یہہ حکم دیا کہ نکاح ناقابل انفکاک ھونا چاھیئے — گناہ کے بعد حالات کے تغیر کے موافق اور نیز اس نظر سے کہ معصوم آدمی بدکار آدمیوں کے ھاتھہ سے ھمیشہ کے ضرر سے محفوظ رھیں اسنے نکاح کے انفکاک کی اجازت دی اور یہہ اجازت قانون قدرت اور موسوی شریعت کا ایک جزو ھی اور حضرت مسیح نے بھی اسکی ممانعت نہیں کی — پس ھرایک معاھدہ سے جبکہ ابتداء عمل میں آوے اسکا دوامی اور ناقابل انفکاک ھونا مقصود ھوتا ھی گو وہ کسی فریق کی بد عہدی کے سبب سے کیسے ھی جلد کیوں نہ ٹوٹ جاوے اور نہ اب تک کوئی معقول وجہہ اس بات کی بیان کی گئی ھی کہ نکاح کی اس ترغیب اس باب میں اور تمام معاھدوں سے مختلف ھونے چاھیئے خصوصاً اس

† اسمقام پر پولوس کے خط موسومہ قرنتھیوں باب ۷ کی ۱۵ آیت پر اشارہ ھی — سید احمد

حالت میں جبکہ پولوس مقدس نے یہہ بات بیان کی ہی کہ کوئی بھائی یا بہن ایسی باتوں میں مقید نہیں ہی — یہہ نہ صرف چھوڑ دینے کی نسبت بلکہ ایسی تمام صورتوں میں جو اک نالایق قید پیدا کرنے میں ہوتی ہی جیسا کہ قرنتیوں کے پہلے خط میں لکھا ہی (باب ۷ ایت ۱۵) کہ "کوئی بھائی یا بہن ایسی باتوں میں مقید نہیں کہ خدا نے ملاپ کے لیئے بلایا ہی" پس خدا تعالی نے ہمکو اس غرض سے نہیں بلایا کہ ہم دائمی نزاع اور ترددات کی باعث سے پریشان خاطر رہیں کیونکہ ہمارے بلانے کا مقصد امن اور آزادی ہی نہ کہ نکاح جو جا کہ دائمی نزاع اور ایک ناخوش ازدواج کی غلامانہ قید جسکو رسول نے تمام چیزوں سے زیادہ اک آزاد آدمی اور عیسائی کے ناقابل بتلایا ہی — یہہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح نے موسوی شریعت سے کوئی ایسا حکم خارج کردیا جس سے مظلوم اور مصیبت زدہ شخصوں پر رحم کرنے کا موقع ملتا تھا اور نہ اس موقع پر حضرت مسیح کو یہہ منظور تھا کہ انکا یہہ قول حکم عدالت سمجھا جاوے یا اس معاملہ کی نسبت کوئی نیا اور سخت حکم دیا جاوے بلکہ قانون کے بیجا عملدرآمدوں کے بیان کرنے کے بعد اُنھوں نے اپنے حسب معمول ایک زیادہ تر کامل دستور معاشرت کا بتلایا اور اس موقع پر مثل اور تمام موقعوں کے منصب قضا کا دعوی نہیں کیا اور امر حق کو محض تصیحت کے طور پر بیان فرمایا نہ کہ جبریہ احکام سے — پس انجیل کی نصیحتوں کو ملکی آئین قرار دینا اور احکام تعزیری کے ذریعہ سے اُسکو نافذ کرنا ایک سخت غلطی ہی" ۔

یہہ تمام تقریر جان ملٹن کی تھی جو اُنھوں نے ایک محققانہ اور عالمانہ طور پر بیبل کے احکام سے استنباط کی ہی ہماری راے میں یہہ مطلب نہایت مختصر تقریر سے ختم ہوتا ہی یہودیوں نے حضرت عیسی سے پوچھا کہ جورو کو ہر ایک طرح پر طلاق دینی درست ہی یا نہیں اُنکا جواب یہہ ہی کہ بجز افعال ذمیمہ کے اور کسی صورت میں جایز نہیں، جس لفظ کا ترجمہ حرام کاری یا زنا کیا گیا ہی وہ عام لفظ ہی اور سب قسم کی برائیاں اُس میں داخل ہیں اور اُسکا ٹھیک ترجمہ افعال ذمیمہ ہوسکتا ہی پس جو کچھہ کہ حضرت عیسی نے فرمایا اُس سے امتناع طلاق نہیں نکلتا بلکہ بالقصور صرف اپنی نفسانی بدخواہشوں کے لیئے طلاق دینا ناجایز بتایا گیا ہی ۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ مذہب اسلام نے نسبت طلاق کے کیا کہا ؟ اُسکو بطور علاج ایک مرض لا علاج کے جایز اور مباح بتایا، مگر زن و شوہر کا معاملہ ایک ایسا نازک اور ایک عجیب قسم کے ارتباط و اختلاط کا معاملہ ہی کہ اُس میں جو بیماری پیدا ہو سوائے اُن ہی دواؤں کے اور کوئی تیسرا شخص اسبات کی تشخیص نہیں کرسکتا کہ ایا وہ کس حد تک پہونچ گئی ہی جس کا علاج بجز طلاق کے اور کچھہ نہیں یا نہیں اس لیئے پانی اسلام نے اُس کی تشخیص نہ کسی جج کی یعنی قاضی کی راے پر منحصر کی ہی نہ کسی مفتی کے فتوی پر بلکہ صرف اُس کی راے اور اخلاق پر جسکی تعلی اور مواننت کے لیئے ابتدا میں عورت بطور انیس دلنواز اور مونس غمگسار کے پیدا ہوئی تھی ۔

اب اسبات کی بندش کہ وہ علاج بے محل اور بےموقع نہ استعمال کیا جاوے صرف مرد کے حسن اخلاق اور دلی نیکی اور روحانی تربیت پر منحصر تھی جو نہایت اعلی درجہ پر خاص اسی معاملہ میں مذہب اسلام نے اپنے سچے مریدوں اور ثقہ معاملہ داروں کو کی ہی ۔

پانی اسلام نے اسلام کے سچے پیروں کو بتایا کہ "بجز طلاق کے اور کوئی چیز خدا تعالی نے زمین کے پردہ پر پیدا نہیں کی جو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہو ۔

ماخلق اللہ شیأ علی وجہ الارض ابغض الیہ من الطلاق (رواہ الدار قطنی)

پھر ایک دفعہ یہ ں فرمایا کہ "مباح چیزوں میں سب سے زیادہ خدا کو غضب میں لانے والی چیز طلاق ہی ۔

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق (رواہ ابوداؤد)

یہہ ہدایت تو مردوں کی نسبت تھی اور عورتوں کو جو طلاق لینا چاہتی ہیں یہہ فرمایا کہ "جو ایما امراۃ سالت زوجھا طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیھا رایحۃ الجنۃ (رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ والدارمی) عورت اپنے خاوند سے بغیر ضرورت شدید اور بغیر حالت سختی کے طلاق چاہے اُس پر خوشبو جنت کی حرام ہی یعنی جنت میں نجاریگی ۔

ہمارے پیغمبر خدا صلعم طلاق دینے والے سے ایسے ناراض ہوتے تھے جس سے بعض لوگوں کو یہہ خیال ہوگیا کہ جو شخص اپنی جورو کو دفعۃ طلاق دیدے وہ قتل ہونے کے لایق ہی چنانچہ ایک دفعہ رسول خدا صلعم کو اطلاع ہوئی کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو دفعۃ تین طلاقیں دیدی ہیں یہہ سنکر اخبر رسول اللہ صلعم عن رجل طلق امرۃ ثلث تطلیقات جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عزوجل وانا بین اظھر کم حتی قام رجل فقال یا رسول اللہ الا اقتلہ (رواہ النسائی) انحضرت صلعم غصہ کے مارے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کیا خدا بےبزرگ کے حکم کو کھیل بنایا ہی ایسی حالت میں بھی کہ میں تم میں موجود ہوں یہہ سنکر ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ اے رسول خدا کے کیا میں اُسکو قتل کرڈالوں یعنی وہ شخص انحضرت کے غصہ

ہونے سے یہہ سمجھا کہ اُس شخص نے قتل کیئے جانے کے لائق کام کیا تھی ۔

پانی اسلام نے انمیں ہدایتوں اور تہدیدوں ہی پر طلاق کے روکنے میں بس نہیں کیا بلکہ نکاح اور ملاپ کے قایم رکھنے کی اور بھی نہایت عمدہ تدبیر رکھی ہی یعنی پوری تفریق واقع ہونیکو تین دفعہ طلاق دینا معتبر رکھا ہی اور پھر اسبات کی ممانعت فرمائی ہی کہ دفعۃً تین طلاقیں نہ دی جاویں بلکہ سوچ سوچ اور سمجھ سمجھکر مناسب مناسب فاصلہ سے طلاق دیجاوے کہ ہرایک میں قریباً پچیس روز کا فاصلہ ہوجاتا ہی اور پھر بھی اجازت دی کہ پہلی طلاق کے بعد اگر آپسمیں صلح ہوجاوے اور رنجش مٹ جاوے اور دونوں کی محبت تازہ ہوجاوے تو پھر بدستور جورو خصم رہیں دوسری طلاق کے بعد بھی اسیطرح وہ پھر آپسمیں مل سکتے ہیں اور بدستور جورو خصم رہ سکتے ہیں لیکن اگر پھر تیسری دفعہ طلاق دیجاوے تو ثابت ہوگیا کہ یہہ پہل مندھے چڑھنے والی نہیں پھر بھتر ہی کہ پوری تفریق ہوجاوے ۔

ان ہدایتوں کے سوا ایک اور نہایت عمدہ ہدایت یہہ فرمائی ہی کہ ایسی حالت میں جبکہ عورت کو مرد سے کنارہ کش رہنا پڑتا ہی طلاق نہ دیجاوے اس سے مطلب یہہ ہی کہ شایدزمانہ مفارقت میں محبت و اُلفت کی ایسی تحریک ہو کہ خیال طلاق کا اُنہوں کے دل سے جاتا رہے ۔

علاوہ ان ہدایتوں کے ہمیشہ عورتوں کے ساتھہ محبت رکھنی اور اُنکے ساتھہ مہربانی اورخاطرداری سے پیش آنے اور اُنکی سختی اور بدمزاجی کو تحمل کے ساتھہ برداشت کرنے کی نہایت تاکید سے ہدایت فرمائی ہی اور یہہ سب باتیں اُسی مکررہ چیز یعنی طلاق کے روکنے کو ہیں ۔

ان سب احکام سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ پانی اسلام نے صرف اُسی حالت میں طلاق کی اجازت دی ہی جبکہ وہ ایک نہایت پیش پیا ثمہت ثابت ہونے میں ذرا بھی خطا نکرے اور جبکہ اُسکے ذریعہ سے حالت زوجیت کے ترددات اور تکلیفیں اور تلخیاں یا تو بالکل رفع ہوجاویں یا بہرکیف بہت نچھہ کم ہوجاویں اور اگر طلاق کو کام میں نہ لایا جاوے تر حالت معاشرت روز بروز زیادہ تکلیف دہ ہوتی جاوے ایسی صورت میں طلاق حسن معاشرت کے نقصان کا باعث نہیں ہوسکتی بلکہ برخلاف اُسکے وہ دونوں کے حق میں ایک برکت اور حالت معاشرت کی ترقی کا کامل ذریعہ ہوتی ہی — ہمیں امید ہی کہ مسلمانوں نے اس عمدہ حکم کو نہایت قابل تعریف طریقہ پر استعمال کیا ہی پس اُنکے افعال کی تعریف اُنہیں پر ہونی چاہیئے نہ مذہب اسلام پر ہمکو اُمید ہی کہ تمام منصف مزاج لوگ جب نہایت اسلام کے اِس مسئلہ پر غور کرینگے تو

قبول کرینگے کہ جو عمدہ طریقہ اسباب میں اسلام نے اختیار کیا ہی وہ عقل انصاف معاشرت کی نظر سے ایسا عمدہ ہی کہ اُس سے بہتر ہو ہی نہیں سکتا اور صاف صاف یقین دلاتا ہی کہ یہہ مسئلہ اُسی اُستاد کا بتایا ہوا ہی جسنے انسان کو پیدا کرکے اُسکے لیئے اُسکا جوڑا پیدا کیا تاکہ اُسکی تسلی اور دل کی خوشی کا باعث ہو — اگر غور کیا جاوے تو یہہ نہٹا کچھہ پیچا نہوگا کہ جان ملٹن نے اپنی بحث میں جو کچھہ روشنی پیہل کے دوسروں پر ڈالی ہی وہ سب اسلام کی روشنی سے لی گئی ہی کیونکہ اسلام نے بارہ سو برس پیشتر بتادیا تھا کہ طلاق نہ بطور معجون مفرح کے استعمال کرنیکو ہی بلکہ صرف ایک مرض لا علاج کا علاج ہی ۔

اب ہم غلامی کے الزام کی نسبت متوجہ ہوتے ہیں جو ایک سب سے بڑا الزام اُسکے جایز رکھنے کا مذہب اسلام کی نسبت لگایا گیا ہی اور بیان ہوا ہی کہ قوانین حسن معاشرت اور اخلاق کے بالکل برخلاف ہی ، قوانین حسن معاشرت کی قید ہمنے اس لیئے لگائی ہی کہ اگر اس معاملہ پر مذہبی طور پر نظر کی جاوے تو نہ یہودیوں کو اور نہ عیسائیوں کو اسقدر جرات ہوسکتی ہی کہ وہ اُس میں کچھہ عیب نکالیں یا اُسکی نسبت کچھہ اعتراض کریں کیونکہ توریت کا ہر صفحہ ایسے مضامین سے بھرا ہوا ہی جس میں غلامی کا جواز تسلیم کیا گیا ہی (خواہ اُسکو خدا کا حکم مانو یا حضرت موسی کا اُس زمانہ کے رسم و رواج کا قانون) اور انجیل میں کسی مقام پر ایک مضمون بھی نہیں پایا جاتا جس میں اُس بے رحم دستور کی ممانعت ہو ۔ قبل اس کے کہ ہم اس معاملہ میں اپنی رائے پر بناء احکام مذہب اسلام ظاہر کریں کاتفری ہکنز صاحب نے جو کچھہ اسکی نسبت لکھا ہی اُسکو بیان کرتے ہیں ۔

کاتفری ہکنز صاحب لکھتے ہیں کہ " انسان کے حق میں یہہ ایک بد قسمتی کی بات معلوم ہوتی ہی کہ نہ تو حضرت عیسی نے اور نہ حضرت محمد نے غلامی کا موقوف کرنا مناسب خیال کیا یہہ بات کہی جا سکتی ہی کہ جب حضرت عیسی اور حضرت محمد دونوں نے اپنے معتقدوں کو یہہ ہدایت کی کہ اُنکو اوروں کے ساتھہ وہ کرنا چاہیئے جیسا کہ وہ اوروں سے اپنے ساتھہ کرنا چاہتے ہیں تو اُنہوں نے درحقیقت غلامی موقوف کردی ، یہہ بات ظاہر میں تو بہت اچھی معلوم ہوتی ہی مگر افسوس ہی کہ عمل میں ایسا نہیں ہی ، مسلمانوں کی خانگی غلامی بلشبہہ نا قابل حمایت ہی لیکن افریقہ کی بودہ فروشی اور ویسٹ انڈیز کے کارخانہ باغات میں غلاموں پر کی سختیوں اور بے رحمیوں کے مقابلہ میں (جو عیسائی ملکوں میں مروج تھیں) کچھہ بھی حقیقت نہیں رکھتیں ، ہم نہایت اعتقاد سے روم کے پوپ

اور کینٹر ہوپ کے ارک پشپ اور کونسلوں اور مجلسوں اور پوپ کے احکام اور عقاید اور مذہبی قوانین اور معاہدوں کا ذکر سنتے ہیں مگو ہمنے کب یہہ بات سنی ہی کہ اُن لوگوں نے کوئی عام تدبیر اس خوفناک تجارت کے انسداد کے لیئے کی (واضح ہو کہ اُس زمانہ میں تمام فرنگستان میں غلامی کی تجارت رائج تھی) وزنہ اُس کی نسبت ہمکو پوپ کا کوئی حکم دکھاؤ یا کسی مجلس کا کوئی قانون بتاؤ ، روم اور کینٹر بری کے پشپ خود اس خطاب کے مستحق ہیں کہ وہ اپنے معتقدوں کی خواہشوں کے پورا کرنے کے کام دیتے تھے جو خطاب کہ اُنھوں نے حضرت محمد کو اس وجہہ سے دیا ہی ، جب کہ روم کے پوپوں کو اس تجارت کا فساد عظیم صاف صاف ثابت ہوگیا تھا تو اُنھوں نے اُن شخصوں کو قوم سے خارج نہیں کیا جو اُس تجارت میں مصروف تھے جیساکہ کیوکرس یعنی پیروان جارج فاکس نے کیا تھا .

میں اس بات سے واقف ہوں کہ وہ یہہ ظاہری عذر کرینگے کہ وہ کسی شخص کو اس وجہہ سے کہ غلاموں کا مالک ہی قوم سے خارج نہیں کرسکتے تھے کیونکہ انجیل اور حواریوں کے ناموں کے ہر صفحہ میں غلاموں کا جواز تسلیم کیا گیا ہی مثلاً جہاں کہیں لفظ "سروس" یا "دولرس" پایا جاتا ہی اور اُس کا ترجمہ خدمتگار کیا گیا ہی وہاں اُس کا ترجمہ غلام ہونا چاہیئے تھا لفظ "سروس" کے لغوی معنی اُس شخص کے ہیں جو بازار میں خریدا گیا ہو یا فروخت کیا گیا ہو اور "ڈیڈیئیں" ہمارے اجورہ دار اور خدمتگار کے ہم معنی ہی لیکن اگر بد قسمتی سے میسائیوں کو خانگی غلامی کی اجازت دی جاوے تو اس سے کسی طرح پر یہہ بات ثابت نہیں ہوتی ہی کہ افریقہ کی بردہ فروشی جایز ہی جسکی زیادتی کا زمانہ اگلے لوگوں کے گمان میں بھی نہ تھا اور جو ہر طرح پر اُنکی خانگی غلامی سے مختلف ہی .

اگرچہ پیغمبر صاحب نے اس مکروہ دستور کو موقوف نہیں کیا جیساکہ اُنکو کرنا چاہیئے تھا تاہم اُنھوں نے اُسکو بالکل بغیر ذکر کیئے ہوئے نہیں چھوڑا ، بلکہ اسیات کے فرمانے سے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور کسی شخص کو اپنے بھائی کو غلامی میں رکھنا نہیں چاہیئے اُنھوں نے انسانوں کے ایک گروہ کثیر کو آزاد کر دیا ، جس وقت کوئی یہہ کہدے کہ میں ایمان لے آیا تو وہ فوراً آزاد ہی اگر حضرت محمد نے اس بات میں جیسا کہ چاہیئے تھا ویسا نہیں کیا تو اُنھوں نے کچھہ تو کیا جو بالکل نہ کرنے سے (جیسیکہ انجیل میں کچھہ نہیں ہی) بہتر ہی اور اس سبب سے غالباً کچھہ لوگ پکا تصدیق قلبی بھی مسلمان ہوگئے ہونگے کہ اس امر کو کوئی پکا دیندار عیسائی جسکا گرم ایمان مذہب کے دھکتے ہوئے انگارے سے زیادہ تر گرما گرم ہی عیب لگاوے اور اُسکو بد نیتی پر حمل کرے لیکن تاہم اس تدبیر نے لاکھوں آدمیوں کو مصیبت سے بچایا ہی ، ایک اور تدبیر غلامی کی ترمیم یا اُسکی قباحتوں کی تخفیف کرنے کی پیغمبر صاحب کے اس حکم سے ملتی ہی جہاں یہہ فرمایا ہی کہ غلاموں کے فروخت کرنے میں ماں سے بچے جدا نکیئے جاویں ، ہمارے ویسٹ انڈیز والے ہر روز بھی جرم کرتے ہیں سمجھکو ایسا کوئی حکم انجیل میں نہیں ملا اسلیئے حضرت محمد نے اُسکو انجیل میں سے نہیں لیا ہی .

(باقی آیندہ)

خدا بیام آموز مرا باب ترکان کے دھاڑی مڈا نیکے

مراسلات

میرے ہادی و رہنمائے حقیقت مولانا صاحب سید احمد خاں صاحب

ایک عرصہ سے جناب کی ہمدردی محیط آمیز دیکھکر دل سے ہزار ہزار بار بھی صدا اوٹھتی ہی مرحبا سید مرحبا — جب آپ کی بڑھتی عمر پر خیال آتا ہی اور آپکی جوان کوششوں پر دھیان جاتا ہی — آپکی سچی محبت پر دل جمتا ہی دانسے بے قصد یہہ آواز آتی ہی — بجز آپکے اس زمانہ میں کوئی اس لایق نہیں ہی جسکو ہادی حقیقت اور مخزن اسرار کا خطاب دیا جاوے — افسوس آپکے نعرۂ جاں سوز کی اُسرقت لوگوں کے کان میں آواز پہونچی ، جبکہ بہت نوجوان لوگ مذہب اسلام چھوڑ بیٹھے (یہہ واقعہ صوف موجودۂ اسلام کی تاریکی سے ہوا) جو مسلمان طالب علم اپنے مذہب سے برگشتہ تھے ، آپکی پاک طبیعت نے اُن کے دلپر ایسا اثر اسلام کا کیا جو سنہرے حرفوں کر پھولے نہیں سماتے . یعنی دنیا میں اُن کے لیئے وہ بندوبست کیا جس سے وہ مالا مال اور شاداب رہیں ، اور اخرت کے وہ نکتہ بتائے جو بے سبب دلپر اپنا نقش کرکے اُن کے حال چلن میں ایسا اثر کرتے ہیں جو بالکل مادی اور رحم دل ہوجاتے ہیں ، او خدا تو اس پیرمغاں کی عمر ہزار برس کر ، اب کچھہ فرصت دیکھکر جناب سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں جس پر مدت سے لوگوں کا مباحثہ ہورہا ہی ، یہہ مباحثہ آپ تک پہونچانا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ آپکی تحقیق پر آپکے دم بھرنے والوں کا دل تسلی ہوجاویگا مسئلہ یہہ ہی کہ اکثر نکتہ ملا کہتے ہیں کہ "ترکوں کی ہم لوگوں کو وضع اختیار کرنی نہیں چاہیئے کیونکہ وہ لوگ لا مذہب ہیں وجہہ لامذہب ہونے کی یہہ بتاتے ہیں کہ وہ اپنی ڈاڑھیوں کو مڈاتے ہیں ، کیونکہ وہ لوگ اسکو توہین میں بڑا دخل سمجھتے ہیں ، اور بہت کام خلاف شرع کرتے ہیں یہاں تک کہ سلطان اور خدیو مصر وغیرہ بھی اس کے مرتکب ہیں اب میں جناب سے پوچھتا ہوں کہ آیا یہہ فعل دنیاوی باتوں سے تعلق

رکھتا ہی یا دیتی ہے ؟ اگر دیتی ہے ہی تو کیا کوئی صحیح حدیث اس باب میں ہی ۔ بعض اکابر کا جو یہہ مذہب ہی کہ جایز ہی تو اُنکی حجت قابل تسلیم ہی یا نہیں ۔۔۔ اگر یہہ تحقیق تہذیب الاخلاق میں درج فرماویں تو اور ہزار ہا لوگ واقف ہوجاوینگے ۔ زیادہ والسلام

از مقام روڑہ
مورخہ ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۸۷۶ ع

جواب از طرف سید احمد

اس عنایت نامہ میں جو خیالات ظاہر کیئے ہیں اُس میں کئی غلطیاں ہیں اول یہہ کہ ڈاڑھی رکھنے یا منڈانے کو تہذیب میں کچھہ دخل نہیں ہی بال جو انسان کے سر پر اور منہہ پر خدا نے پیدا کیئے ہیں اگر انسان اُنکو ایک پریشانی اور ابتری کی حالت میں رہنے دے جیسے کہ بعض میلے کچیلے بے تمیز جنگلی جانوروں کے ہوتے ہیں تو بلاشبہہ وہ پورا وحشیانہ پن ہی اور اگر اُنکو درستی اور خوبی سے رکھے تو وہ تہذیب و شایستگی کی علامت ہی اسی لیئے تمام مہذب قومیں بقدر اپنی تہذیب اور موافق اپنے خیالات کے بال بناتی ہیں اور موافق اپنے مذاق تہذیب و خیالات کے اُنکو آراستہ کرتی ہیں مگر یہہ خیال کہ ڈاڑھی منڈانا تہذیب میں داخل ہی ایک محض غلط خیال ہی ۔

دوسرے ترکوں کی پیروی کو اس وجہہ سے منع کرنا کہ وہ ڈاڑھی منڈاتے ہیں اور اُسکو داخل تہذیب سمجھتے ہیں اور یہہ کام خلاف شرع کرتے ہیں ایک دوسری غلطی ہی کیونکہ اس دلیل کا نتیجہ صرف یہہ نکلتا ہی کہ اُس امر میں اُن کی پیروی نہ چاہیئے جو خلاف شرع ہو نہ یہہ کہ دلیل تو ہو خاص اور نتیجہ نکالا جاوے عام ہمارا یہہ مطلب نہیں ہی کہ بعد تسلیم کرنے اس امر کے کہ وہ کام خلاف شرع ہی اور پھر اُس کی پیروی کی جاوے بلکہ جہاں تک بحث ہی وہ اس میں ہی کہ در حقیقت وہ کام خلاف شرع ہی یا نہیں ترک شراب بھی پیتے ہیں جیسا کہ مشہور ہی اگر یہہ امر سچ ہو تو جیسے ہمکو اُن کے اس کام کی پیروی کرنا برا ہی ویسے ہی صرف اس کام نا جایز کے سبب اُن کے اور عمدہ و مہذبانہ مباح کاموں کی پیروی چھوڑنا بھی ویسا ہی برا ہی ۔

تیسری غلطی خیالات کی اس عنایت نامہ سے یہہ پائی جاتی ہی کہ کسی مہذب قوم کی پیروی کرنے سے یہہ سمجھا جاتا ہی کہ اُس کے تمام کاموں کی بلا لحاظ احسنیت کے اور غور کے کہ وہ فی نفسہ اچھے ہیں یا برے پیروی کرنا مقصود ہوتا ہی اگر یہہ خیال ہو تو محض ایک غلط اور نہایت مضر خیال ہی بلکہ ہمیشہ جس بات کو اختیار کیا جاوے اول اُسکی بھلائی اور برائی پر غور کرنی واجب ہی جو عمدہ بات کسی قوم کی ہو اُسکو لینا اور بری کو چھوڑنا واجب ہی ورنہ ایک کڑھے میں سے نکلنا اور دوسرے میں گرنا ہی ۔

آپ کو معلوم ہی کہ ہمکو مسند افتا کی گدی پر بیٹھنا مقصود نہیں ہی بلکہ صرف دو امر ہمکو مقصود ہیں اول یہہ کہ مذہب اسلام پر جو جھوٹے الزام لگائے گئے ہیں اور اُس کو مانع تہذیب و شایستگی و مخالف انسانیت و تمدن و حسن معاشرت قرار دیا گیا ہی اُن غلط الزاموں کی غلطی ثابت مذہب اسلام کی رو سے ظاہر کردیں دوسرے جو امر کہ خلاف تہذیب مسلمانوں میں مروج ہیں اُن کو دور کریں پس ڈاڑھی جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا بشرطیکہ وحشیانہ پن سے نرکھی جاوے تہذیب کے برخلاف نہیں ہی چنانچہ ہزاروں لاکھوں کروروں اشخاص جو نہایت مہذب قوم کے ہیں ڈاڑھی رکھتے ہیں اور ہمارے ملک کے بھی خوبصورت گورے رنگ کے چہروں پر بشرطیکہ گورا رنگ ہو کالی ڈاڑھی نہایت خوبصورت اور بھلی معلوم ہوتی ہی (ہاں جب سفید ہوجاوے تو منڈانے کے قابل ہوجاتی ہی بشرطیکہ منہہ کی جھریاں اور گالوں کے گڑھے اور منہہ کا پوپلا پن صورت کو بد نما نہ کردے) اسکے سوا منہہ کی رونق اور شجاعت و بہادری و رعب اُس سے پایا جاتا ہی پس اُسکا رکھنا یا منڈانا ہماری بحث سے خارج ہی اور ہم اُس پر بحث کرنا نہیں چاہتے کیونکہ ہم قطعا اُن مسایل سے جن کو مانع تہذیب نہیں سمجھتے بحث نہیں کرتے اگر ڈاڑھی منڈانی ناجایز ہو تو اُس سے ہمارا کچھہ حرج نہیں اگر جایز ہو تو ہمارا کچھہ حرج نہیں لیکن اگر ڈاڑھی کو ایک ننگی بنایا جاوے جس کی اوجھل شکار کھیلا جاوے تو اس سے تو منڈانا ہی بہتر ہی ۔

اگر ڈاڑھی منڈانی ناجایز ہی تو بیچارے ترکوں پر کیا الزام ہی ہندوستان کے بڑے بڑے مقدس مولوی صاحب جبہ و عمامہ بھی ڈاڑھی منڈاتے ہیں اتنا فرق ہی کہ ترک تو ڈاڑھی منڈانا کفر فرشتہ کی سی صورت ہوجاتے ہیں اور یہہ حضرت مقدسین بیچ بنجاتے ہیں اسکا مطلب یہہ ہی نہ ڈاڑھی کا اطلاق جیسا کہ ڈاڑھی پر ہی ویسا ہی جزو ڈاڑھی پر ہی اگر ڈاڑھی کا منڈانا ناجایز ہی تو اُس کے جزو کا بھی ناجایز ہی اگر کوئی شخص ایک طرف کی ڈاڑھی منڈارے اور ایک طرف کی رہنے دے یا بیچوں بیچ سے منڈارے اور دونوں طرف گل سچھے رہنے دے وہ بھی ایسی ہی ناجایز ہوگی جیسکہ کل ڈاڑھی کا منڈانا آپ حضرات مقدسین کو دیکھتے ہونگے کہ ہر جمعہ کی صبح کو اشراق کی نماز کے بعد نائی حاضر ہوتا ہی اور اصلاح بناتا ہی اصلاح میں کیا ہوتا ہی کہ گالوں پر سے ڈاڑھی مونڈی جاتی ہی اور ایک ترکی خط میں قریب صدور کے کی جاتی ہی ہونٹ اور ٹھوڑی

کے بیچ میں ایک بچکانی بنائی جاتی ہی اور دونوں طرف سے دونگی جاتی ہی پھر حلقوم مبارک سے لیکر ٹھوڑی اور جبڑے کے قریب تک مونڈی جاتی ہی بعض مقدسوں کو اپنے پھولے پھولے مچرب گالوں کے کھولنے کا ایسا شرق ہوتا ہی کہ ریش مبارک صرف بطور ایک جھالر کے رہ جاتی ہی پس کیا یہہ داڑھی منڈانا نہیں ہی جو بیچارے تبرکوں نوشتہ صورتوں پر طعن کیا جاتا ہی ۔

راقـــــم

سید احمد

اور خط

بہادر دام ظلہ

قبلہ و کعبہ حضرت مخدومی جناب مولوی سید احمد خانصاحب اداب و تسلیمات کے ذریعہ سے دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ پرچہ تہذیب الاخلاق جو نمبر وار میرے پاس چلا آتا ہی یہہ آپ کی بڑی نوازش ہی اور یہہ نوازش ایسی ناچیز نہیں ہی کہ میرا جسم و جان اُس کی پوری قیمت ادا کرسکے یہہ وہ پرچہ ہی جس نے مخالفوں کے داروں کو نرم کردیا اور اکثروں نے قبول کرلیا کہ بے شک غیر مذہب والوں نے جو جو اعتراض مذہب اسلام پر کیئے ہیں وہ اُس مذہب پر عاید نہیں ہوتے بلکہ اُن غلط فہموں پر عائد ہوتے ہیں جنھوں نے اُس کو غلط سمجھا ۔

یہہ بھی غیر ممکن ہی کہ سید احمد خاں صاحب کی ایسی رائے روشن کو وہ لوگ دفعتاً قبول کرلیویں مگر یہہ بھی غیر ممکن ہی کہ کسی قوم میں سب کے سب غلط فہم اور عقل کے اندھے ہوں خصوصاً مسلمان جو کہ ایک نہایت پاکیزہ دین اپنے ساتھہ رکھتے ہیں اور یہی حقیقی اُمید ہی جس نے سید احمد خاں صاحب کی ہمت کو بڑھا دیا ہی اور اس باب میں زیادہ بحث کے درپے ہونا کچھہ ضرور نہیں صرف اسقدر کافی ہی کہ اب تک جسقدر گفتگو اور بحث اس پرچہ میں تحریر ہوئی ہی منصفوں کے ذوقیک نہایت درست اور مفید اور حق اور آیندہ کی بہتری کے واسطے ایک اچھا رہنما ہی ۔

یہہ تو مجھکو کامل یقین ہی کہ آپ کا عام دلی جوش عام مسلمانوں کی تہذیب میں مصروف ہی لیکن ایک میں ہوں جو کہ اپنی حالت کو تمام افراد بنی نوع میں ابتر دیکھتا ہوں اور جیسا کہ انسان کا خاصہ ہی میں اپنی اس حالت میں اپنی اصلاح بدون ایک کامل ہادی و رہنما کے دشوار خیال کرتا ہوں اس لیئے مستدعی ہوں کہ علاوہ اُس عام جوش کے ایک خاص نظر عاطفت اس گمراہ اور عاصی کے حال پر بھی رکھے ،

مجھے اُمید ہی کہ جنوری کے دربار میں آپ بھی دہلی میں تشریف لاوینگے مجھکو بھی اُسوقت کے انتظار میں یہہ خوشی ہوگی کہ آپ کی قدمبوسی حاصل کرونگا ۔

اس عریضہ کے ساتھہ چار روپیہ کے آٹھہ قطعہ کورت نیس تہذیب الاخلاق کی سالانہ قیمت کے ارسال خدمت عالی کرتا ہوں اور خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہہ پرچہ وہ سرچشمہ ہی جس نے اسلام کے ریاض کو سر سبز و شاداب کردیا ہی ۔

اکثر نوجوان طالب علموں کا یہہ حال ہوا کہ جب اُنھوں نے کالجوں میں علوم جدیدہ کی جو کہ حقیقت میں قدیمہ تھے تعلیم پائی اور ارض و سما کے حالات سے صحیح صحیح واقف ہوئے اور حقایق اشیاء اور موجودات کے حال سے واقفیت حاصل کی اور بعدازاں پر وقت موقع کے مذہبی مسائل کی بحث میں اُن کا گذر ہوا یا کسی مولوی کے وعظ میں گئے یا کسی مولد شریف کی مجلس میں اُن کا گذر ہوا اور وہاں اُن کی تقریر بالکل خلاف معقول کے اور کچھہ کچھہ کیا بلکہ وہ بھی بالکل خلاف صحیح صحیح منقول کے اُنھوں نے سنی تو اُن کے دل میں ایک خلجان عظیم پیدا ہوا اور اکثر قلمی اور چھپی ہوئی کتابوں کو بھی اُنھوں نے ایسا ہی واہیات پایا اور ایسا ہی بعض بعض اور سببوں سے بھی اُن کے دل میں یہہ گمراہی آئی کہ یہہ مذہب اسلام جس میں ہم پیدا ہوئے شاید غلط ہی پھر اُنھوں نے دیکھا کہ انگریز صحیح علوم کے اصول کو ہمیشہ بلا مزاحمت قبول کرتے ہیں اس لیئے اُنھوں نے مذہب عیسائی کا مطالعہ کیا کہ شاید وہ صحیح ہی جب اُنھوں نے اُن الفاظ کو لحاظ کیا تو دیکھا کہ الفاظ تو یہاں بھی وہی ہیں جو ہمارے مذہب میں تھے مگر عیسائی اُن الفاظ کی کچھہ پروا نہیں کرتے اور اُن کی شرح ایسے عمدہ طور سے کرتے ہیں کہ مذہب اور حکمت کو بالکل مطابق کردیا ہی اور علاوہ انجیل کے اور غلط روایتوں کو رد کردیا ہی تو وہ ذرا اور تامل میں ہوئے اور گمراہی سے روکے پھر جب پرچہ تہذیب اُن کی نظر سے گذرا تو اُن کے مرض باطن کا ٹھیک ٹھیک علاج ہوگیا اب وہ کس کی سنتے ہیں اب پرچہ تہذیب اُن کے پاس ہی اب اُن کو کٹھہ حجتی کی بھی پروا نہیں اور غیر معترضوں کی بھی کچھہ دھشت نہیں رکھتے اور یہہ کام کس نے کیا صرف ایک سید احمد خاں صاحب بہادر نے اگرچہ اب خدا کے فضل سے اُن کے مددگار بے شمار ہیں اور خدا کرے دن بدن زیادہ ہوتے جاویں آمین ۔

از روتھک

یکم نومبر سنہ ۱۸۷۶ ع

انتخابات

اخبار سین ٹیفک سوسئیٹي علیگڈھ

مطبوعہ ۳ نومبر سنہ ۱۸۷۶ع

الوداع آنریبل سر ولیم میور کے سي ایس آئي ایل ایل ڈي بمقام علیگڈھ

جن مسلمانوں نے حضور سر ولیم میور کي یادگاري میں، استیچو بنانا پسند نہیں کیا تھا بلکہ مدرسۃ العلوم مسلمانان میں علوم عربیہ کي تحصیل کے لیئے اُن کے نام سے اسکالرشپ مقرر کرنے کو چندہ جمع کیا تھا وہ سب معہ جملہ رئیسان و تعلقداران ضلع علیگڈھ ۲۷ اکتوبر روز جمعہ سنہ ۱۸۷۶ع کو علیگڈھ میں جمع ہوئے اُس مجمع کے پریسیڈنٹ محمد عنایت اللہ خاں صاحب رئیس بھیکم پور اور ویس پریسیڈنٹ محمد اِسمعیل خاں صاحب رئیس دتاولي، اور سید احمد خاں بہادر سي ایس آئي سکرٹري تھے۔ باجازت صاحب اسٹیشن ماسٹر ریل کے اسٹیشن کا ایک کمرہ فرش قالین اور میز کرسیوں سے آراستہ تھا اور اسي مقام پر مسلمانوں کیجانب سے ایڈریس دینا ٹھہرا تھا تین بجے ایک جم غفیر مسلمانوں کا وہاں جمع ہوگیا ساڑھے تین بجے کي ٹرین میں حضور سر ولیم میور صاحب معہ جناب لیڈي صاحبہ اور مس صاحبوں کے تشریف فرما ہوئے پریسیڈنٹ و ویس پریسیڈنٹ اور مولوي محمد سمیع اللہ خاں بہادر اور مولوي محمد کریم صاحب بہادر ڈپٹي کلکٹر نے استقبال کیا اور سر ولیم میور صاحب اور جناب لیڈي میور صاحبہ اور مسس صاحبوں کو اُس کمرہ میں لے گئے جو ایڈریس دینے کو آراستہ تھا حسن اتفاق سے جناب مسٹر کار میکل صاحب بہادر ایجنٹ و کمشنر بنارس معہ جناب مسس کارمیکل صاحبہ اور مس کارمیکل صاحبہ بھي اُس ٹرین میں تشریف لائے تھے اور وہ سب بھي اُس کمرہ میں تشریف فرما ہوئے *

سید احمد خاں بہادر سي ایس آئي سکرٹري نے کہا کہ اي حضور ولیم میور صاحب وقت بہت کم ہی اور جو کچھہ ہمارے دل میں ہی اُس کے بیان کي فرصت نہیں صرف اس قدر عرض کیا جاتا ہی کہ اِنسان کي زندگي میں سب سے بدتر وہ وقت ہی جب کہ ایک دوست اپنے دوست سے رخصت ہوتے وقت خدا حافظ کہتا ہی آج وہ وقت ہم لوگوں پر آ گیا اِسلیئے اب یہہ درخواست ہی کہ جو نیاز نامہ دلي نیازمندي سے حضور میں پیش کرنے کے لیئے ہم نے لکھا ہی اُس کے پڑھنے کي آپ اجازت دیں *

اِس کے بعد جناب مولوي محمد سمیع اللہ خاں بہادر نے وہ ایڈریس جو عربي زبان میں لکھي تھي نہایت بلند آواز اور نہایت خوبي سے پڑھي جس کا ایک ایک لفظ ہرایک سننے والے کے کان تک پہنچتا تھا اور ابتدا سے انتہا تک ایک طرح پر اُس کو ختم کیا *

حضور سر ولیم میور نے کمال توجہہ سے اُس کو سنا اور کھڑے ہوئے اور نہایت نیک اور محبت اور رنج مفارقت سے بھرے ہوئے دل سے اول اُردو میں اور پھر انگریزي میں اُس کا جواب پڑھا جس کا اثر اور رنج مفارقت کا غم ہرایک کے دل پر طاري تھا *

بعد اس کے وہ ایڈریس جو نہایت عمدہ طلائي پرداز کاري سے آراستہ تھي ایک نہایت خوبصورت صندل کے بکس میں جسپر نقرئي سادہ کاري کا کام نہایت خوبصورت بنا ہوا تھا اور اُس پر نام نامي سر ولیم میور کا کندہ تھا حضور ممدوح کے نذر کي گئي جناب ممدوح نے نہایت احسانمندي سے قبول فرمایا اور تمام حاضرین سے نہایت اخلاق اور محبت سے ملکر رخصت ہوئے اتنے میں ٹرین روانہ ہوئي اور جب تک دکھائي دیتي رہي سب کي نظر اُس کي طرف تھي *

ایڈریس اور اُس کا جواب یہہ ہی جو ہم ذیل میں ۰۰ ترجمہ مندرج کرتے ہیں عربي ایڈریس کا انگریزي میں ترجمہ جناب سي جے لایل صاحب بہادر انڈر سکرٹري گورنمنٹ انڈیا نے کردیا ہی جس سے اُن کي نہایت اعلی درجہ کي علمیت عربي زبان میں ثابت ہوتي ہی اصل عربي ایڈریس ہمارے مدرسۃ العلوم کے مدرس اعلی جناب مولوي محمد اکبر صاحب کي لکھي ہوئي ہی *

وهذه عريضة المذكورة

الجناب العالي آنريبل سروليم ميور بهادر كے سي ايس آئي . ايل . ايل . دي

قد حضرنا بحضرتك باخلاص النيه ، و حسن الامنيه ، نائبين من جم غفير من المسلمين لنشكر ما انعمت على هذه البلاد و سكانها : و ماسعيت في رفاهها و امانها ، و ما بذلت لها في ايام حكومتك من آلاء ، و ما اسبغت عليها من النعماء ، التي افضت عليها فيضان المطر المدرار ، و اجريت عليها و توالت توالي قطر الامطار ، لاسيما مامننت على المسلمين من الايادي البالغه ، و ما احسنت عليهم من المنن السابغه . ولنظهر ما لمعشر المسلمين المخلصين في المودة من الحزن على مفارقتك ، و مابهم من التاسف والتلهف على مهاجر تك . لما عظم عليهم ما بذلت لهم من الجهد في تعليمهم و اصلاحهم ، و كبر لديهم شكر ما سعيت لهم في تربيتهم و فلاحهم . اذ يتيقنون أن مساعيك الجليلة اثمرت لهم ثمرة الفواد ، و يذعنون ان ماترك الجميله ، غرس لهم دوحة المراد . و اثرت في قلوبهم غاية التاثير ، و حبرت في خواطرهم غاية التحبير . و اذ اعنت لهم حق الاعانة في التعليم . نرجو أن يذكرك قومنا دائما بغاية التعظيم . و لما انبعث في قلوبنا داعية اقامة مدرسة العلوم للمسلمين ، و قصدنا أن نرشد اولادنا الى طريق الحق والصدق اليقين ، و اردنا أن نهيئي اسباباً ينقطع بها مالقومنا من الاعذار ، و ينحسم بها مادة مابهم من الوحشة والانكار ، من تحصيل العلوم الجديدة ، والالسنة المفيده . التي بها يترقى الانسان من حضيض النقص الى ذروة الكمال ، و بها يعرج الانسان من سبخة المذلة الى سماء الجلال ، و بها يتحلى الانسان بحلية الفضائل ، و يتخلى عن معرة الرذائل .

ولايبعد ان قلنا ان اشتعال تلك النار في مجامر صدورنا ، والتهاب لهب شوقنا و تائهبنا لاصلاح أمورنا ، من تاثير نصائحك التي كنت تنصح بها للمسلمين في كل مكان و زمان ، و مواعظك التي كنت تعظنا بها في كل حين و آن ، و اذا امعنا النظر الى عظمة شان المدرسة و قصر همتنا و تشتت حالنا ، و توزع بالنا ، لنعلم أن قومنا كانوا محتاجين الى عون فخيم و غوث كريم . فانت الذي اعنت لنا حق الاعانه ، واغثت لنا حق الاغاثه وانت الذي اعطيت عذاة واسعة رائقة ، و فضاءً معجبة فائقة ، لتعمير مدرسة العلوم ، فيبنى فيها مدرسة العلوم للمسلمين . و يوسس فيها اساس الرشد للمستر شدين . و يعمر جدران حديقتها التي تسامي باسمك السامي . و انت الذي اوجبت المنة اذ عززت المدرسة بالقدوم وحققت الشكر إذ نصحت الطلبة بكلامك العذب نصائح العلوم . وانت الذي قبلت ان تكون مدبرا ناظرا لمحاسن المدرسة ولمصالحها و ناظورا مصلحا لنقائصها و قبائحها ، فسيبقى بها الى الابد ذكر آلائك السمية وستكون امارة من اماراتك السنيه ، و دائما يذكرك المسلمون بما افضت عليهم من الفيض العميم . و انعمت عليهم من النعيم .

وآلان نغتم اذ نسمع مانسمع من مفارقتك من هذه الديار ، و نحزن مما يقرع سمعنا من نباء نبوك عن هذه الامصار . وينكسر قلوبنا إذ نتصور الضحاء من ظلك الظليل . ويتالم خواطرنا اذ نتخيل مايتخيل من مباعدة الماء المعين عن الغليل . ويمل انفسنا اذ نظن الحرمان من الاستفادة بفوائد لقائك . والاستنارة بانوار ذكائك . لكذا نرجو منك ان لاتطوى عنا الكشح ولا تنسينا ، بل تدارينا و تواسينا . ويكون همتك مع بعد المكان . مصروفة الى اصلاحنا كما هو الان . ويكون قلبك مائلاً كانه لدينا . و تكون مطلعاً علينا كان عينك ناظرة الينا .

ولا یذهب عنک ایها الحافل المکثار . والمفضل المنعام المدرار ، ان معشر المسلمین کما یعظمونک بفضائلک الجمیلة . وفواضلک الجلیلة . حق التکریم . کذلک یکرمونک لمراحمک العلیة . ومحاسنک الجلیة حق التعظیم . لاسیما لما فیک من کمال بأهر . وفضل ظاهر . فی العلوم العربیه . والفنون الادبیه . التي بها للمسلمین منک مزیة الاخلاص . ولیس لمن سواهم ذلک الاختصاص . ولما یشاهدون منک قدر علومهم القدیمه ویعاینون حمایتک لهم في فنونهم الکویمة . یشکرون لک شکرا کل عن ادائه اللسان . و قصر عن بیانه التبیان . ولقد احسنت علیهم من قبل بانجاح ماالتمسوا من ان یغرسوا تذکارا لنعمائک فی المدرسة بستاناً یکون مباهیا بالاستناد الی اسمک السمي . لابزهوه ونوره الشذي . وشرفتنافي ذلک بشرف القبول . ومننت علینا بقبول المامول . کذلک یرجون منک ان تعززهم بشرف اجابة ان یدروا وظیفة موسومة باسمک السامي . و مستندا الی جنابک العالي . مختصة لطالب العلوم العربیة وکاسب الفنون الادبیه . مما جمعوا لذلک من بضاعة مزجاه . وانلم یکن لذلک بمحراه . فیکون لاخلافنا تذکرة لرغبتک الی العلوم الادبیه . و اشعاراً عن توجه طبعک الی الفنون العربیه . و یکون اثراً باقیاً لماثرک الجزیله . ومساعیک الجلیله .

اذالاحد للا له نختم الکلام علی الدعاء . والاستدعاء . او ملک الله راشدا مهدیا الی الوطن سالماً عن الافات والمحن . ونرجو منک ان تنظر الینا بنظر الرافة في انکلند . کما انت تنظر الینا بعین العنایة في الهند .

اسماء رؤساء المجلس الذین صدقوها و اثبتوا اسماءهم علیها نیابتاً من شرکاء المجلس

محمد عنایت الله خاں رئیس المجلس
محمد اسمعیل خاں نائب الرئیس
سید احمد خاں بهادر سي ایس آئي دبیر المجلس

مقام علیگڈھ
التاریخ السابع والعشرین من اکتوبر سنه ۱۸۷۶ع

ترجمہ اڈریس عربي

حضور اڈریبل سر ولیم میور صاحب بهادر کے سي ایس آئي ایل ایل ڈی

هم لوگ حضور کي خدمت میں مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کي طرف سے نهایت خلوص نیت اور کمال حسن عقیدت کے ساتهه اس لیئے حاضر هوئے هیں که جو مهربانیاں حضور والا نے اپنے عهد حکومت میں علی العموم تمام هندوستانیوں کے رفاه اور فلاح میں فرمائیں اور جو سعي و کوشش حضور نے اُن کے امن و آمان کے لیئے فرمائي اور جو انعامات بےپایان حضور نے اُن پر مبذول فرمائے جو مینهه کي طرح اُن پر برستے رهے اور پے درپے جنکي جهڑي لگي رهي اور بالتخصیص جو احسانات حضور والا نے مسلمانوں پر کیئے اور جو بارمنت بےپایان کا اُن پر رکها اُن تمام مهربانیوں اور احسانات کا هم ته دل سے شکریه ادا کریں اور نیز هم اُس تاسف اور رنج کو ظاهر کریں جو سچے دل سے مسلمانوں کو حضور عالي کے هندوستان سے تشریف لیجانے اور هندوستانیوں سے جدا هونے کے سبب سے هی کیونکه جو سعي حضور والا نے اُن کي تعلیم و اصلاح میں مبذول فرمائي وه اُن کے نزدیک نهایت عظیم الشان هی اور جو توجهه حضور نے اُن کي تربیت و فلاح میں مصروف فرمائي وه اُن کے نزدیک بڑي باوقعت هی اور وه اسبات کا یقین کرتے هیں که حضور کي یهه سعي موفور بارور هوئي هی اور اُس نے کامیابي کے پودے کي جڑ جمادي هی اور اُن کوششوں کا اثر اُن کے دلوں میں بخوبي پهونچ گیا هی اور اُن کے دلوں پر بخوبي اُس کا نقش هوگیا هی اور هم اُمید کرتے هیں که جو امانت و امداد حضور نے هم مسلمانوں کي تعلیم و تربیت میں فرمائي اُس کے سبب سے هماري قوم حضور کو همیشه بڑي عزت و عظمت کے ساتهه یاد کرتي رهیگي *

جب ہمارے دلوں میں یہہ ولولہ اُٹھا کہ ہم مسلمانوں کے واسطے ایک مدرسۃالعلوم قایم کریں اور ہمنے یہہ قصد کیا کہ ہم اپنی اولاد کو ٹھیک راہ بتاویں اور صدق و یقین کا راستہ دکھلاویں اور ہمنے یہہ ارادہ کیا کہ ہم ایسے سامان مہیا کریں جس کے سبب سے ہماری قوم کے وہ تمام عذر منقطع ہوجاویں اور اُن کا وہ تنفر اور انکار بے اصل و بے بنیاد ہوجاوے جو اُس کو ان علوم جدیدہ کے تحصیل کرنے اور اُن مفید زبانوں کے سیکھنے میں ہی جسکے سبب سے ہر انسان ناقص حالت سے نکلکر مرتبہ کمال کو پہونچ جاتا ہی اور خاک مذلت سے اوج عزت پر چڑہ جاتا ہی اور حلیہ فضائل سے اراستہ اور عیوب رزائل سے پاک ہوجاتا ہی .

اور اگر ہم یہہ کہیں کہ ہمارے دلوں میں جو اپنی قومی اصلاح اور تہذیب کے خیال کا شعلہ بھڑکا اور شوق کی آگ مشتعل ہوئی وہ سب حضور کی اُن نصیحتوں کا ہی اثر ہی جو حضور نے ہر وقت و ہرموقع پر مسلمانوں کو فرمائیں تو یہہ بات کچھہ مبالغہکی نہیں ہی اور جب ہم بغور اس مدرسہ کی عظمت شان کو دیکھتے ہیں اوراُس کے ساتھہ اپنی قاصر ہمتوں پر نظر کرتے ہیں اور اپنی پراگندہ بالی اور پریشان حالی کا خیال کرتے ہیں تو ہمکو یقین ہوتا ہی کہ بالشبہہ ہماری قوم ایکبڑے فخیم الشان کریم الذات شخص کی احسان کی محتاج تھی اور ایسی ذات ستودہ صفات حضور کی ذات تھی جس نے ہماری قوم کی پوری اعانتکی اور کامل امداد و فریادرسی کی اور حضور نے ہی مسلمانوں کے مدرسہ کی تعمیر کے واسطے ایک وسیع و پرفضا میدان جو نہایت خوشنما ہی عطا فرمایا جس میں مدرسۃالعلوم مسلمانان بنایا جاتاہی اور مضبوط بنیاد تعلیم متعلمان رکھی جاتی ہی اور اُس کے گرداگرد وہ باغ اور احاطہ بنایا جاتاہی جو حضور کے نام نامی سے مشہور ہوگا – اور آپ کی ہی ذات ہی جس کا شکریہ ہم پر اس وجہہ سے واجب ہی کہ آپ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مدرسہ کو عزت دی اور اپنے شیریں کلام نصیحت امیز سے طالب علموں کو مستفید فرمایا اور حضور ہی کی ذات ایسی ہی جسنے مدرسہ کے حسن و قبح اور اُس کے مصالح و مفاسد کی نگرانی کے واسطے اُس کے عہدہ وزیٹری کے قبول کرنے سے مسلمانوں پر شکریہ واجب کیا پس حضور کی ایسی ہی فیاضیوں کے سبب سے حضور کے احسانات کا ذکر ابد تک قایم رہیگا اور حضور کی یہہ ایک عمدہ یادگار آیندہ کے واسطے باقی رہیگی اور ایسے احسانات بےپایان کے سبب سے مسلمان ہمیشہ حضور کو عزت سے یاد کرتے رہینگے *

اب ہم لوگوں کو بڑا غم اس خبر کے سننے سے ہی کہ حضور ہمارے ملک سے تشریف لیئے جاتے ہیں اور ہم سے اور ہمارے وطن سے دور ہوئے جاتے ہیں اور ہمارے دل اس خیال سے ٹوٹے جاتے ہیں کہ ہم حضور کے سایہ سے جدا ہوتے ہیں اور ہمارے قلب اس تصور سے غم گیں ہیں کہ ہم پیاسوں کے پاس سے شیریں پانی جاتا ہی اور ہمارے دل کو اس بات کے سوچنے سے نہایت افسوس ہوتا ہی کہ جو فائدے ہمکو حضور کے لقاء مبارک سے ہوتے تھے اُن سے ہم محروم ہوجاوینگے اور جو روشنی ہم آپ کی ذات پر انوار سے حاصل کرتے تھے اس سے محروم رہ جاوینگے مگر ہمکو حضور کی ذات سے اُمید ہی کہ حضور ہماری طرف سے اپنی توجہہ کو نہ پھیرینگے اور ہمکو وہاں بھی نہ بھولینگے بلکہ وہیں سے ہماری غمخواری فرماوینگے اور باوجود بُعد مکان کے حضور ایسے ہی متوجہہ رہینگے جیسے کہ اب ہیں اور حضور کا دل ہماری طرف ایسا ہی لگا رہیگا گویا یہیں ہی اور وہیں سے حضور ایسے متوجہہ رہینگے کہ گویا آنکھوں سے دیکھہ رہے ہیں *

اے حضور فیاض زماں منعم بےپایاں یہہ بھی آپ پر مخفی نرہے کہ ہم مسلمانوں کا گروہ جس طرح حضور کی تعظیم و تکریم حضور کے فضائل و کمالات کے سبب سے کرتا ہی اسی طرح کی عظمت کو حضور کے مراحم و محاسن کی وجہہ سے بجالاتے ہیں علی الخصوص اس وجہہ سے کہ حضور کو علوم عربیہ و فنون ادبیہ میں تبحر کامل ہی اور جس کے سبب سے مسلمانوں کو آپ سے ایسی خصوصیت ہی جو دوسروں کو نہیں ہوسکتی اور جبکہ مسلمان یہہ بات دیکھتے ہیں کہ حضور اُنکے قدیمی علوم کی بڑی قدر شناسی کرتے ہیں اور اُن کے عمدہ فنون کی حمایت کرتےہیں تو وہ اسکا ایسا شکریہ ادا کرتے ہیں جس کے بیان سے زبان عاجز ہی اور جسکا اظہار نہیں ہوسکتا ہی حضور والا نے جو مسلمانوں کی اس التماس کے قبول فرمانے میں اُن پر بڑا احسان کیا ہی کہ وہ حضور کے احسانات کی یادگاری میں مدرسۃ کے گرد حضور کے نام

نامی پر باغ لگاویں جسکو اپنی خوبصورت کلیوں اور خوشبودار پھولوں پر فخر نہوگا بلکہ اسبات پر فخر ہوگا کہ وہ اُن کے نام پر کہلایا جاویگا اسیطرح اب ہم مسلمانوں کو یہہ اُمید ہی کہ آپ اُن کی اس التجا کو بھی مشرف بقبول فرماوینگے کہ جو ناچیز چندہ اُنہوں نے جمع کیا ہی اُس سے وہ ایک وظیفہ اُس طالب علم کے واسطے جاری کریں جو علوم عربیہ اور فنون ادبیہ میں دستگاہ حاصل کرے اور یہہ وظیفہ حضور کے نام نامی کے ساتھہ منسوب ہو تاکہ وہ ہماری آیندہ نسلوں میں اسبات کی یادگار ہو کہ حضور والا کو کیسی رغبت علوم ادبیہ و عربیہ کی طرف تھی اور حضور کے مساعی جمیلہ کی ایک نشانی اُس کے سبب سے باقی رہے چونکہ حضور کے احسانات بے انتہا ہیں تو اب ہم اس دعا پر ختم کلام کرتے ہیں کہ خدا حضور کو صحیح و سلامت خیریت سے وطن میں پہونچاوے اور جس طرح حضور کی نظر عنایت ہندوستان میں ہی ویسی ہی نظر توجہہ و الطاف انگلستان میں بھی رہے *

عہدہ داران کمیٹی کے نیابتاً سب کی طرف سے دستخط ثبت ہیں ۔

محمد عنایت اللہ خاں ... پریسیڈنٹ
محمد اسمعیل خاں ... ویس پریسیڈنٹ
سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی ... سکرٹری

مقام علیگڈہ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۸۷۶ع

جواب اڈریس بزبان اُردو

اے عزیزو — آپ لوگوں نے جو اڈریس پیش کی ہی میں اُس کو بڑی مسرت و خوشنودی سے پسند و قبول کرتا ہوں یہہ امر میری نہایت فرحت دلی کا باعث ہوا کہ میرے عہد حکومت ممالک مغربی و شمالی میں ہمنے کسیقدر پسندیدگی مسلمانوں کے گروہ عظیم کی جس کی طرف سے آپ نیابتاً یہہ اڈریس پیش کرتے ہیں حاصل کی ہی میں جانتا ہوں کہ جو توصیف آپ لوگوں نے میری کی ہی میں اُس لایق نہیں لوفرضا اگر میری طرف سے کوئی ادنی امر صادر ہوا بھی ہو جس کے باعث آپ لوگوں نے براہ مہربانی اپنے مرکوزات دلی کو ظاہر کیا ہی تو یہہ امر ہمیشہ کے لیئے میرے مقام فخر و شکر گذاری کا ہوگا پس میں بھی بمقابلہ ان اظہارات خلوص محبت و رسوخ مودت آپ لوگوں کے اپنے التفات و اخلاص نمایاں اور تاسف دلی توديع دوستان قديم کو جنکے درمیان میںنے اپنی زیادہ عمر کو بسر کیا ہی اور جو میرے نزدیک نہایت عزیز ہیں ظاہر کرتا ہوں جو طور آپ لوگوں کو میرے اس ملک کے قیام کی یادگاری قایم رکھنے کے باب میں منظور ہوئے وہ طریقہ میرے نزدیک بھی سب سے زیادہ انسب و اولی اور میری خواہش کے موافق ہی عرصہ دراز سے میں اُس زبان عمدہ کی قدر کہ جس میں آپ لوگوں نے یہہ اڈریس بعبارت فصیح و سلیس پیش کی ہی جانتاہوں اور میںنے بنفسہ عربستان کے مورخان قدیم کی تالیفات کے ملاحظہ میں برسوں سے حظ وافر حاصل کیا ہی اور مجھے یہہ اُمید ہی کہ درس تدریس اس زبان فصیح قدیم کی تحصیل علوم مغربی کی تحصیل کے ساتھہ ہی ساتھہ باعث فائدہ عظیم آپ لوگوں کے فرقہ کا ہوگا اور اسی اشتراک کے سبب سے میںنے اس علیگڈہ کے محمدی کالج کی بہبودی پر اپنی توجہہ مصروف و مبذول کی ہی لہذا آپ لوگوں کے اس ارادہ کا استماع کہ ایک اسکالرشپ بنام زد میرے مقرر ہووے میری نہایت مسرت کا باعث ہوا مجھے اُمید قوی ہی کہ یہہ عمدہ ارادہ ہمیشہ قایم رہے اگرچہ میری جہد و کارروائی کی یادگاری قایم کرنا محض آپ لوگوں کی رعایت اور احسان اور جانب داری کے سبب سے ہی لیکن رکھتا ہوں کہ اس وظیفہ سے یہہ عمدہ فائدہ حاصل ہو کہ مسلمانان ہندوستان کے ذہین ذہین اور مستعد لڑکے عربی زبان کی تحصیل میں کمال محنت و کوشش کریں اور اُس کی خوبی اور قدر زیادہ پہچانیں اے عزیزو میں نہایت خوشی سے آپ لوگوں کے فرط محاسن اخلاق کی شہادت دیتا ہوں ہندوستان کے مسلمانوں کو میںنے ہمیشہ سرکار ملکہ معظمہ کا خیر خواہ و نمک حلال پایا اور جو لوگ درجہ اعلی کے ہیں اُن میں اکثر ایسے ہیں کہ سرکار انگلشیہ کے اس کار عظیم میں کہ ملک کی بہبودی

اور رفاهیت خلق اور تہذیب اخلاق هو مساعي جمیلہ کیا کرتے هیں میں همیشہ اپنے دل پر آپ لوگوں کے احسانات کو اور حسن معاشرت کہ جس کے سبب سے آپ لوگوں میں میرے بہت دوست عزیز هیں نقش کالحجر رکھونگا اب میں کلمہ خدا حافظ زبان پر لاتا هوں اور خدائے پاک سے یہہ چاهتاهوں کہ انعام خاص اور آلے کاملہ اُس کا آپ لوگوں پر علی الدوام مبذول رهیں *

محررہ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۸۷۶ ع

آپ لوگوں کا دوست صادق
ولیم میور

ENGLISH TRANSLATION OF THE ARABIC ADDRESS.

To

THE HON'BLE SIR WILLIAM MUIR, K. C. S. I., L. L. D.

We have come before you with sincerity of purpose and a genuine desire on the part of a large body of the Muslims to offer to you our thanks for the blessings which you have bestowed upon this land and its inhabitants, for your exertions on behalf of its peace and well-being, for the benefits with which you loaded it in the days of your Government, and for the gracious favours which you copiously showered forth upon it in an abundant rain—a rain which continued unceasingly and in an ever-streaming shower during the days of your rule: and more especially for the benefits which you have most bountifully conferred upon the Muslims; we have come also to show you with how much regret the Muslims, who are filled with gratitude to you for what you have done, regard your departure and how keenly and deeply they feel the approaching separation. For truly they feel how great and noble were the exertions which you spent in promoting their education and advancement, and they offer you their heartiest thanks for them. For they are persuaded that your noble labours have borne good fruit among them, and they humbly believe that by your fair endeavour the tree of good purposes has been planted among them, the deepest impression has been made by you in their hearts, and you have traced therein furrows for the sowing of good seed. You have helped them forward with the best of help towards good education, and we hope that our people will remember you for ever with esteem.

And when it came into their hearts to establish a College for the instruction of the Muslims, and we desired to guide our children in the way of truth and pure morality and religion, and set to work to gather together the means whereby the obstacles which beset our people might be done away with, and an end might be brought to their barbarism and aversion from the acquirement of the modern sciences and useful languages, by which a man rises from the nadir of worthlessness to the zenith of knowledge, by which he is lifted from the depth of degradation to the heaven of light, by which he is clothed with the robes of comeliness and purged from the shame of boorishness—it is not unfitting that we should say that the kindling of this fire in the censers of their breasts and the lighting up of the flame of our desire and eager preparation for the rectification of our condition is due to the impression made by the counsels with which you have counselled the Muslims at every place and time, and the addresses which you were in the habit of uttering on all occasions. And when we cast our eyes upon the grandeur of our College, and think of the infirmity of our resolves, our want of union, our wretched condition, verily we know that our people needed your noble help and gracious countenance. And of a truth the help and countenance which you gave us were the best that could be given. You are he that gave us a dawning broad and splendid, and a spacious room, fair and ample, for the building of our College, and there was built therein the College for the Muslims, and there were laid therein the foundations of right direction for those who are guided by the light of knowledge, and there were raised therein the walls of its garden which is dignified by your honoured name. And you are

he that granted our request when you honoured our undertaking with your presence, and deserved our thanks when you exhorted our students with your sweet discourse to exert themselves to obtain knowledge, and you agreed to become our Visitor and guardian over the right ordering of the College, and a skilful watcher against its perversion to wrong courses. By it your noble benefactions will be held in perpetual recollection, and it will remain as an enduring land-mark among the bright records of your rule. The Muslims will remember you continually for the bounty which you showered everywhere upon them and the gracious favour with which you regarded them.

Now we are filled with grief at what we hear of your departure from this land, and lament over the news which knocks at the doors of our ears of your intention to leave India: our hearts are broken when we think of the light which flowed from your bounteous presence, and we are plunged in sorrow when we reflect how soon that clear fountain of good must be taken away from us: our souls are clouded when we think of our severance from the blessings which we enjoyed in your presence and the flames of zeal for progress which we kindled at your fire. But we trust that you will not turn away your affection from us nor forget us, but will rather think kindly of us and comfort us: that your spirit, notwithstanding the distance between us, will be careful of our progress as it now is, that your heart will incline towards us as it inclines now, and that you will continue to give heed to us even as your eyes are now looking upon us. And let it not be displeasing to you, most revered and gracious chief, most liberal and bountiful benefactor, that the Mohammedan people, as they revere and esteem you for all your great qualities and your noble character, yet honour you especially for your well-known and conspicuous attainments in Arabian learning and the literature of the Muslims. This is a peculiar reason why they should respect and honour you, and one which is not shared in by any other class in India. When they see in what estimation you hold their ancient learning, and behold the countenance you give to their honoured studies, they are filled with a gratitude which passes the powers of the tongue to utter or of speech to express. You have already been graciously pleased to grant their request that they might be permitted to plant, as a memorial of your favours shown to the College, a garden which derives its lustre from its connection with your honoured name, not from its own bloom or its sweet-scented flowers, and you have honoured them in this by your acceptance and your fulfilment of their hopes. In like manner they hope that you will honour them by permitting them to establish a scholarship, to be called after your name, and to be appropriated to a student of Arabic literature and learning, out of the small stock of money which they have collected, though it be not worthy of it. This will be for our future generations a memorial of your zeal for Western learning and your attention to the sciences of the Arabs, and an enduring record of the deep impressions which you have left on our minds and your noble exertions in our behalf.

Since there is no end to the benefits which you have bestowed upon us, we bring our words to an end with a prayer that God will bring you home to your country, leading and guiding you in the right way, safe from all dangers and labours: and we trust that you will look upon us in England with a kindly regard, even as you looked upon us with a gracious eye in India.

Signed in behalf of the contributors to the Muir Memorial Fund by

Muhammad Inayatullah Khan,—*President.*
Muhammad Ismail Khan,—*Vice-President.*
Syed Ahmed Khan, Bahadoor, C. S. I.
Secretary Muir Memorial Fund and
M. A.-O. C. F. Committee.

ALIGARH:
27th October, 1876.

The above translation of the Arabic Address is by C. J. LYALL, ESQUIRE, Under-Secretary. to the Government of India.

SIR WILLIAM MUIR'S ANSWER.

MY FRIENDS,—

I receive your address with feelings of high gratification. It is a matter of the deepest satisfaction to me that, in my administration of these Provinces, I should in any measure have secured the confidence of the great Mahometan body which you represent. I feel but too conscious how far I have come short of deserving the encomiums you have bestowed upon me; yet, that I should have done any thing in the least degree to elicit this generous expression of your feelings, I must ever regard with pride and thankfulness. Receive, then, in return, the warm reciprocation of my regard, and of my sincere sorrow at the prospect of bidding a final farewell to friends among whom I have lived during the greater part of my life, and whom I so highly and affectionately esteem.

The form in which you propose to perpetuate the memory of my residence among you, is the one which of all others most approves itself to my sympathy and judgment. I have long appreciated the study of the noble language in which the address is so simply and elegantly written, and have myself beguiled many an hour in the company of the early Arabic writers. I look to the highest advantages being gained by your race in India from the study of your beautiful and classical language combined with the study of the literature and science of the West; and it is this combination which has led me to take so special an interest in the Mahomedan College of Aligarh. It was, therefore, with no common feelings of pleasure that I learned your design of endowing a Scholarship in my name having this object in view. May your liberal project long promote this enlightened purpose; and while, in but too kind and partial a spirit, it commemorates my own humble exertions, may this endowment serve to stimulate the ingenuous youth of the Mahometans of Upper India to a more strenuous study and appreciation of the Arabic language.

My Friends, as for yourselves, I gladly bear witness to your many virtues. I have ever found the Mussulmans of Upper India faithful to the Queen; and, amongst their superior ranks, very many who have been forward to support the British Government in its great work of promoting the prosperity and elevating the social and moral condition of the people.

I shall carry with me, and ever bear in my heart, the memory of the goodness I have experienced at your hands and of associations which have enshrined many amongst you in the number of friends very dear to me. Farewell! and may every blessing attend you!

Your sincere and faithful friend,
W. MUIR.

The 27th October 1876.

بمقام علیگڈھ — مطبع انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ
محمد عبدالرزاق کے اھتمام سے شایع ھوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تهذيب الاخلاق

جلد هفتم] يكم ربيع الاول سنه ۱۳۰۷ نبوي سنه ۱۲۹۴ هجري [نمبر ۹

حب القوم من الايمان فمن يسع في اعزاز قومه انما يسعى في اعزاز دينه

اِطلاع

تشريح قيمت و مصرف منافع تهذيب الاخلاق

جسقدر روپيه بابت اس پرچه کے وصول هو وه کسي خاص شخص کي ملکيت نهوگا بلکه اس پرچه کے اجرا و ترقي ميں صرف کيا جاويگا اور باقي مدرسة العلوم مسلمانان کي ترقي کے ليئے ديديا جاويگا جو سالانه ممبروں سے ليا جاتا تها وه سال سنه ۱۲۹۳ هجري سے نهيں ليا جاويگا اُميد هي که يهه پرچه خود اپ اپنے اخراجات حاصل کرليگا ليکن اگر کوئي شخص بطور ڈونيشن کے کچهه دينا چاهے نهايت احسان مندي سے ليا جاويگا *

يهه پرچه هر مهينے ميں ايک بار يا دو بار يا تين بار جيسا که مقتضاے مضامين هوگا چهپا کريگا خريداروں کو چار روپيه سالانه قيمت پيشگي ديني هوگي اور اخراجات روانگي پرچه سے اُن کو کچهه تعلق نهوگا *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچه خريدنا چاهيگا اُسکو في پرچه چار انه معه اخراجات روانگي پرچه دينا هوگا بشرطيکه وه پرچه زايد تر ميں موجود هو *

اطلاع

بخدمت ممبران و خريداران و ناظرين تهذيب الاخلاق

اس پرچه کي بابت جس صاحب کو کچهه خط و کتابت کرني منظور هو يا خريداري اِس پرچه کي مد نظر هو يا کوئي مضمون اِس پرچه ميں مندرج هونے کے ليئے بهيجنا هو يا زر قيمت اخبار يا کچهه روپيه بطور ڈونيشن کے منايت فرمانا هو تو سيد احمد خاں بهادر سي ايس آئي پاس بمقام ملّيکڈه بهيجا جاوے فرض که تمام خط و کتابت بابت اس پرچه کے اُنهي سے کي جاوے کيونکه اهتمام ترتيب اِس پرچه کا اور تمام حساب و کتاب اس کا اُن سے تعلق رکهتا هي *

اس پرچه ميں صرف مضامين مفيدة جو مسلمانوں سے متعلق هيں چهاپه هوتے هيں اور اس سبب سے اخبار امصار و ديار اس ميں مندرج نهيں هوتے — مقصود اس پرچه کے اجرا سے يهه هي که مسلمانوں کي حسن معاشرت اور تهذيب کي ترقي هو اور جو غلط اوهام مذهبي اس ترقي کے مانع هيں اور در حقيقت مذهب اسلام کے بهي برخلاف هيں وه بهي مٹائے جاويں *

بقیہ مضمون خطبہ

(اسلام سب کے حق میں رحمت ہے)

الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانہا و من الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانہا و غرابیب سود و من الناس و الدواب و الانعام مختلف الوانہ کذلک (سورۃ فاطر)

ان فی السموات و الارض لایات للمومنین و فی خلقکم و ما یبث من دابۃ ایات لقوم یوقنون و اختلاف اللیل و النہار و ما انزل اللہ من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتہا و تصریف الریاح آیات لقوم یعقلون ۔ تلک ایات اللہ نتلوہا علیک بالحق فبای حدیث بعداللہ و ایاتہ یومنون (سورۃ جاثیہ)

ھوالذی انزل من السماء ماء فاخرجنابہ نبات کل شی فاخرجنا منہ خضرا نخرج منہ حبا متراکبا و من النخل من طلعہا قنوان دانیۃ و جنات من اعناب و الزیتون و الرمان مشتبہاً و غیر متشابہ انظروا الی ثمرہ اذا اثمر و ینعہ ان فی ذالکم لایات لقوم یومنون (سورۃ انعام)

ھوالذی مدالارض و جعل فیہا رواسی و انہارا و من کل الثمرات جعل فیہا زوجین اثنین یغشی اللیل النہار ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون (سورۃ رعد)

و فی الارض قطع متجاورات و جنات من اعناب و زرع و نخیل صنوان و غیر صنوان یسقی بماء واحد و نفضل بعضہا علی بعض فی الاکل ان فی ذلک لایات لقوم یعقلون (سورۃ رعد)

الذی جعل لکم الارض مہدا وسلک لکم فیہا سبلاً و انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ازواجا من نبات شتی کلوا وارعوا انعامکم ان فی ذلک لایات لاولی النہی (سورۃ طہ)

و الانعام خلقہا لکم فیہا دفء و منافع و منہا تاکلون و لکم فیہا جمال حین تریحون و حین تسرحون و تحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس (سورۃ نحل)

و ان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و دم لبنا خالصاً سایغاً للشاربین (سورۃ نحل)

و من ایاتہ الجوار فی البحر کالاعلام ان یشاء یسکن الریح فیظللن رواکد علی ظہرہ ان فی ذلک لایات لکل صبار شکور (سورۃ شوری)

واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون — الم یروا الی الطیر مسخرات فی جو السماء ما یمسکہن الا اللہ ان فی ذلک لایات لقوم یومنون (سورۃ نحل)

خدا کے ہونے کی نشانیوں میں سے ہی کہ اُسی کے حکم سے آسمان و زمین کھڑے ہیں ۔ خدا کے ہونے کی نشانیوں میں سے ہی کہ مینھہ کی خوش خبری لانے والی ہوا کو چلاتا ہی تاکہ اُس کی رحمت کا تم مزا چکھو اور اُس کے حکم سے پانی سے کشتیاں چلیں ۔ خدا وہ ہی کہ ہوا چلاتا ہی پھر وہ بادلوں کو ہانک لاتی ہی پھر جس طرح چاہتا ہی آسمان میں پھیلا دیتا ہی اور پھر بادلوں کا دل کردیتا ہی پھر اُس میں سے بوندیں ٹپکاتا ہی ۔ خدا وہ ہی جسنے تمکو پہلے نہایت ہیچ ناتوان پیدا کیا پھر قمکو ناتوانی سے قوی کیا پھر قوی سے ضعیف کردیا اور بڑھاپے سے تمہارے بال بھی سفید کردیئے ۔ کیا تونے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اُس سے رنگ برنگ کے پھل پیدا کیئے اور پہاڑوں میں سفید و سرخ اور سیاہ بھجنگ تھیں نکالیں اور اسیطرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپاؤں میں طرح بطرح کے رنگ بنائے ۔ آسمانوں میں اور زمین میں خدا کے ہونے پر یقین والوں کے لیئے بہت سی نشانیاں ہیں اور تمہارے پیدا کرنے میں اور جانوروں کو پھیلانے سے پھیلانے میں یقین والوں کے لیئے بہت سی نشانیاں ہیں اور رات کے جانے اور دن کے آنے اور اُنکے بڑا ہونے اور چھوٹا ہونے اور آسمان سے مینھہ کے برسنے پھر مردہ زمین کے زندہ کرنے اور ہوا کے ادل بدل کرنے میں سمجھدار لوگوں کے لیئے بہت سی نشانیاں ہیں یہہ اللہ کی نشانیاں ہیں جو ٹھیک تجھکو بتلاتی ہیں پھر کونسی بات ہی جسپر اللہ کی اور اُسکی نشانیوں کے بعد ایمان لاوینگے ۔ خدا وہ ہی جو برساتا ہی آسمان سے پانی پھر پانی کے سبب ہمنے تمام اُگنے والی چیزیں پائیں پھر ہمنے اُس سے سبز پردے نکالے جس میں سے دانوں کے گچھے نکلتے ہیں اور کھجور کے درختوں میں اُن کی پھنگ میں سے پھل کے پرجھہ سے زمین کو جھکے ہوئے گابھے نکلتے اور انگور اور زیتون اور انار کے باغ ایک سے اور الگ طرح کے اُگتے ہیں دیکھو اُس کے پھل کو جبکہ وہ پھلے اور پکے اُس میں بھی بڑے شبہہ اُن لوگوں کے لیئے جو ایمان والے ہیں خدا کے ہونے کی نشانیاں ہیں ۔ اللہ وہ ہی جس نے زمین کو ایسا بڑا بنایا اور اُس میں پہاڑ اور دریا بنائے اور اُس میں تمام پھلوں کو دو دو بنایا ، رات سے دنکو چھپا دیتا ہی اس میں بھی بے شک اُن لوگوں کے لیئے جو غور کرتے ہیں خدا کے ہونے پر نشانیاں ہیں — اور زمین کے مختلف ٹکڑے آپس میں ملے ہوئے ہیں اور انگور کے باغ ہیں ، کھیت ہیں اور کھجور کے درخت ہیں کسی کی بہت گھنی شاخیں ہیں اور کسی کی چھدری جو ایک سے پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور کھانے میں ایک دوسرے سے مزیدار ہیں اس میں بھی بے شک اُن لوگوں کے لیئے جو سمجھتے ہیں خدا کے ہونے پر نشانیاں ہیں ۔ وہ خدا ہی جسنے تمہارے لیئے زمین کو پنگوڑھا بنایا اور تمہارے لیئے اُس میں رستے جاری کیئے اور آسمان سے مینھہ برسایا پھر ہمنے پانی کے سبب مختلف اُگنے والی چیزوں کے جوڑے نکالے کھاؤ اور اپنے جانوروں کو چراؤ اسمیں

عجیب عقل والوں کے لیئے خدا کے ہونے پر نشانیاں ہیں ۔ اور تمہارے لیئے معیشت کو پیدا کیا اُن میں گرم ہونے کا سامان اور بھی سے منافع ہیں اور اُنھی میں سے تم کھاتے ہو اور تمکو اُن سے زیبایش ہی جبکہ شام کو چراکر لاتے ہو اور چرانے کو لیجاتے ہو اور تمہارا بوجھ کسی شہر کو اُٹھا لیجاتے ہیں جہاں تم بغیر ادھموئے ہوئے نہ پہنچ سکتے تھے ۔ اور تمہارے لیئے معیشت میں ایک بڑی نصیحت ہی ہم تمکو وہ چیز پلاتے ہیں جو اُن کے پیٹ میں گوبر و لہو کے سبب بنتی ہی یعنی اچھا خاصا دودھ جو پینے والوں کے حلق میں آسانی سے اُتر جاتا ہی ۔ اور خدا کے ہونے کی نشانیوں میں ہیں پہاڑوں کی مانند جہاز سمندر میں چلنے والے اگر خدا چاہے ہوا بند کردے سمندر کی پیٹھ پر ٹھہر جاویں اس میں بھی بے شک اُن لوگوں کے لیئے جو صابر و شاکر ہیں خدا کے ہونے پر نشانیاں ہیں ۔

اور اللہ نے تمکو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا تم کچھہ نہیں جانتے تھے بنایا تمہارے لیئے سننا اور دیکھنا اور دل تاکہ تم شکر کرو کیا تم پرندوں کو نہیں دیکھتے جو اُدھر آسمان کی وسعت میں ہیں کون اُنکو تھامے ہوئے ہی بجز خدا کے اُسمیں بھی بیشک اُن لوگوں کو جو ایمان والے ہیں خدا کے ہونے پر نشانیاں ہیں ۔

اگر چند آیتوں کے مضامین کو مختصراً ایک جگہہ جمع کردیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ کس خوبی اور فصاحت و بلاغت سے خدا کے ہونے پر قدرتی چیزوں سے استدلال کیا گیا ہی — دنیا کو دیکھو تہ در تہ کیسی عجیب ہی ، تاروں بھرا آسمان ، اندھیرے کو اُجالا کرنے والا سورج ، گھٹنے بڑھنے والا اندھیری رات میں چاندی کیسے پتوں پچھادینے والا چاند ، دریا کی موجوں اور بےنشان رستوں میں رستہ بتانے والے ستارے ، خدا کی طرح طرح صنعتیں تولی ہوئی آنکھوں والوں کو خدا کے ہونے کی بڑی نشانیاں ہیں ۔ یہہ زمین خدا نے تمہارے لیئے بنائی اُسمیں ہر طرف کو جانے آنے کے رستے رکھے تم اُسپر رہتے ہو اور اِدھر اُدھر پھرتے ہو ، پادلوں کے بےانتہا دل اس نیلے گھیرے کے سینہ میں پیدا ہوتے ہیں کوڑے رہتے ہیں ڈولتے پھرتے ہیں پھر غایب ہوجاتے ہیں کہاں سے آتے ہیں اور کہاں چلے جاتے ہیں ، یہہ پہاڑوں کی صورت کے اجگو بادل روئی کے پھوئے کی طرح ہوا کے جھکولے سے اُڑتے پھرنے والے دل کے دل موسلادھار مینھہ برساتے ہیں پژمردہ زمین کو سرسبز کرتے ہیں گھانس اُگتی ہی اُونچے اُونچے کھجور کے درخت پتوں کی خوشنما چھتریوں سمیت اُگتے ہیں جنکے گوہ کھجوروں کے گچھے لٹکتے ہیں کیا یہہ اُسکے پیدا کرنےوالے کے ہونے کی نشانیاں نہیں ہیں ۔ تمہاری مویشی بھی کیا عجیب نہیں ہی تمہارے لیئے گھانس کو دودہ بنادیتی ہی اُسکی اُون سے تم اپنی پوشاکیں بناتے ہو دوپہر جنگل میں چرتی ہیں شام کو صف باندہکر تمہارے گھر آتی ہیں ، پھر اُن بڑے بڑے پہاڑوں یعنی جہازوں کو دیکھو جو اپنے کپڑے کے پر پھیلائے سمندر کی لہروں پر دوڑتے اُڑتے پھرتے ہیں پر پھیلاتے ہیں جسے کرتے ہوئے جاتے ہیں ہوا اُنکو لیئے پھرتی ہی مگر جب خدا نے ہوا بند کرلی تو وہ مردہ کی طرح پڑے ہیں پھر ہل تک نہیں سکتے کیا یہہ ایک کرشمہ نہیں ہی ۔ تم کیا کرشمہ چاہتے ہو تم خود کیا کچھہ کرشمہ نہیں ہو چند برس پہلے تمہارا وجود نہ تھا تمکو خدا نے مٹی سے پیدا کیا پھوٹے سے بڑا کیا خوبصورت بنایا طاقت تمکو دی خیالات کی قوت تم میں رکھی تمکو ایک دوسرے پر رحم آتا ہی اگر تمکو ایسا نہ بناتا تو تمہارا کیا حال ہوتا پھر تمہارے بال سفید ہوتے ہیں تمہاری طاقت گھٹ جاتی ہی ناتوان ہوجاتے ہو پھر تمہارا وجود نہیں رہتا یہہ سب چیزیں اُس کے بنانے والے کے ہونے کی نشانیاں ہیں —

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

تمام قرآن اسی قسم کے قدرتی مضامین سے بھرا ہوا ہی جن سے اُس علۃ العلل یعنی خدا کے ہونے پر استدلال کیا ہی پھر خدا کی وحدانیت کی دلیلیں عام فہم طریقہ پر بیان کی ہیں اور یوں فرمایا ہی کہ "کسنے پیدا کیا آسمانوں اور زمین

امن خلق السموات والارض و انزل لکم من السماء ماء فانبتنا بہ حدایق ذات بھجۃ ماکان لکم ان تنبتوا شجرھا الہ مع اللہ بل ھم قوم یعدلون ۔ امن جعل الارض قرارا و جعل خلالھا انھارا و جعل لھا رواسی و جعل بین البحرین حاجزا الہ مع اللہ بل اکثرھم لایعلمون ۔ (سورہ نمل)

لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا (سورہ انبیاء)

کو اور کسنے تمہارے لیئے آسمان پر سے مینھہ برسایا پھر ہمنے اُس سے فرحت بخش باغ اُگائے تم اُن کے درخت نہیں اُگا سکتے تھے کیا خدا کے ساتھہ کوئی اور خدا ہی مگر کافر وہ لوگ ہیں جو سیدھی راہ سے پھر جاتے ہیں — کسنے زمین کو ٹھہرنیکی جگہہ بنایا اور کسنے اُس میں دریا بنائے اور کسنے زمین کے پہاڑ بنائے اور کسنے دو سمندروں میں جزیرہ بنایا کیا خدا کے ساتھہ کوئی اور خدا ہی مگر بہت کافروں میں سے نہیں جانتے — اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوتے تو دونوں برباد ہوجاتے —

ہرگیاہیکہ از زمیں روید * وحدہ لا شریک لہ گوید

پس اُمور مذہبی میں جیسی آزادی رائے اسلام میں ہی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی ۔

یہہ کہنا کہ اسلام کے نہ قبول کرنے کی لازمی سزا تلوار ہی مذہب اسلام پر منجملہ اُن سخت اور جھوٹے الزاموں کے ایک الزام ہی جو غیر مذہب والوں نے ناانصافی سے اُس پر کیئے ہیں یا وہ مذہب اسلام سے ناواقف ہیں یا دیدہ و دانستہ حق پوشی کی نظر سے باندھے ہیں اسلام صرف دلی یقین اور قلبی تصدیق پر منحصر ہی اور دلی یقین جبر و زبردستی سے پیدا ہی نہیں ہوسکتا پس کیونکر یہہ بات خیال میں آسکتی ہی کہ جس چیز سے وہ بات پیدا ہی نہیں ہوسکتی جسکی ضرورت اسلام کے لیئے ہی اُس کے کرنے کو خود اسلام ہی ہدایت کرے جو لوگ مذہب اسلام سے کچھہ بھی واقفیت رکھتے ہیں اور خدا کے کلام کو ایک ادنی توجہ سے ہی دیکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہہ خیال کہ اسلام زبردستی و تلوار کے زور سے قبلایا جاتا ہی قرآن مجید کے اس صاف اور روشن حکم کے بالکل برخلاف ہی جہاں خدا نے فرمایا ہی کہ "دین پر لانے میں کچھہ دباؤ ڈالنا نہیں ہی کیونکہ سیدھی راہ یعنی اسلام گمراہی یعنی کفر سے ملائیہ خوب کھل گئی ہی پھر جو کوئی بتوں کا منکر ہو اور اللہ پر ایمان لائے تو بے شک اُسنے نہایت مضبوط کنگورہ پکڑ لیا ہی جو ٹوٹنے کے قابل نہیں ہی اور اللہ سننے والا جاننے والا ہی" ایک

لااکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لاانفصام لہا واللہ سمیع علیم (سورہ بقر آیت ۲۵۷)

اور جگہہ خدا نے فرمایا ہی کہ "اگر چاہتا اللہ تیرا پروردگار تو سب جو زمین میں ہیں اُنھے ایمان لے آتے پھر کیا تو دباؤ ڈالتا ہی لوگوں پر تاکہ مسلمان ہوجاویں (یعنی دباؤ سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا) کسی شخص کو یہہ بات ممکن نہیں ہی کہ بغیر حکم خدا کے ایمان لاوے اور اللہ اُن لوگوں پر ناپاکی ڈالتا ہی جو نہیں سمجھتے"۔

و لوشاء ربک لامن من فی الارض کلہم جمیعا افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین و ماکان لنفس ان تؤمن الاباذن اللہ و یجعل الرجس علی الذین لایعقلون (سورہ یونس آیت ۹۹ و ۱۰۰)

جس اُصول پر کہ حضرت موسی نے کافروں پر تلوار کھینچی تھی اور یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک خدا کے حکم سے وہ تلوار کھینچی گئی تھی کہ تمام کافروں اور بت پرستوں کو بغیر کسی استثنا کے قتل و غارت و نیست و نابود کردیں اُس اُصول پر مذہب اسلام نے کبھی تلوار کو میان سے نہیں نکالا، اُسنے کبھی تمام کافروں اور بت پرستوں کے نیست و نابود کرنے کا یا کسیکو تلوار کی دھار سے مجبور کرکے اسلام قبلوانے کا ارادہ نہیں کیا، ہاں بلشبہہ اسلام نے بھی تلوار کو نکالا مگر دوسرے مقصد سے یعنی خدا پرستوں کی امن اور اُن کی جان و مال کی حفاظت اور اُنکو خدا پرستی کا موقع ملنے کو اور یہہ ایک ایسا منصفانہ اُصول ہی جس پر کوئی شخص کسی قسم کا الزام نہیں لگا سکتا۔

اسلام میں سب سے بڑا مقصد جیسا اُس لازوال ہستی پر خود یقین لانا ہی ویسا ہی اُسکے وجود اور اُس کی وحدانیت کا علی العموم مشتہر کرنا ہی۔ شروع اسلام کے زمانہ کے مسلمانوں پر بھی بڑا فرض تھا اور حال کے زمانہ کے مسلمانوں پر بھی بقدر اُس حاجت اور ضرورت کے جو اب پائی ہی فرض ہی کہ کافروں میں اور کافروں کے ملک میں جاویں اور ایسے خدائے واحد کے وجود کا یقین جو دلوائی نہیں دیتا اپنے وعظ و نصیحت سے لوگوں کے دلوں میں بٹھلاویں جن ملکوں میں اس مقصد کے ادا کرنے میں کوئی مانع و مزاحم نہیں ہی اُس ملک پر اسلام نے تلوار نکالنے کی اجازت نہیں دی مگر جب کافر خدا کے نام کی منادی کے مانع ہوں اور خدا پرستوں کو جان و مال کے امن سے نہ رہنے دیں جیسیکہ مکہ کے کافروں نے کیا اور پھر جہاں کہیں وہ بھی تعاقب میں دوڑے اُس وقت بلا شبہہ اپنا بچاؤ کرنے کا اور خدا کے نام کو بلند کرنے کی غرض سے اسلام نے تلوار نکالنے کی اجازت دی ہی مگر اُسی وقت تک جبتک کہ یہہ مقصد حاصل ہو جاوے تاکہ مسلمانوں کو جان و مال کی حفاظت ہو اور بذریعہ وعظ و تلقین و پند و نصایح کے خدائے واحد ذوالجلال کا جلال لوگوں کے دل میں بٹھاویں تاکہ اُسی واحد حقیقی کی پرستش دنیا میں جاری ہو مسلمان کافروں میں پامن و امان رہیں اور اپنے چال چلن اور عادت و عبادت اور اخلاق محمدی سے خود اپنے تئیں مجسم اسلام بنادیں تاکہ کافر نور اسلام کو اُس مجسم اسلام میں دیکھیں اور اسلام پر دل سے یقین لاویں۔

ہمارے اس قول کی تصدیق کہ تلوار صرف اُسی مقصد کے حاصل ہونے تک نکالی جاتی ہی کہ کافروں کے زبردستی مسلمان ہونے کے مقصد سے اس بات سے ہوتی ہی کہ بمجرد حاصل ہونے اس مقصد کے تلوار میان میں رکھہ لی جاتی ہی گو کہ ایک بھی کافر مسلمان نہوا ہو۔

یہہ مقصد یعنی یہہ کہ مسلمان امن سے رہیں اور خدائے واحد کی پرستش کیا کریں اور خدا کا نام لوگوں میں بلند کریں اور اپنے چال چلن اور عادت و عبادت و اخلاق و محبت و مودت سے اسلام کی

جس صورت لڑکوں کو ڈھالویں تین طرح سے حاصل ہوتا ہی ' یا تو یہ کہ ایک مذہب ہو جاوے اور وہاں کے لوگ مسلمان ہو جاویں جیسیکہ مدینہ میں ہوا ۔

یا یہہ کہ صاحب رہے یعنی قرار ادائے فرایض مذہبی سے متعرض نہوں جیسیکہ ابتداً مکہ میں تھا یا جن مسلمانوں نے حبشہ میں ہجرت کی تھی اُن کا حال تھا یا کافر لڑائی کی حالت میں مسلمانوں کو ملک میں رہنے اور آمد و رفت کرنے اور اُن کی جان و مال کی حفاظت اور ادائے فرایض مذہبی سے متعرض نہوتے ہو صلح کرلیں ۔

یا یہہ کہ ملک فتح اور قرار مغلوب ہو جاویں تاکہ اُن کو طاقت ہی کی مسلمانوں سے ادائے فرایض مذہبی اور اعلائے کلمۃ اللہ کی نرہے ۔

ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت سے مقصد حاصل ہونے کے بعد فوراً تلوار میان میں رکھہ لی جاتی ہی کہ نہ ایک کافر بھی مسلمان نہوا ہو اور اگر پچھلے دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ میں امن قایم ہوا ہو تو کسی کو کسی کی مذہبی رسومات میں دست اندازی کا اختیار حاصل نہیں ہوتا ہر شخص کو آزادی رہتی ہی کہ بغیر اس کے کہ کوئی شخص اُس کو ایذا پہونچاوے اپنے مذہب کی تمام رسومات کو ادا کرے ۔

اس بیان سے اُن مصنفوں کی بھی سخت غلطی صاف صاف ظاہر ہوتی ہی جنھوں نے لکھا ہی کہ "اسلام میں دوسرے مذہب کو آزادی سے رہنم دینا مطلق نہیں ہی" ہاں ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ مسلمان متعصبوں میں سے بعضوں نے نہایت بے رحمی کی اور دوسرے مذہب کی آزادی کو برباد کردیا مگر مذہب اسلام کا اندازہ اُن کے افعال سے نکرنا چاہیئے بلکہ ہمکو یہہ بات تحقیق کرنی چاہیئے کہ آیا اُنھوں نے مذہب اسلام کے مطابق عمل کیا یا نہیں اور اُس وقت ہمکو صاف یہہ بات معلوم ہو جاویگی کہ اُن کے افعال مذہب اسلام کے بالکل بوخلاف تھے مگر اسی کے ساتھہ ہمکو یہہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ وہ مسلمان متعصب جو اپنے مذہب کے بھی پابند تھے دوسرے مذہب کی آزادی میں خلل انداز نہ تھے اور اپنی تمام رعایا کو بلا لحاظ قوم و مذہب کے ہر طرح کا امن اور آزادی بخشتے تھے ۔ تواریخ سے ہمکو بیشمار مثالیں مسلمان متعصبوں کی دوسرے مذہب کو آزادی سے رہنے کی ملتی ہیں اور ہم اس مقام پر چند راویوں کو نقل کرتے ہیں جو کتاب میں عیسائی مصنفوں نے لکھی ہیں اور جن سے ثابت ہوتا ہی کہ دوسرے مذہب کو آزادی سے رہنا اسلام کی خاصیت میں سے ہی *

چیمبرز سائکلو پیڈیا میں ایک عیسائی مصنف نے جس کی ذات سے بہت کم توقع ہوسکتی ہی کہ وہ اسلام کا طرفدار ہو اسپین کی عام تواریخ پر ایک آرٹکل لکھا ہی اور اُس نے اس معاملہ میں یہہ لکھا ہی کہ "اسپین کے بنی امیہ خلیفوں کی حکومت کی ایک مشہور و معروف بات قابل بیان کے ہی کیونکہ اُس سے اسپین کے ہمعصر (یعنی عیسائی) اور پچھلے مسلمان بادشاہوں کے مقابلہ میں بلکہ اس اُنیسویں صدی کے زمانہ تک اُن بادشاہوں کی بڑی سوداگری پائی جاتی ہی یعنی اُنکا عام طور سے دوسرے مذہب کو مذہبی معاملات میں آزادی کا دینا" ۔

گائنوی ہیگنز صاحب نے اس معاملہ کی نسبت یہہ لکھا ہی کہ کوئی بات ایسی عام نہیں ہی جیسا کہ عیسائی پادریوں کی زبانی مذہب اسلام کی مذمت اس وجہہ سے سننے میں آتی ہی کہ اُس میں تعصب زیادہ ہی اور اُس میں دوسرے مذہب کو آزادی نہیں ہی ۔ یہہ عجیب زعم اور محض ریاکاری ہی ' وہ کون تھا (عیسائی) جس نے مور مسلمان باشندگان اسپین کو اسپین سے بایںوجہہ جلاوطن کردیا تھا کہ وہ عیسائی مذہب قبول نہیں کرتے تھے ' اور وہ کون تھا (عیسائی) جس نے میکسیکو اور پیرو کے لاکھوں باشندوں کو قتل کیا تھا اور اُن سب کو بطور غلام کے دیدیا تھا اس وجہہ سے کہ وہ عیسائی نہ تھے ' مسلمانوں نے بمقابلہ اس کے پرتگال میں کیا کیا ' کئی صدیوں سے عیسائی امن و امان کے ساتھہ اپنی ملکیت پر قابض چلے آتے ہیں اور اُن کے مذہب ' اُن کے پادریوں ' اُن کے بشپ اُن کے بزرگوں ' اُن کے گرجاؤں کی نسبت دست اندازی نہیں کی گئی ہی ' جو لڑائی بالفعل (یعنی بزمانہ تحریر نقایہ) یونانیوں اور ترکوں میں ہو رہی ہی وہ یہ نسبت اُس لڑائی کے جو حال میں دیموارا کے حبشیوں اور انکروزوں میں ہوئی تھی کچھہ زیادہ مذہب کی وجہہ سے نہیں ہی ۔ یونانی اور حبشی اپنے متعصبوں کی اطاعت سے آزاد ہوا چاہتے ہیں اور اُن کا ایسا کرنا واجب ہی ' جب کبھی خلیفہ منتخب ہوتے تھے اور وہاں کے باشندے مسلمان ہوجاتے تھے تو فوراً اُنکا رتبہ بالکل متعصبوں کے برابر ہوجاتا تھا سب ایک نہایت دانشمند مگر غیر معتقد عالم نے سراسین یعنی مسلمانوں کے ذکر میں بیان کیا ہی کہ وہ کسی شخص کو ایذا نہیں دیتے تھے اور یہودی اور عیسائی سب اُن میں خوش و خورم تھے ۔

"لیکن اگرچہہ معلوم ہوتا ہی کہ مور اس وجہہ سے جلا وطن کی گئی تھی کہ وہ عیسائی مذہب قبول نہیں کرتی تھی مگر مجھکو گمان ہی کہ اسکا سبب اور ہی تھا یعنی میں خیال کرتا ہوں کہ وہ اپنی دلیریوں سے عیسائیوں پر اسقدر غالب آگئی تھی کہ ڈاندان

عیسائی ملک یعنی دیندار سمجھتے تھے کہ اُنکی دلیلوں کا جواب صرف مذہبی عدالت سے سزا دینا اور تلوار سے ہوسکتا ہی اور مجھکو کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ جہاں تک اُن کی ناقص قوت جواب دینے کے پاب میں تھی وہاں تک اُنکا یہہ خیال صحیح تھا ، جن ملکوں کو خلیفہ فتح کرتے تھے وہاں کے فریب خوردہ ہندے خواہ یونانی ، ایرانی اسپینی خواہ ہندو قتل نہیں کیئے جاتے تھے جیسا کہ عیسائیوں نے بیان کیا ہی بلکہ فتح ہوتے ہی وہ سب پامن و امان اپنی ملکیت اور اپنے مذہب پر قایض چھوڑ دیئے جاتے تھے اور اس پچھلے حق کی باپت ایک † محصول دیتے ہیں جو اسقدر خفیف ہوتا ہی کہ کسیکو گراں نہیں معلوم ہوتا ، خلیفوں کی تمام تاریخ میں کوئی بات ایسی نہیں مل سکتی ہی جو ایسی رسوائی کا باعث ہو جیسیکہ (عیسائیوں میں) مذہبی عدالت سے سزا دینا تھا اور نہ ایک مثال بھی اِس بات کی پائی جاتی ہی کہ کوئی شخص اپنا مذہب نہ چھوڑنے کے سبب جلایا گیا ہو ، نہ مجھکو یہہ یقین ہی کہ زمانہ امن میں صرف اِس وجہہ سے قتل کیا گیا ہو کہ اُس نے مذہب اسلام قبول نہیں کیا ، اسمیں کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ پچھلے مسلمان فقہمندوں نے اپنی فتوحات میں بڑی بڑی بیرحمیاں کی ہیں جنکا الزام عیسائی مصنفوں نے بڑی جد و جہد سے مذہب اسلام پر لگایا ہی مگر یہہ واجب نہیں ہی ، درحقیقت مذہبی تعصب کے باعث لڑائی کی خرابیاں زیادہ ہوگئیں مگر اسباب میں مسلمان فقہمند کچھہ عیسائیوں سے زیادہ بدتر نہ تھے " .

اس کے بعد مسٹر گاڈفری ہیگنز صاحب نہایت شایستہ ملکوں میں بھی دوسرے مذہب کی آزادی کے باب میں شبہہ کرتے ہیں اور ایک دلچسپ تقریر لکھتے ہیں کہ " عیسائی پادریوں کی کوششوں کو اگرچہ بحسب ظاہر بہت بڑی وسعت دی گئی ہی مگر معلوم ہوتا ہی کہ اُن میں کچھہ بڑی کامیابی نہیں ہوئی وہ لکھتے ہیں کہ مجھکو اس امر کی نسبت کسی قدر شبہہ ہی کہ اس شایستہ زمانہ میں بھی جیسانہ وہ مشہور ہی اُموقت کیا ہو اگر سلطان روم (جسطرح کہ ہمارے پادریوں نے مسٹر ڈریمنڈ نامی کو اپنے خاص مذہب کی تلقین کے لیئے جنیوا میں بھیجا تھا) اپنے ایک نہایت عالم مفتی کو لندن میں ایک مسجد بناتے اور قرآن کا وعظ کرنے کو بھیجے — مجھکو اندیشہ ہی اور یہہ میرا اندیشہ معقول وجہہ پر مبنی ہی کہ اُسکے سبب سے جو آگ کہ سنہ ۸۰ ع میں یا حال میں بمقام برمنگہم مشتعل ہوئی تھی وہ پھر پادریوں کی بدولت بھڑک اُٹھے اور ہمارے وزیر اُس کا جواب ایک ایڈمرل یعنی امیرالبحر کے مرتبہ سے دیں جس کی یہہ راے ہوگی کہ قسطنطنیہ پر گولہ اندازی کرنا ممکن ہوگا " .

مگر مجھکو مسٹر ہیگنز کی راے کے ساتھہ ایک بات کا ذکر کرنا مناسب ہوگا ، میں سمجھتا ہوں کہ لندن کی شایستگی مسٹر ہیگنز کے زمانہ سے اب ترقی پر ہی جب میں لندن میں تھا تو ایک شخص مسمی ڈاکٹر پرفکٹ نے عین لندن میں ایک مکان لیا تھا اور ہرایتوار کو اُس مکان میں برخلاف مذہب عیسائی کے لکچر دیا کرتا تھا اور جو لوگ چاہتے تھے وہاں جاکر اُسکا لکچر سنتے تھے میں بھی کئی دفعہ اُسکا لکچر سننے گیا تھا اور ایک دفعہ اُسنے قرآن اور اسلام پر بھی لکچر دیا تھا ، اچھا لکچر تھا مگر جو عام غلطیاں قرآن اور اسلام کی نسبت انگریزوں میں پھیلی ہوئی ہیں وہ اُس کے لکچر میں بھی تھیں ، میں نے سنا کہ پادریوں نے اُسکا لکچر بند کرنے میں بڑی کوشش کی مگر پارلیمنٹ سے کچھہ کامیابی نہیں ہوئی .

جان ہیون پورٹ نے اپنی نقاب مسمی اپالجی میں لکھا ہی کہ تائیسا کی کونسل میں یہہ امر واقع ہوا تھا کہ کاستیلتائین نے پادریوں کی جماعت کو وہ اختیار دیا تھا کہ جس سے نہایت ہیبت ناک نتیجے پیدا ہوئے تھے جنکا خلاصہ ان چند سطروں میں مذکور ہی ، خونریزی اور بربادی اُن احمقانہ تو جہادوں کی جو عیسائیوں نے قریب دو سو برس کے عرصہ تک ترکوں پر کیئے تھے اور جس میں کئی لاکھہ آدمی ہلاک ہوئے ، قتل کرنا اُن شخصوں کا جو اِس عقیدہ کو نہیں مانتے تھے کہ انسان کا دوبارہ اصطباغ ہونا چاہیئے ، لوتھر کے پیروؤں اور روملکیتھلک مذہب والوں کا دریاے راھئن سے لیکر انتہاے شمال تک قتل ہونا ، وہ قتل جسکا حکم ہنری ہشتم اور اُس کی بیٹی میری نے دیا ، فرانس میں سینٹ بارتھولومیو کا قتل ہونا ، چالیس برس تک

† مسٹر ہیگنز نے یہاں غلطی کی ہی کافروں سے جو مقہور ہوجاتے ہیں اس معاوضہ میں کہ اُنکو اُن کے مذہب پر چھوڑدیا گیا ہی جزیہ نہیں لیا جاتا ، بلکہ اس وجہہ سے کہ مثل مسلمانوں کے بلا مزہ یا قلیل مزد پر فوجی خدمت کرنے پر مجبور نہیں کئے جاتے اور گورنمنٹ کی بفرض قایم رکھنے حکومت اسلامی اور بحال رکھنے امن و امان کے کوئی خدمت بجا نہیں لاتے بلکہ گورنمنٹ اُن کی حفظ و امن کی ذمہدار ہوتی ہی ان سب باتوں کے معاوضہ میں اُن سے جزیہ لیا جاتا ہی اور یہہ بھی لازمی نہیں ہی بلکہ خلیفہ کو بنظر مصلحت ملکی بالکل اختیار ہی چاہے لے چاہے نہ لے پس یہہ امر سیاست مدن سے متعلق ہی نہ مذہب سے مسلمانوں پر اس سے بہت زیادہ سخت محصول ہی یعنی ہر سال چالیسواں حصہ اپنے مال کا —

اور بہت سی خونریزیوں کا ہوتا فرانسس اول کے عہد سے ہنری چہارم کے زمانہ میں داخل ہوتے تک، عدالت مذہبی کے حکم سے قتل کا ہونا جو اب تک قابل تعزیر ہی کیونکہ وہ عدالت کی رو سے ہوتا تھا، ملزم کو اس کے اور بے انتہا بدعتوں کا اور اُس بیس برس کی خرابیوں کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہی جب کہ پروٹسٹنٹ کے مقابلہ میں اور پروٹسٹنٹ کے مقابلہ میں تھے، زہر خورانی اور قتل کی وارداتوں کا ہونا اور تیرہ چودہ پروٹسٹنٹ کی بیرحمانہ اور گستاخانہ دعوی جو ہر قسم کے گناہ اور عیب و بدکاری میں ایک نیرو یا ایک کیلیگولا سے نہایت فوق لیگئے تھے، آخرکار اِس خوفناک فہرست کا خاتمہ ہونے کے لیئے ایک کروڑ بیس لاکھ نئی دنیا کے باشندوں کا صلیب ہاتھ میں لیئے قتل ہونا، یقینا یہہ بات تسلیم کرنی چاہیئے کہ ایک ایسا مکروہ اور قریبا ایک غیر منقطع سلسلہ مذہبی لڑائیوں کا چودہ سو برس تک سوائے عیسائیوں کے اور کہیں ہرگز جاری نہیں رہا، اور جن قوموں کی نسبت یہہ پرچہ ہونے کا طعن کیا جاتا ہی اُن میں سے کسی قوم نے ایک قطرہ خون کا بھی مذہبی دلایل کی بنا پر نہیں بہایا"۔

مشہور و معروف مورخ مسٹر گبن نے جو زمانہ حال کے مورخوں میں سب سے بڑا مورخ ہی اور جس کی سند نہایت معتبر گنی جاتی ہی اس امر کی نسبت اپنی کتاب میں یہہ لکھا ہی کہ "مسلمانوں کی لڑائیوں کو اُن کے پیغمبر نے مقدس قرار دیا تھا مگر آنحضرت نے جو اپنی حیات میں مختلف نصیحتیں کیں اور نظیریں قایم کیں اُنسے خلیفوں نے دوسرے مذہب کو آزادی دینے کی تصیحت پائی جس سے اسلام کے غیر معتقدوں کی مخالفت رفع ہوجاوے ملک عرب حضرت محمد کے خدا کی عبادت گاہ اور اُسکا مملوک تھا مگر وہ دنیا کی قوموں کو محبت سے اور بہت کم رشک سے دیکھتا تھا یہود سے دیوتاؤں کے ماننے والے اور بت پرست جو اُن کو نہ مانتے تھے شرعا نیست و نابود کیئے جا سکتے تھے مگر انصاف کے فرایض سے نہایت عاقلانہ تدبیر اختیار کی گئی — ہندوستان کے مسلمان فتحمندوں نے بعض کام دوسرے مذہب کی آزادی کے برخلاف کرنے کے بعد اُس موتاض اور آباد ملک کے مُدبروں کو چھوڑدیا ہی، حضرت ابراہیم اور حضرت موسی اور حضرت عیسی کے معتقدوں سے بمقابلہ یہہ استدعا کی گئی کہ وہ حضرت محمد کے الہام کو جو زیادہ تر کامل ہی قبول کریں لیکن اگر اُنھوں نے نہ مانا اور ایک معتدل خراج یعنی جزیہ دینا قبول کرلیا تو وہ اپنے عقیدہ میں اور مذہبی پرستش میں آزادی کے مستحق تھے"۔

ایک مصنف نے اپنے ایک آرٹیکل میں جو ایسٹ اور ویسٹ اخبار میں چھپا تھا اور جسکا عنوان یہہ تھا کہ "اسلام بطور ایک ملکی نظم کے ہی" اسلام میں آزادی مذہبی کی نسبت یہہ لکھا ہی کہ "صرف حضرت محمد ہی ایسے پانچ مذہب کے تھے جو ایک دنیوی بادشاہ بھی تھے اور سپاہی بھی تھے اور یہہ دونوں قوتیں خاص کر اس لیئے تھیں کہ تشدد اور اولوالعزمی کو روکا جاوے اور اولوالعزمی کی جانب وہ مایل تھے اور تلوار اُن کے اختیار میں تھی اس لیئے خیال ہوتا ہی کہ جبکہ اُنھوں نے مذہب کو دنیوی حکومت کا وسیلہ قرار دیا اور اپنے معتقدوں کی طبیعتوں پر وہ غلبہ حاصل کیا جس کے سبب سے وہ لوگ شروع اور حق اُسی بات کو سمجھتے تھے جو آپ جاری کرنا چاہتے تھے تو چاہیئے کہ اُنکا مجموعہ احکام شرعی اور تمام مجموعوں سے مختلف ہو بلکہ یہہ خیال ہوتا ہی کہ اُن احکام انصاف سے بھی مختلف ہو جو ہرایک انسان کی طبیعت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اب اگر ہم یہہ بات دیکھیں کہ آں حضرت کے احکام مجموعہ ایسا نہیں ہی بلکہ اُسکے برخلاف یہہ دیکھیں کہ حضرت محمد نے قرمی معاملات میں حق رسانی اور فتح کرنے میں رحم اور حکمرانی کرنے میں اعتدال اور سب سے مقدم دوسرے مذہب کی عدم مزاحمت کے احکام قرار دیئے ہیں تو ہمکو یہہ بات تسلیم کرنی چاہیئے کہ آں حضرت اپنے ہم جنسوں میں ایسی ہی تعظیم کا استحقاق رکھتے تھے"۔

پھر اُسی مصنف نے اُسی آرٹیکل میں دوسرے مقام پر لکھا ہی کہ "اسلام نے کسی مذہب کے مسایل میں دست اندازی نہیں کی کسی کو ایذا نہیں پہونچائی کوئی مذہبی عدالت خلاف مذہب والوں کو سزا دینے کے لیئے قایم نہیں کی اور کبھی اسلام نے لوگوں کے مذہب کو بجبر تبدیل کرنے کا قصد نہیں کیا ہاں اُسنے اپنے مسایل کا جاری ہونا چاہا مگر اُس کو جبرا جاری نہیں کیا — اسلام قبول کرلینے سے لوگوں کو فتحمندوں کی برابر حقوق حاصل ہوتے تھے اور مفتوحہ سلطنتیں اُن شرایط سے بھی آزاد ہوجاتی تھیں جو ہر ایک فتحمند نے ابتداء دنیا سے حضرت محمد کے زمانہ تک ہمیشہ قرار دی تھیں"۔

اُسی مصنف نے لکھا ہی کہ اسلام کی تاریخ میں ایک ایسی خاصیت پائی جاتی ہی جو دوسرے مذہب کو غیر آزاد رکھنے کے بالکل برخلاف ہی اسلام کی تاریخ کے ہر ایک صفحہ میں اور ہر ایک ملک میں جہاں اُسکو وسعت ہوئی دوسرے مذہب سے مزاحمت نکرنا پایا جاتا ہی یہاں تک کہ ڈاسٹن میں ایک عیسائی شاعر لامارٹین نے اُن واقعات کا جنکا ہم ذکر کررہے ہیں بارہ سو برس بعد مثنیہ یہہ کہا تھا کہ "صرف مسلمان ہی تمام روے زمین پر ایک قوم ہیں جو دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھتے ہیں" اور ایک انگریز سیاح ملیٹن نے مسلمانوں پر یہہ طعنہ کیا ہی کہ "وہ حد سے زیادہ دوسرے مذہب کو آزادی دیتے ہیں" اب دیکھو کہ یہہ سب رائیں بہت سے بےطرفدرا

اور فیاض طبع عیسائی مصنفوں کی سرولیم میور کے اس بے سند دعوی کے کہ اسلام میں دوسرے مذہب کو آزاد رکھنے کا نام بھی نہیں ہی کیسی برخلاف ہیں ۔

تیسرے حصہ میں ہم اُن فائدوں کا بیان کرتے ہیں جو یہودی اور عیسائی مذہب کو اسلام کی بدولت حاصل ہوئے ہیں ۔

مذہب یہود اور عیسائی مذہب کے شامل بیان کرنے کی یہہ وجہہ ہی کہ مذہبی اصول کا یقین ہی کہ حضرت عیسی نے شریعت موسوی کے کسی حکم یا مسئلہ کو تغیر و تبدیل نہیں کیا بلکہ حضرت موسی کی شریعت کو بدستور جاری رکھا خود حضرت عیسی کے اس قول سے جو متی کی انجیل باب ۵ روس ۱۷ میں مندرج ہی کہ "یہہ مت خیال کرو میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں" ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہی پس اسوجہہ سے ضرور بالضرور یہہ بات بھی جاسکتی ہی کہ جو فائدے یہودی مذہب نے مذہب اسلام سے اُٹھائے ہیں مذہب عیسوی نے بھی لازماً وہ فائدے حاصل کیئے ہیں ۔۔۔ مذہب یہود بلا شبہ ربانی مخرج سے پیدا ہوا تھا اُس نے اُس لازوال مسئلہ یعنی وحدانیت خدا کی تلقین اُس حد تک کی جسقدر کہ نجات ابدی کے حاصل کرنے کو ضروری اور اُس زمانہ کے لوگوں کی سمجھہ کے لایق تھی مگر اُس وحدانیت کو کاملیت سے اسلام نے شایع کیا جس سے مذہب یہود کا مسئلہ بھی کامل ہوگیا

تین چیزوں میں وحدت کے یقین کرنے سے خدا کی وحدانیت پر کامل طور سے یقین ہوسکتا ہی ، وحدت فی الذات ، وحدت فی الصفات ، وحدت فی العبادت ، وحدت فی الذات کے یہہ معنی ہیں کہ خدا کے ساتھہ کوئی دوسرا شخص یا کوئی ہی شریک نہیں ہی نہ وحدہ لاشریکلہ ہی اور نہ کوئی شی اُس کے مشابہ ہی نہ اُس سے پانی نہ ہوا ۔ وحدت فی الصفات کے یہہ معنی ہیں کہ جو صفتیں خدا کی ہیں وہ دوسرے میں نہیں اور نہ دوسرے میں ہوسکتی ہیں اور نہ دوسرے سے متعلق ہوسکتی ہیں ۔ وحدت فی العبادت کے یہہ معنی ہیں نہ کسی دوسرے کی عبادت کرنا نہ کسی دوسرے کو عبادت کے لایق سمجھنا اور نہ وہ افعال جو خاص خدا کی عبادت کے لیئے مخصوص ہوں کسی دوسرے کے لیئے بجالانا جیسے سجدہ کرنا روزہ رکھنا نماز پڑھنا وغیرہ ۔ ان تینوں وحدتوں میں سے پہلی دو وحدتوں کو اور تیسری وحدت کے پہلے حصہ کو ارسطو طور پر (جو نہ ناقص تھا کیونکہ نجات کے لیئے کافی تھا اور نہ کامل) پر تھا کیونکہ وحدت کا پورا کمال اُس زمانہ کے لوگوں کی سمجھہ کے لایق نہ تھا) یہودی مذہب نے بیان کیا اور تیسری وحدت کے اخیر حصوں کو جنسے درحقیقت اُس وحدت کا کمال ہی مطلق ذکر ہی نہیں کیا اسلام نے پہلی دونوں وحدتوں کو بھی لیس کمثلہ شی فرماکر کامل کیا پس نہ آگ جو موسی نے دیکھی خدا تھا اور نہ وہ آواز انی انا اللہ کی جو موسی نے سنی خدا تھا اور نہ وہ فیک اور برگزیدہ شخص جس کو یہودیوں نے صلیب پر چڑھایا خدا ہوسکتا تھا اسلام نے تیسری وحدت کو ایسے کمال پر پہونچایا جس کے سبب ایمان والوں کے دلوں میں بجز خدا کے اور کچھہ نہیں رہا جس کی تصدیق "ایاک نعبد و ایاک نستعین" سے ہوتی ہی ۔ اسلام میں یہی کمال ہی اور اسی کمالیت کی وجہہ سے خدا نے فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۔

موسی کی پانچوں کتابوں میں نہ قیامت کا ذکر ہی نہ مرنے کے بعد روح کی حالت کا کچھہ بیان ہی نیکی کی جزا دشمن پر فتح پانا عمر کا بڑا ہونا مفلسی سے نجات پانا بیان ہوا ہی اور گناہ کی سزا مرنا قحط پڑنا وبا کا ہونا مفلسی کا ہونا اور اسی قسم کی اور مصیبتوں کا آنا ۔ موسی کے بعد اور پیغمبروں اور نبیوں نے اُن کا کچھہ کچھہ ذکر کیا مگر جس تفصیل و کاملیت سے اسلام نے اُس کو بتایا جس کے لیئے خدا نے کریا معداً یہہ کام رکھہ چھوڑا تھا کسی نے نہیں کیا تھا ۔۔۔ مگر جو کہ روحانی حالتوں کو یعنی گنہگاروں کی ارواحوں کی تکلیفوں کا اور نیک آدمیوں کی ارواحوں کی راحت اور خوشی کا بیان کرنا اور تصویر کھینچدینا بجز اس کے اور کسی طرح ہو نہیں سکتا تھا کہ اُس کو ایسی چیزوں اور حالتوں کے پیرایہ میں تشبیہاً بیان کیا جاوے جن کو انسان اپنی اس زندگی میں اپنے حواسوں سے محسوس کرتے ہیں اور یہی سبب ہی کہ اُن کا حال بہشت و دوزخ کے نام سے اور خوشی و ایذا و تکلیف اُٹھانے کے مختلف طریقوں اور سامانوں سے بیان کیا گیا ہی

اسلام سے پہلے یہودی اور عیسائی انبو پیغمبروں اور پاک شخصوں سے نہایت بداخلاقی کے افعال قبیحہ منسوب کرتے تھے اگرچہ ہمارے دانست میں اُن تحریروں کو الہام ربانی سے کچھہ تعلق نہ تھا مگر تمام یہودی اور عیسائی اُن تمام تحریروں کو الہام ربانی اور اُن نبیوں اور مقدس لوگوں کو اُن افعال قبیحہ کا مرتکب یقین کرتے تھے ۔

اسلام نے اُن معصوم نبیوں اور خدا پرست شخصوں پاک خصلت بزرگوں کو اُن تہمتوں سے بچایا اور جو اتہام یہودیوں اور عیسائیوں نے اُن پر لگائے تھے اُن کو قطع مندی سے دفع کیا اور تمام پیغمبروں اور نبیوں اور بہت سے مقدس بزرگوں کے معصوم و بے گناہ ہونیکا دنیا کے بہت بڑے حصہ پر یقین کرادیا ۔ مسلمان عالموں نے اسلام کے اس مسئلہ پر یقین دلانے سے کہ انبیا و پیغمبر سب پاک و معصوم ہیں

توریت کو بڑی غور سے پڑھا اور عیسائیوں اور یہودیوں کی تمام غلطیوں کو ظاہر کردیا اور اُنھوں نے دریافت کیا کہ یہہ غلطیاں کچھہ تو اس سبب سے بڑی ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے توریت کی عبارت اور الفاظ کے غلط معنی سمجھے اور اُسکے مطلب کی غلط طور پر تعبیر کی اور کچھہ اس سبب سے وہ غلطیاں ہوئیں کہ خود توریت کے قدیمی نسخوں میں جو کرتے سس تھے اور جو قلمی تھے متعدد وجوہ سے غلطیاں تھیں اور پھر جن لوگوں نے مقابلہ کرکر اُنکو صحیح کیا اُن کی تصحیح بھی غلطیوں سے خالی نہ تھی اور سب سے بڑا سبب ان غلطیوں کا یہہ ہوا کہ تاریخی واقعات جو انسانوں نے بغرض تسلسل مطلب حضرت موسیٰ کے کلام کے ساتھہ ملاکر لکھے تھے اور جن میں بالکل بھی سی غلطیاں ہیں اُن کو بھی یہودیوں اور عیسائیوں نے مقدس تحریر سمجھا تھا ۔ پس اگر اسلام ٹھہرتا تو اُن پیغمبروں اور نبیوں اور خدا کے پاک بندوں یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت لوط اور اُن کی بیٹیوں اور حضرت اسحاق اور یہودا اور حضرت یعقوب کی بیویوں اور بیٹوں اور ہارون اور داؤد و سلیمان کی دنیا میں ایسی ہی مٹی خراب رہتی جیسی ایک بدکار آدمی کی خراب ہوتی ہے تمام دنیا کی نظروں میں ویسی ہی حقیر ہوتے جیسے نہ ایسے جرموں کے مجرم حقیر ہوتے ہیں جن کو دایم الحبس کرکے کالے پانی بھیجتے ہیں یا اُن کے گناہوں کی سزا کے لیئے اُن کو سولی پر لٹکاتے ہیں صرف یہہ اسلام ہی کا احسان ہے جس نے اُن تمام بزرگوں کی بزرگی دنیا میں اُس حد تک پھیلائی جس کے وہ مستحق تھے ۔

چوتھے حصہ میں ہم اُن فائدوں کو بیان کرتے ہیں جو اسلام کی بدولت خاص عیسائی مذہب کو پہونچے ہیں ۔

دنیا میں مذہب اسلام سے زیادہ کوئی مذہب عیسائی مذہب کا درست نہیں ہی اور اسلام نے کسی مذہب کو اسقدر فائدے نہیں پہونچائے ہیں جسقدر کہ عیسائی مذہب کو پہونچائے ہیں مذہب عیسائی کی بنیاد اُس نیک اور حلیم شخص سے ہی (یعنی حضرت یحییٰ پیغمبر سے) جو خدا کا رستہ درست کرنے آیا تھا اور پھر بالکل داؤ و صداو اُس عجیب شخص پر ہی جس کو اُنھوں نے اتنا بزرگ و مقدس سمجھا کہ خدا یا خدا کا بیٹا مانا (یعنی حضرت عیسیٰ پر) مذہب اسلام ہی کا یہہ احسان عیسائی مذہب پر ہی کہ وہ نہایت مستقل ارادے اور تکرار اور نہایت استوار ثابت قدمی سے عیسائی مذہب کا طرفدار ہوا اور یہودیوں سے مقابلہ کیا اور عقلیہ اور دلیرانہ اسباب کا اعلان کیا کہ جان ہی بپٹسٹ یعنی حضرت یحییٰ بلاشبہ سچے پیغمبر اور حضرت عیسیٰ بے شک عبداللہ و کلمۃ اللہ و روح اللہ تھے پس جیسا مذہب اس بات کا دعویٰ کرسکتا ہی کہ وہ عیسائی مذہب کے حق میں اسلام سے زیادہ تر مفید ہی اور اُس نے عیسائی مذہب کی حمایت میں اسلام سے زیادہ کوشش کی ہی ۔ جو سب سے بڑی خرابی حواریوں کے بعد عیسائی مذہب میں پیدا ہوگئی وہ تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کا مسئلہ تھا اور یہہ ایک ایسا مسئلہ تھا جو اُس لازوال سچ کے بھی متناقض تھا اور اُن خاص نصیحتوں کے بھی برخلاف تھا جو حضرت عیسیٰ نے نرمائی تھیں اور حواریوں نے انجیل میں لکھی تھیں ۔ یہہ امور اسلام کی لازوال عظمت کا باعث ہی کہ اُسی نے خدائے واحد ذوالجلال کی پرستش کو پھر جاری کیا اور اُس خالص مذہب کو پھر سرسبز کیا جسکی خاص تلقین حضرت عیسیٰ نے کی تھی ۔ اسلام ہمیشہ اُس زمانہ کے عیسائیوں کو اُنکی غلطیوں سے متنبہ کرتا رہا اور اب بھی کرتا رہتا ہی ، اسلام نے عیسائیوں سے اُسی سچے مذہب کے قبول کرنے کی استدعا کی جسکا وعظ عیسیٰ مسیح نے کیا تھا جیسا کہ قرآن میں آیا ہی " قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولانشرک بہ شیئاً " پھر سے عیسائیوں کی اسلام کی روشنی سے آنکھیں کھل گئیں اور اُس ذلیل حالت سے خبردار ہوئے جس میں وہ مبتلا تھے اور اُنھوں نے پھر اُسی رتبہ کے حاصل کرنے کی کوشش کی جو پہلے اُنکو حاصل تھا ۔ یعنی اُنھوں نے صرف قرآن کی ہدایت سے تثلیث کے عقیدہ کو غلط سمجھا اور خدا کو وحدہ لاشریک لہ اور عیسیٰ مسیح کو خدا کا مقدس بندہ ماننا جو میں مسئلہ مذہب اسلام کا ہی چنانچہ وہ فرقہ اب موجود ہی اور نہایت معزز لقب " یونی ٹیرین " یعنی موحدین عیسائی سے معزز ہی *

اگر یہہ عقیدہ تھوڑی دیر کے لیئے دنیا میں سے اوٹھا لیا جاوے تو مسٹر گبن کی یہہ رائے عیسائیوں کے حال پر بالکل مطابق ہوجاویگی کہ " اگر سینٹ پیٹر یا سینٹ پال ریٹکین یعنی پروٹسٹنٹ کے محل میں آجاویں تو غالباً وہ اُس دیوتا کا نام دریافت کرینگے جس کی پرستش ایسی پر اسرار رسومات کے ساتھہ اُس عظیم الشان عبادت گاہ میں کی جاتی ہی ، اسکفورڈ یا جنیوا میں جاکر اُنکو چشداں حیرت نہوگی مگر کرجا میں جاکر سوال و جواب کا پڑھنا اور جو کچھہ صادق القول مفسروں نے اُنکی تحریرات اور اُنکے مالک کے کلمات کی تفسیر کی ہی اُسپر غور کرنا پڑیگا " ۔

جو فایدے اسلام نے عیسائی مذہب کو پہونچائے اُس میں سب سے بڑا فایدہ یہہ ہی کہ اُس نے عیسائیوں کو پرب کے بے انتہا اختیارات ناجایز سے کھچات ہی اور عیسائیوں میں ایک زندگی کی روح پھونک

دی ۔ تمام میسائی پوپ کو حضرت میسی کا پورا یا اختیار نایب سمجھتے تھے اور اُسکو معصوم جانتے تھے جیسیکہ اب بھی بہت سے فرقے میسائیوں کے سمجھتے ہیں ۔ اُنکا یقین تھا اور بہتوں کا اب بھی یقین ہی کہ دوزخ اور اعراف اور بہشت کے دروازوں کے کھولنے کا پوپ کو بالکل اختیار ہی ۔ پوپ گنہگاروں کے گناہوں کے بخش دینے کا دعوی رکھتا ہی ۔ پوپ کو پورا اختیار تھا کہ جس ناجایز چیز کو چاہے جایز کردے درحقیقت پوپ بلحاظ اُن اختیارات کے جو اُسکو حاصل تھے اور جن اختیاروں کو وہ کام میں لاتا تھا کسی طرح حضرت میسی سے کم نہ تھا بلکہ دو چار قدم آگے بڑھا ہوا تھا ۔ قران ہی نے میسائیوں کو اس خرابی سے متصالح کیا اور جو برائیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں اُنکو بتلایا اور جابجا میسائیوں کو اس غلامانہ اطاعت پر ملامت کی اور اُنکو سمجھایا کہ اس رسوائی اور بے عقلی کی اطاعت کو چھوڑیں اور خود آپ اپنے لیئے سچ کی جستجو کریں چنانچہ خدا نے قران مجید میں فرمایا "اے کتاب

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ
(آل عمران آیت ۵۷)

والوں یعنی میسائیوں آؤ ایک بات پر کہ ہم میں اور تم میں یکساں ہی اور وہ بات یہہ ہی کہ ہم خدا کے سوا اور کسی کو نہ پوجیں اور نہ ہم کسی چیز کو اُس کے ساتھہ شریک کریں اور نہ بنایں ہم ایک دوسرے کو (یعنی پوپوں اور بڑے بڑے پادریوں کو) پروردگار خدا کے سوا ۔

اور پھر دوسری جگہہ فرمایا کہ "میسائیوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو پروردگار بنا لیا خدا

اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم و ما اُمروا الا لیعبدوا الھا واحدا لا الہ الا ھو سبحانہ عما یشرکون
(سورۃ توبہ آیت ۳۱)

کے سوا اور مسیح ابن مریم کو بھی اور اُن کو سوائے اُس کے اور کچھہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کی عبادت کریں کہ صرف وہی خدا ہی اور نہ اور کوئی خدا پاک ہی اُس چیز سے کہ شریک کرتے ہیں ۔ †

جب یہہ آیت نازل ہوئی تو عدی بن حاتم جو اُس وقت میسائی تھے آنحضرت صلعم پاس آئے اور

روی عن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ قال اتیت رسول اللہ صلعم و فی عنقی صلیب من ذھب فقال لی یا عدی اطرح ھذا الوثن من عنقک فطرحتہ فلما انتھیت الیہ و ھو یقرا اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ حتی فرغ منھا قال فقلت لہ انا لسنا نعبد ھم قال الیس یحرمون ما احل اللہ فتحرمونہ و یحلون ما حرم اللہ فتستحلونہ قال فقلت بلی قال فتلک عبادتھم (معالم التنزیل)

اُن کے گلے میں سونے کی صلیب پڑی ہوئی تھی آنحضرت نے فرمایا کہ اے عدی اس بت کو اپنے گلے سے نکال پھینک چنانچہ اُنھوں نے نکال ڈالی جب وہ پاس آئے تو آنحضرت قران کی یہہ آیت پڑھتے تھے کہ عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو پروردگار بنا لیا خدا کے سوا جب آنحضرت پڑھ چکے تو عدی نے عرض کیا کہ ہم تو اُن کی پرستش نہیں کرتے آپنے فرمایا کہ کیا یہہ نہیں ہی کہ وہ حرام کردیتے ہیں اُس چیز کو جسے خدا نے حلال کیا پھر اُس کو حرام سمجھتے ہو اور وہ حلال کر دیتے ہیں اُس چیز کو جس کو خدا نے حرام کیا پھر اُسکو حرام سمجھتے ہو عدی نے کہا ہاں یہہ تو ہی آنحضرت نے فرمایا کہ بس یہی اُن کا پوجنا ہی ۔

ایک مدت تک میسائی اسلام کو عداوت سے دیکھا کیئے اور اُس کے ہر ایک مسئلہ سے بے سمجھے نفرت کرتے رہے مگر بعض نیک دل میسائیوں نے کچھہ تھوڑے بہت غور سے اُس کو دیکھا اور کالون اور لوتھر مقدس کے دل پر اُسکا کچھہ کچھہ اثر ہوا جبکہ اِن دونوں نے قران مجید کی اس قسم کی آیتوں کو پڑھا جس میں پوپ کو اور پادریوں کو خدا کے سوا دوسرا خدا یا جھوٹا خدا ماننے کی مذمت تھی تو وہ سمجھے اور اُس سچے مسئلہ نے اُن کے دل پر اثر کیا اور جیسیکہ قران نے ھدایت کی تھی وہ سمجھے کہ ہر شخص فی الواقع آپ اپنا پوپ اور اپنا پادری ہی وہ چل اُٹھے کہ پالیا پالیا اور اُسیوقت پوپ کی غلامی سے آزاد ہوئے اور اُس غلامانہ اور ذلیل حالت سے جس میں وہ خود اور اُن کے تمام ہم مذہب مبتلا تھے نکل آئے اور صرف صاف اُس کے برخلاف وعظ کرنے کو کھڑے ہو گئے

جسکی بدولت ہم لاکھوں میسائیوں کو پروٹسٹنٹ مذہب میں دیکھتے ہیں اگر اسلام مذہب میسائی کو یہہ نعمت نہ بخشتا تو آج تمام دنیا کے میسائی ایسے ہی بت پرست ہوتے جیسیکہ اب تک رومن کیتھلک فرقہ کے لوگ بت پرست ہیں اور حضرت مسیح کی مجسم مورت صلیب پر لٹکی ہوئی کے آگے سجدہ کرتے ہیں پس میسائی مذہب پر یہہ کتنا بڑا احسان اسلام کا ہی ۔

† جارج سیل نے قران کے ترجمہ میں (جلد ۱ صفحہ ۲۳) لکھا ہی کہ یہودیوں اور عیسائیوں پر بت پرستی اور دیگر الزاموں کے سوا حضرت محمد نے یہہ الزام لگایا ہی کہ وہ اپنے قسیسوں و رہبانوں کی حد سے زیادہ اطاعت کرتے ہیں جنھوں نے اس بات کا قرار دیدیا کہ کون سی چیز حلال ہی اور کونسی چیز حرام اور خدا کے احکام کی تعمیل کو ملتوی کردینا اپنے اختیار میں لیا ہی ۔

، جو کہ درحقیقت لوتھر مقدس نے مذہب اسلام سے یہہ ہدایت پائی تھی اسلئے اُس کے مخالف علانیہ اُسپر یہہ الزام لگاتے تھے کہ وہ دل سے مسلمان تھا † تاہم اُسنے اپنی کوششوں کو نہیں چھوڑا اور آخر کار اُس عظیم الشان اصلاح کرنے پر کامیاب ہوا جو عموما مذہب پروٹسٹنٹ یا ریفارمیشن کے نام سے مشہور ہی اور جسنے انسانی کو تمام غلامیوں کی بدترین غلامی سے (جو ایک موشدانہ غلامی تھی) آزاد کردیا ہمکو یقین ہی کہ اگر لوتھر مقدس اور زندہ رہتے تو ضرور وہ مسئلہ تثلیث کے بھی مخالف ہوتے اور اسلام کی ہدایت سے خدائی واحدانیت کے مسئلہ کو بھی جو درحقیقت حضرت عیسی نے بھی یہی مسئلہ تلقین کیا تھا لوگوں میں پھیلاتے اور آخر اُس ثبوت آخرالزمان پر یقین کرتے جسنے ایسی ایسی بڑی غلطیوں سے عیسائی مذہب کو بچایا تھا پس مذہب عیسوی کو ہمیشہ اسلام کا احسان مند رہنا چاہیئے ۔

† جینی بریرۃ نے یورپ کی طرف سے جرمنی کے ریفارمروں کے اور خصوصا لوتھر مقدس کے ذمہ یہہ الزام لگایا تھا کہ وہ عیسائیوں میں مذہب اسلام کو جاری کرتے اور تمام بدعتیوں کو اُس مذہب میں لانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ موافقی کی یہہ راے ہی کہ مذہب اسلام میں اور لوتھر کے عقیدہ میں کچھہ یہہ فرق نہیں ہی چنانچہ حوالہ کا جو میل بھ پوستی کے برخلاف ہی اُسپر غور کرو ۔ مارٹینیس ایلفانسس دولاس کہتا ہی کہ تیرہ نشانیاں اسبات کے ثابت کرنیکو موجود ہیں کہ اسلام میں اور لوتھر کے مذہب میں ایک رمق بھر کا بھی تفاوت نہیں ہی حضرت محمد نے بھی اُنھی باتوں کی طرف اشارہ کیا ہی جو یہہ مرتد (یعنی پیروان لوتھر) کرتے ہیں اُنھوں نے (یعنی حضرت محمد نے) روز وقتا وقت تبدیل کردیا اور یہہ لوگ (یعنی پیروان لوتھر) تمام روزوں سے نفرت کرتے ہیں (ایک شخص نے اسکی تائید میں یہہ کہا تھا کہ قران میں بھی روزوں کی چنداں تاکید نہیں ہی بلکہ بعرض روزے کے غریبوںکو کھانا کھلادینا لکھا ہی ۔ اُسیکی پیروی سے لوتھر نے روزوں سے نفرت اختیار کی تھی پس لوتھر کا مذہب اور اسلام کا مسئلہ درحقیقت ایک ہی تھا) اُنھوں نے اتوار کی جگہہ جمعہ کو سبت قرار دیا اور یہہ کسی تہوار کو نہیں مانتے (اُسی شخص نے اِسکی تائید میں کہا کہ اسلام میں بھی درحقیقت سبت کا کوئی دن نہیں ٹھہرایا وہ جمعہ کو بھی سب کام کرتے ہیں پس اُسی کی پیروی لوتھر نے کی تھی) اُنھوں نے ولیونکی پرستش کو رد کیا اور لوتھر کے فرقہ کے لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں حضرت محمد صلعم کیسکو اصطباغ نہیں دیتے تھے اور کالون بھی اُسکو ضروری نہیں سمجھتا اُن دونو نے طلاق کو جایز رکھا ہی وعلی ہذاالقیاس (انتخاب از کوار ٹرلے ریویو نمبر ۲۵۴)

مدرسۃ العلوم مسلمانان

کمیٹی مدرسۃ العلوم نے یہہ تجویز کی ہی کہ دیوار احاطہ مدرسۃ العلوم کی ایسی پختہ اور سنگین بنائی جاوے جس میں سینکڑوں برس میں بھی مرمت کی ضرورت نہو — چنانچہ ایک دہایت خوبصورت نقشہ احاطہ کا تجویز ہوا ہی اُس میں پختہ پائے چن کر بیچ میں پتھر کے پلستر کھڑے کیئے جاتے ہیں اور اُسپر منڈیر اور پایوں کی ڈوبی ایک پتھر کی بنائی جاتی ہی اور اس ترکیب سے دیوار احاطہ جدا جدا حصوں میں تقسیم ہوگئی ہی اور خوشنما کٹہرہ نما دکھائی دیتی ہی *

ہر حصہ کی لاگت قریب بائیس تیئیس روپیہ کے ہی مگر کمیٹی نے یہہ تجویز کیا ہی کہ جو شخص بیس روپیہ احاطہ کی تعمیر کے لیئے دے اُسیکے نام سے وہ حصہ احاطہ کا بنوادیا جاوے اور اُسکا نام نامی اُس حصہ احاطہ پر کھود دیا جاوے اس میں بڑا فائدہ یہہ ہی کہ تھوڑی تھوڑی امداد سے احاطہ مدرسۃ العلوم بالکل طیار ہوجاویگا اور جن لوگوں نے اس کام میں مدد کی ہوگی اُن کا نام نامی ہمیشہ کو یادگار رہیگا اور آیندہ نسلوں میں یہہ بات بھی ایک تاریخانہ یادگار ہوگی کہ کسطرح ہماری قوم اور ہمارے ہندو دوستوں نے اس نیک کام کے انجام میں مدد کی تھی *

اس تجویز کو بہت سے عالی ہمت نیک دل فیاض لوگوں نے پسند کیا اور بہت سے نام ہاے نامی اُس دیوار احاطہ پر کھد چکے ہیں اور لوگوں نے بھی اپنے نام سے ایک حصہ دیوار بنانے کی اور نام کھودے جانیکی منظوری بھیجی ہی جسکی تفصیل ذیل میں مندرج ہی اسلیئے اِس تجویز کو اور صاحبوں کی اطلاع کے لیئے بھی چھاپا جاتا ہی کہ جو صاحب اس تجویز کو پسند فرماویں مبلغ بیس روپیہ واسطے تعمیر احاطہ مدرسۃ العلوم کے خاکسار کے پاس ارسال فرماویں اُنکے نام سے ایک حصہ دیوار کا بنوایا جاویگا اور اُنکا نام نامی اُسپر کندہ ہوگا مندرجہ ذیل بزرگوں نے اس تجویز کو پسند کیا ہی اور اپنے نام نامی کے کندہ ہونے کی اجازت فرمائی ہی *

راجہ شمبھو نرائن سنگھ بہادر رئیس بنارس
سید محمد احمد اگسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر سلطان پور
سید محمد حامد اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولس گورکھپور
سید محمد محمود اسکویر بارسٹرات لا الہ آباد
راجہ جیکشنداس بہادر سی ایس آئی رئیس مراد آباد
غلام مصطفی خان رئیس فتح آباد ضلع آگرہ
غلام مرتضی خاں رئیس فتح آباد ضلع آگرہ
غلام حیدر خاں رئیس فتح آباد ضلع آگرہ
بابو مادھو داس رئیس بنارس
بابو مدھو سودھن داس رئیس بنارس
محمد عبدالصمد رئیس پھتپا ضلع غازی پور
احمد محی الدین خاں بہادر رئیس مدراس
نواب احمد اللہ خاں رئیس میرٹھ
نواب اسد اللہ خاں رئیس میرٹھ
شیخ مستجاب الدین رئیس شیخوپور ضلع بدایوں
شیخ نجم الدین حیدر رئیس شیخوپور ضلع بدایوں
حکیم امجد علی خاں رئیس امروہہ ضلع مراد آباد
منشی محمد مشتاق حسین رئیس امروہہ ضلع مراد آباد
محمد منیر الدین احمد رئیس کڑا ضلع الہ آباد
منشی محمد اکرام رئیس محمد آباد ضلع اعظم گڈھ
مولوی محمد کریم رئیس محمد آباد ضلع اعظم گڈھ
مولوی محمد سمیع اللہ خاں بہادر
خواجہ محمد یوسف رئیس علیگڈھ
منشی محمد صدیق رئیس میرٹھ
مولوی زین العابدین خاں بہادر
سید احمد
مرزا محمد رحمت اللہ بیگ رئیس بنارس
قاضی رضا حسین رئیس پٹنہ
قاضی محمد لطافت حسین وکیل سرکار علیگڈھ
مرزا حسین علی بیگ رئیس گورکھپور
محمد مسعود شاہ خاں
محمد منصور شاہ خاں
منشی محمد الہی بخش ڈپٹی مجسٹریٹ نہر گنگ
مولوی سید قادر علی رئیس منڈاور ڈپٹی کلکٹر میرٹھ
منشی مظفر حسین تحصیلدار سکندرآباد
سید اقبال علی رئیس رائے بریلی وکیل عدالت پرتاب گڈھ
محمد مسعود علی خاں رئیس دانپور ضلع بلند شہر
مغفور اللہ خاں رئیس بلونہ ضلع علیگڈھ
خواجہ محمد اسمٰعیل رئیس علیگڈھ
مولوی احمد اللہ رئیس محمد آباد ضلع اعظم گڈھ

شیخ انتظام الدین رئیس شیخوپور ضلع بدایوں
منشی چراغ علی رئیس لکھنؤ
منشی محمد ذکاء اللہ رئیس دھلی پروفیسر میور کالج الہ آباد
محمد عنایت اللہ خاں رئیس جلال آباد
مولوی محمد عبدالقیوم رئیس بچھراؤں ضلع مرادآباد
مولوی محمد عبدالرب رئیس بچھراؤں ضلع مرادآباد
قاضی نجم الدین برق
مرزا عابد علی بیگ رئیس مراد آباد
مولوی حاجی محمد علیم اللہ خاں رئیس دھلی
سید محمد میر رئیس دھلی وکیل عدالت میرٹھ
سید ذاکر حسین صاحب رئیس الہ آباد منصف میرٹھ
محمد سلطان خاں صاحب رئیس دھلی ڈپٹی کلکٹر نہر
منشی فدا علی صاحب رئیس میرٹھ
نجیب اللہ ملازم سید احمد خاں صاحب
محمد ذکریا رئیس سہارنپور
سید امداد علی خاں بہادر رئیس بھاگلپور
مولوی محمد شمس الہدی صاحب رئیس عظیم آباد
سید محمد نور الہدی صاحب رئیس عظیم آباد
امیر الدولہ سعید الملک راجہ محمد امیر حسن خاں
بہادر ممتاز جنگ رئیس محمود آباد
نواب راحت علی خاں بہادر رئیس لکھنؤ
چودھری مظفر علی خاں بہادر رئیس صوبہ اودھ
شیخ رضا حسن خاں بہادر رئیس صوبہ اودھ
راجہ کاظم حسین خاں بہادر رئیس بلہرا علاقہ اودھ
شیخ عنایت اللہ رئیس صوبہ اودھ
نواب علی حسن خاں بہادر رئیس لکھنؤ
شیخ حیدر حسن خاں بہادر رئیس صوبہ اودھ
سید محمد علی حسن وکیل عدالت صدر اودھ
رئیس فتحپور
سید محمد حسین رئیس قصبہ مانسہ شریف علاقہ اودھ
سررشتہ دار محکمہ ڈپٹی کمشنر جبلپور
محمد عنایت اللہ خاں ابن حاجی محمد داود خاں
رئیس بیگم پور ضلع علیگڈھ
محمد ذوالفقار خاں ساکن بنارس منشی کمیٹی
مدرسۃ العلوم *
احمد علیخاں رئیس جامنکہ پرگنہ کیر ضلع علیگڈھ
حسینی بیگم صاحبہ ساکن دھلی

راقم
سید احمد
سکرٹری کمیٹی مدرسۃ العلوم
مقام علیگڈھ

بمقام علیگڈھ — مطبع انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ
محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE
MOHAMMEDAN
SOCIAL REFORMER
تہذیب الاخلاق

جلد ہفتم] شعبان سنہ ۱۳۰۷ نبوی سنہ ۱۲۹۴ ہجری [نمبر ۱۱

حب القوم من الایمان فعی یسع فی اعزاز قومہ انما یسعی فی اعزاز دینہ

اِطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاویگا اور باقی مدرسۃالعلوم مسلمانان کی ترقی کے لیئے دیدیا جاویگا جو سالانہ معیروں سے لیا جاتا تھا وہ سال سنہ ۱۲۹۳ ہجری سے نہیں لیا جاویگا اُمید ہی کہ یہہ پرچہ خود اپ اپنے اخراجات حاصل کرلیگا لیکن اگر کوئی شخص بطور ڈونیشن کے کچھہ دینا چاہے نہایت احسان‌مندی سے لیا جاویگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضاے مضامین ہوگا چھپا کریگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھہ تعلق نہوگا *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُسکو فی پرچہ دو انہ سوا اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زاید دفتر میں موجود ہو *

اِطلاع

بخدمت معبران و خریداران و ناظرین تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھہ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی پاس بمقام علیگڈہ بھیجا جاوے غرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنھی سے کی جاوے کیونکہ اہتمام ترتیب اس پرچہ کا اور تمام حساب و کتاب اس کا اُن سے تعلق رکھتا ہی *

اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپہ ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہہ ہی کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اوہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور در حقیقت مذہب اسلام کے بھی برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

مضمون نمبر ۲۷۲

خطبہ میں بادشاہ کا نام

چند روز ہوئے کہ ہمنے پایونیر میں نسبت خطبہ جمعہ کے ایک تحریر دیکھی تھی جس میں بعض خطبوں کا ترجمہ بھی تھا جمعہ کا خطبہ ہو یا عیدین کا مسلمانوں کے مذہب کے بموجب اُس میں صرف خدا کی تعریف اور مسلمانوں کو نیکی اختیار کرنے کی نصیحت ہونی چاہیئے خطبہ کی کوئی عبارت مذہباً معین نہیں ہی بلکہ خطیب خود اپنے علم و استعداد و لیاقت کے موافق خطبہ پڑھتا ہی یا اور لوگوں نے جو خطبے کہے ہیں اور جو چھپے ہوئے یا قلمی لوگوں کے پاس ہوتے ہیں اُن میں سے کوئی خطبہ پڑہ دیتا ہی — خطبہ کی مثال بعینہ ایسی ہی ہے جیسے عیسائیوں میں سرمن مگر پایونیر میں اسبات کی کچھ بحث نہیں کی گئی تھی کہ آیا خطبہ میں بادشاہ کا نام لینا بھی کوئی مذہبی مسئلہ ہی اور مذہب کی رو سے جایز ہی یا نہیں اور اسی بحث کو ہم اپنے اس آرٹکل میں لکھنا چاہتے ہیں *

پیغمبر خدا صلعم کے وقت میں اور خلفاے راشدین کے وقت میں کسی کا نام خطبہ میں نہیں پڑھا جاتا تھا مگر جو محاربات کہ صحابہ میں واقع ہوئے تھے اور اُس کے سبب سے باہمی نزاع قایم ہوگئی تھی اور خلفاے راشدین کی نسبت سب و شتم کا رواج ہوچلا تھا اُس کے مٹانے کو خطبہ میں خلفاے راشدین اور عمین مکرمین کا نام لیئے جانے کا رواج ہوا تاکہ معلوم ہو کہ سب کے سب واجب التعظیم اور قابل ادب ہیں اور فقہا نے اسکو مندوب یعنی اچھا قرار دیا اُس کے بعد بخوبی تحقیق نہیں ہوتا کہ کس خلیفہ سے جو حقیقت میں بادشاہ تھے اُن کا نام خطبہ میں لینا شروع ہوا تاریخ الخلفاء سیوطی سے اسقدر معلوم ہوتا ہی کہ سنہ ۱۹۸ ہجری مطابق سنہ ۸۱۳ع کے محمد امین کی خلافت میں اُس کا نام معہ اُس کے لقب کے جس میں تخریج الفاظ تھے خطبہ میں لیا گیا اور امیرالمومنین کا لقب تحریرات میں لکھا گیا چنانچہ اُس میں لکھا ہی کہ علی بن محمد النوقلی نے اور اُس کے سوا اور لوگوں نے کہا ہی کہ سفاح اور منصور اور مہدی اور ہادی اور رشید کے لیئے منبروں پر اُس کی تعریفیں کرکے دعا نہیں کی گئی اور نہ اُن کے فرمانوں میں کچھ تخریج لفظ لکھے گئے مگر جبکہ امین خلیفہ ہوا تو اُس کے لیئے منبر پر امیر کہہ کر دعا کی گئی اور اُس کی طرف سے فرمانوں میں لکھا گیا عبداللہ محمد الامین امیرالمومنین اور عسکری نے بھی اوایل میں لکھا ہی کہ سب سے اول امین کے لیئے منبروں پر اُسکا لقب لیکر دعا کی گئی *

وقال علي بن محمد النوقلي وغيره لم يدع للسفاح و لالمنصور ولا للمهدي و لا للهادي ولا للرشيد علي المنابر بالرصافة ولا كتبت في كتبهم حتي ولي الامين فدعي له بالامير علي المنابر و كتب عنه من عبدالله محمدالامين امير المومنين وكذا قال العسكري في الاوايل اول من دعي له بلقبه علي المنابر الامين

مگر اب ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ فقہا کی جن کی راے و اجتہاد پر مذہب اسلام کا مدار رہ گیا ہی کیا راے ہی درمختار میں جو نہایت معتبر فقہ حنفی کی کتابوں میں سے ہی لکھا ہی کہ خطبہ میں بادشاہ کے لیئے دعا کرنا کوئی مذہبی ثواب کا کام نہیں ہی صرف قہستانی نے لکھا ہی کہ بادشاہ کا نام لینا کچھ مضایقہ نہیں اور بحرالرایق میں ہی کہ بادشاہ کا نام لینا ثواب نہیں ہی اس لیئے کہ یہہ امر محدث یعنی بدعت ہی، خطبہ میں صرف نصیحت ہونی چاہیئے *

چنانچہ در مختار اور اُس کے حاشیہ میں لکھا ہی کہ ثواب ہی ذکر کرنا خلفاے اربع راشدین اور آنحضرت صلعم کے دونوں چچا حضرت حمزہ اور حضرت عباس کا اور ثواب نہیں ہی بادشاہ وقت کے لیئے دعا کرنا (واضح ہو کہ اسی دعا کے ساتھہ بادشاہ کا نام بھی لیا جاتا ہی) مگر قہستانی نے اُس کو جایز لکھا ہی یہہ مضمون تو

و مندب ذكر الخلفاء الراشدين والعمين لا الدعاء للسلطان وجوزه القهستاني كذا في الدر المختار — قوله وجوزه القهستاني الخ عبارته ثم يدعو لسلطان الزمان بالعدل والاحسان مشتهرا في مدحه مما قالوا انه كفر و عسوان كما في الترغيب وغيره الخ و اشار الشارح بقوله وجوز الي حمل قوله ثم يدعو الخ علي الجواز لا القدب لانه حكم شرعي لابد له من دليل و

خطبہ میں بادشاہ کا نام

شعبان سنہ ۱۳۰۷ ہجری و سنہ ۱۲۹۴ ف

شیخ الاسلام

قد قال في البحر انه لا يستحب كما في الزاوي من عطاء حين سئل عن ذلك فقال انه محدث و انما كانت الخطبة تذكيرا كذا في ردالمحتار حاشية الدرالمختار

در مختار میں ہی اور در مختار کے حاشیہ میں جس کا نام ردالمحتار ہی یہہ لکھا ہی کہ قہستانی کی یہہ عبارت ہی کہ خلفاے اربع اور عمین مکرمین کے نام کے بعد بادشاہ وقت کے لیئے دعا کی جاوے کہ وہ عدل اور بھلائی کرے مگر اُسکی ایسی تعریف کرنے سے پرہیز کیا جاوے جس کو عالموں نے کفر و گمراہی کہا ہی چنانچہ یہہ مطلب ترغیب میں اور اُور کتابوں میں لکھا ہی در مختار کے مصنف نے جو لفظ جایز قہستانی کیطرف منسوب کیا ہی اور ثواب ہونے کو منسوب نہیں کیا اُسکا سبب یہہ ہی کہ ثواب افعال میں ایک حکم شرعی ہی جس کے لیئے کسی دلیل شرعی کا ہونا ضرور ہی (اور بادشاہ کے نام لینے اور اُس کے لیئے دعا کرنیکی کوئی شرعی دلیل نہیں) اور بحر الرایق میں مذکور ہی کہ بہتر نہیں ہی بادشاہ کا نام لینا اور اُس کے لیئے دعا کرنا کیونکہ عطاء ابن یسار تابعی سے روایت ہی کہ جب اُن سے اُسکی نسبت پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ یہہ نئی بات نکالی ہوئی ہی خطبہ میں تو صرف نصیحت ہوا کرتی تھی " *

اس تمام تحقیقات سے ثابت ہوتا ہی کہ خطبہ میں بادشاہ کا نام لینا اور اُس کے لیئے دعا کرنا کوئی مذہبی مسئلہ نہیں ہی بلکہ مذہب کی رو سے بدعت و محدث ہی و للہ در من قال کل محدث (اي في الدين) بدعة وكل بدعة ضلالة *

جسطرح کہ خلفاے بغداد اپنے فخر وشیخی کے لیئے خطبوں میں اپنا نام لواتے تھے اسیطرح ہندوستان کے بادشاہ بھی اپنا نام خطبوں میں لواتے تھے مگر مذہب کے بالکل برخلاف تھا ہمنے بھی اکبر شاہ و بہادر شاہ کا نام باوجودیکہ کچھہ بھی بادشاہت اُن کی باقی نہیں رہی تھی دلی کی مسجدوں کے خطبوں میں اور بیرونجات کی بھی بہت سی مسجدوں میں لیا جاتا سنا ہی مگر ہندوستان کی بہت سی مسجدیں ایسی بھی تھیں کہ شاہ عالم کے بعد اُن میں کسی بادشاہ کا نام نہیں لیا جاتا تھا اس لیئے کہ اکبر شاہ و بہادر شاہ کو خطبہ میں بادشاہ کے نام سے ملقب کرنا وہ جھوٹ سمجھتے تھے اور خطبہ میں اُسکا استعمال کرنا جھوٹ کا استعمال کرنا جانتے تھے *

شاہ عالم کے بعد جن مسجدوں میں اکبر شاہ و بہادر شاہ کا نام نہیں لیا جاتا تھا وہ دو قسم کی ہوگئی تھیں جو لوگ کہ اپنی نادانی سے یہہ سمجھتے تھے کہ کسی مسلمان بادشاہ کا نام لینا چاہیئے گو وہ کہیں کا بادشاہ ہو اُنھوں نے تو سلطان روم کا نام لینا شروع کردیا اور شاید بمبئی کلکتہ اور ایسی ہی دور دراز کے شہروں میں اُس کا رواج ہوا مگر اکثر مسجدوں میں کسی بادشاہ کا نام نہیں لیا جاتا تھا بلکہ اور باقی مسجدوں میں مسلمانوں کے حق میں صرف یہہ دعا ہوتی تھی کہ " اللھم ایدي المسلمين بالسلطان العادل (بعضي جگہہ سلطان کے لفظ کے بدلے امام کا لفظ کہا جاتا ہی) والخير والطاعة واتباع سفن سيد الموجودات یعنی اے خدا مسلمانوں کی مدد کر بادشاہ عادل کی حکومت سے اور اُن کی مدد کر بھلائی کرنے سے اور خدا کی فرماں برداری اور رسول کی پیروی کرنے سے جو تمام موجودات کے سردار ہیں " یہی دعا ہندوستان کی اکثر مسجدوں میں پڑھی جاتی ہی پس جو بادشاہ ہم پر عدل و انصاف سے حکومت کرے ہمارے مذہبی فرایض میں دست اندازی نکرے ہماری جان و مال کی حفاظت کرے ہمارے حقوق ہمکو عطا کرے وہ بھی اُس دعا میں داخل ہی یہہ دعا در حقیقت کسی بادشاہ کے لیئے نہیں ہی بلکہ عام مسلمانوں کی بھلائی کے لیئے ہی پس یہہ خیال کہ کسی بادشاہ کا خطبہ میں نام لینا کسی مذہبی مسئلہ پر مبنی ہی اور مسلمانوں کو اُس بادشاہ کے مذہب کی رو سے کوئی مذہبی اطاعت واجب ہی صحیح نہیں ہی *

راقم
سید احمد

مضمون نمبر ۲۷۳

شیخ الاسلام

شیخ الاسلام کا عہدہ سلطنت ٹرکی میں درحقیقت ایک بہت بڑا معزز عہدہ ہی شیخ الاسلام بحیثیت اپنے عہدہ کے اُس کونسل خاص کا ممبر بھی ہی جسکا پریسیڈنٹ وزیر اعظم ٹرکی ہوتا ہی اور جسکو مجلس باب العالی کہتے ہیں *

یہہ عہدہ ہمیشہ ایسے شخص کو دیا جاتا ہی جو بہت بڑا عالم اور حنفی مذہب ہو اور مسایل فقہ حنفی سے بخوبی واقفیت رکھتا ہو اُسکو کوئی ایسا حق یا اختیار نہیں ہی کہ کوئی جدید حکم مثل حکم شرع کے جاری کر سکے یا اُن حکموں میں سے جو شرع میں ہیں کوئی حکم منسوخ یا ترمیم کر سکے بلکہ اسکا کام صرف یہہ ہی کہ جو واقعات پیش آویں اُنکی نسبت بتادے کہ فقہ حنفی کا حکم کیا ہی یا جن احکام کا اجرا منظور ہو اُنکی نسبت بتادے کہ فقہ کے مطابق ہیں یا نہیں اگرچہ اُسکو پہلے تو بہت زیادہ اختیار تھا مگر اب بھی کسیقدر اختیار رکھتا ہی کہ جن احکام کو خلاف شرع سمجھے اُن کے عدم اجرا میں بحث و کوشش کرے *

ان اسباب سے شیخ الاسلام کو گویا تمام امور کلی و جزوی سلطنت میں ایک گونہ مداخلت ہوجاتی ہی مثلاً جب وزیروں نے سلطان عبدالعزیز یا سلطان مراد کا معزول کرنا مناسب سمجھا تو اُس میں شیخ الاسلام کا اتفاق ضرور تھا اور اُس سے ایک فتوی لیا گیا کہ سلطان عبدالعزیز یا سلطان مراد لایق بادشاہت نہیں رہا اُس کا عزل کرنا احکام شریعت کے موافق ہی — جب دوسرا بادشاہ اُن کی جگہہ قایم کیا گیا تو شیخ الاسلام سے اُس کا استحقاق بادشاہت تسلیم کرایا گیا *

جو کہ مسلمانوں نے یہہ ٹھہرا رکھا ہی کہ عقاید مذہبی اور معاملات دنیوی اور انتظامات ملکی سب کا تقلیدا بموجب فقہ حنفی کے ہونا چاہیئے (جو ذرا واجب تنقید اصلی باعث اُن تمام خرابیوں کا ہی جو سلطنت اسلامیہ میں پائی جاتی ہیں) اُس سبب سے ہر ایک امر متعلق انتظام سلطنت میں شیخ الاسلام کو مداخلت ہی — زمین پر مالگذاری مقرر کرنے — ٹیکس یا جزیہ لگانے — تجارتی احکام جاری کرنے — ملکی قانون جاری کرنے — عدالتوں کے تقرر کرنے — عدالتوں کی کارروائی کے ضوابط مقرر کرنے — انفصال حقوق کے اصول میں — جنگی معاملات میں — غیر سلطنتوں سے صلح قایم کرنے میں — فوج کے آراستہ کرنے میں — یہاں تک کہ فوج کی وردی وہتیار اور قواعد کے طریقہ میں بھی اُس کو مداخلت ہوتی تھی *

مسلمانوں کا گو وہ کسی ملک کے ہوں یہہ خیال نہیں ہی کہ شیخ الاسلام کی رسم میں کوئی ایسی بات ہی جسکا حکم ماننا ضرور ہی جیسیکہ رومن کیتھولک عیسائیوں کا پوپ کی نسبت خیال ہی بلکہ وہ اُس کے حکم کو اس خیال سے واجب التعمیل سمجھتے ہیں کہ وہ فقہ حنفی کا سب سے بڑا عالم تسلیم کیا جاتا ہی اور جو وہ حکم دیتا ہی سمجھا جاتا ہی کہ بے شک وہ فقہ وشریعت کے مطابق ہی جس کی پیروی مسلمان سنجیدا ضرور سمجھتے ہیں *

اگلے زمانہ میں جبکہ ترکوں میں جہالت اور ناتہذیبی زیادہ تھی اُس وقت تک شیخ الاسلام کو ان تمام باتوں میں پوپ کی مانند بہت بڑا کامل اختیار تھا مگر رفتہ رفتہ بہت سی باتوں میں کم ہوتا گیا اور سلطان محمود کے وقت سے اُس کے اختیاروں میں بہت کمی ہوگئی ابتو شیخ الاسلام صرف شیو کی کہال رہ گئی ہیں جو باتیں بطور فتوے شریعت لوگوں میں مشہور کرتی ہیں جیسے حال میں اشتہار جہاد یا اعلام نامہ عدم زیادتی نسبت عیسائیان مشتہر کیا گیا ہی وہ شیخ الاسلام کی معرفت ہوتا ہی عدالتوں میں بھی اُسکو مداخلت ہی مگر پہلے کی نسبت کسیقدر کم ہو *

ایک زمانہ وہ تھا کہ شیخ الاسلام کا تبدیل کرنا ترکوں کے لیئے کچھہ آسان کام نہ تھا وہ جہت سلطان کے کافر یا عیسائی ہوجانے کا فتوی دیدیتا تھا اور لوگوں میں بغاوت پھیلا تی شروع کر دیتا تھا مگر دیکھو کہ اب کسقدر زمانہ بدل گیا ہی کہ ہم وشتبہ کی تار پرتی سے پاتے ہیں کہ شیخ الاسلام مثل ایک نوکر کے موقوف کردیا گیا اور دوسرا شیخ الاسلام اُسکی جگہہ مقرر ہو گیا — ہمارے یورپین معصر مسلمانی مذہب کے اصولوں سے بخوبی واقفیت نہیں رکھتے اس لیئے وہ شیخ الاسلام کی نسبت معلوم نہیں کیا خیالات رکھتے ہیں پایونیر لکھتا ہی کہ " تھوڑا عرصہ ہوا کہ ہمنے اشتہار جہاد کی نسبت مباحثہ کیا تھا یہہ اشتہار اُس شیخ الاسلام نے مشتہر کیا تھا جو اب اُس معزز عہدے سے موقوف ہوگیا ہی اور ہمنے بھروسہ کر کے اس امر کا یقین کرایا تھا کہ پرنس انڈیا کے مسلمانوں کے دلوں پر اُس فتوی جہاد سے کچھہ اثر نہو گا گو اُن لوگوں کی ہمدردی ترکوں کے واسطے ایسی ہی کیوں نہو علی ہذاالقیاس شیخ الاسلام کی پرطرفی ایک ایسی بات ہی جس کا اثر قسطنطنیہ پر ہو مگر قیصر ہند کی مسلمان رعایا پر شمہ بھر بھی اُس کا کچھہ اثر نہوگا " *

ہم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ شیخ الاسلام مسلمانی مذہب کے مطابق کوئی چیز نہیں ہی کوئی شخص خواہ نخواہ اُس کا حکم ماننے پر مجبور نہیں ہی جو شخص کہ اُس کا حکم نہ مانے اُس کے ایمان میں اُس کے مذہب میں کسی قسم کا نقصان نہیں آسکتا نہ کوئی گناہ اُس پر ہوتا ہی یہہ عہدہ کوئی مذہبی عہدہ نہیں ہی جیسیکہ پوپ کا عہدہ خیال کیا جاتا ہی ہر شخص کو آزادی ہی کہ شیخ الاسلام کے احکام پر غور کرے اگر اُس کے نزدیک وہ حکم غلط ہو اُس کو رد کردے ہندوستان کے مسلمانوں کو قسطنطنیہ کے شیخ الاسلام سے کچھہ تعلق نہیں ہی نہ کوئی اُس کا حکم اُن پر واجب التعمیل

هي هندوستان کے مسلمانوں کي حالت ترکي کے مسلمانوں کي حالت سے از روے احکام مذهب اسلام کے بالکل مختلف هي هندوستان کے مسلمان گورنمنٹ انگریزي کي رعایا هیں اور اُسکے امن میں رهتے هیں برخلاف اسکے ترکي کے مسلمان ایسے نهیں هیں اور یهي وجهه هي که هندوں کے لیئے احکام مذهبي مختلف هیں شیخ الاسلام کا کوئي حکم هندوستان کے مسلمانوں سے مذهبا متعلق نهیں هوسکتا هندوستان کے مسلمانوں کا مذهبا یهه فرض هی که اپنے بادشاه کي جس کي وه رعیت هیں اور جس کي امن میں مذهبي آزادي سے وه بسر کرتے هیں همیشه اُس کے تابع رهیں گر وه ترکوں کے ساتهه کیسي هي همدردي رکهتے هوں اور گو ترکي میں اور خود قسطنطنیه میں کچهه هي هوا کرے — فرض کرو که اگر خود انگلش گورنمنٹ بجاے روس کے هوتي اور ترکوں کا ملک بظلم چهین لینا چاهتي اور گو اس بات سے کیسا هي رنج و غم اور غصه اور آزردگي هندوستان کے مسلمانوں کو هوتي اُس پر بهي مذهب کي رو سے هندوستان کے مسلمانوں کو هندوستان میں جهاں اُن کو امن اور مذهبي آزادي هی پجز انگریزي گورنمنٹ کي اطاعت کے اور کچهه چاره نهیں پس هم اپنے پیروپین درستوں کو بتانا چاهتے هیں که ترکي میں کچهه هي انقلاب هوا کریں اور کچهه هي احکام جاري هوا کریں اُن کا اثر هندوستان میں مذهب کي رو سے کچهه نهیں هوسکتا مگر اس میں کچهه شبهه نهیں که جو امور خلاف مراد ترکي هوتے هیں اُن سے هندوستان کے مسلمانوں کو از حد رنج و غم و غصه هوتا هی مخالفان ترکي سے از حد ناراض هوتے هیں — همارے نزدیک یهه بات که مسلمان سلطان کو ایک مذهبي پیشوا سمجهتے هیں اور اس لیئے اُس کي همدردي کرتے هیں ایک لغو و مهمل بات هی بلکه یهه همدردي ایک قدرتي طبعي بات هی اور تعلیم سے اور اخبارات سے اور سفر کي آسانی سے جو اس زمانه میں حاصل هی اور جس کے سبب سے سلطنت ترکي میں هندوستان کے مسلمانوں کي آمد و رفت بهت زیادہ هوگئي هی اُس همدردي کو بهت کچهه ترقي هوگئي هی *

راقـــــم
سید احمد

مضمون نمبر ۲۷۴

ملک یمین

لڑائیوں میں تمام دنیا کے مسلمانوں میں روم و روس کي لڑائي کا جو چرچا بهي لڑائیوں کا هوا هي کرتا هی مگر جو رنج و غم مسلمانوں هی وه روسیوں اور بلگیریا والوں کے اُن ظلموں کا هی جو اُنهوں نے مسلمانوں پر کیئے هیں سیکڑوں بے گناه مسلمانوں کو پکڑ کر مار ڈالنا اور نهایت بے رحمیوں سے مارا پیٹا هوں اور بچوں اور عورتوں کو قتل کیا جن عورتوں کي گود میں شیر خوارہ بچے تهے اُنکو بهي قتل کیا اور اُن شیر خوارہ بچوں کو زنده اُنهي لاشوں میں ڈالدیا که رو رو کر چلا چلا کر اور جانوروں کے پنجوں سے زخمي هوکر سسک سسک کر مرگئے یهه واقعات اگرچه بیحد غم دلانے والے هیں مگر چنداں رنج میں ڈالنے والے نهیں هیں کیونکه ان سب کا آخري نتیجه سوا تهي پس موتے سے کیا ڈرنا وه کسي نه کسي طرح آ گئي تکلیف اٹهاکر جان گئي یا آسانی سے جان نکل گئي مگر سب سے زیادہ رنج اور غصه اور غیرت اور کاهش طبع جو مسلمانوں کو هی وه روسیوں کي اور بلگیریا والوں کي اُس نالایق حرکت سے هی جو اُنهوں نے کنواري لڑکیوں بیاهي عورتوں بڈهي بیواؤں سے بطور ملک یمین کے کیا مقام حیرت هوا سے جو تاریخ آیا هی اُس میں لکها هی که "هر ایک سمت سے لوگ بهاگ بهاگ کر اُن مقاموں کو آتے هیں جهاں پناه ملنے کي توقع هوتي هی اور مرد اور عورت بلکه چهوٹے چهوٹے بچوں کے قتل کي ایسي خبریں اپنے ساتهه لاتے هیں جنکو سنکر نایچا پهٹ جاتا هی روسي سپاهي مسلمانوں کي جوروؤں اور کنواري لڑکیوں کو پکڑ لیتے هیں اور اُنکو خراب کرتے هیں اسطرح پر سیکڑوں عورتیں خراب کي گئیں" پس یهه واقعه سب سے زیادہ مسلمانوں کو رنج دیتا هی اور تمام دنیا کے لوگ اس پچهلي حرکت کو نهایت وحشیانه و نالایق حرکت خیال کرتے هیں ، اُس وحشي انسان پر غور کرنا چاهیئے جس نے ایسي عورت کو پکڑ لیا هو جسکا بیٹا میدان میں مقتول پڑا هی اور جس کا خصم زخمي تڑپ رها هی اور رو رو رهي هی اور چلا رهي هی اور یهه اُسکو پچهاڑکر اُس کے ساتهه درخت کے نیچے یا اپنے تمبو کے تلے وه وحشیانه حرکت کرتا هی جس کو بیان کرتے هوئے شرم آتي هی کافر سے کافر کیوں نهو همکو یقین هی که وه روسیوں اور بلگیریا والوں کي اس حرکت پر اُنکو لعنت و نفریں کرتا هوگا ، کیسے سے کیسا هي مقدس مسلمان هو وه بهي ان حرکتوں کو اپنے بارے میں وحشیانه حرکت سمجهتا هوگا همنے سنا هی که کافروں نے بهي اس امر کو ناپسند کیا هی اور چند عیسائي سلطنتوں نے ان ظلموں کي بابت روسیوں سے کیفیت طلب کي هی مگر همکو بڑا خوف هی که نهیں فوراالفاق کے پچهلے پرچے جس میں همارے شفیق مولوي محمد علي صاحب نے همارے رساله تبریة الاسلام من شین الامة والاثم کا جواب لکها هی اور نهیں همارے مخدوم و مکرم مولوي علي بخش خاں صاحب کے

رسالے جن میں اُنھوں نے ایسي حرکات کو مذهب اسلام میں جایز قرار دیا هی روسیوں کے هاتھه نه لگ گئے هوں اور وہ اُن کو اپني پراُنے کي دلیل میں پیش نکریں اور جواب دیں که یهه باتیں کچهه وحشیانه پن کي نهیں هیں جن لوگوں کے ساتهه همنے کیا هی وہ اپنے مذهب کي رو سے اور اپنے خدا کے حکم کے بموجب دوسرے لوگوں کے ساتهه ایسي حرکتیں کرني جایز سمجهتے هیں اور نعوذ باالله اپنے بزرگوں کي نسبت ان افعال کو منسوب کرتے هیں پهر هم ان افعال میں کیوں مجرم هیں هاں عورتوں اور بچوں کے قتل کا گناه هم پر هی مگر تصرف ملی ملک الیمین کي نسبت جو الزام هم پوچهتا بیجا هی — هیکر نهایت رنج و افسوس هی مسلمانوں کي ایسي جاهلانه باتوں پر جو اسلام کو ایسي بد باتوں سے داغدار کرتے هیں اور جو باتیں اسلام میں نهیں هیں صرف اپني هواے نفساني سے اُس میں داخل کرتے هیں جس هندوستان کے مسلمان کو همارے مسئله حریت اساري میں شبهه هو اُسکو جناب مولوي محمد علي صاحب اور جناب مولوي علي بخش خاں صاحب کے رسالوں کو پڑهنا ضرور نهیں هی وہ سیدها بلکیوپا میں چلا جاوے اور جو زیادتیاں عورتوں اور نکواي لڑکیوں پر هوتي هیں اُن کو دیکهے اور فیصله کرلے که ایسي حرکتوں کا کسي مذهب میں بهي هونا جایز هوسکتا هی افسوس هی اُن مسلمانوں پر جو ایسي باتیں مذهب اسلام میں جایز بتاتے هیں اور مذهب اسلام کو بدنام کرتے هیں اور اس سے بهي زیادہ افسوس هی مسلمانوں کي اس حالت پر که ایسوں کو تو مقدس مسلمان تصور کرتے هیں اور جو کوئي مذهب اسلام کو اُن نجس باتوں سے پاک بتاوے اور ثابت کرے که یهه حکم خدا کا حکم نهیں هی اور نه مذهب اسلام میں جایز هی بلکه مذهب اسلام اس عیب سے پاک هی اُس کو کافر و ملحد و کرسٹان و نیچریه بناتے هیں وسیضلون من هو اشد ضلالا و کفرا *

راقـــــم
سید احمد

نمبر ۲۷۵

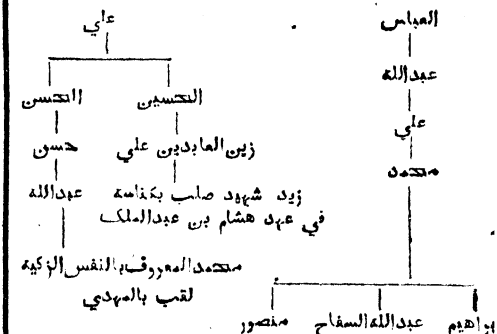
مهدي آخرالزمان

اُن غلط قصوں میں سے جو مسلمانوں کے هاں مشهور هیں ایک قصه امام مهدي آخرالزمان کے پیدا هونے کا هی ، اس قصه کي بهت سي حدیثیں کتب احادیث میں بهي مذکور هیں مگر کچهه شبهه نهیں که سب جهوٹي اور مصنوعي هیں جب که ایک محقق کیا باعتبار واقعات تاریخي کے اور کیا باعتبار اُن کے راویوں کے اُن پر غور کرتا هی تو اُن کا غلط اور نا معتبر اور وضعي هونا آفتاب کي طرح روشن هوجاتا هی اور یهه بات بهي کهل جاتي هی که ان حدیثوں کے بنانے کي کیا ضرورت پیش آئي تهي چنانچه هم اُن حدیثوں کو اولاً معه تاریخي واقعات کے بیان کرتے هیں اور اُن کا وضعي هونا دکهلاتے هیں اور پهر محدثین کے طریقه پر اُن کے راویوں کي نسبت بحث کرینگے اور راویوں کا نا معتبر هونا دکهلاویگے جس سے ثابت هوجاویگا که مهدي آخرالزمان کي بشارت کوئي اصلي بشارت نه تهي بلکه اُس زمانه کے لوگوں کي صرف ایک حکمت عملي اور خلافت هاتهه آ جانیکي تدبیروں میں سے ایک تدبیر تهي اور اُن سے کسي ایسے مهدي کي جو مسلمانوں نے تصور کر رکها هی اور جس کا قیامت کے قریب هونا خیال کیا هی بشارت مقصوده نهیں تهي *

جب که خلفاے اربع کي خلافت ختم هوگئي اور حضرت امام حسن نے بهي خلع خلافت کیا اور مستقل خلافت خاندان بني اُمیه میں چلي گئي تو بني هاشم اور بني فاطمه کے دل سے پهر خلافت حاصل کرنے کا جوش کبهي کم نهیں هوا — اُسي حالت میں واقع کربلا واقع هوا جس سے پهر لوگوں کا دل بني اُمیه کي طرف سے متنفر اور بني فاطمه کیطرف مایل هوا .

مگر جیسا که بني فاطمه خلافت کا اپنے تئیں مستحق سمجهتے تهے بني عباس بهي کچهه کم خواستگار خلافت کے نه تهے کیونکه وہ بهي بني هاشم تهے اور تمام بني هاشم اپنے تئیں آل محمد یعني آنحضرت صلعم کا کنبه سمجهتے تهے — بني عباس کو یهه بهي یقین تها که بني فاطمه سے خلافت کا کام نهیں چلنے کا مگر هم چلا لینگے چنانچه جب بني عباس خراسان میں اپني خلافت کي تدبیر کر رهے تهے اُس وقت بني فاطمه کے دل میں بهي اُس کا جوش هوا تها مگر بني عباس نے صاف کهدیا تها که تم سے یهه کام نهیں هونے کا ترجمه تاریخ طبري میں مندرج هی که انگاه (یعني زمانه تحریک خراسان پرخلافت بني عباس) طمع افتاد بني هاشم را اندر خلافت و فضل ابن عبدالرحمن بن عباس بن ربیعه بن حارث بن عبدالمطلب بیامد چند گفت و بعبدالله بن الحسن بن الحسن بن علي بن ابي طالب رضي الله عنهما داد و او را تحریص کرد بر طلب ولایت و ابوالحسن گفت که با عبدالله بن الحسن بن علي بن ابي طالب و علي بن عبدالله بن العباس همي رقتیم داود بن علي فرا نزدیک عبدالله بن حسن گفت و گفت اگر تو فرمودي پسران خویش را محمد و ابراهیم تا اندر آمدندے فردا و حرب کردندے نیک بودے که دولت بني اُمیه اندر هوریدے نه بیني که خبر هاے خراسان چگونه همي آید و تباه شده است و عبدالله بن الحسن گفت هنوز آن هنگام نیست که مارا باید آمدن

عبداللہ بن علي گفت یا ابا محمد شمارا بر بني اُمیہ ظفر نباشد ظفر نیا را بود و منم کہ ایشاں را بکشم و کار از ایشاں بستانم و ما ذلک علی اللہ بعزیز پس عبداللہ بن الحسن خاموش شد و چیزے نگفت ورق ۲۹۸ صفحہ ۴) ۔



غرض کہ اخیر زمانہ خلفاے بني اُمیہ میں جبکہ اُن کي خلافت میں کسي قدر ضعف بھي ہوگیا تھا اور اُن کے ظلم و تعدي سے اہل حجاز ناراض بھي تھے بني عباس اور بني فاطمہ بہت سي تدبیریں اور ترغیبیں خلافت حاصل کرنے کو کر رہے تھے اس خلفشار میں لوگوں کے چار گروہ ہوگئے ایک گروہ تو خلفاے بني اُمیہ کا طرفدار تھا جو مسند خلافت پر چلوہ آرا تھے دوسرا گروہ وہ تھا جو عبداللہ بن زبیر کي خلافت پر مایل تھا جنھوں نے مکہ معظمہ میں دعوی خلافت کا کیا تھا تیسرا گروہ وہ تھا جو بني عباس میں سے خلیفہ ہونے کي تدبیر میں تھا اور چوتھا وہ تھا جو بني فاطمہ میں سے خلیفہ ہونے کا طرفدار تھا ۔

بني امیہ والے گروہ کو تو بجز اسکے کہ وہ اُنکي خلافت قایم رکھنے میں کوشش کریں اور مخالفوں سے لڑیں اور اُنکو قتل و برباد کریں اور کوئي کام نہ تھا مگر تین فریق جو باقي رہے اُنکي تدبیریں البتہ ضرر کے قابل تھیں عبداللہ بن زبیر کے طرفداروں کو کچھ زیادہ کارروائي کا موقع نہیں ملا مگر بني عباس و بني فاطمہ کے طرفداروں نے نہایت مخالفانہ تدبیریں اختیار کي تھیں سب سے بڑي تدبیر یہہ تھي کہ اُنکي طرف سے لوگ دور دور ملکوں میں جاتے تھے اور لوگوں کو بني امیہ سے برخلاف اور اُنکي خلافت پر مایل کرتے تھے اور سب سے بڑا ذریعہ لوگوں کے برانگیختہ کرنے کا اُن وضعي حدیثوں کا پھیلانا اور لوگوں کو سنانا تھا جنسے اُن لوگوں کے استحقاق خلافت کو جنکے طرفدار اُن حدیثوں کو بناتے تھے بھاور پیشوایان گروہ کے تقریب ملتي تھي وہ ان پیشوایان گروہوں میں یہہ تو کہہ نہیں سکتے تھے کہ کوئي دوسرا پیغمبر ہونے والا ہی جس کي اطاعت سبکو چاہیئے اسلیئے اُنھوں نے لفظ مہدي کا اختیار کیا تھا جسکا مطلب یہہ تھا کہ ایک شخص جو خدا کي طرف سے ہدایت کیا گیا ہی عدل و انصاف کرنے والا پیدا ہوگا جس کي اطاعت سب کو چاہیئے اور اُن وضعي حدیثوں میں اُس مہدي کي ایسي نشانیاں بتاتے تھے جو اُن لوگوں پر صادق آتي تھیں جنکا وہ خلیفہ ہونا چاہتے تھے چنانچہ یہہ امر اُن واقعات کو حدیثوں سے مطابق کرنے سے بخوبي واضح ہو جاتا ہی *

عبداللہ بن زبیر کا زمانہ بہت نہیں چلا جبکہ سنہ ۶۰ ہجري میں مطابق سنہ ۶۸۰ ع کے یزید تخت پر بیٹھا اور واقعہ کربلا بھي ہوچکا تو اہل حجاز اُس کي بدکاریوں سے نہایت ناراض تھے عبداللہ بن زبیر نے یزید سے بیعت نہیں کي تھي اور حجاز کے لوگ اُن کي طرف مایل تھے پس عبداللہ بن زبیر نے مکہ میں اپنے آپکو خلیفہ کیا اور عراق و حجاز و یمن و بصرہ کے لوگوں نے اُن کي اطاعت قبول کي یزید نے اُن سب ملکوں کو پامال تواز دیا اور مدینہ منورہ کے قتل و غارت کے بعد عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کو مکہ پر فوج بھیجي وہ مکہ میں محصور ہوگئے اور لڑائي ہوئي مگر یزید کے مرجانے کے سبب سے وہ فوج واپس آئي ۔

یزید کے بعد معاویہ ابن یزید خلیفہ ہوا مگر اُس نے خلافت چھوڑ دي اور سنہ ۶۵ ہجري مطابق سنہ ۶۸۴ ع کے عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا اُس نے اپنے وزیر حجاج کو معہ فوج کثیر عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کو مکہ پر روانہ کیا عبداللہ پکڑے گئے اور سنہ ۷۳ ہجري مطابق سنہ ۶۹۲ ع کے اُن کو سولي دیکر مار ڈالا ۔

یہہ فوج کشي جو دوسري دفعہ ہوئي نہایت سخت تھي اور اس غرض سے کہ لوگ عبداللہ بن زبیر کي مدد کریں اُن لوگوں نے جو حضرت عبداللہ بن زبیر کے طرفدار تھے اُن کے لیئے حدیثیں بنا لیں اُنھي حدیثوں میں سے وہ حدیث بھي ہی جو ابو داؤد نے ام سلمہ سے روایت کي ہی جس میں قتادہ بھي ایک راوي ہی اور وہ

(قتادہ) عن ام سلمة عن النبي صلعم قال يكون اختلاف عند موت خليفة فيخرج رجل من اهل المدينة هاربا الى مكة فياتيه ناس من اهل مكة فيخرجونه وهو كاره فيبايعونه بين الركن والمقام ويبعث اليه بعث من الشام فيخسف بهم بالبيداء بين مكة و	حدیث یہہ ہی کہ " ام سلمہ نے آنحضرت صلعم کا فرمانا بیان کیا کہ ایک خلیفہ کے مرنے پر اختلاف واقع ہوگا پھر ایک شخص مدینہ میں سے بھاگ کر مکہ میں آویگا پھر اُس کے پاس مکہ کے لوگ آوینگے اور اُس کو خلیفہ بناتے کے لیئے نکالینگے اور وہ خلیفہ

المدينة فاذا راي الناس ذلك اتاه ابدال الشام و عصائب اهل العراق فيبايعونه ثم ينشاء رجل من قريش اخواله كلب فيبعث اليهم بعثا فيظهرون عليهم ذلك بعث كلب والخيبة لمن لم يشهد غنيمة كلب فيقسم المال و يعمل في الناس سنة نبيهم صلعم و يلقى الاسلام بجرانه الى الارض فيلبث سبع سنين (تسع سنين) ثم يتوفى و يصلي عليه المسلمون —

ابوداؤد صفحه ۲۳۳

هونيكو نا پسند كريگا پهر لوگ اُس سے حجر اسود اور مقام ابراهيم كے بيچهميں بيعت كرلينگے پهر شام سے اُس پر لشكر چڑه كر آويگا پهر وه لشكر مكه ہي مدينه كے درميان كے ميدان ميں دهنس جاويگا جب لوگ يهه بات ديكهينگے تو شام كے ابدال يعني بزرگ لوگ اور عراق كے لشكر اُسكے پاس چلے آوينگے اور اُس سے بيعت كرينگے پهر ايك شخص قريش ميں سے جسكي قوم بني كلب رشته ميں ماموزاد هوگي اُٹهے گا اور ايك لشكر اُنپر بهيجيگا اور وه اُنپر فتح پاوينگے اور يهه لشكر قوم كلب كا هوگا افسوس هي اُس شخص پر جو كلب كي كرت ميں موجود نهو پهر وه شخص مال كو تقسيم كريگا اور لوگوں ميں اُن كے پيغمبر كے طريقه پر عمل كريگا اور اسلام كو زمين پر پهيلا ديگا پهر سات برس يا نو برس جيتا رهيگا پهر مرجاويگا اور مسلمان اُس كي نماز پڑهينگے "" ۔

يهه شروع شروع زمانه اس قسم كي حديثوں كے بنانے كا هي اور ابهي تك مهدي كا لفظ وضع نهيں كيا گيا هي مگر محدثين نے مهدي هي سے اس حديث كا بهي تعلق سمجها هي اور اسي ليئے ابوداؤد نے باب المهدي ميں اس حديث كو لكها هي ؛ مگر غور كرنے سے صاف ظاهر هي كه يهه حديث عبدالله بن زبير كے ليئے بنائي گئي تهي مدينه سے مكه ميں انا اور بين الركن والمقام بيعت كا هونا اور پهلي دفعه جو شام كا لشكر بغير فتح كے واپس چلا گيا اُس كے دهنس جانے سے كنايه كرنا اور عراق سے لشكر كا انا جسكے عبدالله بن زبير كي اطاعت قبول كي تهي يهه سب ايسے اشارے اس پيشين گوئي ميں هيں كه هم پهر كر سب اثبات پر دلالت كرتے هيں كه جو پيشين گوئي اس ميں هي وه عبدالله بن زبير هي اُسكے مصداق هيں ۔

بني فاطمه نے جو تدبير خلافت مغربيه كے دوباره حاصل كرنے كي كي تهي وه مدت تك جاري رهي مگر افسوس هي كه كامياب نهوئے — سب سے پهلے كوشش كي تهي جو يزيد كے وقت ميں هوئي اور اهل كوفه كي خواهش پر حضرت امام حسين نے مسلم ابن عقيل كو وهاں بهيجا اور پهر خود بهي روانه هوئے اور صحراے ماريه ميں نواحت كے كنارے سنه ۶۱ هجري مطابق سنه ۶۸۰ ع كے سمه بهتر رفقا كے شهيد هوگئے ۔

مگر بني فاطمه كے دل سے يهه دعوي زايل نهيں هوا جبكه سنه ۱۰۵ هجري مطابق سنه ۷۲۳ ع كے هشام بن عبدالملك خليفه هوا تو زيد ابن علي بن حسين عليهم السلام نے جو مدت سے اپني خلافت كي تدبير كررهے تهے اور جا بجا اُن كے نقيب پهيلے هوئے تهے كوفه ميں دعوي خلافت كيا مگر جب هشام كي فوج آئي تو صرف پانسو آدميوں نے ساتهه ديا شكست هوئي اور حضرت زيد شهيد هوئے يعني كناسه ميں سولي ديدي گئي ۔

جو لوگ كه بني فاطمه سے گرويده تهے اور زيد شهيد كي خلافت چاهتے تهے اُنهوں نے اس ليئے كه لوگ بني فاطمه كي طرف رجوع كريں اور زيد شهيد كي خلافت كے حاصي هوں وضعي حديثيں بناكر لوگوں ميں پهيلاني شروع كيں اب ايسا مضمون اُن حديثوں ميں بيان هونے لگا جس سے پايا جاوے كه بني فاطمه ميں سے خليفه هونے كي پيشين گوئي هوئي هي اس مضمون كي بهت سي حديثيں كتابوں ميں پائي جاتي هيں چنانچه ابوداؤد ميں حضرت علي سے روايت هي جس ميں كه ايك راوي نكلا بهي هي اور وه يهه هي كه حضرت علي نے آنحضرت صلعم كا فرمانا بيان كيا كه اگر دنيا سب جاوے اور صرف ايك دن هي باقي رهے جاوے تو بهي ضرور خدا تعالى ميري اهل بيت ميں سے ايك شخص كو بهيجا كريگا جو دنيا كو عدل سے پهر ديگا جس طرح كه وه ظلم سے پهري هوگي "" ۔

۴ (نكلا) عن علي عن النبي صلعم او لم يبق من الدنيا الا يوم لبعث الله رجلا من اهل بيتي يملاء ها عدلا كما ملئت جورا (ابو داوه صفحه ۲۳۲)

اسيطرح مشكوة ميں ايك حديث غالبا حاكم كي مستدرك سے نقل كي هي كه ابو سعيد نے كها كه آنحضرت صلعم نے ذكر كيا كه اس اُمة پر ايك بلا پڑيگي يهاں تك كه كوئي شخص اُس كے ظلم سے بچنے كو كوئي ٹهكانا نه پاويگا پهر الله تعالى ايك شخص ميري اولاد اور ميري اهل بيت سے بهيجا كريگا اور اُس كے سبب سے زمين كو عدل و انصاف سے پهر ديگا جس طرح كه وه ظلم و جور سے پهر گئي هوگي اُس سے آسمان كے رهنے والے اور زمين كے رهنے والے راضي هونگے اور آسمان اپني بوندوں ميں سے ذرا بهي نهيں

۳ عن ابي سعيد قال ذكر رسول الله صلعم بلاء يصيب هذه الامة حتى لايجد الرجل ملجاء اليه من الظلم فيبعث الله رجلا من عترتي و اهل بيتي فيملاء بها الارض قسطا و عدلا كما ملئت ظلما و جورا يرضى عنه ساكن السماء و ساكن الارض لاتدع السماء من قطرها شيئا الا صبته مدرارا و لا تدع الارض من نباتها شيئا الا اخرجته حتى يتمنى الاحياء الاموات يعيش في ذلك سبع سنين اوثمان سنين او تسع سنين ۔ (مستدرك حاكم) (مشكوة صفحه ۴۶۳)

ہوزنے کا جو نہ برسائي ہو اور زمین نباتات میں سے کچھہ نہ اوگےگي جو نہ اوگائي ہو یہاں تک کہ زندے مودوں کو یاد کرینگے اور اسي حالت میں رہ سات یا اٹھہ یا نو برس زندہ رہیگا "۔

کچھہ عجب نہیں ہی کہ اسي زمانہ میں اُس شخص کے لیئے جس کي نسبت مکرر مکرر میں پیشین گوئي ہوتي چلي آتي تھي مہدي لقب رضع ہوا کیونکہ مہدي کا لقب اُنھي حدیثوں کے سائھہ حامل ہی جن میں بني فاطمہ اور اھل بیت میں سے خلیفہ ہونے کي بشارت ہی اور وہ حدیثیں بھي جن میں مہدي کا لقب بیان ہوا ہی متعدد کتابوں میں ہیں چنانچہ ابوداود میں ام سلمہ سے جس کے راویوں میں علي بن نفیل بھي ایک راوي ہی یہہ حدیث مذکور ہی کہ

(علي بن نفیل) عن ام سلمۃ قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول المہدي من عترتي من ولد فاطمۃ (ابو داود صفحہ ۲۳۲)

ام سلمہ نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہی کہ آپ فرماتے تھے کہ میري آل میں سے اور فاطمہ کي اولاد میں سے مہدي ہوگا "۔

اور ابوداود ہي میں ایک دوسري حدیث ابي سعید خدري سے ہی جس میں عمران القطان بھي ایک راوي ہی اور وہ یہہ ہی کہ سعید خدري نے آنحضرت صلعم کا یہہ فرمانا بیان کیا کہ مہدي

٥ (عمران القطان) عن سعید الخدري قال قال رسول اللہ صلعم المہدي منّي اجلي الجبہۃ اقنی الانف یملا الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا و ظلما یملک سبع سنین (ابو داود صفحہ ۲۳۲)

مجھہ میں سے ہی چمکتي ہوئي پیشاني اور اُونچي ناک والا ہوگا زمین کو عدل و انصاف سے جیسیکہ پر ظلم و جور سے بھر گئي ہوگي اور وہ سات برس "جو مالک رہیگا" جو حلیہ اس حدیث میں بیان ہوا ہی گیا وہ حلیہ زید شہید کا ہی

اتفاقات زمانہ سے حضرت زید شہید اور اُن کے بیٹے حضرت یحیی اپنے ارادہ میں کامیاب نہوئے اور ہشام کے ہاتھہ سے شہید ہوئے حضرت یحیی نے شہید ہوتے وقت وصیت کي کہ میرے بعد محمد بن عبداللہ کي طرف رجوع کرنا حضرت محمد پر ہوتے ہیں حضرت امام حسن علیہ السلام کے انہي کا خطاب نفس زکیہ اور لقب المہدي ہی چنانچہ ان خلدون نے لکھا ہی کہ فرقہ زیدیہ حضرت زید شہید

قال الزیدیۃ بامامۃ ابنہ یحیی من بعد زید فمضي الي خراسان و قتل بالجوزجان بعد ان ارمي الي محمد بن عبد اللہ بن حسن بن الحسن الامامۃ و یقال لہ النفس الزکیہ فخرج بالحجاز و تلقب بالمہدي و جائۃ عساکر المنصور فقتل۔

اور یحیی کے قائل ہیں ہوئے وہ خراسان کي طرف گئے اور خوزجان میں شہید ہو گئے شہید ہوتے وقت اُنھوں نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن الحسن السبط کے حق میں وصیت کي اُن کو نفس زکیہ کہتے ہیں اُنھوں نے حجاز میں خروج کیا اور مہدي اُن کا لقب دیا گیا ہور منصور کا لشکر اُن پر چڑھ آیا اور وہ شہید ہوگئے "۔

(ابن خلدون صفحہ ۱۹۷)

حضرت محمد بن عبداللہ کي خلافت مستحکم کرنے کو اور اس غرض سے کہ لوگ اُن کے معتقد اور اُن کے گرویدہ ہو جاویں اُن کے طرفداروں نے بہت سي وضعي حدیثیں پیدا کیں اُنھیں میں سے وہ حدیث بھي ہی جو ابو داؤد میں لکھي ہی اور جس میں ہارون اور عمرو بن ابي قیس اور ابو اسحق بھي راوي ہیں اور وہ حدیث یہہ ہی کہ حضرت علي نے اپنے بیٹے امام حسن کي طرف دیکھا اور کہا کہ یہہ میرا بیٹا سید ہی جیسیکہ پیغمبر خدا نے اُن کا یہہ نام رکھا ہی اور قریب ہی

٦ (ہارون عمرو بن ابي قیس ابواسحق ہمدني) قال علي و نظر الی ابنہ الحسن قال ان ابني ہذا سید کما سماہ النبي صلعم و یستخرج من صلبہ رجل یسمي باسم نبیکم صلعم یشبہہ في الخلق ولا یشبہہ في الخلق ثم ذکر قصۃ یملاالارض عدلا (ابوداؤد صفحہ ۲۳۳)

کہ اُس کي اولاد میں سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام وہي ہوگا جو تمہارے نبي کا نام ہی اور اُنھیں کا سا خلق ہوگا مگر صورت میں اُن کے مشابہ نہوگا پھر اُن کا بیان کیا کہ وہ بھریگا زمین کو عدل سے "محمد ابن عبداللہ حضرت امام حسن کے پر پوتے تھے اور محمد ہي اُن کا نام تھا پس اُن کي خلافت پر لوگوں کو راغب کرنے کے لیئے یہہ حدیث بنائي گئي۔

علاوہ اس کے اور بہت سي وضعي حدیثیں ہیں جن میں مہدي کا محمد نام ہونے کي بشارت ہی چنانچہ ابو داود میں ایک حدیث ہی جس میں عاصم بھي

٧ (عاصم) عن عبداللہ بن مسعود عن النبي صلعم لولم یبق من الدنیا الایوما لطول اللہ ذالک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلا منّي او من اھل بیتي یواطي اسمہ اسمي و اسم ابیہ اسم ابي سہ زاد نعیم یملاالارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا و في حدیث سفیان لا تذھب او لا تنقضي الدنیا حتی یملک العرب

ایک راوي ہی اور وہ حدیث یہہ ہی کہ عبداللہ ابن مسعود نے نبي صلعم کا فرمانا بیان کیا کہ اگر دنیا بجز ایک دن کے کچھہ نہ باقي رہی تو بھي اللہ تعالی ضرور اُس دن کو بڑھا دیگا تا کہ اللہ اُس میں ایک شخص کو مجھہ میں سے یا یہہ کہا کہ میري اھلبیت میں سے کھڑا کریگا جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا اور اُس کے

رجل من اهل بيتي يواطي اسمه اسمي (ابو داود صفحه ۲۳۲)

پاپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق اور فطر راوي نے اس قدر اور بڑھایا کہ وہ پھر دیگا زمین کو عدل و انصاف سے جیسے کہ وہ پھر گئي هرگي ظلم و جور سے اور سفیان کي حدیث میں هی کہ نہ جاویگي یا نہ گذریگي دنیا یہاں تک کہ میرے اهلبیت میں سے عرب کا ایک شخص مالک هوگا جس کا نام میرے نام کے مطابق هوگا" محمد ابن عبداللہ نے حجاز میں خروج کیا تھا اور اسي لیئے اس حدیث میں عرب کا نام بھي داخل کیا گیا۔

ترمذي میں بھي اسي قسم کي مندرجہ ذیل حدیثیں هیں اور اُن سب میں عاصم بھي ایک راوي هی اور وہ حدیثیں یہ هیں

۸ (عاصم) عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلعم لا یذهب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اهل بیتي یواطي اسمه اسمي (ترمذي صفحه ۳۷۱)

عبداللہ نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ دنیا نہیں جانے کي جب تک کہ میري اهلبیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک هو جس کا نام میرے نام کے مطابق هوگا۔

۹ (عاصم) عن عبداللہ عن النبي صلعم قال یلي رجل من اهل بیتي یواطي اسمه اسمي ترمذي صفحه ۳۷۱

پھر انهي عبداللہ سے روایت هی کہ نبي صلعم نے فرمایا کہ والي هوگا ایک شخص میري اهلبیت میں سے جس کا نام میرے نام کے مطابق هوگا۔

۱۰ (عاصم) عن ابي هریرة قال لولم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذالک الیوم حتی یلي الخ (ترمذي صفحه ۳۷۱)

اور ابو هریرة سے روایت هی کہ انحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر دنیا سے بجز ایک دن کے باقي نہ رہے تو ضرور اللہ تعالی اُس دن کو بڑھا دیگا تاکہ والي هو ایک شخص میري اهلبیت میں سے جسکا نام میرے نام کے مطابق هوگا۔

ابن ماجه میں بھي اس قسم کي حدیثیں پائي جاتي هیں ایک حدیث میں جس کے راویوں میں یاسین العجلي بھي راوي هی

۱۱ (یاسین عجلي) عن علي قال قال رسول اللہ صلعم المهدي منا اهل البیت یصلح اللہ في لیلة (ابن ماجه صفحه ۳۲۹)

یہ آیا هی کہ حضرت علي نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا هی کہ المهدي هم میں سے هماري اهل بیت میں هی ایک رات میں اللہ تعالی اُس کے سب کام درست کردیگا

ایک اور حدیث میں جس میں علي بن نفیل بھي راوي هی سعید بن مسیب کا بیان هی کہ هم ام سلمة کے پاس بیٹھے هوئے تھے اور مهدي کا ذکر کررهے تھے ام سلمة نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا هی کہ وہ فرماتے تھے کہ مهدي اولاد فاطمه سے هوگا۔

۱۲ (علي بن نفیل) عن سعید بن مسیب قال کنا عند ام سلمة نتذاکر نحن المهدي فقالت سمعت رسول اللہ صلعم یقول المهدي من ولد فاطمة (ابن ماجه صفحه ۳۲۹)

۱۳ (عکرمة بن عمار علي بن زیاد) عن انس ابن مالک قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول نحن ولد عبدالمطلب سادة اهل الجنة انا و حمزة و علي و جعفر والحسن والحسین والمهدي (ابن ماجه صفحه ۳۲۹)

ایک اور حدیث میں جس میں عکرمة بن عمار و علي بن زیاد بھي راوي هیں انس بن مالک سے روایت هی کہ اُنهوں نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا هی کہ آپ فرماتے تھے کہ هم اولاد عبدالمطلب سردار اهل جنة هیں اور وہ کون هیں میں هوں اور حمزة اور علي اور جعفر اور حسن اور حسین اور المهدي"۔

غور کرو کہ اس حدیث کے بنانے والے نے جو خاص بني فاطمة کا طرفدار معلوم هوتا هی کس حکمت سے حضرت عباس کا نام اولاد عبدالمطلب سے چھوڑ دیا هی تاکہ بني عباس کے دعوی خلافت کو تقویت نہ پهونچے — حالانکہ طرفداران بني فاطمة و طرفداران بني عباس دونوں اکثر شیعي تھے مگر جو جس کا طرفدار تھا اُس کے مفید کام کرتا تھا۔

بني عباس نے اپني تدبیروں میں نہایت کامیابي حاصل کي اور آخر کار وہ خلیفہ هوگئے بني عباس میں سے ابراهیم بن محمد بن علي بن عبداللہ بن العباس نے اپنے تئیں بالقاب امام ملقب کیا مگر وہ مرواں کي قید میں پڑے اور قتل هوئے۔ اس واقعہ سے بني عباس کي تدبیروں میں کچھ نقصان نہیں آیا اسلیئے کہ ابو مسلم خراساني نے جو نہایت دانشمند اور مدبر شخص تھا محمد بن علي بن عبداللہ بن العباس سے خفیہ بیعت کرائي تھي اور وہ خراسان میں اسلیئے گیا هوا تھا کہ لوگوں کو بني عباس کے خلیفہ هونے پر مایل کرے ابومسلم پاس وهاں خرچ جمعیت جمع هوگئي اور بني عباس کیطرف لوگوں کے دل مایل هوگئے ابومسلم نے "نقیب آل محمد" اپنا لقب اختیار کیا کیونکہ بني عباس بھي آل محمد کهلاتے تھے اور اپني طرف سے ستر نقیب اطراف میں لوگوں کو بني عباس کي خلافت پر مایل کرنیکے لیئے روانہ کیئے اور کل دوستداران آل عباس کے لیئے سیاہ لباس تجویز کیا اور اُن کے لشکروں کے جھنڈے بھي سیاہ توار پائي۔

۰ اُس زمانہ میں سب سے بڑا تسخہ لوگوں کو گرویدہ کرنے کا حدیثوں کا پیش کرنا تھا اسلیئے بنی عباس کے طرفداروں نے ایسي وضعي حدیثیں بنائیں جنسے خلیفہ یا مہدي ہونے کي پیشین گوئي بني عباس کے حقمیں نکلتي تھي اور مسلمانوں کو اُن کي مدد کرنا اُن حدیثوں کي رو سے ضرور ثابت ہوتا تھا چنانچہ ایسي قسم کي وہ حدیث ہی جو مشکوٰۃ میں مندرج ہی اور وہ یہہ ہی کہ ''

۱۴ من ثوبان قال قال رسول اللہ صلعم اذا رأیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوھا فان فیھا خلیفۃ اللہ المھدي رواہ احمد والبیھقي في دلایل النبوۃ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۳)

ثوبان نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جسوقت تم دیکھو سیاہ جھنڈوںکو خراسان کي طرف سے آتے ہوئے تو اُنکي اطاعت کرو بے شک اُنھي میں خلیفۃاللہ مہدي ہوگا '' اس حدیث کے مضمون سے صاف پایا جاتا ہی کہ ابومسلم نے جو اپنے لشکر کے جھنڈے سیاہ قرار دیئے تھے اس لیئے ہراخواہان بني عباس نے یہہ حدیث وضع کرکر لوگوں میں پھیلائي تھي ، تاکہ لوگ اُن کے مطیع ہوجاویں *

اس سے بھي زیادہ وضعي ایک اور حدیث ہی جو ابو داؤد میں مذکور ہی ، اگرچہ ہنگاموں اور تدبیروں کے زمانوں میں جو نسبت خلافت کے ہو رہي تھیں ایک شخص الحرث قوم ازد میں سے تھا اور وہ بھي خراسان میں بني اُمیہ کے گروہ میں تھامگر اُس نے خلیفہ بني اُمیہ کي اطاعت کو چھوڑدیا اور ہوا خواہاں بني عباس میں شامل ہوگیا چنانچہ تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہی کہ '' حرث ایک شخص قوم ازد کا سردار خراسان میں

کان الحرث عظیم الازد بخراسان فخلع سنۃ مائۃ عشر و لبس السواد و دعا الي کتاب اللہ و سنۃ نبیہ والبیعۃ الرضا علي ما کان علیہ دعاۃ بني عباس ھناک (ابن خلدون جلد ۳ — صفحہ ۹۲)

تھا اُس نے سنہ ۱۱۶ میں خلیفہ بني اُمیہ کي اطاعت کو چھوڑ دیا اور سیاہ لباس پہن لیا اور لوگوں کو خدا کي کتاب و پیغمبر کي سنت پر چلنے اور اُس طریقہ کو پسند کرنے پر جس پر کہ بني عباس کے ہوا خواہ بیعت لے رہے تھے مشغول ہوا '' اس حرث کے لیئے بھي ایک حدیث بنائي گئي اور لوگوں میں پھیلائي گئي جو ابوداؤد میں مندرج ہی اور جس میں ہارون و عمرو بن ابي قیس و ہلال ابن عمرو بھي راوي ہیں اور وہ حدیث یہہ ہی کہ '' حضرت علي نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ نہر فرات کے اُس

۱۵ (ہارون عمر و بن ابي عمرو) عن علي عارف سے ایک شخص خروج کرے گا جس کو حارث حراث

قال قال رسول اللہ صلعم یخرج رجل من وراء النھر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمتہ رجل یقال لہ منصور یوطن او یمکن لال محمد کما مکنت قریش لرسول اللہ صلعم و جب علي کل مومن نصرہ (ابوداود صفحہ ۲۲۳)

کہینگے اُس کي سرداري میں ایک شخص ہوگا جس کو منصور کہینگے بسادیگا اور جگہہ دیگا ال محمد کو جس طرح کہ جگہہ دي قریش نے رسول خدا صلعم کو واجب ہی ہر مسلمان پر اُس کي مدد کرنا یہہ منصور وہي ہیں بني عباس میں سے جو خلیفہ ہوئے پس ان

تمام واقعات کے مطابق کرنے سے کس شخص کو شبہہ باقي رہتا ہی کہ یہہ سب حدیثیں وقت کي مناسبت سے اور اپنے مقاصد کے حاصل کرنے کے لیئے بنالي گئي تھیں ۰

اسي قسم کي کئي حدیثیں ابن ماجہ میں ہیں اُنھي میں سے وہ حدیث ہی جس میں یزید ابن ابي

۱۶ (یزید ابن ابي زیاد) عن عبداللہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلعم اذا قبل نتیتہ من بني ھاشم فلما رأھم النبي صلعم اعرورقت عیناہ و تغیر لونہ قال فقلنا مانزل نري في وجھک شیئا نکرھہ فقال انا اھل بیت اختار اللہ لنا الاخرۃ علي الدنیا و ان اھل بیتي سیلقون بعدي بلاء و تشریدا و تطریدا حتی یاتي قوم من قبل المشرق معھم رایات سود فیسألون الخیر فلا یعطونہ فیقاتلون فینصرون فیعطون ما سالوا فلا یقبلونہ حتی یدفعوھا الی رجل من اھل بیتي فیملاھا قسطا کما ملؤھا جورا فمن ادرک ذلک منکم فالیاتھم و لو حبوا علی الثلج (ابن ماجہ صفحہ ۷۳۸)

زیاد بھي راوي ہی اور وہ یہہ ہی کہ '' عبداللہ نے کہا کہ ایک دفعہ ہم رسول خدا صلعم کے پاس تھے کہ دنعۃ بني ہاشم کے چند کبرو آئے جب اُن کو رسول خدا صلعم نے دیکھا تو آپ کي آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ کا رنگ متغیر ہوگیا عبداللہ نے عرض کیا کہ کیا بات ہی جو آپ کے چہرہ مبارک سے ایسي بات پائي جاتي ہی جو ہمکو ناخوش کرتي ہی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہم اہل بیت کے لیئے دنیا پر آخرت کو پسند کیا ہی اور قریب ہی کہ میري اہل بیت میرے بعد بلا میں اور تشدد میں اور تاواں قتل ہوجانے میں پڑینگي یہاں تک کہ مشرق کي جانب سے ایک قوم آویگي جس کے ساتھہ سیاہ جھنڈے ہونگے پھر وہ ایک نیک بات کا سوال کرینگي پھر اُنکو نہ دیوینگے پھر وہ لڑینگے اور فتح پاوینگے اور جو مانگتے تھے وہ ملیگا اُسکو قبول نکرینگے یہاں تک کہ اُسکو میري اہل بیت میں سے ایک آدمي کو دیدینگے اُس وقت کہ ایک شخص میري اہل بیت میں سے

کو دے دیا جاویگا پھر وہ پھودیگا دنیا کو انصاف سے جس طرح کہ وہ بھر گئي ظلم سے جو شخص تم میں سے اُس کو پاوے تو اُن کا ساتھہ دے گو کہ برف پر گھسٹ گھسٹ کے ہو "۔

ابو مسلم نے جو لوگوں کو بني عباس کي خلافت پر مایل کیا تھا مدت تک اُس نے یہہ ظاہر نہیں کیا کہ کس شخص کو وہ خلیفہ ہونا چاہتا ہی جب بہت لوگ جمع ہوگئے اور لشکر بہم پہونچ گیا اور خراسان میں بخوبي ضبط ہوگیا اُسوقت اُسنے عبد اللہ ابوالعباس کا نام ظاہر کردیا اور اُس کو خلیفہ مشہور کردیا پس یہہ حدیث صرف اس تدبیر کے پورا کرنے کو بطور پیشیں گوئي بنائي گئي تاکہ عبداللہ کي خلافت کا اثر اور استحکام لوگوں کے دلوں پر جم جاوے ۔

ابن ماجہ میں ایک اور حدیث بھي ہی جسمیں عبدالرزاق ابي قلابہ بھي راوي ہی اور وہ یہہ ہی کہ

۱۷ (عبدالرزاق ابي قلابہ) عن ثوبان رض قال قال رسول اللہ صلعم تقتتل عند کنز کم ثلاثة کلهم ابن خلیفة ثم لایصیر الي واحد منهم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقاتلونکم قتالا لم یقتله قوم ثم ذکر شیئا لا احفظه فقال اذا رایتموه فبایعوه ولوحبوا علي الثلج فانه خلیفة اللہ المهدي ۔

(ابن ماجه صفحه ۳۲۹)

" ثوبان نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تمہارے خزانہ پر تین شخص مارے جاوینگے وہ سب خلیفہ کے بیٹے ہونگے پھر اُن میں کسیکو نملیگا پھر مشرق کي جانب سے جھنڈے نکلینگے اور تمکو ایسا قتل کرینگے کہ کسي قوم نے کیا ہوگا اُس کے بعد اور کچھہ فرمایا جو راوي کو یاد نہیں رہا پھر یہہ فرمایا کہ جب تم اُن کو دیکھو تو اُن سے بیعت کرو گو کہ برف پر گھسٹ کر جانا ہے ہو کیونکہ وہ ہوگا خلیفة اللہ المهدي "

جب کہ بني اُمیہ کے خاندان کي خلافت ختم ہوتے کو ہوئي اور بني عباس کا ستارہ اقبال عروج پر ہوا تو ان جھگڑوں میں اسقدر خونریزیاں ہوئي تھیں کہ درحقیقت کسي قوم میں نہوئي تھیں بني اُمیہ اور اُنکے طرف دار سب قتل ہوئے محمد بن علي کے سامنے ایک حمام میں ستر کروہ بني اُمیہ کے قتل ہوئے تھے اور پھر اُن کي لاشوں پر بچھونا بچھا کر کھانا کھایا گیا تھا عبداللہ ابو العباس کا نام سفاح بسبب بے انتہا خونریزي کے پڑ گیا تھا اس خونریزي پر خاک ڈالنے اور بني عباس کي خلافت مستحکم کرنے کے لیئے یہہ حدیث بنائي گئي جس سے معلوم ہوا کہ اس خونریزي کي پیشیں گوئي ہوچکي تھي اور ضرور ہونے والي تھي ۔

ابن ماجہ میں ایک اور حدیث ہی کہ عبداللہ بن الحارث زیدي

۱۸ (ابن لهیعة) عن عبداللہ بن الحارث زیدي قال قال رسول اللہ صلعم یخرج ناس من المشرق فیوطئون للمهدي یعني سلطانه و حکومت قایم کرینگے ۔ سلطانه (ابن ماجه صفحه ۳۰۰)

بني عباس کي کوششوں کا آخر کار نتیجہ یہہ ہوا کہ عبداللہ ابوالعباس سفاح پوتے حضرت عباس کے مستقل خلیفہ ہوگئے اُن کے مرنے کے بعد ابو جعفر منصور دوانقي اُنکا بھائي سنہ ۱۳۶ ہجري مطابق سنہ ۷۵۵ع کے خلیفہ ہوا اسي کے وقت میں محمد بن عبداللہ حضرت امام حسن کے پوتے نے دعوي خلافت کیا تھا جو انجام کار قتل ہوئے اس کے مرنے کے بعد ابو عبد اللہ محمد بن منصور سنہ ۱۵۸ ہجري مطابق سنہ ۷۷۵ ع کے خلیفہ ہوئے اور اُنہوں نے المهدي اپنا لقب قرار دیدیا تاکہ لوگ جان لیں کہ المهدي جس کي پیشیں گوئیاں تھیں وہ آ چکا اب کوئي نہیں آنے والا اور مقصود اس سے یہہ تھا کہ آیندہ کا فساد اور دعوي مهدویت بند ہو ۔

ان تمام حالات کو پڑھکر ضرور ہمارے اس آرٹکل کے پڑھنے والوں کے دل میں یہہ خیال جاویگا کہ یہہ کیوں قرار دیا گیا ہی کہ جب یہہ واقعات پیش آئے تو اُس وقت اُن کے مطابق یہہ حدیثیں اپنے اپنے افراض کے لیئے بنالي گئیں برعکس اس کے یہہ کیوں نہیں قرار دیا جاتا کہ یہہ سب حدیثیں تھیں اور جو پیشیں گوئیاں اُن میں تھیں اُنھیں کے مطابق یہہ سب واقعات پیش آئے ۔

مگر اسکا سبب ذرا سے غور کرنے میں بخوبي واضح ہوجاتا ہی دیکھو یہہ حدیثیں دو گروہ سے متعلق ہیں ایک بني فاطمہ سے اور ایک بني عباس سے ایک قسم کي حدیثوں میں المهدي کا ہونا بني فاطمہ میں بیان ہوا اور اُس کي اطاعت و نصرت پر حکم ہی اور ایک قسم کي حدیثوں میں بني عباس میں المهدي کا ہونا اور اُسکي مدد و اعانت کرنے کا حکم ہی اگر درحقیقت کوئي المهدي ہوتا تو وہ بني فاطمہ میں سے ہوتا یا بني عباس میں سے نہ یہہ کہ دو مختلف شاخوں میں سے پس صاف پایا جاتا ہی نہ کوئي پیشیں گوئي المهدي کي نہ تھي بلکہ ہر ایک فریق نے اپني اپني تائید کے لیئے حدیثیں بنالیں تھیں ۔

جن حدیث کي کتابوں میں یہہ حدیثیں مندرج ہیں اگر وہ کتابیں قبل ان واقعات کے تصنیف ہوچکي ہوتیں اور اُن میں یہہ حدیثیں مندرج ہوتیں تو البتہ ایک بات قابل اعتماد کے ہوتي مگر وہ سب کتابیں حدیث کي جن میں یہہ حدیثیں ہیں اُن واقعات کے بہت مدتوں بعد تالیف ہوئي ہیں — ان حالات سے جو ہمنے بیان کیئے صاف ظاہر ہی کہ یہہ سب واقعات سنہ ۱۵۸ ہجري سے پہلے ختم ہو چکے تھے اور اُن حدیث کي کتابوں کے مصنف سب اُس زمانہ کے

بعد تھے اور وہ کتابیں سب اُس زمانہ کے بعد تالیف ہوئی ہیں جس کی تفصیل ذیل میں مندرج ہی ۔

نام	سنہ پیدایش	سنہ وفات
محمد اسمعیل بخاری	۱۹۴	۲۵۶
مسلم	۲۰۴	۲۶۱
ابو عیسی محمد ترمذی	۲۰۹	۲۷۹
ابو داود	۲۰۲	۲۷۵
ابو عبدالرحمن احمد نسائی	۲۱۵	۳۰۳
ابو عبداللہ محمد ابن ماجہ	۲۰۹	۲۹۳

اس رائے کی زیادہ تقویت اس بات سے ہوتی ہی کہ امام مالک سنہ ۹۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۷۹ ہجری میں فوت ہوئے اور یہہ تمام واقعات اُن کے سامنے گذرے مگر اُن کی نقاب مرطا میں کوئی حدیث المہدی کی پیشین گوئی کی نہیں ہی اور نہ بخاری و مسلم میں ہی ۔

ایک بڑا دھوکا لوگوں کو یہہ پڑتا ہی کہ جب سنتے ہیں یا دیکھتے ہیں کہ یہہ حدیث صحاح ستہ میں مندرج ہی تو بلا غور اُس کو مان لینا چاہتے ہیں حالانکہ محققین صحاح ستہ نے جہانتک اُن سے ہوسکا ہی اُنہوں نے روایت کی تنقیح میں بڑی کوشش کی ہی یعنی حتی المقدور جن راویوں کو معتبر سمجھا اور اُنہوں نے جو حدیث نقل کی اُس کو کتاب میں مندرج کیا مگر اُن حدیثوں کی تنقیح بلحاظ اُن کے واقعات مندرجہ اور اُن کے مضامین کے جو درایت سے تعلق رکھتے ہیں پڑھنے والوں کی تحقیق پر چھوڑا ہی مگر افسوس ہی کہ اس زمانہ کے پڑھنے والے اُس کی تنقیح کی طرف مطلق متوجہ نہیں ہوتے ۔

یہہ حدیثوں جو ہمنے بیان کیں اگرچہ اُنہی کتب میں مندرج ہیں جو صحاح میں سے کہلاتی ہیں لیکن اُن کے راوی بھی معتبر نہیں ہیں اور اس لیئے یہہ حدیثیں روایت کی تنقیح کے مطابق بھی جو محققین کے اصول مسلمہ میں سے ہی قابل رد کرنے کے ہیں پس اب ہم بموجب اُصول محققین کے ان حدیثوں کا مردود ہونا بیان کرتے ہیں ابن خلدون نے اُن حدیثوں کے راویوں کی نسبت جو بحث کی نہایت خوبی سے ایک جگہہ جمع کردی ہی اور ہم اُسی کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں ۔

ہمارے آرٹکل کے پڑھنے والے دیکھینگے کہ ہم نے ہر حدیث کے پہلے بعض راویوں کا نام دو ہلالی خط کے بیچ میں لکھہ دیا ہی اُس سے مطلب یہہ ہی کہ اُس حدیث کے راویوں میں سے وہ شخص بھی ایک راوی ہی اور وہی شخص قابل معتبر ہی اور اُسی کے راوی ہونے کی وجہہ سے وہ حدیث قابل اعتبار اور لایق قبول کے نہیں رہی پس اب ہم ہر ایک کی نسبت جو جرح ہی وہ لکھہ دیتے ہیں ۔

۱ (قتادۃ) — وقتادۃ مدلس و قد عنعن فیہ والمدلس لا یقبل من حدیثہ الا ما صرح فیہ بالسماع (ابن خلدون صفحہ ۲۶۳)

ابو داود کی روایت میں قتادہ ایک راوی ہی اور وہ مدلس ہی یعنی بیچ کے راویوں کے نام چھوڑ جاتا ہی اور اُس نے اُس حدیث کو عن عن کرکر بیان کیا ہی اور مدلس کی بیان کی ہوئی حدیث بغیر اس کے کہ وہ اُس کا سنا صاف نہ بیان کرے قبول نہیں ہو سکتی ۔

۲ (نضر) — قال العجلی نضر الحدیث و فیہ تشیع قلیل و قال ابن معین ثقۃ شیعی و قال احمد بن عبداللہ بن یونس کنا نعد علی نضر و ھو مطروح لا نکتب عنہ و قال مرۃ کنت امر بہ و ادعہ مثل الکلب و قال الدار قطنی لا یحتج بہ و قال ابوبکر بن عیاش ما ترکت الروایۃ عنہ الا لسوء مذھبہ و قال الجوزجانی زایغ غیر ثقۃ (صفحہ ۲۶۲)

عجلی نے نضر کے حق میں کہا ہی کہ اُسکی حدیثیں اچھی ہیں اور اُس میں کچھہ شیعہ پن ہی اور ابن معین نے کہا ہی کہ وہ ثقہ ہی شیعہ ہی اور احمد بن عبداللہ بن یونس نے کہا ہی کہ ہم نضر کے سامنے کوچلے جاتے تھے اور اُسکو چھوڑ دیتے تھے اُس سے کچھہ نہیں لکھتے تھے یعنی ہم اُس کو لایق اخذ روایت کے نہیں جانتے تھے اور مرۃ نے کہا ہی کہ میں اُسکو مثل کتے کے چھوڑ کر چلا جاتا ہوں اُس سے روایت نہیں کرتا ہوں اور دار قطنی نے یہہ کہا ہی کہ اس کی روایت سے استدلال نہ کرنا چاہیئے اور ابوبکر بن عیاش نے کہا ہی کہ میں نضر کی روایت تو اُس کی خرابی مذھب کے سبب سے چھوڑ دی ہی اور جوزجانی نے کہا ہی کہ وہ کج راے ہی قابل اعتبار کے نہیں ہی ۔

۳ (حاکم) — قال البلقینی قد جمع الحافظ الذھبی زھاء مائۃ حدیث موضوع من احادیث المستدرک و شنع علیہ غایۃ التشنیع فی بعض المواضع و قال الحافظ ابن حجر انما وقع الحاکم التساھل لانہ سود الکتاب لینقحہ فاعجلتہ المنیۃ او کما ذالک فتوی الحرم ۔ (صفحہ ۱۱)

حاکم کے حق میں بلقینی نے کہا ہی کہ ذہبی نے بقدر سو حدیث موضوع کے جمع کی ہیں جو حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہیں اور اُسپر بہت تشنیع کی ہی اور برا کہا ہی اکثر جگہہ اور حافظ ابن حجر نے کہا ہی کہ حاکم سے مستدرک میں تساہل اس لیئے ہوا کہ اُس نے یہہ کتاب لکھی

تهي که پهر اُسي ميں سے احاديث صحيحه کا انتخاب کريگا مگر اس سے پہلے مرگيا ۔

(۱۴) بيهقي اور شاه عبدالعزيز محدث دهلوي نے مستدرک اور کتب بيهقي کو طبقه سوم که جسميں احاديث صحيح اور حسن اور ضعيف اور متهم بالوضع بهي هيں شمار کيا هی قوله — طبقه ثالثه احاديثي که جماعه از علماء متقدمين بر زمان بخاري و مسلم يا معاصرين آنها يا لاحقين بانها در تصانيف خود روايت کرده اند و التزام صحت نه نموده و کتب آنها در شهرت و قبول در مرتبه طبقه اولی و ثانيه نه رسيده هرچند مصنفين آن کتب موصوف پرورند بتيقظ و تدين در علوم حديث و وثوق و عدالت و ضبط و احاديث صحيح و حسن و ضعيف بلکه متهم بالوضع نيز دران کتب يافته می شود و رجال آن کتب بعضی موصوف بعدالت و بعضی مستور و بعضی مجهول و اکثر ان احاديث معمول به نزد فقها زعده اند بلکه باجماع برخلاف انها منعقد گشته و در ين کتب هم تفاصيل و تفاوت هست بعضها اقوي من البعض اصاحی ان کتب ابن است مسند هانعي سنن ابن ماجة مسند دارمي مسند ابي يعلي موصلي مصنف عبدالرزاق مصنف ابي بکر شيبه مسند عبد بن حميد مسند ابي داود طيالسي سنن دار قطني صحيح بن حبان مستدرک حاکم کتب بيهقي کتب طحاوي تصانيف طبراني ۔

علي بن ثقيل کو عقيلي نے ضعيف کها هی اور کها هی اس ميں اُس کا اور کوئي تابع نهيں هی اور وه اسي روايت سے معلوم هوا هی اور کوئي روايت اُسکي کهيں نهيں مروي هوئي ۔

(۴ و ۱۲) علي بن ثقيل قد ضعفه ابو جعفر العقيلي و قال لايتابع علي بن ثقيل عليه ولايعرف الابه (صفحه ۲۶۲)

(۵ تمير) عمر ان القطان اختلف في الاحتجاج به انما اخرج له البخاري استشهادا لا اصلا و کان يحيي القطان لايحدث عنه و قال يحيي بن معين ليس بالقوي وقال مرة ليس بشئي و قال احمد بن حنبل ارجو ان يکون صالح الحديث و قال يزيد بن الزريع کان حوريا وکان يري السيف علي اهل القبلة وقال النسائي ضعيف (صفحه ۲۶۳)

عمران قطان ميں اختلاف هی که اُسکي روايت صحيح هوسکتي هی يا نهيں بخاري نے اسکي روايات سے تو دوسري روايت کي تائيد اور تقويت کے لئے ذکر کي هی اس کي اصل روايت نهيں بيان کي هی اور يحيي قطان تو اس کي حديث نهيں ليتے تهے اور يحيي بن معين نے کها هی که يه قوي نهيں هی اور مره نے کها هی که وه کچهه نهيں هی اور امام احمد بن حنبل نے کها هی که شايد اُس کي حديثيں اچهي هوں اور يزيد بن الزريع نے کها هی که اُس کا عقيده خوارج کا سا تها اور اهل قبله پر تلوار پکڑنا اور اُس سے لڑنے کا قائل تها اور نسائي نے کها هی که وه ضعيف هی ۔

(۶) هارون عمرو بن ابي قيس ابو اسحاق شيعي ۔ هارون عکه ابوداوود عليه و قال في موضع في هارون هو من واد الشيعة و قال السليماني فيه نظر (صفحه ۲۶۲)

هارون اور عمرو بن ابي قيس اور ابو اسحاق شيعي کا يهه حال هی که هارون کے حال سے ايک جگهه تو ابوداوود نے سکوت کيا اور دوسري جگهه کها هی که وه شيعوں ميں سے هی اور سليماني نے کها که اُسميں نظر هی ۔

عمرو بن ابي قيس ذل ابو داوود في عمرو بن قيس لاباس به في حديثه خطاء و قال الذهبي صدق له ارهام (صفحه ۲۶۲)

عمرو بن ابي قيس کے حق ميں داوده نے يهه کها هی که اُسکا حفظ نهيں هی اُسکي حديث ميں خطا هوتي هی ذهبي نے کها هی که وه سچا هی مگر اُسکو کچهه ارهام اور شبهات هوگئے هيں ۔

ابو اسحاق الشيعي و ان خرج له الشيخان فی الصحيحين نقد تبت انه اختلط اخر عمره و روايته من علي مقطعة (صفحه ۲۶۲)

ابو اسحاق شيعي کي روايت اگرچه بخاري اور مسلم ميں مذکور هيں مگر يهه ثابت هوا هی که وه آخر ميں بهک گئے تهے اور حضرت علي سے اُنکي روايت متصل نهيں هی ۔

(۷ و ۸ و ۹ و ۱۰) عاصم ذل العجلي کان يختلف عليه في زر وابي وائل يشير بذلک الی ضعف روايتهما عنه و قال محمد بن سعد کان ثقة الا انه کثير الخطاء (صفحه ۲۶۲)

عجلي نے کها هی که عاصم نے جو روايتيں زر اور ابي وائل سے کي هيں اُن ميں اختلاف هی اس سے اشاره هی که ان دونوں سے اسکي روايتيں ضعيف هيں اور محمد بن سعد نے کها هی که وه اچها هی مگر اُسکي حديث ميں اکثر خطا هوتي هی ۔

في حديثه و قال يعقوب بن سفيان في حديثه اضطراب و قال عبدالرحمن بن ابي حاتم قلت لابي ان ابا زرعة يقول عاصم ثقة قال ليس معناه هذا و قد تکلم فيه ابن علية فقال کل من اسمه عاصم سئي الحفظ و قال ابو حاتم محله عندي محل الصدق صالح

اور يعقوب ابن سفيان نے کها هی که اسکي حديث ميں اضطراب هی اور عبدالرحمن بن ابي حاتم نے کها هی که ميںنے اپنے باپ سے کها که ابوزرعه يهه کهتا هی که عاصم ثقه هی کها اُسکا يهه درجه نهيں هی اور ابن علية نے اُسميں کلام کيا هی اور کها هی حديثوں کا تو

الحديث و لم يكن بذاك الحافظ واختلف فيه قول النسائي وقال ابن حراش في حديثه نكرة و قال ابو جعفر العقيلي لم يكن فيه الا الحفظ و قال الدار قطني في حفظه شي و قال يحيى القطان ماوجدت رجلا اسمه عاصم وجدته ردي الحفظ وقال ايضا سمعت شعبة يقول حدثنا عاصم ابن ابي النجود و في الناس ماقيها و قال الذهبي ثم هو في الحديث دون الثبت صدوق فهم و هو حسن الحديث وان احتج احد بان الشيخين خرجاله فمقارل اخرجا مقرونا بغيره لا اصلا له (صفحه ۲۶۱)

عاصم هي اُنکا حفظه اچها نهيں هي اور ابو حاتم نے کہا هي که ميرے نزديک اُسکا درجه يه هي که وه سچا هي اور لايق حديث کے هي مگر کچهه بهت ياد رکهنے والے نهيں هيں اور نسائي کے قول اُسکے حق ميں مختلف هيں اور ابن حراش نے کہا هي که اُس کي حديث ميں امر قابل انکار بهي هوتا هي اور ابو جعفر عقيلي نے کہا هي اُسميں سوائے نقص حافظه کے اور کچهه عيب نه تها اور دار قطني نے کہا هي که اُسکي ياد ميں کچهه نقص تهے اور يحيى قطان نے کہا هي که ميں نے کسي عاصم کي ياد اچهي نهيں پائي اور کہا هي که ميں سدا هي شعبه سے سنتا تها تهے که مجهه سے حديث کهي عاصم بن ابي النجود نے اور آدميوں ميں مشهور هي جو اُسکا حال هي اور ذهبي نے کہا هي که قرات ميں تو وه بهت اچها هي اور حديث ميں اس سے کم هي سچا هي اور اچهي حديث والا هي اور اگر کوئي يه اعتراض کرے که بخاري اور مسلم نے تو اُس سے روايت کي هي تو هم کهتے هيں که اُس نے دوسرے کے ساتهه ملي هوئي اُنهوں نے روايت کي هي اور اصل اُسکي روايت نهيں کي .

(۱۱) يا سين عجلي قال البخاري فيه نظر و هذا اللفظة من اصطلاحه قرية بالضعيف جدا و اوردله ابن عدي في كامل و ذهبي في الميزان هذا الحديث علي وجه الاستنكار له وقال هو معروف به صفحه (۲۶۶)

يا سين عجلي کے حق ميں بخاري نے کہا هي که اُس ميں نظر هي اور بخاري کي اصطلاح ميں يه لفظ بهت زيادة ضعيف کهنا هي اور ابن عدي نے کامل ميں اور ذهبي نے ميزان ميں يهي حديث اُس پر انکار کے لئے ذکر کي هي اور کہا هي که وه تو مشهور هي اس حديث کے معامله ميں .

(۱۳) عكرمة بن عمار علي بن زياد . عكرمة بن عمار قد ضعفه بعض وثقه آخرون و قال ابو الزازي هو مدلس فلا يقبل منه الا ان يصرح بالسماع (صفحه ۲۶۷)

عکرمة بن عمار اور علي بن زياد عکرمة بن عمار کو تو بعض نے ضعيف کہا هي اور بعض نے اچها کہا هي اور ابو حاتم نے کہا هي که وه مدلس هي يعني راوي چهوڑ ديتا هي اُس کي وه حديث مانني چاهيئے جسکو بتصريح يهه کهے که ميں نے سنا هي .

علي بن زياد . قال الذهبي في الميزان لا ندري من هو و قد تكلم فيه الدوري .

علي بن زياد کے حق ميں ذهبي نے کہا هي که هم نهيں جانتے وه کون هي اور دُوري نے بهي اُس ميں کلام کيا هي .

قالو اراه يفتي في مسائل و يخطي فيها و قال ابن حبان كان ممن نحش عطاء فلا تحتج به . (صفحه ۲۶۷)

کہا هي که دُوري نے اُس کو ديکها که بهت مسئلوں ميں حکم ديتا تها اور اُن ميں خطا کرتا تها اور ابن حبان نے کہا هي که وه بهت زيادة صرف کرتا تها اور ديتا تها تو اُس کي حديث سے حجت نهيں لا سکتے .

۱۵ هلال بن عمرو مجهول (صفحه ۲۶۲)

هلال بن عمرو مجهول هي اُسکا کچهه حال معلوم نهيں هوا که کيسا هي .

۱۶ يزيد بن ابي زياد ، قال فيه شعبة كان رفاعا يرفع الاحاديث التي لا تعرف مرفوعه و قال محمد ابن الفضل كان من كبار ائمة الشيعة و قال احمد بن حنبل لم يكن بالحافظ و قال مرة حديثه ليس بذاك و قال يحيى بن معين ضعيف قال ابوزرعه لان يكتب حديثه ولا يحتج به و قال ابو حاتم ليس بالقوي و قال العجرجاني سمعتهم يضعفون حديثه و قال ابن عدي هو من شيعة اهل الكوفه و مع ضعفه يكتب حديثه رواه مسلم لكن مقرونا بغيره و بالجملة قال الكثرون على ضعفه و قد صرح الائمة بضعف هذا الحديث قال ابوزرعه سمعت ابا سلمة يقول في حديث يزيد من ابراهيم او حلف

شعبه نے يزيد بن ابي زياد کے حق ميں کہا هي که وه تو يونهيں اُن حديثوں کو حضرت رسول الله صلعم تک مرفوع کرديتا تها جسکا رفع ثابت نهيں هوا اور محمد بن الفضل نے کہا هي وه تو شيعوں کا بڑا پيشوا تها اور احمد بن حنبل نے بهي کہا هي که وه ياد رکهنے والا نه تها اور مرة نے کہا هي که اُس کي حديث ايسے درجه کي نهيں هي اور يحيى بن معين نے اُس کو ضعيف کہا هي اور ابوزرعه نے يهه کہا هي که وه اس لايق هي نه اُس کي حديث لکهي جاوے اور اُس کي حديث سے حجت نه لائي چاهيئے اور ابو حاتم نے کہا هي که وه قوي نهيں هي اور جرجاني نے کہا هي که

عدي خمسين يميزنا قصاصة ما صدقته (صفحه ۲۶۵)

ميں نے سنا هی علماء کو نه اُسکي حديث کي تضعيف کرتے تهے اور ابن عدي نے کها هی که وه تو کوفه کے شيعوں ميں سے هی اور باوجود ضعف کے اُس کي حديث لکهه لي جاوے مسلم نے اُس سے روايت کي هی ليکن دوسرے سے ملي هوئي اور اکثر اُس کو ضعيف کهتے هيں اور سب ائمه نے بتصريح اس حديث کو ضعيف کها هی ابوقدامه نے کها هی که ميں نے ابو سلمه سے سنا هی که وه يزيد کي حديث کو جو اُس نے ابراهيم سے روايت کي هی يهه کهتے تهے که اگر وه ميرے سامنے پچاس مرتبه اپنے عام پر قسم کها کر بهي آئے تو ميں اُس کو سچا نه مانوں ۔

۱۷ عبدالرزاق و ابي قلابه ۔ عبدالرزاق بن همام کان مشهورا بالتشيع و عمي في اخرونته و قال ابن عدي حديث باحاديث في الفضائل لم يرافقه عليها احد و تسبروا الي التشيع (صفحه ۲۶۷)

عبدالرزاق بن همام تو شيعه هونے ميں مشهور تها اور آخر عمر ميں انده بهي هوگيا تها اور ابن عدي نے کها هی که اُس نے فضائل ميں ايسي حديثيں روايت کي هيں جو کسي نے نهيں کي اور اُس کو تو سب نے تشيع کي طرف نسبت کيا هی ۔

ابوقلابه ذکرالذهبي وغيره انه مدلس و فيه السفيان و هو مشهور بالتدليس و عنعنا و لم يصرحا بالسماع فلا تقبل (۲۶۷)

ابو قلابه کے حق ميں ذهبي اور اورں نے يهه ذکر کيا هی که وه مدلس هی اور اس حديث کے راويوں ميں سفيان سے بهي جو تدليس ميں مشهور هی اور ان دونوں نے يهه حديث من عن کے روايت کي هی اور صاف اپنا سماع نهيں بيان کيا تو نهيں قبول کي جا سکتي ۔

۱۸ ابن لهيعه ۔ قال الطبراني تفرد به ابن لهيعه و قد تقدم لنا في حديث علي الذي خرجه الطبراني في معجمه الاوسط ان ابن لهيعه ضعيف (صفحه ۲۶۸)

ابن لهيعه کي حديث کو طبراني نے يهه کها هی که يهه صرف اُسي سے مروي هی اور هم پهلے حضرت علي کي حديث ميں جو طبراني نے معجم اوسط ميں روايت کي هی لکهه چکے هيں که وه ضعيف هی ۔

و عبدالله بن لهيعة ضعيف معروف الحال و فيه عمرو بن جابرالحضرمي و هو اضعف منه و قال احمد بن حنبل روي عن جابر مناكير و بلغني انه كان يكذب و قال النسائي ليس بثقة قال كان ابن لهيعة شيخا احمق ضعيف العقل و كان يقول علي فيالسحاب و كان يجلس معنا فيبصر سحابة فيقول هذا علي فيمر في السحاب (صفحه ۲۶۶)

عبدالله ابن لهيعه کے ضعيف هونے کا حال تو مشهور هی اور اس حديث ميں عمرو بن جابر بهي اس کے ساتهه شريک هی اور وه اُس سے بهي زيادة ضعيف هی اور احمد بن حنبل نے کها هی وه تو بهت منکر حديثيں جابر سے نقل کرتا هی اور مجهکو يهه دريافت هوا هی که وه جهوٹ کهتا هی اور کها هی نسائي نے که وه ثقه نهيں هی اور نسائي نے کها هی که ابن لهيعه ايک بزرگ احمق آدمي تها اور يهه کها کرتا تها که علي مرتضي ابر ميں هيں اور همارے پاس بيٹهتا تها جب ابر کو ديکهتا تو يهه کهتا که يهه علي هيں جو ابر ميں گئے ۔

جس وقت حديث کے راويوں کي نسبت بحث هوتي هی اُسوقت يهه مشکل پيش آتي هی که کسي راوي کو ايک شخص نامعتبر قرار ديتا هی اور دوسرا اُس کو معتبر سمجهتا هی مگر اصول حديث ميں يهه قاعده مسلم ٹهرا هی که جرح تعديل پر مرجح هوتي هی اس کا سبب يهه هی که جس شخص نے کسي کو معتبر سمجها هی اُسکي وجهه يهه هوتي هی که اُس نے اُسميں کچهه نقص نهيں پايا پس گويا اُس کي شهادت ايک نفي کي شهادت هی اور جس نے اُسکو نا معتبر قرار ديا هی اُس نے اُس ميں نقص پايا هی اور اس ليئے اُس کي شهادت ايک مثبت هی جو منفي پر مقدم هی پس جو لوگ ان راويوں کو معتبر قرار ديتے هيں اُس سے جو جرح که اُن پر کي گئي هی وه زايل نهيں هوسکتي اور اس ليئے اُن کي بيان کي هوئي روايت معتبر نهيں هوسکتي ۔

ان راويوں ميں سے بعض کي نسبت شيعه هونے کي وجهه سے جرح کي گئي هو گو همارے نزديک صرف شيعه هونا وجهه کافي جرح کي نهو ليکن ايسے موقع ميں جسميں يهه حديثيں مذکور هوئي هيں کوئي حديث جو کسي فريق کے طرفدار نے اُس فريق کے حق ميں مشهور کي هو قابل اعتماد نهيں هوسکتي اور اسي وجهه سے هماري دانست ميں وه حديثيں جو شيعوں نے بني فاطمه و بني عباس کي نسبت مشهور کي تهيں اعتماد کے لايق نهيں هيں ۔

معلوم هوتا هی که خود اُس زمانه ميں بهي جب که سب واقعات هو رهے تهے اور يهه حديثيں پهيل رهي تهيں ايسے بهي لوگ تهے جو مهدي کے منکر تهے کيونکه اُس وقت ايک حديث بنائي گئي که جو شخص مهدي کا انکار کرے وه کافر هی اور يهه بات ظاهر هی که اگر اُس وقت ميں منکرين مهدي موجود نهوتے تو اُس حديث کے بنانے

ني ضرورت هي ٹهوڑتي اور وہ حديث يهه هي — فوايدالاخبار مصنفه
ابي بكرالعسكاف ميں جابر سے يهه حديث نقل كي هي كه رسول خدا
من جابر قال قال رسول الله صلعم جهٹلاوے مهدي كے هونے كو وہ
من كذب بالمهدي فقد كفر و من كافر هوگيا اور جو جهٹلاوے دجال
كذب بالدجال فقد كذب . كے هونے كو وہ جهوٹا هوگيا "

(فوايدالاخبار لابي بكرالعسكاف)

مگر يهه حديث بهي محض جهوٹي اور وضعي هي ابن خلدون نے
و حسبك هذا غلوا والله اعلم اس كي تصريح لكها هي كه بهي
بصحة طريقه الي مالك ابن انس بات كافي هي كه يهه ثوابط غار
علي ان ابي بكرالعسكاف عليهم هي اور خدا هي اس حديث كي
متهم بوضع (صفحه ۲۶۱) صحت كے طريقه كو مالك ابن
انس تك جاننا هوگا علاوه اس كے يهه بات هي كه ابوبكر العسكاف
اهل حديث كے نزديك متهم هي اور بهت بڑا جهوٹي حديثيں
بنانے والا هي .

يهه تمام جهگڑے تو بني فاطمه اور بني عباس كے تهے جو اپنے
تئيں مستحق خلافت سمجهتے تهے مگر اُنهيں بعض اُستاد اور كود بڑے
اور اُنهوں نے ايک لفظ حديث ميں بدلكر اُمتي كا لفظ داخل كر ديا
تاكه المهدي كا پيدا هونا صرف بني فاطمه يا بني عباس پر موقوف
نه رهے اور وہ حديث يهه هي كه " ابو سعيد خدري نے كها كه همنے
(زيدالعمي) عن ابي سعيد رسول خدا صلعم سے پوچها حضرت
الخدري قال سمعنا من النبي صلعم نے فرمايا كه ميري اُمت ميں
فقال ان في اُمتي المهدي يخرج مهدي هوگا وہ خروج كريگا اور
يعيش خمسا او سبعا او تسعا پانچ برس يا سات برس يا نو برس
فيجيئ اليه الرجل فيقول يا مهدي جيتا رهيگا پهر اُسكے پاس
اعطني اعطني قال فيحثي له في ايک شخص آويگا اور كهيگا اے
ثوبه ما استطاع ان يحمله . مهدي مجهے دو مجهے دو حضرت
(ترمذي صفحه ۳۷۱) نے فرمايا كه پهر مهدي اُسكو
(و مثله في ابن ماجه دو تو ليں بهر كر اُسكے كپڑے ميں
صفحه ۷۳۶) ڈاليگا جسقدر وہ اُٹها سكے "

يهه حديث تو ترمذي كي هي اور اسي طرح كي ايک حديث
ابن ماجه ميں هي اور اُس ميں بهي اُمتي كا لفظ هي مگر ان
دونوں حديثوں ميں زيدالعمي ايک راوي هي جو قابل اعتبار هي اور
اِسي سبب سے يهه حديث مردود هي — ابن خلدون نے لكها هي كه
ابو حاتم نے اس كے حق ميں كها هي كه اُس كي حديث ضعيف هي
بلكه يه كي جاوے اور سند نه پكڑي جاوے اور يحيي بن معين نے
زيدالعمي — قال فيه ابو حاتم ضعيف يكتب حديثه و لا يحتج به و قال يحيي بن معين في رواية اخري لا شي و قال مرة يكتب حديثه و هو ضعيف و قال ابو زرعة ليس بقوي و اهي الحديث و قال ابو حاتم ليس بذک و قد حدث منه شعبة و قال النسائي ضعيف .

(صفحه ۲۶۳ و ۲۶۴)

ايک دوسري روايت ميں كها هي كه وہ كچهه چيز نهيں هي اور مرة نے كها هي كه اُسكي حديث اور وہ تو ضعيف هي اور ابوزرعه نے كها هي كه وہ قوي نهيں هي واهي حديثيں كهتا هي اور ابو حاتم نے بهي يهي كها هي كه وہ تو ايسا نهيں هي اور شعبه نے اُس سے حديث روايت كي هي اور نسائي نے كها كه وہ ضعيف هي .

اِس حديث كي بدولت دنيا ميں بڑے بڑے كام هوئے يهه سے لوگوں نے بلا لحاظ اسبات كے كه وہ بني فاطمه ميں يا بني عباس صرف اُمتي هونے كي دليل سے مهدويت كا دعوي كيا اور كبهي زيادہ اور كبهي كم لوگ اُن كے معتقد هوگئے يهاں تک كه ايک فرقه مهدويه قايم هوگيا جنكا اعتقاد يهه هي كه مهدي موعود آيا اور گذر گيا شيخ مبارک ابوالفضل كا باپ بهي مهدويه فرقه ميں سے تها .

مگر جبكه عام لوگوں نے ديكها كه جن لوگوں نے مهدويت كا دعوي كيا اُن كے آنے سے دنيا ميں وہ تبديلياں واقع نهيں هوئيں جنكے هونے كي وہ توقع كرتے تهے اُنهوں نے مهدي موعوده كا آنا دنيا كے خاتمه هونے كے قريب قرار ديا اور دجال كے پيدا هونے اور حضرت مسيح كے آسمان پر سے اُترنے كے زمانه سے مهدي موعوده كے هونے كا زمانه ملا ديا اور اسي پر اب عام مسلمانوں كا اعتقاد هي مگر هماري اس آرٹكل سے ظاهر هوگيا هوگا كه مهدي كے آنے كي كوئي پيشين گوئي مذهب اسلام ميں هي نهيں بلكه وہ سب ايسي هي جهوٹي روايتيں هيں جيسيكه دجال اور مسيح كے آنے كي .

شيعوں نے اُس سے بڑه كر كام ليا وہ يهه اعتقاد كرتے هيں كه مهدي پيدا هوئے جبكه وہ هر ڈهائي برس كے هونے تو نوشتے اُنكو اُٹها ليگئے اور ايک غار ميں چهپا رهے هي گو سيكڑوں برس گذر گئے مگر وہ اس غار ميں زنده موجود هيں اور جبكه هوئے بيٹهے هيں جب دنيا اخير هونے كو هوگي تو وہ نكلينگے اور دنيا كو عدل اور انصاف سے بهرديںگے اور اخير زمانه كے امام اور مهدي هونگے .

امام كے معني پيشوا كے هيں معلوم هوتا هي كه اول اول يهه لقب ابراهيم بن محمد بن علي بن عبدالله بن العباس نے اختيار ليا

تھا کیونکہ اُس وقت اُن کو ملک پر کچھ حکومت نہ تھی اور اس لیئے خلیفہ یا امیر کا لقب اختیار نہیں کرسکتے تھے پس بامید آیندہ امام کا لقب اختیار کیا تھا جب ہی سے پیشروایان دین کو یہہ لقب ملنے لگا چنانچہ دوازدہ امام کا (جن میں سے بارھویں شیعوں کے مذہب کے مطابق امام مہدی ہیں جو غایب ہوگئے ہیں) اسی وجہہ سے امام لقب ہوا ہی ۔

راقـــــم
سید احمد

مراسلات

خط

(بنام مرتوں تہذیب الاخلاق)

سلامت

مکرم و مکرم بندہ جناب سید صاحب

تسلیم — مزاج مقدس — خاکسار گستاخانہ عرض کرتا ہی اُمید ہی جناب از راہ بزرگ منشی و عاجز نوازی قبول فرماوینگے پرچہ تہذیب الاخلاق — و ہوھذا (جسکی بدولت ہم مسلمانوں کے دینی و دنیوی فوائد حاصل ہوئے — عقل کی درستی ہوگئی دین کی بنیاد جو بسبب اعتراضات غیر مذہبوں کے متزلزل نظر آنے لگے تھے سد سکندری سے زیادہ مستحکم دکھائی دینے لگے اور وہ اوھام و شکوک جنکر لوگ خلط نہمی سے اصول دین سمجھے ہوئے تھے ازھن کیبیالمنکبوت ہوگئے، معاش کی درستی ہوگئی، معاد کی راہ نظر آئی، مذہب اسلام کل بے خار نظر آنے لگا مخالفین کے کان کھل گئے سب اعتقاد اور خام خیالات لوگ پکے اور سچے دیندار ہوگئے علی الخصوص وہ انگریزی طلبہ اور مشن اسکولوں کے طالب علم اور مدرس جنکے کانوں میں شب و روز بجز توہین اسلام اور پادری صاحبوں کی چکنی چپڑی باتوں کے اور کوئی کلمہ کبھی داخل نہ ہوتا تھا اور اس سبب سے قریب تھا کہ وہ صراط مستقیم اسلام سے بھک جاویں اس پرچہ نے اُنکو ڈگمگانے نہ دیا اور ایسی استقامت بخشی کہ صراط مستقیم شریعت پر ثابت قدم ہوگئے) بہت دیر میں چھپنے لگا پیشتر کبھی مہینے میں دو بار بھی چھپا کرتا تھا مگر دو برس سے ماھوار ہوگیا اگرچہ اب بھی ماھوار چھپتا ہی مگر دو مہینے سے بہت دیر میں خریداروں کو ملتا ہی چنانچہ آج یکم شعبان تک یکم رجب کا پرچہ نہیں ایا اگرچہ معلوم ہی کہ حضور کو ہم لوگوں کی اصلاح اور درستی کی اتنی فکر ہی کہ شب و روز کوئی وقت بدون اس فکر کے نہیں گزرتا ہی اور یہہ صرف ادعا ہی نہیں بلکہ احقر نے ایک دو دفعہ حضور کو بچشم خود دیکھا ہی کہ جناب کو اس فکر سے بات کرنے کی فرصت بھی نہیں ملی — مگر خود اس پرچہ کی ایسی ہی کہ بے تابانہ جو دل میں آیا — بے باکانہ حضور میں عرض کردیا — میری غرض اس عرض سے یہہ نہیں ہی کہ جناب پر فرائد اس پرچہ کے مخفی ہیں اور میں آپ پر ان فرائد کو ہویدا کرتا ہوں حاشا و کلا بلکہ یہہ صرف ایک اظہار رای خیالات کا ہی فقط — دوسری عرض یہہ ہی کہ مہتمم نورالاخلاق نے اپنے پرچہ کے بند کرنے کی وجہہ یہہ لکھی ہی کہ یہہ پرچہ اس باعث سے بند کیا گیا کہ جناب سید احمد خاں صاحب نے پرتو جامہ خطاب قیصر ہند بمقام دھلی مولوی سید امدادالعلی صاحب سے اقرار کیا کہ ہم آیندہ تہذیب الاخلاق میں مذہبی مضمون نہ لکھا کرینگے یہہ وجہہ جو صاحب موصوف نے بیان کی ہی قدرے تشریح انگیز ہی کیونکہ جب جناب حقایق اسلام کو مشروح مسلمانوں کو نہ سمجھاوینگے تو اور کون ہی جو اس امر اہم کا ذمہ وار ہوگا اور کس کی یہہ قوت بیانی ہی جو ایسا مفصل بیان لاسکے گا کہ ہر غبی اور ذکی اس سے مستفید ہو سکیگا اگرچہ یہہ وجہہ صاحب نورالاخلاق کی قیاساً مجھے بکثرت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ بعد ملاقات جناب اور مولوی امدادالعلی صاحب کے جتنے مضمون تہذیب الاخلاق میں طبع ہوئے وہ سب مذہبی تھے اگر جناب اقرار کرتے تو کیوں مذہبی مضمون تہذیب میں مندرج ہوتے اور علاوہ اسکے خود یہہ احقر پرتو جامہ حضور کی خدمت میں دھلی میں بھی اور پھر علیگڈھ میں بھی باریاب ہوا مگر اس امر کا تذکرہ نہ سنا اور پھر دھلی ہی میں جناب مولوی سید امدادالعلی صاحب اور جناب حاجی علی بخش خاں صاحب کی خدمت میں شرف یاب ہوا اور بہت قیل و قال صاحبین موصوفین سے جناب کے بارہ میں سنی بلکہ کئی رسالہ امداد الاخلاق کے صاحبین موصوفین نے مجھکو بانٹنے کے لیئے بخشے مگر یہہ ذکر نہ سنا کہ جناب سید احمد خاں صاحب نے ہم سے وعدہ کر لیا ہی کہ ہم آیندہ مذہبی مضمون نہ لکھا کرینگے ۔

مگر تاہم جب تک جناب مفصل تحریر نہ فرمائینگے اطمینان ممکن نہیں ہی زیادہ اس سے جناب کو تکلیف دیکر اچھی نہیں ہی دعا پر ختم کرتا ہوں اے خدا ہمارے اس رہنما اور ہادی کو بہت مدت تک صحت و سلامت سے قایم رکھہ اور اُسے اپنے نیک ارادوں اور تدبیروں پر جو شب و روز ہماری بہتری کے لیئے سوچتا ہی کامیاب کر آمین ثم آمین *

الراقـــــم
خاکسار مہر حسن

از سیالکوٹ
۱۲ اگست سنہ ۱۸۷۷ ع

واضح ہو کہ جو کچھہ نورالاخلاق میں مندرج ہی اُسکا حال ہم اس سے پہلے پرچہ میں لکھہ چکے ہیں مگر تہذیب الاخلاق آیندہ سے بند ہوگا مگر اُسپر کچھہ آنسوس کرنا نہیں چاہیئے اُمید ہی کہ اُس سے بھی بہتر کوئی کام شروع ہوگا والسلام۔

راقم

خاکسار سید احمد

انتخابات

(غیر مرتب تہذیب الاخلاق)

از اخبار کوہ نور مطبوعہ ۱۸ اگست سنہ ۱۸۷۷ ع

تہذیب الاخلاق

زاد عنایتکم

کرم فرمائے پر حال بندہ جناب اڈیٹر صاحب کوہ نور

تسلم — چند حروف ذیل میں لکھے ہیں بغرض اندراج اخبار خدمت شریف میں ارسال کرتا ہوں اُمید کہ انھیں اپنے اخبار پر بہار کے کسی گوشہ میں جگہہ دیکر بندہ کو ممنون احسان فرمائینگے گا *

اُس عید مبارک کے مقدس دنکر جسمیں اس پرچہ نے آفتاب عالم تاب کی طرح طلوع ہوکر اپنی نورانی شعاعوں سے کل ہندوستان و پنجاب کو منور کرنا شروع کیا ہی — تیرہ سات برس گذرے ہیں جو کچھہ قومی ہمدردی کا حق — اہل اسلام کی سچی خیرخواہی کا فرض اس پرچہ نے ادا کیا اظہر من الشمس وابین من الامس ہی *

جسقدر دل سوزیاں — مرثیہ زیزیاں — اپنی قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیئے اس کے مصنفوں نے کیں ہیں — وہ سارا جہان جانتا ہی — حاجت بیان نہیں — جناب سید احمد خاں صاحب بہادر نجم الہند کو — جنھوں نے اپنی جان — مال — عمر — اسی قومی بھلائی اور اسلام کی خیر خواہی میں صرف کی ہی — اگر حجۃ الاسلام لکھا جاوے تو بجا ہی اور اگر مفتر دین کہا جاوے تو عین روا ہی *

جناب مولوی محمد مہدی علی خاں صاحب نے جنکی عمدہ تحریروں اور نصیح تقریروں کے فیض سے تمام ہندوستان فیض یاب ہی — اپنی سعی بلیغ سے اپنی کورانہ تقلید میں پڑی قوم کو کئی ملاؤں اور نادان مولویوں کے پنجہ سے (جنکو سچے مذہب اسلام سے مس بھی نہیں ہی) چھوڑاکر اصلی اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا جسقدر اُن کی تعریف میں لکھا جاوے تھوڑا ہی — مولانا مولوی مشتاق حسین صاحب نے جنکی سچی دینداری وازحد پرہیزگاری کے مخالف بھی تعریف کرتے ہیں اپنی نصیح و پر زور تقریروں سے اہل اسلام کے مردہ دلوں کو زندہ کیا — منشی چراغ علی صاحب ودیگر صاحبان نے بھی جو اس بارہ میں جانفشانیاں کیں — ہر طرح سے قابل تحسین و آفرین ہیں — اگر اس نازک وقت میں یہہ بزرگان دین جنکے نام نامی اُنکی نیکیوں کے ساتھہ ہمیشہ اس صفحہ ہستی پر قایم و برقرار رہینگے — خدا نخواستہ کوشش نہ فرماتے تو وہ نئے انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان جنکے دل مثلی تعلیم سے معمور — اور وہ ہندو صفت مسلمان جو جہالت کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے — داڑہ اسلام سے باہر ہو جاتے — اللہ تعالی ایسے ملک کے خیر خواہوں کو سلامت با کرامت رکھے — اگر اسیطرح یہہ پرچہ اپنے فرایض ادا کرتے میں سامی وسرگرم رہا تو جیسے اثر اس نے گذشتہ سالوں میں اثر اوگونکے دلوں پر ظاہر کیئے ہیں امید ہی کہ آیندہ اس سے دہ چند ظہور میں آینگے — لیکن افسوس صد افسوس کہ عین بچپن کی حالت میں ہی اپنے مخالف پرچہ نورالاخلاق کی طرح اس جہان سے عالم جاودانی کو رحلت کرنے کو تیار ہی — اوران بزرگوں نے جو اس کے سرپرست ہیں اپنے عمدہ مضامین قومی یعنی فوائد عامہ خلایق سے توجہہ بلکل کم کردی ہی — چنانچہ پہلے یہہ پرچہ مہینے بھر میں تین یا چار بار طلوع ہوتا تھا — مگر اب بمشکل تمام مہینے میں ایک دفعہ شیوع پاتا ہی — اور مضامین میں بھی بہ نسبت سابق بہت بڑا فرق ہو گیا ہی — یعنی اب بلکل کم چھپتے ہیں — معلوم ہوتا ہی کہ یہہ چند روزہ مہمان پرانے نام ہی باقی ہی — نہیں معلوم کہ اس کے باقیوں نے اسکی خبر گیری کیوں چھوڑدی ہی — سو جیسا کہ اسکے آثاروں سے نظر آتا ہی — خدا نخواستہ اگر بند بھی ہو گیا تو اس حالت میں مسلمانوں کا کیا حال ہوگا — اخر کو التجا بجناب باری ہی کہ اس پر بہار پرچہ کو خداوند اپنے فضل وکرم سے سرسبز شاداب رکھے اور اس کے بانیوں کو جزائے نیک بخشے — آمین ثم آمین *

الراقم

امام الدین مدرس ڈسٹرکٹ اسکول جہلم

مدرسۃ العلوم مسلمانان

علاوہ اُن بزرگوں کے جنھوں نے دیوار سٹکین احاطہ مدرسۃ العلوم کے ایک ایک حصہ کی تعمیر اپنی طرف سے منظور کی تھی جس پر اُن کا نام نامی کندہ ہوگا بزرگان مندرجہ ذیل نے بھی اپنے نام سے اُس کا تعمیر ہونا اور پیس روپیہ ہر ایک حصہ دیوار کا خرچ ہونا منظور کیا ہی *

فرزند سعادت مند بلافیضہ بھت بڑی خیر جاری ھوتا ھی اُس کی مصداق ھمارے مخدوم مرحوم مولوی محمد حیدر حسین صاحب کے فرزندان ارجمند ھیں جنھوں نے اپنے پدر بزرگوار کے بقاے نام کے لیئے اُن کا نام نامی بھی کندہ ھونا پسند کیا ھی ۔

مولوی محمد اکبر صاحب کانڈھلی مدرس مدرسۃالعلوم
حافظ عبدالرحمن صاحب جونپوری
مولوی محمد حیدر حسین صاحب مرحوم رئیس جونپور
محمد عبدالمجید صاحب رئیس جونپور
محمد عبدالحمید صاحب رئیس جونپور
محمد عبدالرشید صاحب رئیس جونپور
محمد عبدالرحید صاحب رئیس جونپور

راقـــــم
سید احمد
سکرٹری کمیٹی خزانۃالبضاعۃ

خطبات احمدیہ

ھمارا ارادہ ھی کہ ھم اپنی تصنیف خطبات احمدیہ کو جو انگریزی زبان میں ھی اُردو زبان میں بالترتیب چھاپ دیں بشرطیکہ سو خریدار اُس کے جمع ھوجاویں اس کتاب میں علاوہ تحقیقات مسایل کے اُن اعتراضوں کا بھی جواب ھی جو سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب مسمی لیف آف محمد میں نسبت مذھب اسلام کے کیئے ھیں اس کتاب میں مندرجہ ذیل مضامین ھونگے *

دیباچہ — جس میں نہایت قابل غور مضامین ھیں *

خطبہ اول — جس میں جغرافیہ عرب کا اور عرب بائدہ و عاربہ و متعربہ کی اقوام کا بیان ھی اس جغرافیہ کے لکھنے سے اصلیت کا ثابت کرنا مقصود ھی کہ قرآن کہاں ھی اور ثابت ھوا ھی کہ وہ مکہ ھی *

خطبہ دوم — جس میں عرب کے زمانہ جاھلیت کی رسوم و عادات کا بیان ھی *

خطبہ سوم — جس میں اُن مذاھب کا بیان ھی جو عرب میں قبل اسلام جاری تھے *

خطبہ چہارم — جس میں یہہ ثابت کیا ھی کہ اسلام ایک رحمت ھی جس سے تمام دنیا کو اور تمام مذھبوں کو ھدایت ھوئی ھی *

خطبہ پنجم — مسلمانوں کی مذھبی کتابوں کے بیان میں ھی *

خطبہ ششم — روایات مروجہ مذھب اسلام کی نسبت ھی *

مگر ارادہ ھی کہ ان دونوں خطبوں کا مضمون ایک میں شامل کردیا جاوے *

خطبہ ھفتم — قران مجید کی نسبت ھی *

خطبہ ھشتم — خانہ کعبہ کے واقعات کی نسبت ھی *

خطبہ نہم — آنحضرت صلعم کے نسب نامہ کی نسبت ھی *

خطبہ دہم — توریت و انجیل میں جو بشارات آنحضرت صلعم کے باب میں ھیں اُس کی نسبت ھی *

خطبہ یازدھم — معراج اور شق صدر کی حقیقت میں ھی *

قیمت اس کتاب کی پندرہ روپیہ پیشگی دینے ھونگے جن لوگوں کو لینا منظور ھو اولا صرف اپنے ارادہ خریداری سے اطلاع فرماویں اور جب روپیہ طلب ھو اُس وقت روپیہ عنایت فرماویں *

راقـــــم
سید احمد خاں
مقام علیگڈھ

بمقام علیگڈھ — مطبع انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ
محمد عبدالرزاق کے اھتمام سے شایع ھوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تهذيب الاخلاق

جلد هفتم] رمضان سنه ۱۳۰۷ نبوي سنه ۱۲۹۴ هجري [نمبر ۱۲

حب القوم من الايمان فمن يسع في اعزاز قومه انما يسعى في اعزاز دينه

آخري پرچه تهذيب الاخلاق

سرتوں کو جھنجھوڑتے ہیں تاکہ جاگ اُٹھیں ، اگر اُٹھ کھڑے ہوئے تو مطلب پورا ہوگیا ، اور اگر نیند میں اُٹھانے سے کچھ بڑبڑائے اور کچھ جھنجھلائے ادھر ماتھہ جھٹک دیا اُدھر پھر پٹک دیا اور جھنجھلاہٹ میں اینٹھے پڑے رہے تو بھی ترقع ہوئی کہ تھوڑی دیر میں جاگ اُٹھینگے ، شاید ہمارے بھائیوں کی اس اخیر درجہ تک نوبت آگئی ہی ، اگر یہہ خیال ٹھیک ہو تو ہمکو بھی زیادہ چھیڑنا ٹھہاھیئے اور تہذیب الاخلاق کو بند کرکو دور سے نیند کے اُن خمار الودوں کا جو اب صرف جھنجھلاہٹ سے اینٹھے پڑے ہیں اُٹھنا اور ہوشیار ہونا دیکھنا چاھیئے — پیچھے اُٹھاتے وقت کہہ اُٹھتے ہیں کہ ہمکو اُٹھائے جاوگے تو ہم اور پڑے رہینگے تم ٹھہرجاؤ ہم آپ ہی اُٹھہ کھڑے ہونگے — بچا کڑوی ہوا پیتے وقت بسور کر ماں سے کہتا ہی کہ بی یہہ مت کہے جاؤ کہ شاہش پیتا پی لے پھر لے تم جب ہو ہو میں آپ ہی پی لونگا — تو بھائیوں اب ہم بھی نہیں کہتے کہ اُٹھو اُٹھو ، پی لو پی لو ، اس سے میرا مطلب یہہ نہیں ہی کہ میں اپنے کو ناصح مشفق سمجھتا ہوں بلکہ جو ہے اور جو حالت ہماری قوم کی ہی اُسکر جتلانا چاھتا ہوں ۔

ایک من تھا کہ ہم بھی اُسی رنگ میں مست تھے ایسی گہری نیند سوتے تھے کہ فرشتوں کے بھی اُٹھائے نہ اُٹھتے تھے اب ہماری یہہ مثل ہی ۔

او آج میر مسجد جامع کے ہیں امام
داغ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

کیا کیا خیالات ہماری قوم میں ہیں جو ہم میں نہ تھے ، اور کیسی کیسی کالی گھٹائیں ہماری قوم پر چھا رہی ہیں جو ہم پر نہ تھیں ، جب رند تھے تو فرہاد سے بڑھکر تھے ، جب زاھد خشک تھے تو نہایت ہی اکھڑ تھے ، جب صوفی تھے تو رومی سے پرتر تھے ، اب خاکسار ہیں اور اپنی قوم کے غمخوار ، تمکر کسنے جگایا ؟ دل اور زمانہ نے ، دل کی گھڑت ایسی تھی جس میں ہمیشہ غمخواری تھی ، پر سوتا تھا زمانہ نے جھنجھنا دیا اور جگادیا ، دفعۃ دیکھا کہ دنیا اُلٹ گئی اور رنگ برنگ کی پہلواری سب اُجڑ گئی ، قوم کی حالت وہ دیکھی کہ خدا کسیکو نہ دکھائے ، اسلام کی وہ صورت پائی کہ خدا کرے کافر بھی نہ پائے ، اس پراگندگی کے سبب کا غیر قوم کو تو اور ہی خیال ہوا ، پر غلط

ہوا ، اور سمجھکر جو ہوا وہ خود اپني قوم کي حالت کا اپٹو ہونا تھا ، قوم کیا دنیا کي باتوں میں اور کیا دین کے کاموں میں ایسے تاریک گڑھے میں پڑي تھي کہ ادھر اُدھر کي چیزیں تو درکنار وہ اس گڑھے کو بھي نہ دیکھہ سکتي تھي جس میں پڑي تھي پھر میرا دل آخر دل ھي تھا پتھر تو تھا جو نہ پگلتا اور اپني قوم کي حالت پر غم نکرتا — ایک مدت تک اسي غم میں پڑا سوچتا رہا کہ کیا کیجیئے ، جو خیالي تدبیریں کرتا تھا کوئي بن پڑتي نہ معلوم ہوتي تھیں ، جتني اُمیدیں کرتا تھا سب ٹوٹ جاتي تھیں ، آخر یہہ سوچا کہ سوچنے سے کرنا پھتر ھی ، لاؤ جو کچھہ کرسکو ھر یا نہر ، اسي بات پر دل ٹھہرا ھمت نے ساتھہ دیا اور صبر نے سہارا اور اپني قوم کي بھلائي میں قدم گاڑا اس میں خدا کي طرف کا بدلا تو نہ جب معلوم تھا اور نہ اب معلوم ھی ، مگر قوم کي طرف کا بدلا اُسیوقت سے معلوم تھا جو اب ظاھر ھی کافر ۔ مرتد ۔ ملحد ۔ زندیق ۔ اسلام کا دشمن ۔ مسلمانوں کا ھاجي ۔ قوم کا عیب جو ۔ دین دنیا سے آزاد ۔ کہنا اور نام پر دو چار صلواتیں سنا دینا ، اور ھم پر اس مثل کا صادق آنا کہ ”دھوبي کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا“ مگر شکر ھی کہ اُن کي کسي بات نے ھمارا دل نہیں دکھایا ، اور ھمیشہ ھمارے دل میں یہي آیا کہ اے خدا اُن پر رحم کر کیونکہ وہ نہیں جانتے ۔

اُنھي قومي بھلائي کے کاموں میں سے تہذیب الاخلاق کا نکالنا بھي ایک کام تھا جسکا اصلي مقصود قوم کو اُس کي دیني اور دنیاوي ابتر حالت کا جتلانا اور سرتوں کو جگانا بلکہ مردوں کو اُٹھانا اور بند سڑے ھوئے پاني میں تحریک کا پیدا کرنا تھا ، یقین تھا کہ سڑے ھوئے پاني کو ھلانے سے بد بو زیادہ پھیلي گي ، مگر حرکت آجانے سے پھر خوشگوار ھوجانے کي توقع ھوتي تھي ، بس کیا ھمنے جو کچھہ کرتا تھا ، اور پایا ھمنے جو کچھہ کہ پاتا تھا ، مگر خدا سے آرزو ھی کہ اگر ھمنے وہ نہیں کیا جو ھمکو کرنا تھا تو وہ بھي کرے جو اُسکو کرنا ھی

از بندہ خضوع و التجا می زیبد
بخشایش بندہ از خدا می زیبد .
گر من نکنم آنکہ آں سزا نازیبا است
تو کن ھمہ آنکہ آں ترا می زیبد

سات برس تک ھمنے بذریعہ اپنے اس پرچہ کے اپني قوم کي خدمت کي مذھبي پرجوش سے جس تاریک گڑھے میں وہ چلي جاتي تھي اُس سے خبردار کیا دنیاوي باتوں میں جن تاریک خیالات کے اندھیرے میں وہ مبتلا تھي اُس میں اُنکو روشني دکھلائي مذھب اسلام پر نادانوں کي جسقدر کھٹائیں چھارھي تھیں اُنکو ھٹایا اور اُس کے اصلي نور کو جہاں تک ھم سے ھوسکا چمکایا اُردو زبان کا علم ادب پر بد خیالات اور مرتے و بھدے الفاظ کا مجمع ھورھا ھی اُس میں بھي جہاں تک ھم سے ھوسکا ھمنے اصلاح چاھي ، یہہ ھم نہیں کہہ سکتے کہ ھمنے اس میں کچھہ کیا ، مگر ھاں یہہ کہہ سکتے ھیں کہ ھمنے اپني دانست میں ان باتوں میں بقدر اپني طاقت کے کوشش کي — قومي ھمدردي ۔ قومي عزت ۔ سلف اثر یہ سب اپنے آپ عزت کا خیال اگر ھمنے اپني قوم میں پیدا نہیں کیا تو اِن لفظوں کو تو ضرور اُردو زبان کے علم ادب میں داخل کیا ۔ ھمنے کچھہ کیا ھو یا نہ کیا ھو ، مگر ھر طرف سے تہذیب و شایستگي کا غلغلہ سنا ، قومي ھمدردي کي صداؤں کا ھمارے کانوں میں آنا ، اُردو زبان کے علم ادب کا ترقي پانا ، یہ ھماري مرادیں تھیں جنکو ھمنے پھر پایا — اب بھت لوگ ھیں جو ان باتوں کو پکارتے ھیں گو اس وقت تھوڑي سوڑي لہریں کھاتے ھیں مگر پاني میں حرکت ھي آجانا کافي ھی پھر وہ خود اپني پسال میں آپ چورس ھو رھیگا ، اس لیئے مناسب ھی کہ اب ھم بس کریں اور پاني کو آپ ھي آپ چورس ھونے دیں ۔

ھمارے دوست ھماري اس خاموشي کا کوئي سبب دور از کار نہ خیال کرینگے اور نہ اُس پر التفات کرینگے جو ھمارے ناصح غیر الفاق نے اپنے اخیر پرچہ میں لکھا تھا بلکہ یہہ خیال کرینگے کہ ھم کسي دوسري قومي بھلائي کے کام میں مصروف ھونگے جو اس سے بھي زیادہ قوم کو مفید ھوگا — خدا تعالے نے فرمایا ھی ”ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا“ اگرچہ ھم جانتے ھیں کہ ھمارے بھت سے ایسے دوست ھیں جو اس پرچہ کے بند ھونے سے نہایت ھي شکستہ خاطر ھونگے مگر ھم اُن سے معذرت کرتے ھیں اور اب اس پرچہ کو اُن سے رخصت کرتے ھیں اور وہ دن بھي اب آنے والا ھی کہ ھم خود ھي اُن سے رخصت ھونگے *

ھمنے اپنے اس ارادہ سے اپنے بعض دوستوں کو مطلع کیا تھا اور جب اُنکو معلوم ھوگیا کہ ھمنے یہہ ارادہ مصمم کرلیا ھی تو اُنھوں نے ھمارے ان سات برس کے پرچوں کے ریویو لکھے ھیں جنکو ھم نہایت احسان مندي و شکر گذاري سے اس اپنے اخیر پرچہ میں درج کرتے ھیں والسلام ۔

راقم
سید احمد

ریویو

منشي محمد ذکاءاللہ صاحب کا لکھا ھوا

کیا مبارک دن عید کا یکم شوال سنہ ۱۳۰۱ ہجري اور سنہ ۱۲۸۷ ھجري تھا کہ ایک دانشمند پاکباز نے اپنے دست مبارک سے ھماري قوم کے لیئے اس سرزمین ھند میں تہذیب الاخلاق کا وہ بیج بویا کہ

پہلے کہی گئی تھی پڑیا گیا تھا اور اُس کی آبیاری ایسی جانفشانی سے کی گئی کہ وہ جلدی سے زمین میں سے پھوٹا اور سبز کونپلیں اور ہرے پتے جھٹ پٹ نکل آئے ، اِدھر شگوفی کھلکر گل ہوئے ، اُدھر ہزاروں بلبلوں کے جمگھٹ اُس پر جمع ہوئے ، اور آنہوں نے اپنے میٹھے نغموں کا ایسا شور اور غلغلہ مچایا کہ وہ لوگ جو خواب غفلت میں ایسے پڑے سوتے تھے کہ خواب بھی نہیں دیکھتے تھے جاگ اُٹھے — اور اس نغمۂ سرود سوائی کے سننے میں ایسے دل و جان سے مصروف ہوئے کہ پھر اُنکو خواب غفلت نہ آیا ، ادھر کانوں کے لطف کا یہہ سامان ہورہا تھا کہ اُدھر زبان کی چٹخارہ کے لیئے اُس درخت کے تروتر پھل بھی آ موجود ہوئے ، ان پھلوں میں وہ مزہ تھا کہ جنکی زبان کا ذایقہ برسوں سے بگڑا ہوا تھا اُن کو بھی ایسی لذت آتی تھی کہ کبھی اُنکا جی نہ بھرتا تھا ، یہہ سب کچھہ تھا مگر جس سرزمین میں یہہ درخت لگا تھا وہ پتھریلی تھی ، اور وہاں صرصر اور طوفان باد بھی اکثر آیا کرتے تھے ، اس لیئے درخت کے سوکھنے اور اکھاڑ رکھنے میں باغبان کو مشقت شاقہ اُٹھانی پڑتی تھی ، ہر وقت تردد اور تفکر رہتا تھا کہ کسی طوفان کے جھٹکے میں میرا یہہ پھلا پھلایا نونہال نہ اُجاڑے ، آخر کار اپنی تجربہ کاری و پیرانہ سالی دور اندیشی سے باغبان کو یہہ خیال آیا کہ میں کب تک اس پتھریلی زمین میں اپنے درخت کو تروتازہ اور سیراب رکھونگا ، اور طوفان باد سے بچانے کے لیئے جیڑں گا ، بہتر ہی کہ میں خودہی اس درخت کو جڑ سے اُکھیڑوں اور اُسکو سکھاؤں اور اُس کی نایاب لکڑی کو اپنی قوم میں تقسیم کردوں اور وہ کاریگری اور صناعی پتلادوں کہ جس سے نہایت کام کی خوبصورت خوبصورت چیزیں تراش تراش کر بناؤں ، اور اُس سے فائدہ اور حظ اُٹھاؤں ، سوائے اس کے اس درخت کے بیج بھی ایسے پھیل گئے ہیں کہ اور باغبان اُنکو لگاکر اپنی قوم کو اُس سے متمتع کرینگے ، غرض اُس نے یہہ سوچ کر کہ اگر میں ٹوھا تو کون اس لکڑی کی سڈول چیزیں بناتی سکھائیگا اُس کے کاٹنے کا قصد کیا تاکہ جو درخت سے پورے فائدے حاصل ہوتے ہیں وہ سب اُس کی قوم کو حاصل ہوں ، غرض کہ خدا تعالی وہ دن کرے کہ یہہ باغبان اپنے منصوبوں کا ثمرہ دیکھے اور اپنے درخت کی لکڑی کی سڈول تراشی ہوئی چیزوں سے اپنی قوم کو آراستہ پائے ، جس وقت کہ یہہ نوالہ بیچ یہاں بویا گیا تھا تو کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اُسکا کیا رنگ ہوگا ، اور وہ کیسے پھل پھول لاویگا ، اور کیسے شگوفی کھلاویگا ، مگر اب تو وہ ماشاء اللہ سات برس کا ہوا بھولا پھلا درخت ہوا ہی اہل نظر اُس کے برگ و بار کی کیفیت بتلا سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے کیا کیا ثمرے پیدا ہوئے ، اور اُنھوں نے کن کن شیریں زبانوں کے کام و دہان کو شکر سے پر کیا ، اور کن تلخ کاموں کو وہ حنظل سے زیادہ کڑوی معلوم ہوئی ، اُس کے رگ و ریشہ کس کس طور سے ارگوں کے داروں میں پھیل کر مضبوط جڑ پکڑ گئے ، اور اُسکی ڈالیاں کہاں کہاں پھیلیں ، ان سب باتوں کے دیکھنے کی مجھے فرصت نہیں ہی ، مگر میں تو فقط یہہ دیکھتا ہوں کہ اُس کے سایہ تلے اُردو زبان کے علم انشا نے کیونکر نشو و نما پایا ، اور خیالات لوگوں کے کیونکر اُس کے پھلوں کے کھانے سے پروردہ ہوئے ، اگرچہ یہہ دو باتیں مختلف رنگ کی معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقت میں وہ ہمرنگ ہیں ، اس لیئے کہ خیالات میں اور الفاظ میں ایک قدرتی پیوند ہی کہ وہ جدا نہیں ہوسکتا ، خیالات ہی زبان سے الفاظ کو نکالتے ہیں ، اور الفاظ ہی خیالات پیدا کرتے ہیں ، وہ ایک ہی چیز ہی کبھی دماغ میں ہوتی ہی کبھی زبان میں ، وہ زبان سے نکلتی ہی دماغ میں چلی جاتی ہی ، اور دماغ سے نکلتی ہی زبان پر آتی ہی ، خلاصہ اس اوپر کی تقریر کا یہہ ہی کہ ہر قوم کا علم ادب اور انشا اُس قوم کے خیالات اور اخلاق کا آئینہ ہوتا ہی ، جب کوئی قوم پستی کے گڑھے میں گرتی ہی اور عیش و عشرت اور کاہلی اور سستی کے نشہ میں مست ہوتی ہی تو اُس کے سارے علم ادب میں بری باتیں رچ جاتی ہیں ، چنانچہ جب سے ہندوستان میں اہل اسلام کا تنزل شروع ہوا ہی تو اُن کی زبان کے سارے علم ادب کی کتابوں میں سوائے عاشقانہ غزلوں ، راسوختوں مدحیہ قصیدوں ، ہجو کے قطعوں ، بےسود قصہ و کہانیوں کی مثنویوں کے کچھہ اور نہیں ، ساری عمر شاعرانہ اور جودت اور ذہانت طبع اذہیں مضامین میں صرف ہوتی ہی ، رات دن انہیں میں تلاش مضمون رہتی ہی ، شاید کوئی کتاب ہزل اور رفث سے خالی ہوگی ، جس میں عورتوں کے ملعنے میلے اور لونڈوں کی گالم گلوچ نہوگی ، جن کم بخت خانہ خراب نوجوانوں کو ان مضامین میں لطف آجاتا ہی وہ تو مجذوبوں بنکر قیس و فرہاد کو بھی عشق بازی میں مات کرنا چاہتے ہیں ، سوائے اس کے اخلاق کے بد ہوجانے کے سبب سے جن الفاظ کا مفہوم ٹیک بھی ہوتا ہی اُس کے لیئے بھی معنی تازہ رکیک گھڑ لیئے جاتے ہیں کہ جن سے اُن کا مفہوم بھی بد ہوجاتا ہی ، ہزاروں الفاظ جنکے معنی ستھرے اور پاک تھے اس اخیر زمانہ میں غلیظ اور ناپاک معنی میں مستعمل ہونے لگے ، مثالیں سیکڑوں ہیں چند اُن میں سے لکھی جاتی ہیں ۔

حضرت — شیطان کو کہتے ہیں — ولی اللہ اور معصوم — بیوقوف اور سادہ لوح کہلاتے ہیں — مہتر — بھنگی کا نام ہی — خلیفہ — حجام اور درزی کا لقب ہی — پاکباز — سبزی چھانٹنے کی صافی کہلاتی ہی — مولوی — پڑھے ہوئے جن کہلاتے ہیں —

تہذیب الاخلاق کا نام — تہذیب الاخلاق رکھا گیا ہی — اب اس کے دو سبب ہوسکتے ہیں کہ یا تو نکوکاری سے ایسی نفرت لوگوں کو ہوگئی ہی کہ وہ الفاظ کے معنی متبرک اور مقدس کو بھی نہیں دیکھ سکتے یا ریا کاری اور مکاری اُن میں ایسی بڑھ گئی ہی کہ جو حضرت بنتے ہیں وہ شیطان ہی ہوتے ہیں — جو ولی اللہ اور معصوم ہونے کا دعوی کرتے ہیں وہ احمق ہی ہوتے ہیں ' غرض اخلاق اور علم ادب کی تو قدر اور تنزل ساتھ ساتھ ہوتی چلی آئی ہی جو لوگ رموز زبان سے آشنا ہیں وہ ان باتوں کو خوب سمجھتے ہیں اب ہم بالتفصیل لکھتے ہیں کہ اس تہذیب الاخلاق نے ان دونوں باتوں میں کیا کیا اپنے اثر دکھائے اور اُن کے کیا کیا ثمرے اور نتیجے عمل میں آئے ۔

اول — جو بڑا اُس نے کام کیا اور حقیقت میں وہ بڑا ہی کام ہی وہ یہہ ہی کہ مغربی خیالات کو مشرقی زبان میں اس خوبی سے بیان کیا ہی کہ اُنکی حسانت اصل سے بھی زیادہ ہوگئی ہی بعض فاضلوں کی یہہ رائے ہی کہ اُردو زبان میں یہہ قابلیت ہی نہیں کہ مغربی خیالات اُس میں سمائیں اب اس پرچہ نے خود اس کام کو کرکے دکھلا دیا کہ مغربی خیالات خواہ کسی قسم کے ہوں وہ سب اُردو زبان میں ادا ہوسکتے ہیں بشرطیکہ کوئی ادا کرنے والا لایق اور قابل ہو — سید احمد خاں صاحب میں ایک استعداد اور ملکہ خداداد ایسا ہی کہ وہ ان مغربی خیالات کو اپنی زبان میں اس خوبی اور بے تکلفی سے ادا کرتے ہیں اور اپنی جودت طبع اور عالی دماغی سے کوئی اصلاح یا کوئی بات ایسی زیادہ کردیتے ہیں کہ وہ مضمون مغربی زبان سے زیادہ تر شگفتہ اور متین ہوجاتا ہی — مشرقی خیالات پہلے اپنے زمانہ میں بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے مگر آج کل وہ ذلیل اور ارزل سمجھے جاتے ہیں اور اجیرن معلوم ہوتے ہیں — جو اُن میں مشغلہ رکھتے ہیں وہ اپنی حماقت کو بڑھاتے اور عقل کو گھٹاتے ہیں ' اس لیئے اس ملک میں بڑی ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی ذخیرہ مغربی خیالات کا ایسا جمع ہو کہ اُس سے سرمایہ دانش حاصل ہو سو اس پرچہ کی بدولت سات جلدیں جنکے قریب در ہزار صفحہ ہونگے نہایت عمدہ کاغذ پر نفیس ٹیپ کے چھاپہ کی موجود ہیں اور اُن میں بہت سے مضمون خیالات مغربی سے بھرے ہوئے ہیں اُن کے سبب سے ہندوستانی اخباروں کی اور خانگی خط و کتابت کی اور تو تصنیف کتابوں کی طرز تحریر میں بڑا فرق ہوگیا ہی — اب تک بندی سے لوگ ماتھہ اُٹھائے جاتے ہیں اور بھاری بھاری لفظوں اور موٹے موٹے جملوں سے مضامین کی گردن نہیں توڑتے ' بیہودہ استعارات اور تشبیہات کی چوری سے اُردو کا خون نہیں کرتے ' خوش الفاظ بے حشمت معنی نہیں دکھاتے — پہلے جو اس امر کے عادی تھے کہ الفاظ کے پھولوں کو اُنھوں نے گوتھنا گانٹھا کبھی اُس کا سہرہ بنالیا کبھی ہار کبھی بدھی غرض وہی معمولی جس پانچ چیزیں بنائیں کچھہ دیر اُنکو دیکھکر دل خوش کر لیا اور کچھہ خوشبو سونگ کر دماغ کو معطر کرلیا پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو سوا اُس سوکھی ہوئی پھول کے کچھہ نہ تھا ' غرضکہ لوگوں نے الفاظ کی لال مٹیا اُڑانی چھوڑ دی ہی اور مضمون نگاری پر توجہ کی ہی اور سیدھی سادی سلیس عبارت عام پسند اختیار کی ہی — کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ ہم کوئی اخبار یا خط یا کوئی کتاب ایسی نہیکھتے ہوں کہ اس پرچہ کی تحریر کا پرتو نظر نہ آتا ہو — بعض برملا اقرار کرتے ہیں کہ ہم سید احمد خانی تحریروں سے مستفیض اور مستفید ہوئے جو ایسے مضمون لکھتے ہیں ' بعض ہٹ دھرمی کرتے ہیں — اگر کوئی میری تحریر میں کوئی خوبی بتلائے تو اُسے بھی کہدیں کہ میاں وہ اُنھیں سے حاصل کی ہی — ایک گروہ ان تحریروں کا مخالف ہی مگر قاعدہ ہی کہ جو وقت کوئی سچی اور سیدھی راہ پر رہنمائی کرتا ہی تو گمراہ اُس کے مخالف ہوتے ہیں — مگر آخرکار خود بھی اُسی پر چلنے لگتے ہیں — ہمکو یقین واثق ہوگیا ہی کہ سب آخر کو اس پرچہ کی طرز تحریر کو اختیار کرلینگے ۔

دوسرا فائدہ — پہلے اس پرچہ کے نکلنے سے کوئی یہہ بھی نہیں جانتا تھا کہ قوم کا مفہوم کیا ہی اور وہ کیا ہوا کرتی ہی — قومی ہمدردی — قومی عزت — قومی محبت و مودت — قومی بھلائی — قومی خوشی — نہ یہہ الفاظ خود اور نہ اُنکے مترادف اُردو زبان میں موجود تھے کہ جن سے معلوم ہوتا کہ یہہ بھی کوئی چیزیں یہاں کے انسانوں میں ہوتی ہیں ۔ اس پرچہ کا کوئی ثمرہ کیا شاید کوئی مضمون خالی ان عمدہ باتوں سے نہیں — ان مضامین کے ادا کا سیدھا اور صاف طریقہ اختیار کیا گیا اور اُس پر تاثیر زبان میں بلاغت اور فصاحت کے ساتھہ ادا کیا کہ وہ لوگوں کی خاطر نشان اور دلنشین ہوگئی — سیکڑوں دل اس قومی جوش سے بھر گئے اخباروں کے اخبار قومی مضامین سے پر ہوگئے ' خانگی خط و کتابت میں سلسلہ وار تحریریں انہیں مضامین کی ہونے لگیں ' کہیں شریف اور بھلے مانس دس پانچ جمع ہوتے ہونگے کہ وہاں اس قومی ہمدردی کا ذکر نہ کرتے ہونگے ' کوئی ٹرین ایسی نہوگی جو اس ذکر سے خالی جاتی ہوگی ' اس پرچہ کے نقرے بہت سی ضرب المثلیں آج کے زمانہ میں بنگئیں ' ہر کس و ناکس کے منہ پر وہ چڑھ گئیں ' اور وہ قومی مقولے بنگئے جنکی حکومت لوگوں کے دلوں پر بادشاہوں کے فرمان سے زیادہ ہی — جس انجمن کی تحریر و تقریر کو سنیئے وہ گویا تہذیب الاخلاق ہی کی نقل معلوم ہوتی

ہی — جس شخص نے کوئی کار خیر کسی مجمع میں کرنا چاہا اُس نے قومی مضمون کو چھیڑ دیا اور اُس کام کا سرانجام بخیر ہوگیا — آج تک اُس کے الفاظ اور فقروں نے وہ کام کیا ہی کہ بڑے بڑے آدمیوں سے ہونا مشکل تھا — جہاں جہاں تو کوں کے یتیموں اور بیواؤں اور زخمیوں کے لیئے انجمن چندہ مرتب ہوئیں اور کوئی صاحب دل اور منصف تقریر کرنے کے لیئے کھڑا ہوا اُدھر اُس نے اس پرچہ کے دو چار فقرے لفظاً یا معناً بیان کیئے اُدھر ہزاروں روپیہ کے ترڑے بھرنے شروع ہوئے اور لاکھوں آنسو ٹپکنے لگے — جس وقت ہم اس پر غور کرتے ہیں تو یہہ معلوم ہوتا ہی کہ اس پرچہ نے فقط یہیں کے آدمیوں کو فائدہ نہیں پہونچایا بلکہ پنی نوع انسان کو فائدہ پہونچایا — ہزاروں زخموں پر مرہم رکھا — سیکڑوں اندھوں کی آنکھوں کو روشنی پہونچائی — بھٹے سے بے دست پاؤں کو یا دست دیا کیا — مریضوں کو دوا کی — بھوکوں کو غذا دی — ننگوں کو پوشاک پہنائی — درماندوں کو آسایش و آرام دیا — عورتوں کی عصمت و عزت کا محافظ بنا — یتیموں کا مربی ہوا — اور کیا کیا لاکھوں کہ اس نے دیا کیا دیا — انصاف کسی میں ہو تو دیکھ لے آج تک جو مسلمان قوموں کی بہبودی کے لیئے کلی کوچے اُسی طرح پھوٹ رہے ہیں جس طرح کہ بمبئی اور مدراس میں بھوکے روٹی کے لیئے — اور آنکی مزیدت سے رنج اور آنکی نصرت سے مسرت کرتے ہیں — یہہ بات کس نے سکھائی ہی ؟ کیا یہی نہیں کہ یہہ قومی جوش پیدا کیا تھا یہہ سارا کام اسی پرچہ تہذیب الاخلاق کا ہی — جس وقت یہہ قومی عزت و جوش و ہمدردی کا چرچا مسلمانوں میں اس پرچہ نے پھیلایا تو ہمارے ہموطن بھائیوں ہندوؤں کو بھی اپنی قوم کا خیال پیدا ہوا اور اُنھوں نے مجلسیں اور جلسے ایسے جمانے شروع کیئے کہ جس سے قوم کی بھلائی ہو ؟ اول انھوں نے اپنے مجمعوں میں سید احمد خاں کی جے پکاری اور دھائی مچائی کہ ہائے ہم میں کوئی سید احمد خاں نہیں ؟ چند روز کا عرصہ گذرا ہی کہ الہ آباد میں ایک بڑے لایق عالم و فضل پنڈت نے یہہ بیان کیا کہ ہم مسلمانوں سے دولت میں نہیں زیادہ ہیں علم میں بہت بڑھ کر ہیں تعداد میں اُن کر ہم سے کچھہ نسبت نہیں مگر ہائے افسوس صد افسوس ہم میں سید احمد خاں کوئی نہیں ؟ ایک ہم میں کیا سید احمد خاں نہیں اگر ہم برس بھی مانیں تو بھی سید احمد نہیں بن سکتے — اس بیان کو ایسی شد و مد کی آواز سے اُنھوں نے اوشاد کیا تھا کہ اپنک اُس کی تاثیر ہمارے کانوں سے نہیں گئی ؟ اب آپ بتلائیے کہ اس مجلس غیر اسلام میں کس چیز نے اس اعزاز کے ساتھہ نام سید احمد خاں کا کھلایا — وہ اسی پرچہ نے — سید کی تمام قومی ہمدردی کا اظہار اسی پرچہ کی بدولت ہوا ہی — جو سچ بولتے ہیں اور سچ کو سمجھتے ہیں اُن کے سامنے یوں ہی اور جو جھوٹ بولتے ہیں اور سچ کو مشکل سے سمجھتے ہیں اُن کے سامنے قسم کھا کر میں یہہ کہتا ہوں کہ قومی عزت — قومی ہمدردی — قومی محبت و مواسات کے خیالات جو ہندوستان میں لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئے ہیں وہ سید احمد خاں ہی کے اقوال اور افعال سے پیدا ہوئے ہیں — ان خیالات ہی کے پیدا ہونے سے معلوم ہوتا ہی کہ شاید ہماری قوم کی فصل بہار آنیوالی ہی ۔

سوئم — نیچر (نطرت) کے مضامین جو اس پرچہ میں درج ہوئے اُن سے لوگوں نے جانا کہ ہاں مضمون نگاری اس کا نام ہی ؟ جو بیان کہ دل کے اندر تاثیر کرنے کی قدرت رکھتا ہی وہ یہی ہی — انسان کے خیالات کے مخرج کو اور اُن سے جو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اُن کے فرق کو یہی بتلاتا ہی — جذبات انسانی کا مصور یہی ہی — گو فلسفہ سنجوں نے اپنی عادت کے موافق اول اول اُس کا فلسفہ نیچر باندہ دیا تھا — مگر تھوڑے دنوں بعد وہ سمجھے گئے کہ جو کچھہ ہی یہی ہی پھر تو وہ بھی نظم میں نیچر کے میدان میں قدم رکھنے لگے اور مضامین عشقیہ اور خیالیہ سے ہاتھہ اُٹھانے لگے اس لفظ کو اول اول لوگوں نے اس پرچہ کی بدولت ہی سنا تھا اسلیئے پہلے تو گڑبڑائے مگر جب سمجھے کہ وہ کیا ہی اور اُس کے سبب سے بیان میں کیا شگفتگی اور تاثیر پیدا ہوتی ہی تو پھر قائل ہوگئے — اور اُن اپنی بیہودہ تحریروں کو چھوڑنے لگے کہ جن کے اندر دو صفحے کیا دو سطریں بھی نہوتی تھیں کہ ایک ان نیچرل (برخلاف نطرت) نرئی مضمون نہر — سیکڑوں آدمی ایسے ہوگئے ہیں کہ ایسے مضامین سے اُنکو غشیان ہوتا ہی نوجوان تو کیا اپنی طرز تحریر کو چھوڑینگے لیکن بوڑھے مجبور ہیں کہ وہ نیچرنکر اپنی خلاف وضع اختیار کریں اور وہ اختیار بھی نہیں کرسکتے مجبور ہیں ۔

چہارم — باہمی ارتباط اور اتحاد اور ملاقات اور معاشرت میں جو برائیاں تھیں اُنکو بتلایا اور سمجھایا کہ سچی محبت اور مواسات کبھی پیدا نہیں ہوسکتی جب تک آپس میں ہمدردی اور آزادی نہو پھر طریقہ آزاد خیالات بتلانے کا بتلایا — اور عوام الناس میں اُس فرق کے پیدا کرنے کی تدبیریں بتائیں کہ جس سے وہ عمدہ کاموں کی قدر کرسکیں — اور وہ دل اُس نے پیدا کردیئے کہ جنکو قومی اتحاد کا شوق اور توتی کا درجہ زمانہ حال کے موافق دامنگیر ہو (مولوی مہدی علی اور مولوی فریدالدین اور مولوی سمیع اللہ خاں کو جو پہلے جانتے تھے اور اب جانتے ہیں میرے قول کی تصدیق کرینگے) اسکے سوا جو اُس نے بڑا کام کیا وہ یہہ ہی کہ اہل اسلام کا جو طریقہ

حکام کے ساتھ ملنے جلنے کا مناسقانہ تھا اُس کی بیخ کنی میں جہاں تک ممکن تھا کوشش کی — قاعدہ ھی کہ جب ایک قوم دوسری قوم کی محکوم ھوجاتی ھی تو محکوم قوم کی عزت اور آبرو اُسیقدر بڑھتی جاتی ھی جس قدر کہ وہ شایستگی میں علم و فضل و لیاقت میں حاکم قوم کے ساتھ مماثلت اور متشابہت پیدا کرتا ھی اور اُتنی ھی ذلت بڑھتی جاتی ھی جتنی کہ وہ مبائنت کرتا ھی مسلمانوں نے کایتوں کی کیوں قدر کی ؟ اسی سبب سے ، پس مسلمان جس قدر کہ ان باتوں میں انگریزوں کی تقلید کرینگے اُسیقدر عزت اور آبرو حاصل کرینگے کیونکہ تقلید ایک سچی خوشامد ھوتی ھی جو سبکو پسند آتی ھی ، اور جتنا حاکموں سے مناسقانہ برتاؤ کرینگے اور اُن کی سی لیاقت نہ پیدا کرینگے اپنی عزت کھوئینگے اور خاک مذلت پر لوٹینگے اور دین و دنیا دونوں کو روبیٹھینگے — جب اھل اسلم کے ایسے فقرے حاکموں کے کانوں تک پہنچتے ھیں کہ کافروں کے ساتھ موالات لسانی چاھیئے اور موانست قلبی نہیں چاھیئے تو اُن کو یقین ھوجاتا ھی کہ کوئی سچا مسلمان ھمارا ھوا خواہ نہیں ھوسکتا ھی پس جب حاکم کا یہہ خیال محکوم کی نسبت ھو تو کیسا اُس کے حق میں مضر ھی — مگو الحمدللہ کہ سید احمد خاں کی تحریروں نے بہت سے مسلمانوں کے دل سے ان نفاق امیز باتوں کو دور کیا اور حکام کو بھی سمجھایا کہ یہہ نفاق مذھب اسلام میں داخل نہیں ۔

پنجم — اُس نے تمام زمانہ گذشتہ کی سرگذشتوں کو خوب دکھلایا اور حال کی حالت بد کو بتلاکر شرمندہ کیا اور استقبال کی بہبودی اور بہتری سے دل و جان کو تقویت دی — اُس نے تمام اھل اسلم کی برائیوں کو نہایت سچی محبت اور دلسوزی اور پیار سے بیان کردیا اور سمجھا دیا کہ جو محب اسلم اپنی محبت قلبی کے سبب سے عیوب اھل اسلم کو چھپاتے ھیں اور ظاھر کرنیوالوں سے خشمناک کرنے کو طیار ھوتے ھیں وہ ایسے زخم کو نہاں کرتے ھیں کہ جو آیندہ ناسور بنجائے گا اور خاک میں پنہاں کردیگا یہہ محبت ایسی نادان ماؤں کی ھی کہ جو اپنے بچوں کی برائیاں چھپا چھپا کر اُنکو بدمعاش بنادیتی ھیں اور پھر آپ ھی روتی ھیں غرض کہ اُس نے سب امراض اھل اسلم اور اُن کے علاج حکیمانہ بتلادیئے ۔

ششم — جب تہذیب قومی کے مضامین لکھے ناگزیر مسایل مذھبی کی بحث آن پڑی اور بمجبوری اُن سے گریز نہ ھوسکی ، ان بحثوں کو اُس نے نہایت خوبی اور بردباری اور مہذب و خوبصورت مذاق سے نباھا ، جو بحث کہ مخالف کے سبب سے بے لطف ھوتے تھے اُسے چھوڑ دیا ۔

ھفتم — شایستہ اور مہذب قوموں میں بعض اکابر علماء اور حکما کی خواہ تعصب کے سبب سے یا خلعی رائے کے سبب سے یہہ رائے ھی کہ اسلام ایسا مذھب ھی کہ اھل اسلام میں اُس کے سبب سے اعلی درجہ کی شایستگی نہیں پیدا ھوسکتی ھی — پھر جس جوانمردی اور عمدہ دلایل سے اُس نے ان بڑے بڑے لایق آدمیوں کی دلیلوں کو رد کیا ھی اُسکی تعریف میں نہیں کرسکتا ۔

ھشتم — مسلمانوں کی بڑی بد نصیبی اور کمبختی تھی کہ اُن کے دلوں میں انگریزی زبان اور علوم کی تحصیل سے وحشت ایسی بیٹھ گئی تھی کہ وہ کوسوں اُن سے بھاگتے تھے اپنے علوم اور زبان کی تعصب کی جڑیں ایسی مضبوطی سے اُن کے ذھنوں میں پھیل گئیں تھیں کہ اُن کا اُکھیڑنا آسان کام نہ تھا مگو الحمدللہ کہ اس کام میں یہہ پرچہ ایسا کامیاب ھوا کہ کسی اور کام میں نہیں ھوا اُس نے پشاور سے لیکر راس کماری تک سارے ھندوستان کے مسلمانوں کے دلوں سے اس وحشت اور تعصب کا بالکل استیصال کردیا ۔

بس اب میں اس امر پر اپنے مضمون کا خاتمہ کرتا ھوں کہ یہہ ایک مخزن اور ذخیرہ اُردو زبان کی علم ادب میں ایسا ھی کہ اُس کے مضامین قسم وار جدا جدا ھوکر چھاپے جائیں اور تمام ھندوستان کے درس اور تدریس میں جاری ھوں اور اُن مضامین کو قسم وار تقسیم کرنے والا اپنے اوپر یہہ امر واجب اور فرض جانے کہ ایک دیباچہ ان مضامین کے اول لکھے جس میں وہ یہہ بات ثابت کرے کہ سید احمد خاں بانی تہذیب الاخلاق مذھب اسلام میں مجتہد اور امام ھی اور دنیا کے کاموں میں دانشمند اور فرزانہ دور اندیش ھی علم حکمت میں حکیم ھی علم اخلاق میں موریلسٹ (علم اخلاق کا جاننے والا) ھی اور قدرتی علوم میں نیچرلسٹ (عالم علم قدرت) ھی زبان دانی میں ایک نئی اُردو کا موجد ھی اُسکی طرز تحریر جدید ھی اخلاق میں خوش طبعی اور خوش طبعی میں اخلاق اصلاح سے ملایا ھی کہ ایک گفتوار سے لیکر عالم تک اُس سے لطف اُٹھاتا ھی — زبان نی وسعت دینے کے طریقے ایسے جانتا ھی کہ آج تک کوئی اُسکے برابر نہیں ھوا — میرا من ایک کہانی اور سودا اور میر تضاحک اور مثنویاں لکھ گئے اگر اس میدان میں آنکو کوئے ھوتے تو ضرور سید کے قدموں پر گرتے — جس خوبصورتی سے انگریزی الفاظ کو اُردو زبان میں ملایا ھی اُس سے زبان کو موضع ہنا دیا ھی یہہ سارا مجموعہ اُردو زبان کا شکسپیر اور بیکن کے ایسے اُس نے بنا دیا ھی اُن سے دین و دنیا دونوں کا فائدہ اُٹھہ سکتا ھی — روز مرہ کی گفتگو جو بڑے نفیس اور بد محاورات اور ناپاک قسموں اور بڑے کوسنوں سے بھری ھوتی تھی اُسکو درست کرتا ھی سب جو

تعصبات اور خیالات بد کی خاک سے ہمارے دلوں کے چشمے اٹے پڑے ہیں اُنکو نکو کاری کے پانی سے صاف کرتا ہی اب خدا سے دعا ہی کہ جس مہربان قبلہ و کعبہ نے ہمارے لیئے یہہ سب کچھہ کیا ہی دنیا میں خوش حال رکھے اور جب تک اُس کی ساری دلی تمنائیں پوری ہوں ہمارے سر پر زندہ رکھے اور ہمکو بھی توفیق دے اور دل و دماغ کو ایسا بنادے کہ جو کچھہ وہ ہماری دنیا و عقبی کے لیئے کرے اُسکو ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ ہمکو سمجھنا چاہیئے آمین ثم آمین ۔

محمد ذکاء اللہ
مقام الہ آباد

ریویو

ہمارے ایک عزیز مولوی حاجی حافظ متشرع کا لکھا ہوا

ظاہر ہی کہ ہر چیز کے لیئے ایک خاص وقت مقرر ہی کہ اُس سے تقدیم اور تاخیر کار آمد نہیں ہوتی اور بعض اوقات عوام کے نزدیک یہہ تقدیم و تاخیر محض بے فائدہ متصور ہوتی ہی مثلاً اگر کوئی دور اندیش حالت تندرستی میں دواؤں جمع کرے تو بہت سے نادان اندیش اُس کو دیوانہ وہمی کہینگے اور اگر کوئی انجام بین سیلاب عام کی مضرت کے دفع کے لیئے موسم خشکی میں بند لگائے تو بہت سے بے وقوف ذاوقت سمجھکر اُس پر زبان طعن کھولینگے اور اس فعل کو فال بد خیال کرینگے اور اگر ایام بارش میں کوئی تجربہ کار کسان اپنی زراعت کے بچاؤ کے لیئے سامان آبپاشی مہیا کرنے میں کوشش کرے تو بہت جاہل غافل اُس کو ہنسیں گے ہمیشہ سے حکما کا معارضہ اور مقابلہ جہال اسیطرح کرتے رہے ہیں اور وہ اس پار ملاحت کو اُٹھاتے رہے ہیں اسیطرح اس زمانہ میں سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی نے بنظر جوش ہمدردی قومی کے یہہ چاہا کہ اُس سیلاب عام کے پھیلنے سے پہلے جس کا پھیلنا شیوع فلسفہ جدید سے گمان کیا جاتا ہی اُسکی روک تھام کا فکر کیا جاوے اس لیئے پرچہ تہذیب الاخلاق جاری کیا مگر جو کہ عوام خود اُس فلسفہ ہی سے متنفر تھے اور تحقیقات فلسفہ جدید کی اُن کے نزدیک کچھہ قدر اور منزلت نہ تھی تو اُن کو بطور اصول مسلمہ کے تسلیم کرکے اُسکی بنا پر گفتگو کرنے کا وقت ابھی تک نہیں آیا تھا پس عوام نے اس دور اندیشی کو از قبیل بناء فاسد پر فاسد خیال کیا اور ہر طرف سے زبان طعن ارگوں نے دراز کی اُس حکیم عالی ہمت نے فایت تحمل سے اُس کا مقابلہ کیا اور یہہ جانا کہ یہہ نا عاقبت اندیش ظاہر بین تو ایسی دور اندیشیوں کو بھی نہیں سمجھہ سکتے جو مشاہدات اور محسوسات کی قسم سے ہوں تو اگر وے اس معقول دوراندیشی کی قدر نکریں تو کچھہ محل شکایت نہیں ہی گو وہ حکیم فراہمی اسباب صحت میں برابر کوشش کرتا رہا مگر جو کہ اس کام کا وقت نہیں تھا افسوس کہ اُسکی یہہ سب کوششیں بیکار گئیں اور ایک منازعت عام پیدا ہوئی پس اب کہ اُنھوں نے اپنی توجہ اس سے اُٹھا لی تو اِس غنچہ ناشگفتہ پر صرصر خزاں کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔

شعر

جو کھلے گل وہ بہار اپنی صبا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں کی ہی جو بن کھلے مرجھا گئے

پس اب شروع اس موسم بہار میں اس غنچہ نا شگفتہ کے مرجھانے پر کمال حسرت وافسوس ہی اور میں یہہ حسرت اور افسوس نہ اس وجہ سے کرتا ہوں کہ میں اس کے مضامین اور تحریرات سے قلیناً متفق ہوں اور اُن کو قلیناً صحیح تسلیم کرتا ہوں بلکہ میرے نزدیک اس سلسلہ مضامین اور تحریرات کا منقطع ہونا اسلیئے باعث افسوس ہی کہ آیندہ کے افکار کے لیئے جو ایک مادہ مایار ہوتا تھا وہ ہاتھہ سے جاتا ہی اجزاے اس سلسلہ سے بھہ اُمید تھی کہ آیندہ بوقت عروض عوارض و شدت بیماری کے کوئی حکیم ان ارکان مختلفہ کی تعدیل سے ایسا نسخہ ترتیب دیگا جو ازالہ مرض کے لیئے کافی اور وافی ہو گا اور ان اقوال میں غور کر کے بعد کسر اور انکسار ایک نہایت مفید معجون کو ترکیب دے گا جو بہت کار آمد ہوگی ۔

تحقیقات علم کلام پر اگر بطور ایک واقعہ تاریخی کے غور کیا جاوے اور بنظر انصاف دیکھا جاوے تو معلوم ہوتا ہی کہ وہ تحقیقات متاخرین کی جس سے بیماری امتزال کی جڑ اُکھڑی ہی وہی معتدل نسخہ ہی جو بعد کسر انکسار سورت اقوال متناقضہ کے حاصل ہوا ہی فریقین کے اقوال اُس سورت اور تشدد کی وجہ سے اُس وقت میں بنظر نفرت دیکھی جاتی تھی مگر جبکہ بعد کسر انکسار کے وہ سورت اُس میں سے جاتی رہی تو وہی عمدہ تحقیقات خیال کی جانے لگی ۔

اسی طرح حسب انتظار خلف اس وقت کے اقوال کو بنظر انصاف دیکھے تو وہ اس سے عمدہ نتائج حاصل کرتے اور تشدد اور سختی جو

بمقتضاے دفع انکار مخالف ہوا کرتے تھے جب خلف اُس کو دور کرتی تو یہہ تحریرات اُن کے ایمٹے سب معین اور مددگار ہوتی ۔

جس دوراندیشی سے کہ اُس عالی ہمت حکیم نے اس پرچہ کو جاری کیا تھا میں اُس سے بھی زیادہ گہری نظر دوراندیشی سے اُس کے بند ہونے پر افسوس کرتا ہوں اور خدا تعالی سے یہہ سوال کرتا ہوں کہ اس کا نعم البدل موحمت فرماوے ۔

(شکویہ اڈیٹر) ہم اپنے مزیز مواربی کا اس ریویو پر دل سے شکر کرتے ہیں — بے شک ہمارے دل میں ارمان تھا کہ اپنے لوگ جنھوں نے بجز اُس پراگندہ تعلیم کے جو ہزار بارہ سو برس سے چلی آتی ہی اور جنھوں نے بجز کتب مقدسہ کے اور کسی چیز کو دیکھا ہی نہیں ہی بغیر کسی تعصب کے یہ ہمارے اس پرچہ کی قسمت کیا خیال فرماتے ہیں سو شکر خدا کا کہ ہمارے عزیز مولوی نے ہمارا ارمان پورا کیا ہمکو اُنکی تحریر سے صاف پایا جاتا ہی کہ جو کچھہ اُنکے دلمیں تھا نہایت سچائی سے اُنھوں نے لکھا ہی اور جس خیال سے وہ اُس کا جاری رہنا مفید سمجھتے تھے اُسی نہایت صفائی سے اُنکو بیان کیا ہی — ہمکو اُن کا یہہ ریویو سب سے زیادہ عمدہ معلوم ہوتا ہی اور حد سے زیادہ ہمارا دل اُن کا شکر گذار ہی ۔

گویند کہ روزے صایب از شاعرے دہ یاہم ناشناسا پروند ملاقی شد ذکر شعر و سخن بمیان آمد وسخن از شاعران رقت انجا رسید صائب پرسید کہ جناب شما نظم صائب را ہم شنیدہ یا خیر مخاطب جواب داد کہ بلے صائب مرض کرد کہ اگر کدام شعر خوب ازیاد دارید بفرمائید مخاطب جواب داد کہ ان قوم ساق ہمہ خوب ہے کرید صائب برقص درآمد وگفت ان قوم ساق متم گویند کہ صائب ہمیشہ ذکر ان میکردے وسیگفتے کہ این لفظ قوم ساق مارا ان قدر مزہ دادہ صدہزار رحمۃاللہ ہم بہ پاسنگ ان نمی تراند رسید ۔

پس ہمارے مزیز مولوی کا یہہ کہنا کہ میں اُس کے مضامین و تحریرات سے طبعاً متفق نہیں ہوں مگر بوقت عرض عوارض ان سے ایک قسمہ مفید ترتیب پاسکتا ہی برائے رفع عوارض ما کافی است ۔

لکلہ ھذ الزمان زمان عوارض انعوارض — فقد ھو و

ریویو

منقول از کوہ نور لاہور

یہہ بات تو اہلی سے ادنی تک جانتے ہیں اور عام سے بچہ تک فقط — جانتے ہیں نہ پرگزیدہ آفاق اسم پا مسمی پرچہ تہذیب الاخلاق جو ایک علامہ عصر وحیدالدھر انصح الفصحا اشرف الشرفاء تاج الفضلاء کی دلی خیر خواہی اور سچی ہمدردی سے ماہوار شایع ہوتا ہی اہل اسلام کی عین بہتری اور دین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص ترقی کا باعث ہی خصوصا اُن مشن و گورنمنٹ کالجوں کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیئے جن کے دل عقاید تعلیم سے بودے ہوئے ہیں اور دین اسلام سے منحرف ہوکر دہریہ نیچریہ ہوجانیکا بڑا بھاری خدشہ تھا ۔

سو جیسا کہ اس پرچہ کے بانیوں کا اصلی منشاء تھا خداوند تعالی نے پورا کیا سب وسوسے شیطانی دور ہوئے لوگوں کے مردہ دل سچی محبت اسلام سے شگفتہ ہوکر معمور ہوئے علم ادب کا از سر نو ظہور ہوا جہالت و وحشت کا بیڑا چکنا چور ہوا تہذیب و شایستگی نے اپنا ایسا اثر دکھایا کہ گمراہی اور ضلالت کا نام صفحہ ہستی سے مٹایا خداوند تعالی اس نیک سردار کو دیر گاہ سلامت رکھے جس نے اپنی عاقبت سے قوم کی ڈوبتی کشتی کو بچایا مگر افسوس صد افسوس کہ ابھی بہت لوگ اس فیض سے مستفیض نہوتے پائے تھے کہ اس کے بانی مبانی جناب سید احمد خاں صاحب بہادر نجم الہند صرف ایک مسلمان کے کہنے سے اسے بند کرنا چاہتے ہیں شاید اس پندش میں بھی کوئی مصلحت سرچشمہ کی ہو کیونکہ وہ قوم کے خیرخواہ عالی ہمت بلند نظر تو وہ کام کرینگے جس سے قوم کا فائدہ متصور ہو جس سے مسلمانوں کے زنگار خوردہ دل شمس و قمر کی طرح منور ہوں مگر ظاہرا تو اس بند کرنے میں مسلمانوں کا نقصان ہی معلوم ہوتا ہی ہاں ایک بات ماہ رجب سنہ ۱۲۹۳ ہجری کے پرچہ میں دیکھی کہ جناب مولوی حاجی سید امداد العلی صاحب کے مدرسۃ العلوم کی مدد دینے کے وعدہ پر تہذیب الاخلاق بند ہوگا بیشک مدرسۃ العلوم جس سے آیندہ نسلوں کے لیئے بہتری کی اُمید کی جاتی ہی ایک ایسا بار آور درخت ہی جس کے عمدہ پھلوں اور نفیس پھولوں سے اہل اسلام کی اولاد کئی ایک برسوں کے بعد فائدہ اُٹھائیگی لیکن زمانہ حال کے موجودہ اہل اسلام کے لیئے یہہ پرچہ نہایت ہی مفید تھا سو اُس کے بند ہو جانے سے مسلمانوں کا ایسا ہی حال ہوگا جیسے کہ بہت سے لوگ کشتی میں سوار ہوکر جب دریا کے عین وسط میں پہونچیں تو کشتی سے اُتارے جاویں اقیسن — واسٹیل — تو اس کام سے باز نہ آئے جب تک سارا الکلیفنٹ مہذب نہو گیا ۔

اب جناب سرپرست پرچہ تہذیب الاخلاق کی خدمت میں عرض ہی کہ جس طرح گارڈنر نے اسپکٹیٹر کا خطاب پایا اس پرچہ کو بھی کسی اور زیور سے مزین اور دیگر لباس سے ملبس کرکے اپنی قوم کو مرہون منت و ممنون احسان فرماوینگے ۔

• ایک اور بات بھی قابل عرض ہی اگر جناب موصوف اُس پر بھی توجہ فرماویں تو کچھہ بعید نہوگا — پرچہ ہاے تہذیب الاخلاق گذشتہ ۷ سال — جن جن لوگوں کے پاس موجود ہیں چونکہ اُنھوں نے متفرق روپیہ کی اجلاد میں مجلد کراکر اپنے صندوقچوں کہیں مقفل کر لیئے ہیں — نہایت ہی کمیاب ہوگئے ہیں — مطبع سے دستیاب نہیں ہوتے — اگر کوئی عاشق دین اسلام اُن کو خریدنا چاہے تو سواے مجموعہ کے چار نہیں — اگر ان سب جلدوں کو پانچ حصے بناکر بہ تفصیل ذیل طبع فرماویں — تو بڑے نصیب ہوں —

(۱) — مضامین جناب سید احمد خانصاحب چھپے ہیں ... ایک حصہ

(۲) — ایضا جناب مولوی سید محمد مہدی علیخانصاحب ایضا ... حصہ دوم

(۳) — منشی مشتاق حسین صاحب ایضا ... حصہ سوم

(۴) — منشی چراغ علی صاحب ایضا ... حصہ چہارم

(۵) — جناب سید محمود و دیگر مصنفان ... حصہ پنجم

اور مضامین جو نسبت مدرسۃ العلوم یا ماخوذ از دیگر اخبارات یا خطوط وغیرہ ہیں — جنکی اب ضرورت نہیں متروک کیئے جاویں •

یا مضامین ایک قسم کے علیحدہ علیحدہ خراج کسی کے ہوں •

راقم

ا — د — از مقام جہلم

میں اِس ریویو کے راقم کا نہایت شکر کرتا ہوں اور جو نصیحت کہ اُنھوں نے اِس امر کی نسبت کی ہی کہ تہذیب الاخلاق کے مضامین کو قسم وار چھاپا جاوے انشا اللہ تعالی میں اُسکی تعمیل ضرور کرونگا مگر وہ ارک جو تہذیب الاخلاق کے جاری رہنے کے ایسے مشتاق ہیں وہی کیوں نہیں چندہ جمع کرنے پر ہمت باندھتے کہ مدرسۃ العلوم کو جناب مولوی حاجی سید امداد العلی صاحب سی ایس آئی کی پرواہ نہ ہے جیسی ہمت کہ چندہ ترکی پر ہوئی اگر اُسکی نصف بھی ہمت کی جاوے تو مدرسۃ العلوم کی تکمیل ہوجاتی ہی اگر عقل دور اندیش سے دیکھا جاوے تو مسلمانوں کے حق میں مدرسۃ العلوم کا چندہ اگر ترکی کے چندہ سے زیادہ ضروری نہیں ہی تو اُس سے کم بھی نہیں ہی •

راقم

سید احمد

مراسلات

قبلہ من

بعد اداے وجوبات گذارش یہہ ہی ، کہ میں قبل ازیں دو خط انگریزی حضور میں ارسال کیا ہوں ؛ مگر افسوس کہ تا حال جواب سے مشرف نہوا •

اسوقت چند سطور حضور میں پیش کرنے کا ازاہی خواہاں ہوں ، — : بملاحظہ تہذیب الاخلاق — مطبوعہ شعبان سنہ ۱۳۰۷ ہجری نہایت افسوس ہوا اور ہمارے عمدہ ترین ناصح شفیق یعنی تہذیب کی جداؤں کی خبر سے نہ فقط مجھکو ، بلکہ ایک عالم کو کمال الم ہوا • اے ! رائے !! اب اُن نو جوانوں کا جو انگریزی کالجوں میں علم معقولات سیکھتے ہیں کون خیر گیری کریگا ؟ جو یہ عمدہ عمدہ آرٹکل (جس کے ذریعہ سے اُردو زبان بھی مثال انگریزی و فرنچ کے شایستہ اور مہذب ہوگیا تھا) اب کہاں نظر آویگا ؟ •

وہ یار غار و مونس غمگسار کو ہم کہاں پاوینگے ؟ جو ہماری عقل کو سلیم ، دماغ کو فہیم ، عادتوں کو حلیم ، اور ایمان کو مستقیم کریگا ؛ اور ہمارے ہر کام میں ہر وقت میں عمدہ عمدہ فائدہ بخش باتیں بتاویگا ؛ اور ہمارے لباس کو درست ، وضع کو پسندیدہ ، طرز کو دلچسپ کریگا ! افسوس ! صد افسوس !! الوداع !!! الوداع !!!

" حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد ؛

" روے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد "

میرا دل میں ہرگز یہہ خیال نہیں کہ حضور کو قومی ہمدردی کا خیال کم ہو گیا حاشا و کلا ! بلکہ میں نہایت آرزو مندی سے یہہ درخواست کرتا ہوں (اگر خلاف ادب نہو) کہ اسباب موانع طبع و مشتہر ہونے تہذیب کے کیا ہی ؟ اگر مرضی عالی ہو تو مطلع فرماکر ممنون کریں •

اور جو مژدہ جاں بخش تہذیب الاخلاق مطبوعہ شعبان میں طبع ہوا ہی کہ — : •

" تہذیب الاخلاق آیندہ سے بند ہوگا مگر اُس پر کچھہ افسوس کرنا نہیں چاہیئے اُمید ہی کہ اُس سے بھی بہتر کوئی کام شروع ہوگا • " اس کا خلاصہ یعنی وہ کون ایسا کام ہی جو ہماری پیاری تہذیب سے بہتر ہوگا جب تک صاف صاف ارقام نہ فرماویں ہرگز و ہرآئنہ تسکین دل حزین ممکن نہیں •

میرا آداب و تسلیم بعد تعظیم و تکریم مقبول ہو •

جناب من آپ کو اختیار ہی اگر پسند ہو تو میرا عریضہ کماحقہ درج تہذیب کرسکتے ہیں •

Yours obedient Servant,
E. AHMED.

از مقام پیرا پند ضلع رنگ پور

اعتذار

"رب اعذر عند کرام الناس مقبول"

ہمارے پاس بہت نظرت سے خطوط آئے جن سے معلوم ہوا کہ ہمارے بہت سے درست کرم فرما تہذیب الاخلاق کے بند کردینے سے رنجیدہ ہوئے ہیں اور باصرار اُس کے جاری رکھنے کو فرماتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اگر یہہ ٹھہرا تو پھر کیا ہوگا — اِس پر ہمکو عذر کرنا ہماری سمجھہ میں عذر بدتر از گناہ ہی مگر کیا کیجیئے کہ اُس کے انجام دینے کے لیئے وقت و فرصت نہیں ہی۔

تہذیب الاخلاق میں ایک بہت بڑا نقص تھا جس کے دفع کرنے پر ہمنے کوشش کی مگر رفع نہوسکا اور وہ نقص یہہ تھا کہ اُس میں متفرق مسایل مذہبی کی بحث آجاتی تھی اور اُس کا ماسبق و ما لحق بحث سے خارج رہ جاتا تھا اور اُس سبب سے ہماری راے کے جو لوگ برخلاف تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ ہمارا اصول کیا ہی جسپر ہمنے اُس مسئلہ کی بحث کی ہی اور اِس لیئے وہ دانستہ یا نادانستہ ہماری نسبت ایسی باتیں از خود قرار دے لیتے تھے جو در حقیقت ہمارے اصول کے بالکل برخلاف ہوتی تھیں — ہمارے دوستوں کو یہہ مشکل پیش آتی تھی کہ اُس مسئلہ کو تو وہ بخوبی سمجھہ لیتے تھے مگر اُس کے متعلقات کو ہمیشہ پوچھتے تھے اور چاہتے تھے کہ اُس کا بیان بھی کیا جاوے — پس اِس نقص کے رفع کرنے کی ہمنے کوشش کرنی چاہی اور یہہ ارادہ کیا کہ ایک مسلسلہ وار مبسوط نقاب یا تفسیر لکھی جاوے مگر جو کہ بہت سے ضروری کام ہم سے متعلق ہیں اَور درست بھی اُن کا بوجھہ نہیں بٹاتے اِسلیئے کسیطرح اِس بات کا امکان نہ تھا کہ تہذیب الاخلاق بھی خوبی سے چلے اور وہ دوسرا کام بھی انجام پاوے ضرور تھا کہ یا تہذیب الاخلاق کا جاری رکھنا بند کیا جاوے یا وہ نیا کام نہ شروع کیا جاوے ہماری سمجھہ میں وہ نیا کام قوم کے لیئے اسلام کے لیئے اسلام کی حمایت کے لیئے تحقیق مسایل کے لیئے قرآن کی عظمت و صداقت ثابت کرنے کے لیئے مفسرین نے جو بیہودہ اور بعض نا پاک خیال قرآن مجید میں شامل کیئے ہیں اُن سے قرآن مجید کو پاک اور بری ثابت کرنے کے لیئے تہذیب الاخلاق کے جاری رکھنے سے بہت زیادہ مفید ہی اسلیئے ہم نے تہذیب الاخلاق کو بند کیا ہی اور بعرض اس کے مندرجہ ذیل تین کام کرنے شروع کرتے ہیں اگر ہمارے دوست اور اُن چیزوں کے خواہشمند اُس کے چھاپنے اور تقسیم ہونے میں مدد کرینگے اور زندگی بھی وفا کریگی تو وہ پورے ہوجاوینگے ورنہ اپنے ساتھہ قبر میں لیجاوینگے اور وہ کام یہہ ہیں۔

اول — ترجمہ قران مجید معہ اُس کے مشکل مقامات کی تفسیر کے

جو لوگ کہ سمجھہ دار ہیں وہ یقین کرتے ہونگے کہ آج تک قران مجید کا کوئی ترجمہ ایسا موجود نہیں ہی کہ جسکو کوئی پڑھکر سمجھہ سکے در اردو ترجمے ہیں ایک مولوی عبدالقادر صاحب کا اور ایک مولوی رفیع الدین صاحب کا اُن دونوں ترجموں کی باعتبار وقعت و بزرگی کے اُنکے مترجموںکی جہانتک چاہو قدر کرلو ورنہ باعتبار ترجمے کے تو کسیقدر قدر کے لایق نہیں ہیں مولوی رفیع الدین صاحب کا ترجمہ تو گویا فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ ہے جو لفظ فارسی میں شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھے تھے اُن لفظوں کے اُردو معنی شاہ رفیع الدین صاحب نے لکھدیئے ہیں شاہ عبدالقادر صاحب کا مقصود ترجمہ لکھنے سے یہہ نہیں پایا جاتا کہ کوئی اُسکو سمجھے بلکہ اُنکا مقصود یہہ معلوم ہوتا ہی کہ عربی لفظ کے مقابلہ میں لفظ لانا چاہیئے خواہ وہ لفظ اُردو کا ہو یا ٹھیٹ ہندی کا یا گنواری اور بے محاورہ پولی کا اور اس کو بھی کچھہ پرواہ نہیں کی کہ ترجمہ کا مطلب بھی سمجھہ میں آویگا یا نہیں — ہزاروں عورتیں وہ ترجمہ پڑھتی ہیں اور کسی آیت کا بھی پورا مطلب نہیں سمجھتیں — عورتوں پر کیا موقوف ہی پڑھے لکھے مرد قران کی آیت کا تو مطلب سمجھہ سکتے ہیں مگر مولوی عبدا قادر صاحب کے ترجمہ کا مطلب نہیں سمجھہ سکتے پس نہایت ضرور ہی کہ ایک ترجمہ قران مجید کا نہایت صاف اور بامحاورہ فصیح زبان میں جہاں تک کہ ممکن ہو کیا جاوے تاکہ ہر شخص جو اُسکو پڑھے اُسکا مطلب سمجھہ سکے۔

یہہ امر تو عام لوگوں کے فائدہ سے متعلق ہی جس سے عورت و مرد و جاہل و قابل سب کو فائدہ ہوگا مگر تفسیر اُس خاص لوگوں کے فائدے کے لیئے ہوگی جو اصلی بات کو تحقیق کرنا چاہتے ہونگے مفسرین نے قران مجید کے صاف و روشن مضامین کو دیو پری کی کہانیوں کے طور پر بنا دیا ہی اور تمام قران مجید کے مضامین کو ترتوڑ کر اپنے اصول مسلمہ کے موافق بیان کیا ہی — قران مجید کا مطلب بیان کرنے میں اُنھوں نے مطلق احتیاط کی پرواہ نہیں کی کہ وہ حقیقت کے موافق بھی ہی یا نہیں مفسرین کے برتاؤ سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اُن کے نزدیک قران مجید کا حقیقت اور علم اور عادت اور قانون قدرت کے مطابق ہونا ضرور ہی نہیں ہی — اُنھوں نے اولا کچھہ فرضی اصول اپنے ذہن میں قرار دیئے ہیں اور اُن کے مطابق قران کی تفسیر کرتے ہیں اور یہہ نہیں کرتے کہ قران سے کیا اصول نکلتا ہی اور اس سبب سے مسایل

فقہیہ و اعتقادیہ میں ایسا اختلاف پڑ گیا ہی جو ایک دوسرے کی ضد ہی جس میں یقیناً کوئی غلط اور کوئی صحیح ہوگا ۔

میرا ارادہ تفسیر میں مسایل فقہیہ سے بحث کرنے کا نہیں ہی کیونکہ میری دانست میں سب سے زیادہ مضرت اسلام کو مسایل فقہیہ سے بحث کرنے اور پھر اُن کو مدون کرنے سے پہونچی ہی جس سے ہر طرف کے جدا جدا فرقے بندھ گئے ہیں بلکہ میں صرف اُن مقاموں کی تفسیر لکھوں گا جنکا حقیقت کے ساتھ مطابق ہونا ضرور ہی اور جو درحقیقت قانون قدرت کے مطابق ہیں مگر مفسرین نے اُن کو اُلٹا بیان کیا ہی اور تاریخی واقعات کو بطور ایک قصہ و کہانی کے بنا دیا ہی ۔

اس تفسیر سے میری غرض اُن جاہلوں اور نادانوں کو سمجھانا نہیں ہی جنکا یہہ اعتقاد ہی کہ عقل اور علم اور حقیقت اور قانون قدرت اور اسلام میں اتحاد نہیں ہی بلکہ بہت سی باتیں اسلام کی خلاف عقل اور بہت سی خلاف قانون قدرت ہیں اُن سب پر یقین کرلینا چاہیئے کیونکہ وہ بلاشبہہ اہل الجنت ہیں بلکہ میری غرض اس تفسیر سے اُن لوگوں سے ہی جو ہر بات کو درجہ تحقیق پر پہونچانا چاہتے ہیں اور اسلام و ایمان کو ایسی تحقیق سے حاصل کرنا چاہتے ہیں جس میں ذرا شبہہ نہو اور درجہ حق الیقین کو پہونچ گیا ہو کیونکہ یہہ درجہ تقلیداً کسی بات کو مان لینے سے کو وہ کیسے ہی یقین اور کیسی ہی مضبوطی و استقامت سے مانی گئی ہو حاصل نہیں ہوتا — علاوہ اس کے تمام لوگوں کو یہہ دکھانا ہی کہ اسلام اور قران ہی ایسی چیز ہی جو عام اور حقیقت اور قانون قدرت کے ساتھ چلتا ہی اور نہ عقل سے گرتا ہی اور نہ قانون قدرت سے گرتا ہی مگر اصلی قران اور تہیہ اسلام نہ ان ملانوں اور واعظوں اور مفسروں کا جنہوں نے قران و اسلام دونوں کو غارت کردیا ہی ۔

دویم — خطبات احمدیہ کا بعد نظر ثانی اُردو میں چھاپنا

ہماری سمجھہ میں خطبات احمدیہ بھی ایک مفید کتاب ہی چند مشکل مقامات کا اُس میں حل ہی اور عیسائیوں کے اور خصوصاً سر ولیم میور صاحب کے نہایت سخت سخت اعتراضات کا تحقیقی جواب ہی ولیکن میں مینے یہہ کتاب لکھی شاید لوگوں کو تعجب ہوگا مگر حقیقت یہہ ہی کہ سب زبانی لکھوائی گئی ہی کوئی مسودہ اُردو پہلے مہیا نہیں کیا تھا *

اُس وقت اُس کتاب میں جو انگریزی میں چھپی تو نقص واقع ہوئے اول یہہ کہ بسبب قلت روپیہ کے ہر وقت نظر تھی کہ جہاں تک ممکن ہو اختصار کیا جاوے اس سبب سے چند مقامات میں شاید اختصار مخل ہو گیا ہی — دوسرے یہہ کہ جس ہمارے دوست انگریز نے اُس کی انگریزی عبارت درست کی اُس کو بعض مطالب کے سمجھاتے میں جیسے ہمارے دل میں تھے ہم قاصر ہوئے یعنی نہیں سمجھا سکتے تھے اور اس سبب سے بمجبوری یا اُن کو کچھہ چھوڑنا پڑتا تھا یا کچھہ گھٹانا پڑتا تھا اب جو یہہ اُردو میں چھاپی جاویگی تو صرف اُردو مطالب پر مقید نہوگی جو انگریزی میں ہیں بلکہ ہر ایک خطبہ کے مطالب کو اس طرح پر بررا کردیا جاویگا جیسا کہ ہمارے دل میں ہی ۔

سوم — تہذیب الاخلاق کے منتخب آرٹکلوں کا بہ ترتیب چھاپنا

سب سے اول یہہ راے مفشی ذکاءاللہ صاحب نے دی ہی جو کہ اُن کی کیا تھ ایک مسلم امر ہی اس لیئے ہم اُٹھی کو تکلیف دینگے کہ اُس کے آرٹکلوں کو جو قابل چھپنے کے سمجھیں منتخب فرمادیں اور اُس پر جیسا کہ اُنہوں اپنے ریویو میں لکھا ہی اُسکا دیباچہ لکھدیں اور جو ترتیب کہ وہ مناسب سمجھیں اُس ترتیب سے بطور کتاب کے چھاپ دیا جاوے اُمید ہی کہ وہ اس کام کی تکلیف اپنے ذمہ گوارا کرلینگے ۔

پس یہہ تین کام ہیں جن کا بعرض تہذیب الاخلاق ہم انجام ہونا چاہتے ہیں اب یہہ دیکھنا چاہیئے کہ انجام کیونکر ہوسکتا ہی ہم ان تینوں میں سے ہر ایک کتاب کے سر فسطروں سے زیادہ نہیں چھاپنے کے کاغذ عمدہ لگائینگے اور بہت صحت سے عمدہ ٹیپ میں جو گورنمنٹ پریس میں کام آتا ہی اور جس میں گورنمنٹ گزٹ چھپتا ہی چھاپینگے اور تختہ کے آٹھہ صفحہ بنارینگے تا کہ تقطع خوبصورت رہے — چھاپہ کا قاعدہ ہی کہ جس قدر تعداد میں زیادہ نقلیں چھاپی جاویں لاگت فی کتاب یا فی جزو کم ہو جاتی ہی اور جس قدر کم چھاپی جاویں لاگت فی کتاب یا فی جزو زیادہ ہو جاتی ہی سو کتابیں چھاپنی نہایت قلیل تعداد ہی اور اس سبب سے فی جزو حسب تفصیل ذیل خرچ پڑیگا ۔

کاغذ عمدہ قسم کا سوا روپیہ رم کی قیمت کا سو کے خرچ محصول آمد کاغذ صرف ہوگا اور فی تختہ ایک جزو ٹکائیگا — سو جزو کے چھاپنے میں سو تختہ قیمتی سے سوا تین آنہ کے صرف ہونگے ۔

ایک جزو میں سوا یا صفحہ ہوتے ہیں جن میں کہیں کہیں عربی عبارت بھی ہوگی قرآن مجید کی عبارت سمہ زیر زبر کے ہوگی اور کہیں عربی عبارت ہوگی اور کہیں کریک الفاظ و عبارت آویگی جس کا کمپوز مشکل ہی اس لیئے فی صفحہ عصم ۸ر کے حساب سے ایک جزو کے تخمیہ اجرت چھاپہ ہوگی ۔

کل مجموعہ خرچ چھاپہ تخمیہ سوا تین آنہ ہوگا جب اُس کو سو پر تقسیم کریں تو فی جزو ۳سی ۴ پائی لاگت پڑیگی پس ہر شریک کو ایک جزو کی قیمت بقدر مذکور دینی ہوگی — یہ معین نہیں ہوسکتا کہ ہر ایک کتاب کسقدر جزو کی ہوگی اور یہ قیمت ایسی ہی کہ گویا قلمی کتاب خریدتی ہی — یہ کتابیں متعدد حصوں میں تقسیم کی جاوینگی اور جو حصہ جب کو طیار ہوتا جاویگا تقسیم ہوتا رہیگا ۔

اب ہم اپنے اُن دوستوں کو جو ہماری اس قسم کی تصنیفات کے دیکھنے و پڑھنے کے خواہشمند ہوں اطلاع دیتے ہیں کہ اگر اُن کو اس میں شریک ہونا ہی تو خرد بھی ایک ایک دو دو حصے اُس کے لیویں اور اَوْر لوگوں کو بھی شریک کریں اور فی حصہ پانچ روپیہ کے حساب سے کرنسی نوٹ بعد رجسٹری ہمارے پاس بھیجدیں ہم اُس نوٹ کو بالفعل امانت رکھینگے اور اگر عرصہ مناسب میں سو حصہ دار شریک ہو جاوینگے تو چھاپنا شروع کردینگے اور اگر سو حصہ دار جمع نہ ہوسکے تو اُن کا نوٹ واپس کردینگے اور اگر چھاپنا شروع ہوگیا تو جب چالیس جزو کے قریب اُن کے پاس پہونچ جاوینگے جب پھر اُن سے اُسی قدر روپیہ آیندہ کے لیئے طلب کرینگے ۔

دس حصوں کا روپیہ میں خرد ہونگا اور اس صورت میں صرف نو حصہ داروں کا شریک ہونا باقی رہ جاتا ہی ۔

راقـــــم
سید احمد

بمقام علیگڈھ — مطبع انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ
محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

فہرست مضامین تہذیب الاخلاق

بابت سنہ ۱۳۲۵ فصلی

من ابتداے شوال سنہ ۱۳۱۲ ہجری لغایت رمضان سنہ ۱۳۱۳ ہجری

نمبر	مضمون	نام نویسندہ	صفحہ
۱	عید کا دن	سید احمد ...	۱—۳
۲	سحر یعنی جادو	سید احمد ...	۳—۵
۳	مذہب و علم	نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں ...	۵—۸
۴	نمود دائم — متعلق عالم غیب	سید احمد ...	۸—۹
۵	عالم مثال یا ملاء اعلی حسب بیان ارسطو	سید احمد ...	۹—۱۱
۶	مضمون نسبت دعا ...	سید احمد ...	۱۱—۱۲
۷	عالم غیب = عالم مثال حسب بیان شاہ ولی اللہ صاحب ...	سید احمد ...	۱۲—۱۴
۸	ہربرٹ اسپنسر کی فلسفی ...	مولوی سید کرامت حسین ...	۱۴—۱۶
۹	احادیث = یعنی روایت احادیث بالمعنی	سید احمد ...	۱۷—۲۵
۱۰	الملاء الاعلی و حظیرۃ القدس ...	سید احمد ...	۲۵—۲۸
۱۱	لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ...	سید احمد ...	۲۹—۳۱
۱۲	العلوم الجدیدۃ والاسلام ...	نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی	۳۲—۳۷
	اطلاع از طرف ایڈیٹر متعلق مضمون مذکور	ایڈیٹر ...	۳۸
۱۳	حرکت زمین کا معاینہ عینی ...	شمس العلماخان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ	۳۹—۴۳
۱۴	افلاطون کا عالم مثال ...	مولوی سید کرامت حسین ...	۴۳—۴۶
۱۵	عالم غیب ...	سید احمد ...	۴۷—۵۳
۱۶	ہندوستانیوں کی تعلیم ولایت میں ...	سید احمد ...	۵۳—۵۵
۱۷	خلاصہ خط نواب اعظم یارجنگ متعلق مضمون العلوم الجدیدۃ والاسلام ...	نواب اعظم یارجنگ مولوی چراغ علی	۵۶
۱۸	گریجوایٹ اور تجارت ...	سید احمد ...	۵۷—۶۱
۱۹	المعتزلۃ والاعتزال ...	الاسدی الاعظمی ...	۶۱—۶۷
۲۰	ندوۃ العلماء اور مولوی محمد سلیمان شاہ صاحب کا لیکچر ...	منقول از نجم الاخبار الدولہ ...	۶۸—۷۸
۲۱	ہل شاء اللہ ...	سید احمد ...	۷۸—۸۰
بقیہ ۲۱	ہل شاء اللہ عزوجل ...	سید احمد ...	۸۱—۸۵

۲۲	مکافات	...	محمد عنایت‌الله بی اے	۸۵–۱۰۰
۲۳	عزت	...	سید احمد	۱۰۰
بقیہ ۲۱	هل شاءالله عزوجل	...	سید احمد	۱۰۱–۱۱۱
۲۴	مکاتبات دلچسپ نواب محسن الملک متعلق دعا	...	نواب محسن‌الملک–مولوی سید مهدیعلی	۱۱۱–۱۱۶
۲۵	مشاهیر معتزله = غیلان – واصل ابن عطا — عمر بن عبید	...	مولوی وحیدالدین پانی پتی	۱۱۷–۱۲۲
۲۶	مکاتبات دلچسپ — پانچواں خط نواب محسن‌الملک متعلق دعا	...	نواب محسن‌الملک مولوی سید مهدیعلی	۱۲۳–۱۳۰
۲۷	مکاتبات دلچسپ – چھٹا خط نواب محسن‌الملک متعلق دعا	...	نواب محسن‌الملک–مولوی سید مهدیعلی	۱۳۰–۱۳۷
۲۸	لاوثوق بماوعدالله (نعوذبالله منها)	...	سید احمد	۱۳۷–۱۳۸
۲۹	مکاتبات دلچسپ — ساتواں خط نواب محسن‌الملک متعلق دعا	...	نواب محسن‌الملک–مولوی سید مهدیعلی	۱۳۹–۱۴۶
۳۰	مکاتبات دلچسپ — آٹھواں خط نواب محسن‌الملک متعلق دعا	...	نواب محسن‌الملک–مولوی سید مهدیعلی	۱۴۷–۱۵۲
۳۱	قضا وقدر کی نسبت اکابر اسلام کے اقوال	...	وحیدالدین پانی پتی	۱۵۲–۱۵۳
۳۲	علوم طبیعیہ کی تحقیقات جدید	...	سید احمد	۱۵۳
۳۳	معاد توریت میں	...	جناب مولانا مولوی عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی	۱۵۵–۱۶۸
۳۴	قوم نوح کے مذهبی حالات کی تحقیق	...	سید احمد	۱۶۹–۱۷۰
۳۵	کالڈیا کی نظم میں طوفان کا ذکر	...	سید احمد	۱۷۱–۱۷۷
۳۶	مشاهیر معتزله ابوالهذیل نظام جاحظ	...	مولوی وحیدالدین پانی پتی	۱۷۷–۱۸۱ ۱۸۱–۱۸۲ ۱۸۲–۱۸۳
۳۷	قوم نوح — خط مولانا عنایت رسول صاحب	...	جناب مولانا مولوی عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی	۱۸۳–۱۸۶
	فرہاب بت پرستی قوم نوح	...	سید احمد	۱۸۶
۳۸	سید کے لفظ کا لام کے ساتھہ استعمال	...	سراج‌الدین احمد	۱۸۷–۱۹۲
۳۹	الدعاء والاستجابة	...	سید احمد	۱۹۲–۱۹۵
۴۰	ادنی حالت سے اعلی حالت پر انسان کی ترقی	...	سید احمد علی بی اے	۱۹۵–۱۹۸
۴۱	کالڈیوں کے مذهبی خیالات	...	سید احمد	۱۹۸–۲۰۸
۴۲	خضر کیا درحقیقت کوئی شخص تھے یا فرضی نام هی ؟	...	سید احمد	۲۰۹–۲۱۶
۴۳	عرب کے بتوں کے نام اور انکے حالات	...	مولوی عنایت رسول چڑیاکوٹی	۲۱۶–۲۱۹
۴۴	طوفان کے قصہ پر جو کالڈیا کی اینٹوں پر کندہ هی = تاریخانہ ریماوک	...	مولوی وحیدالدین پانی پتی	۲۲۰–۲۲۳
۴۵	دلیل نقلی مفید یقین هی یا نہیں ؟	...		

مضمون نمبر ۲

رسم و رواج

جو لوگ کہ حسن معاشرت اور تہذیب اخلاق و شایستگی عادات پر بحث کرتے ہیں اُن کے لیئے کسی ملک یا قوم کے کسی رسم و رواج کو اچھا اور کسی کو برا ٹھہرانا نہایت مشکل کام ہی ہر ایک قوم اپنے ملک کے رسم و رواج کو پسند کرتی ہی اور اُسی میں خوش رہتی ہی کیونکہ جس باتوں کی چھٹپن سے عادت اور موانست ہوجاتی ہی وہی دل کو بھلی معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر ہم اسی پر اکتفا کریں تو اِس کے معنی یہہ ہو جاوینگے کہ بھلائی اور برائی حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہی بلکہ صرف عادت پر موقوف ہی جس چیز کا رواج ہوگیا عادت پڑگئی وہی اچھی ہی اور جس کا رواج نہوا اور عادت نہ پڑی وہی بری ہی *

مگر یہہ بات صحیح نہیں بھلائی اور برائی فی نفسہ مستقل چیز ہی رسم و رواج سے الگ یہہ بات ضرور ہوتی ہی کہ کوئی اُسکے کرنے پر نام نہیں دھرتا عیب نہیں لگاتا کیونکہ سب کے سب اُس کو کرتے ہیں مگر ایسا کرنے سے وہ چیز اگر فی نفسہ بری ہی تو اچھی نہیں ہوجاتی پس ہمکو صرف اپنے ملک یا اپنی قوم کی رسومات کے اچھے ہونے پر بھروسہ کرلینا نہ چاہیئے بلکہ نہایت آزادی اور نیک دلی سے اُس کی اصلیت کا امتحان کرنا چاہیئے تاکہ اگر ہم میں کوئی ایسی بات ہو جو حقیقت میں بد ہو اور بسبب رسم و رواج کے ہمکو اُس کی بدی خیال میں نہ آتی ہو تو معلوم ہو جاوے اور وہ بری ہمارے ملک یا قوم سے جاتی رہی *

البتہ یہہ کہنا درست ہوگا کہ ہرگاہ معیوب اور غیر معیوب ہونا کسی بات کا زیادہ تر اُس کے رواج و عدم رواج پر منحصر ہوگیا ہی تو ہم کس طرح کسی امر کے رسم و رواج کو اچھا یا برا قرار دے سکینگے بلا شبہہ یہہ بات کسیقدر مشکل ہی مگر جبکہ یہہ تسلیم کرلیا جاوے کہ بھلائی یا برائی فی نفسہ بھی کوئی چیز ہی تو ضرور ہو بات کی فی‌الحقیقت بھلائی یا برائی قرار دینے کے لیئے کوئی نہ کوئی طریقہ ہوگا پس ہمکو اُس طریقہ کے تلاش کرنے اور اُسی کے مطابق اپنی رسوم و عادات کی بھلائی یا برائی قرار دینے کی پیروی کرنی چاہیئے *

سب سے مقدم اور سب سے ضروری امر اس کام کے لیئے یہہ ہی کہ ہم اپنے دل کو تعصبات سے اور اُن تاریک خیالوں سے جو انسان کو سچی بات کے سننے اور کرنے سے روکتے ہیں خالی کریں اور اُس دلی نیکی سے جو خدا تعالی نے انسان کے دل میں رکھی ہی ہر ایک بات کی بھلائی یا برائی دریافت کرنے پر متوجہہ ہوں *

یہہ بات ہمکو اپنی قوم اور اپنے ملک اور دوسری قوم اور دوسرے ملک دونوں کے رسم و رواج کے ساتھہ برتنی چاہیئے تاکہ جو رسم و عادت ہم میں بھلی ہی اُس پر مستحکم رہیں اور جو ہم میں بری ہی اُس کے چھوڑنے پر کوشش کریں اور جو رسم و عادت دوسروں میں اچھی ہی اُس کو بلا تعصب اختیار کریں اور جو اُن میں بری ہی اُس کے اختیار کرنے سے بچتے رہیں *

جب کہ ہم غور کرتے ہیں کہ تمام دنیا کی قوموں میں جو رسوم و عادات مروج ہیں اُنہوں نے کس طرح اُن قوموں میں رواج پایا ہی تو باوجود مختلف ہونے اُن رسومات و عادات کے اُن کا مبدأ اور منشأ متحد معلوم ہوتا ہی *

کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ جو عادتیں اور رسمیں قوموں میں مروج ہیں اُن کا رواج یا تو ملک کی آب و ہوا کی خاصیت سے ہوا ہی یا اُن اتفاقیہ اُمور سے جن کی ضرورت وقتاً فوقتاً بضرورت تمدن و معاشرت کے پیش آتی گئی ہی یا دوسری قوم کی تقلید و اختلاط سے مروج ہو گئی ہیں یا انسان کی حالت ترقی یا تنزل نے اُس کو پیدا کردیا ہی پس ظاہرا یہی چار سبب ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک میں رسوم و عادات کے مروج ہونے کا مبدأ و منشأ معلوم ہوتے ہیں *

جو رسوم و عادات کہ بمقتضاے آب و ہوا کسی ملک میں رائج ہوئی ہیں اُن کے صحیح اور درست ہونے میں کچھہ شبہہ نہیں کیونکہ وہ عادتیں قدرت اور فطرت نے اُن کو سکھلائی ہیں جس کے سچ ہونے میں کچھہ شبہہ نہیں مگر صرف اُن کے برتاؤ کا طریقہ غور طلب باقی رہتا ہی *

مثلاً ہم یہہ بات دیکھتے ہیں کہ کشمیر میں اور لندن میں سردی کے سبب انسان کو آگ سے گرم ہونے کی ضرورت ہی پس آگ کا استعمال ایک نہایت سچی اور صحیح عادت دونوں ملکوں کی قوموں میں ہی مگر اب ہمکو یہہ دیکھنا ہی کہ آگ کے استعمال کے لیئے یہہ بات بہتر ہی کہ مکانات میں ہندسی قواعد سے آتش خانہ بنا کر آگ کی گرمی سے نادیدہ اُنگلیوں یا مٹی کی کانگڑیوں میں آگ جلاکر گردن میں لٹکائے پھریں جس سے گورا گورا پیٹ اور سینہ کالا اور بھونڈا ہو جاوے *

طریق تمدن و معاشرت روز بروز انسانوں میں ترقی پاتا جاتا ہی اور اس لیئے ضرور ہی کہ ہماری رسمیں و عادتیں جو بضرورت تمدن و معاشرت مروج ہوئیں تھیں اُن میں بھی روز بروز ترقی ہوتی جاوے اور اگر ہم اپنی اُن پہلی ہی رسموں اور عادتوں کے پابند رہیں اور کچھہ ترقی نکریں تو بلا شبہہ بمقابل اُن قوموں کے

جنھوں نے ترقي کي ھی ھم ذلیل اور خوار ھونگے اور مثل جانوروں کے خیال کیئے جاوینگے پھر خواہ اس نام سے ھم برا مانیں یا نہ مانیں انصاف کا مقام ھی کہ جب ھم اپنے سے کمتر اور نا تربیت یافتہ قوموں کو ذلیل و حقیر مثل جانوروں کے خیال کرتے ھیں تو جو قومیں کہ ھم سے زیادہ شایستہ و تربیت یافتہ ھیں اگر وہ بھي ھم کو اُسي طرح حقیر اور ذلیل مثل جانوروں کے سمجھیں تو ھم کو کیا مقام شکایت ھی ھاں اگر ھم کو غیرت ھی تو ھمکو اُس حالت سے نکلنا اور اپني قوم کو نکالنا چاھیئے *

دوسري قوموں کي رسومات کا اختیار کرنا اگرچہ بے تعصبي اور دانائي کي دلیل ھی مگر جب وہ رسمیں اندھےپنے سے صرف تقلیدا بغیر سمجھے بوجھے اختیار کي جاتي ھیں تو کاني ثبوت نادانی اور حماقت کا ھوتي ھیں دوسري قوموں کي رسومات اختیار کرنے میں اگر ھم دانائي اور ھوشیاري سے کام کریں تو اُس قوم سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکتے ھیں اس لیئے کہ ھمکو اُس رسم سے تو موانست نہیں ھوتي اور اُس سبب سے اُس کي حقیقي بھلائي یا برائي پر غور کرنیکا بشرطیکہ ھم تعصب کو کام میں نہ لاویں بہت اچھا موقع ملتا ھی اُس قوم کے حالات دیکھنے سے جس میں وہ رسم جاري ھی ھمکو بہت عمدہ مثالیں سینکڑوں برس کے تجربہ کي ملتي ھیں جو اُس رسم کے اچھے یا برے ھونے کا قطعي تصفیہ کردیتي ھیں *

مگر یہہ بات اکثر جگہہ موجود ھی کہ ایک قوم کي رسمیں دوسري قوم میں بسبب اختلاط اور ملاپ کے اور بغیر قصد و ارادہ کے اور اُنکي بھلائي اور برائي پر غور و فکر کرنے کے بغیر داخل ھوگئي ھیں جیسیکہ ھندوستان کے مسلمانوں کا بالتخصیص حال ھی کہ تمام معاملات زندگي بلکہ بعض امورات مذھبي میں بھي ھزاروں رسمیں غیر قوموں کي بلا غور و فکر اختیار کرلي ھیں یا کوئي نئي رسم مشابہ اُس قوم کي رسم کے ایجاد کرلي ھی مگر جب ھم چاھتے ھیں کہ ھم اپنے طریق معاشرت اور تمدن کو اعلی درجہ کي تہذیب پر پھونچاویں تاکہ جو قومیں ھمسے زیادہ مہذب ھیں وہ ھمکو بنظر حقارت نہ دیکھیں تو ھمارا فرض ھی کہ ھم اپني تمام رسوم و عادات کو بنظر تحقیق دیکھیں اور جو بري ھوں اُنکو چھوڑیں اور جو قابل اصلاح ھوں اُن میں اصلاح کریں *

جو رسومات کہ بسبب حالت ترقي یا تنزل کسي قوم کے پیدا ھوتي ھیں وہ رسمیں ٹھیک اُس قوم کي ترقي اور تنزل یا عزت اور ذلت کي نشاني ھوتي ھیں *

اس مقام پر ھمنے لفظ ترقي یا تنزل کو نہایت وسیع معنوں میں استعمال کیا ھی اور تمام قسم کے حالات ترقي و تنزل مراد لیئے ھیں خواہ وہ ترقي و تنزل اخلاق سے متعلق ھو خواہ علوم و فنون اور طریق معاشرت و تمدن سے اور خواہ ملک و دولت و جاہ و حشمت سے *

بلا شبہہ یہہ بات تسلیم کرنے کے قابل ھی کہ دنیا میں کوئي قوم ایسي نہیں نکلنے کي جسکي تمام رسمیں اور عادتیں عیب اور نقصان سے خالي ھوں مگر اتنا ضرور بے شک ھی کہ بعضي قوموں میں ایسي رسومات اور عادات جو در حقیقت نفس الامر میں بري ھوں کم ھیں اور بعضي میں زیادہ اور اسي وجہہ سے وہ پہلي قوم پچھلي قوم سے اعلی اور معزز ھی اور بعضي ایسي بھي قومیں ھیں جنھوں نے انسان کي حالت ترقي کو نہایت اعلی درجہ تک پھونچایا ھی اور اس حالت انساني کي ترقي نے انکے نقصانوں کو چھپا لیا ھی جیسے ایک نہایت عمدہ و نفیس شیریں دریا تھوڑے سے گدلے اور کھاري پاني کو چھپا لیتا ھی یا ایک نہایت لطیف شربت کا بھرا ھوا پیالہ نیبو کي کھٹي دو بوندوں سے زیادہ تر لطیف اور خوشگوار ھو جاتا ھی اور یھي قومیں ھیں جو اب دنیا میں سویلیزڈ یعني مھذب گني جاتي ھیں اور درحقیقت اس لقب کي مستحق بھي ھیں *

میري دلسوزي اپنے ھم مذھب بھائیوں کے ساتھہ اسي وجہہ سے ھی کہ میري دانست میں ھم مسلمانوں میں بہت سي رسمیں جو در حقیقت نفس الامر میں بري ھیں مروج ھوگئي ھیں جن میں سے ھزاروں ھمارے پاک مذھب کے بھي برخلاف ھیں اور انسانیت کے بھي مخالف ھیں اور تھذیب و تربیت و شایستگي کے بھي برعکس ھیں اور اس لیئے میں ضرور سمجھتا ھوں کہ ھم سب لوگ تعصب اور ضد اور نفسانیت کو چھوڑ کر اُن بري رسموں اور بد عادتوں کے چھوڑنے پر مایل ھوں اور جیسا کہ اُنکا پاک اور روشن ھزاروں حکمتوں سے بھرا ھوا مذھب ھی اُسي طرح اپني رسومات معاشرت و تمدن کو بھي عمدہ اور پاک و صاف کریں اور جو کچھہ نقصانات اُس میں ھیں گو وہ کسي وجہہ سے ھوں اُنکو دور کریں *

اس تحریر سے یہہ نہ سمجھا جاوے کہ میں اپنے تئیں اُن بد عادتوں سے پاک و مبرا سمجھتا ھوں یا اپنے تئیں نمونہ عادات حسنہ جتاتا ھوں یا خود ان امور میں مقتدا بننا چاھتا ھوں حاشا وکلا بلکہ میں بھي ایک فرد اُنھیں افراد میں سے ھوں جنکي اصلاح دلي مقصود ھی بلکہ میرا مقصد صرف متوجہہ کرنا اپنے بھائیوں کا اپني اصلاح حال پر ھی اور خدا سے امید ھی کہ جو لوگ اصلاح حال پر متوجہ ھونگے سب سے اول اُنکا چیلہ اور اُنکي پیروي کرنے والا میں ھونگا الا یہ مثل مضمور کے خراب حالت میں چلا جانا اور روز بروز بدتر درجہ کو پھونچتا جانا اور نہ اپني عزت کا اور نہ قومي عزت کا خیال و پاس رکھنا اور جھوٹي شیخي اور بیجا غرور میں پڑے رھنا مجھکو پسند نہیں ھی *

ہماری قوم کے نیک اور مقدس لوگوں کو کبھی کبھی یہہ غلط خیال آتا ہی کہ تہذیب اور حسن معاشرت و تمدن صرف دنیاوی امور ہیں جو صرف چندروزہ ہیں اگر اُن میں ناقص ہوئے تو کیا اور کامل ہوئے تو کیا اور اُس میں عزت حاصل کی تو کیا اور ذلیل رہے تو کیا مگر اُنکی اُس رائے میں قصور ہی اور اُنکی نیک دلی اور سادہ مزاجی اور تقدس نے اُنکو اس عام فریب غلطی میں ڈالا ہی جو اُنکے خیالات ہیں اُنکی شخصی اور اصلیت میں کچھہ شبہہ نہیں مگر انسان امور متعلق تمدن و معاشرت سے کسی طرح علحدہ نہیں ہوسکتا اور نہ شارع کا مقصود اُن تمام امور کو چھوڑنے کا تھا کیونکہ قواعد قدرت سے یہہ امر غیر ممکن ہی پس اگر ہماری حالت تمدن و معاشرت ذلیل اور معیوب حالت پر ہوگی تو اُس سے مسلمانوں کی قوم پر عیب اور ذلت عاید ہوگی اور وہ ذلت صرف اُن افراد اور اشخاص پر منحصر نہیں رہتی بلکہ اُنکے مذہب پر منجر ہوتی ہی کیونکہ یہہ بات کہی جاتی ہی کہ مسلمان یعنی وہ گروہ جو مذہب اسلام کا پیرو ہی نہایت ذلیل و خوار ہی پس اس میں در حقیقت ہمارے افعال و عادات قبیحہ سے اسلام کو اور مسلمانی کو ذلت ہوتی ہی پس ہماری دانست میں مسلمانوں کی حسن معاشرت اور خوبی تمدن اور تہذیب اخلاق اور تربیت و شایستگی میں کوشش کرنا حقیقت میں ایک ایسا کام ہی جو دنیاوی امور سے جسقدر متعلق ہی اُس سے یہہ زیادہ معاد سے علاقہ رکھتا ہی اور جسقدر فائدہ کی اُس سے ہمکو اس دنیا میں توقع ہی اُس سے یہہ بڑھ کر اُس دنیا میں ہی جسکو کبھی فنا نہیں *

راقم
سید احمد

نمبر ۳

تعصب

انسان کی بد ترین خصلتوں میں سے تعصب بھی ایک بدترین خصلت ہی یہہ ایسی بد خصلت ہی کہ انسان کی تمام نیکیوں اور اُس کی تمام خوبیوں کو غارت اور برباد کرتی ہی متعصب گو اپنی زبان سے نکہے مگر اُس کا طریقہ یہہ بات جتلاتا ہی کہ عدل و انصاف کی خصلت جو عمدہ ترین خصایل انسانی سے ہی اُس میں نہیں ہی متعصب اگر کسی غلطی میں پڑتا ہی تو اپنے تعصب کے سبب اُس غلطی سے نکل نہیں سکتا کیونکہ اُس کا تعصب اُس کے برخلاف بات کے سُننے اور سمجھنے اور اُس پر غور کرنے کی اجازت نہیں دیتا اگر وہ کسی غلطی میں نہیں ہی بلکہ سچی اور سیدھی راہ پر ہی تو اُس کے فائدے اور اُس کی نیکی کو پھیلنے اور عام ہونے نہیں دیتا کیونکہ اُسکے مخالفوں کو اپنی غلطی پر متنبہ ہونے کا موقع نہیں ملتا *

تعصب انسان کو ہزار طرح کی نیکیوں کے حاصل کرنے سے باز رکھتا ہی اکثر دفعہ ایسا ہوتا ہی کہ انسان کسی کام کو نہایت عمدہ اور مفید سمجھتا ہی مگر صرف تعصب سے اُس کو اختیار نہیں کرتا اور دیدہ و دانستہ برائی میں گرفتار اور بھلائی سے بیزار رہتا ہی *

مذہبی تعصبات کی نسبت بھی ہم کچھہ تھوڑا سا بیان کرینگے مگر اول امور تمدن و معاشرت میں جو نقصان تعصب سے پیدا ہوتے ہیں اُن کا ذکر کرتے ہیں *

انسان قواعد قدرت کے مطابق مدنی الطبع پیدا ہوا ہی وہ تنہا اپنی حوائج ضروری کو مہیا نہیں کرسکتا اُس کو ہمیشہ مدد گاروں اور معاونوں کی جو دوستی اور محبت سے ہاتھہ آتے ہیں ضرورت ہوتی ہی مگر متعصب بسبب اپنے تعصب کے تمام لوگوں سے منحرف اور بیزار رہتا ہی اور کسیکی دوستی اور محبت کی طرف بجز اُن چند لوگوں کے جو اُس کے ہم رائے ہیں مائل نہیں ہوتا *

عقل اور قواعد قدرت کا مقتضا یہہ معلوم ہوتا ہی کہ امور متعلق تمدن و معاشرت میں جو باتیں زیادہ منفعت اور زیادہ آرام اور زیادہ لیاقت اور زیادہ عزت کی ہیں اُن کو انسان اختیار کرے مگر متعصب اُن سب نعمتوں سے محروم رہتا ہی *

ہنر اور فن اور علم ایسی عمدہ چیزیں ہیں کہ اِن میں سے ہر ایک چیز کو نہایت اعلی درجہ تک حاصل کرنا چاہیئے مگر متعصب اپنی بد خصلت سے ہر ایک ہنر اور فن اور علم کے اعلی درجہ تک پہونچنے سے محروم رہتا ہی *

وہ اُن تمام دلچسپ اور مفید باتوں سے جو نئی تحقیقات سے اور نئے علوم اور فنون سے حاصل ہوتی ہیں محض جاہل اور ناواقف رہتا ہی اُس کی عقل اور اُس کے دماغ کی قوت محض بیکار ہو جاتی ہی اور جو کچھہ اُس میں سمائی ہوئی ہی اُس کے سوا اَوْر کسی بات کے سمجھنے کی اُس میں طاقت اور قوت نہیں رہتی وہ ایک ایسے جانور کی مانند ہو جاتا ہی کہ اُس کو جو کچھہ بالطبع آتا ہی اُس کے سوا اَوْر کسی چیز کی تعلیم و تربیت کے قابل نہیں ہوتا *

بہت سی قومیں ہیں جو اپنے تعصب کے باعث سے تمام باتوں میں کیا اخلاق میں اور کیا علم و ہنر میں اور کیا فضل و دانش میں اور کیا تہذیب و شایستگی میں اور کیا جاہ و حشمت اور مال و دولت میں اعلی درجہ سے نہایت پست درجہ مذلت اور خواری کو پہونچ گئیں ہیں اور بہت سی قومیں ہیں جنہوں نے اپنی بےتعصبی سے ہر جگہ

اور ہر قوم سے اچھی اچھی باتیں اخذ کیں اور ادنی درجہ سے ترقی کے اعلی سے اعلی درجہ پر پہونچ گئیں *

مجھکو اپنے ملک کے بھائیوں پر اسبات کی بدگمانی ھی کہ وہ بھی تعصب کی بد خصلت میں گرفتار ھیں اور اِس سبب سے ھزاروں قسم کی بھلائیوں کے حاصل کرنے سے اور دنیا میں اپنے تئیں ایک معزز قوم کر دکھانے سے محروم اور ذلت اور خواری اور بےعلمی اور بےھنری کی مصیبت میں گرفتار ھیں اور اسی لیئے میری خواھش ھی کہ وہ اِس بد خصلت سے نکلیں اور علم و فضل اور ھنر و کمال کے اعلی درجہ کی عزت تک پھونچیں *

ھم مسلمانوں میں ایک غلطی یہہ بڑی ھی کہ بعضی دفعہ ایک غلط نما نیکی کے جذبہ سے تعصب کو اچھا سمجھتے ھیں اور جو شخص اپنے مذھب میں بڑا متعصب ھو اور تمام شخصوں کو جو اُس مذھب کے نہیں ھیں اور تمام اُن علوم اور فنون کو جو اُس مذھب کے لوگوں میں نہیں ھیں نہایت حقارت سے دیکھے اور برا سمجھے اُس شخص کو نہایت قابل تعریف اور توصیف کے اور بڑا پختہ اور پکا اپنے مذھب میں سمجھتے ھیں مگر ایسا سمجھنا سب سے بڑی غلطی ھی جس نے حقیقت میں مسلمانوں کو برباد کردیا ھی *

ھمارا مذھب اور مذھبی علوم اور دنیا اور دنیاوی علوم بالکل علحدہ علحدہ چیزیں ھیں پس بڑی نادانی ھی جو دنیاوی علوم اور فنون کے سیکھنے میں کسی قسم کے تعصب مذھبی کو کام میں لاویں *

اگر یہہ خیال ھو کہ اُن دنیاوی علوم کے سیکھنے سے ھمارے عقاید مذھبی میں سستی آتی ھی کیونکہ مذھبی مسائل اُن دنیاوی علوم کے پڑھنے سے مشتبہہ یا غلط معلوم ھوتے ھیں تو نہایت ھی افسوس کا مقام ھی کہ مسلمان اپنے ایسے روشن اور مستحکم سچے مذھب کو ایسا ضعیف اور کم زور سمجھتے ھیں کہ دنیاوی علوم کی ترقی سے اُس کی برھمی کا خیال کرتے ھیں نعوذ باللہ منہا مذھب اسلام ایسا مستحکم اور سچا مذھب ھی کہ جس قدر دینی اور دنیاوی علوم کی ترقی ھوتی جاویگی اُسیقدر اُسکی سچائی زیادہ تر ثابت ھوگی *

اب ھم یہہ بات بتاتے ھیں کہ اپنے مذھب میں پختہ ھونا جدا بات ھی اور یہہ ایک نہایت عمدہ صفت ھی جو کسی اھل مذھب کے لیئے ھوسکتی ھی اور تعصب گو کہ وہ مذھبی باتوں میں کیوں نہو نہایت برا اور خود مذھب کو بغایت نقصان پھونچانے والا ھی *

غیر متعصب مگر اپنے مذھب میں پختہ ھمیشہ سچا دانا دوست اپنے مذھب کا ھوتا ھی اُس کی خوبیوں اور نیکیوں کو پھیلاتا ھی اُس کے اصول کو دلایل و براھین سے ثابت کرتا ھی مخالفوں اور معترضوں اور برا کہنے والوں کی باتوں کو ٹھنڈے دل سے سنتا ھی اور خود بھی اُس کے دفعیہ پر مستعد ھوتا ھی اور اوروں کو بھی اُس کے دفعیہ کا موقع دیتا ھی *

برخلاف اس کے متعصب نادان دوست اپنے مذھب کا ھوتا ھی وہ سراسر اپنی نادانی سے اپنے مذھب کو نقصان پھونچاتا ھی پہلے بسم اللہ ایسی بد خصلت اختیار کرنے سے جو ھر عقلمند کے نزدیک نفرت کے قابل ھی اپنے مذھب کے حسن اخلاق اور اُس کے نتیجوں کی خوبی پر داغ لگاتا ھی اپنے مذھب کی خوبیوں کے پھیلنے اور لوگوں کو اس کی طرف راغب کرنے کے بدلے الٹا اُس کا ھاج قوی ھوتا ھی اپنے تعصب کے سبب بد اخلاق اور مغرور اور متقشف سخت دل ھو جاتا ھی اور ٹھیک ٹھیک اُس آیتہ کریمہ ان کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک سے مخالف ضریع کرتا ھی *

مذھب میں متعصب شخص دوسروں کے اعتراضوں کو جو اسکے مذھب پر ھیں سننا یا مشہور ھونا پسند نہیں کرتا اور اس سبب سے ضمنا وہ اس بات کا باعث ھوتا ھی کہ مخالفوں کے اعتراض بلا تحقیقات کیئے اور بلا جواب دیئے باقی رہ جاویں وہ اپنی نادانی سے تمام دنیا پر گویا یہہ بات ظاھر کرتا ھی کہ اُسکے مذھب کو مخالفوں کے اعتراضوں سے نہایت اندیشہ اور اسکے برھم ھو جانے کا خوف ھی پس یہہ تمام باتیں مذھب کی دوستی کی نہیں ھیں بلکہ مخالفوں کی فتح یابی اور میدان جیت لینے کی ھیں *

غرضکہ تعصب خواہ دینی باتوں میں ھو یا دنیاوی باتوں میں نہایت برا اور بہت سی خرابیوں کا پیدا کرنے والا ھی *

مغرور و متکبر ھو جانا اور اپنے ھمجنسوں کو سوائے چند کے نہایت حقیر و ذلیل سمجھنا متعصب کا خاصہ ھوتا ھی *

اُسکے اصول کا مقتضا یہہ ھوتا ھی کہ تمام دنیا کے لوگوں سوائے چند کے کنارہ کریں ھر مگر ایسا کرنہیں سکتا اور بمجبور ھرایک سے ملتا ھی اور اوپری دل سے اُنکا ادب اور اپنی چھوٹی نیازمندی بھی ظاھر کرتا ھی اور ایسا کرنے سے ایک اَور بد خصلت نفاق اور کذب اور دغابازی اور فریب و مکاری کی اپنے میں پیدا کرتا ھی *

دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ھی جسنے خودھی تمام کمالات اور تمام خوبیاں اور خوشیاں حاصل کی ھوں بلکہ ھمیشہ ایک قوم نے دوسری قوم سے فائدہ اوٹھایا ھی مگر متعصب شخص ان نعمتوں سے بد نصیب رھتا ھی *

عام میں اُسکو ترقی نہیں ھوتی ھنر و فن میں اُسکو دستگاہ نہیں ھوتی دنیا کے حالات سے وہ ناواقف رھتا ھی عجائبات قدرت کے نیکو

محروم ھ... ی حصول معاش اور دنیاوی عزت اور تمول مثل تجارت وغیرہ کے وسیلے جاتے رہتے ھیں اور رفتہ رفتہ تمام دنیا کے انسانوں میں روز بروز ذلیل اور خوار اور حقیر و ناچیز ھوتا جاتا ھی *

اُسکی مثال ایک ایسے جانور کی ھوتی ھی جو اپنے زیور میں ملا رھتا ھی اور نہیں جانتا کہ اُسکے اور ھمجنس کیا کو رھے ھیں بلبل کیا چہچہاتی ھی اور قمری کیا غل مچاتی ھی بیا کیا بن رھا ھی اور مکھی کیا چن رھی ھی *

وہ بجز کڑے پر کی گھانس چرنے کے اور کچھہ نہیں جانتا کہ باغ کہوں بنا ھی اور پھول کیوں کھلا ھی نرگس کیا دیکھتی ھی اور انگور کی تاک کیا تاکتی ھی *

تعصب میں سب سے بڑا نقصان یہہ ھی کہ جب تک وہ نہیں جاتا کوئی ھنر و کمال اُس میں نہیں آتا تربیت و شایستگی تہذیب و انسانیت کا مطلق نشان نہیں پایا جاتا اور جبکہ وہ مذہبی غلط نما نیکی کے پردہ میں ظہور کرتا ھی تو اور بھی سم قاتل ھوتا ھی کیونکہ مذھب سے اور تعصب سے کچھہ تعلق نہیں ھی انسان کے خراب و برباد کرنے کے لیئے شیطان کا سب سے بڑا داؤں تعصب کو مذھبی رنگ سے دل میں ڈالنا اور اس تاریکی کے فرشتہ کو روشنی کا فرشتہ کرکر دکھلانا ھی *

پس میری التجا اپنے بھائیوں سے یہہ ھی کہ ھمارا خدا نہایت مہربان اور بہت بڑا منصف ھی اور سچا سچائی کا پسند کرنے والا ھی وہ ھمارے دلوں کے بھید جانتا ھی وہ ھماری نیتوں کو پہچانتا ھی پس ھمکو اپنے مذھب میں نہایت سچائی سے پختہ رھنا مگر تعصب کو جو ایک بری خصلت ھی چھوڑنا چاھیئے تمام بنی نوع انسان ھمارے بھائی ھیں ھم کو سب سے محبت اور سچا معاملہ رکھنا اور سب سے سچی دوستی اور سب کی سچی خیرخواھی کرنا ھمارا قدرتی فرض ھی پس اسیکی ھمکو پیروی چاھیئے *

راقم
سید احمد

نمبر ۳

تکمیل

ایک فارسی مثل مشہور ھی کہ „ ھر کمالے را زوالے “ مگر اُسکے معنی اور اِسکی وجہ بخوبی سمجھہ میں نہیں آئی تھی ایک اور بڑے حکیم نے اسی مطلب کو نہایت صفائی اور وضاحت سے بیان کیا ھی اُس کا یہہ قول ھی کہ „ ھمکو اپنے تئیں درجہ کمال پر پہونچا ھوا سمجھنا ھی زوال کی نشانی ھی “ اور بلا شبہہ ایسا ھی ھوتا ھی اس لیئے کہ جب کوئی شخص یا قوم کسی بات میں اپنے تئیں کامل سمجھہ لیتی ھی تو اُس میں سعی اور کوشش اور زیادہ تحقیقات اور نئی نئی باتوں کے ایجاد سے باز رھتی ھی اور رفتہ رفتہ اُس چیز میں جس کو کامل سمجھا تھا زوال اجاتا ھی *

کامل مطلق بجز ذات باری کے اور کوئی نہیں ھی پس جو کچھہ کہ خدا نے کیا یا کہا وہ تو اپنی قسم میں کامل ھی اور اُسکے سوا اور کوئی چیز جو انسان نے کی ھو یا کہی ھو کامل نہیں ھی کیونکہ قابل سہو خطا ھونا انسان کی شان سے ھی اگر یہہ بات اصطراح پر ٹھوتی تو انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام پر وحی نازل ھونے کی ضرورت نرھتی پس ان تمام چیزوں کو جو انسان سے ایجاد ھوئی ھیں یا نتائج عقل انسانی ھیں اُن کو کامل سمجھہ لینا ھماری ٹھیٹ غلطی اور ھمارے تنزل و ادبار کی ٹھیک نشانی ھی *

کسی شخص یا کسی قوم کو کسی چیز میں کامل سمجھہ لینا بہت سی خرابیوں اور نقصانوں کا باعث ھوتا ھی *

جو چیز کہ حقیقت میں کامل نہیں ھی ھم اُس کو غلطی سے کامل سمجھہ لیتے ھیں *

ھم میں ایک استغنا پیدا ھوتا ھی جس سے سوائے اُسکے اور کسی بات یا تحقیقات کو حقارت سے دیکھتے ھیں اور اُس بات کے فائدہ سے محروم رھتے ھیں *

لوگوں کے اعتراضوں کے سننے کو گوارا نہیں کرتے اور اِس سبب سے اپنی غلطیوں پر متنبہ نہیں ھوتے اور جہل مرکب میں پھنسے رھتے ھیں کوشش سے جو ایک ترقی کا فائدہ ھی اُس کو ھاتھہ سے کھو بیٹھتے ھیں *

خدا نے جو ھمکو عقل دی ھی اور جس کا یہہ فائدہ ھی کہ جہاں تک ھوسکے ھم اُس کو کام میں لاویں اوروں پر بھروسا کرکر اُس کو بیکار کردیتے ھیں *

ایسا کرنے میں ھم صرف اپنا ھی نقصان نہیں کرتے بلکہ آیندہ نسلوں کو بھی بہت بڑا نقصان پہونچاتے ھیں کیونکہ ھماری اور ھماری آیندہ نسلوں کی عقل اور جودت طبع اور تیزی فہم اور طاقت انتقال

ذھني اور قوۃ ایجاد سب مٹ جاتي ھی اور صرف اوروں کي ٹٹکاري پر ھماري چال رہ جاتي ھی اور ھم ٹھیک اِس مثل کے مصداق ھوجاتے ھیں — چاربائے برو کتابے چند *

ھم مسلمانوں نے اپنے میں اِس نقص کو نہایت درجہ پر پھونچا دیا ھی اور جو نقصان دیني اور دنیوي اُس سے ھم نے اُٹھائے ھیں اُنکي کچھہ انتہا نہیں بھلا دیني باتوں کو اِس وقت رھنے دو اور صرف اِسبات پر غور کرو کہ دنیوي علوم اور دنیوي کار و بار اور دنیا کي باھمي معاشرت اور مجالست اور رسوم و عادات اور طریقہ تعلیم اور تربیت اور ترقي علم مجالس میں کیوں ھم نہ کوشش کریں اور جس علاج اور قوموں نے اِن باتوں میں ترقي کي ھی ھم بھي اُسیطرح کیوں نہ ترقي کریں *

ارسطو کچھہ ھمارا مذھبي پیشوا نہ تھا جو ھم اُس کے علوم اور اُس کے فلسفہ اور اُس کے الٰہیات کو ناقابل غلطي کے سمجھیں یرعلي کچھہ صاحب وحي نتھا کہ اُسکي طب کے سوا اور کسیکو نہ مانیں جو علوم دنیوي ھم مدت دراز سے پڑھتے آتے تھے اور جو اپنے زمانہ میں ایسے تھے کہ اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اُنھي پر پابند رھنے کے لیئے ھم پر کوئي خدا کا حکم نہیں ایا تھا پھر کیوں ھم اپني آنکھہ نکھولیں اور نئے نئے علوم اور نئي نئي چیزیں جو خدا تعالی کي عجائب قدرت کے نمونے ھیں اور جو روز بروز انسان پر ظاھر ھوتي جاتي ھیں اُنکو کیوں نہ دیکھیں *

یہہ جو کچھہ ھمنے کہا یہہ صرف خیالي ھي باتیں نہیں ھیں بلکہ اِس وقت دنیا میں ھمارے سامنے اِس کي مثالیں بھي موجود ھیں *

ھم دیکھتے ھیں کہ دنیا میں دو قسم کي قومیں ھیں جن میں سے ایک نے اپنے باپ دادا کو درجہ کمال پر پھونچا ھوا اور ناقابل سھو و خطا سمجھہ کر اُن کے علوم و فنون اور طریق معاشرت کو کامل سمجھا اور اُسي کي پیروي پر جمتے رھے اور اُسکي ترقي اور بھتري پر اور نئي چیزوں کے اخذ ایجادپر کچھہ کوشش نہیں کي اور دوسرے نے کسیکو کامل نہیں سمجھا اور ھمیشہ ترقي میں اور نئے نئے علوم و فنون و طریقہ معاشرت کے ایجاد میں کوشش کرتے رھے اب دیکھہ لو کہ ان دونوں میں کیا فرق ھی اور کون تنزل اور کون ترقي کي حالت میں ھی *

ھندو اور مسلمان وہ قومیں ھیں جو پچھلي لکیر کو کامل سمجھہ اُسي کو پیٹتے آتے ھیں انگریز فرنچ اور جرمن ایسي قومیں ھیں جو ھمیشہ ترقي کي کوشش میں ھیں ایک زمانہ تھا کہ وہ پہلي قومیں علم و ھنر و تربیت و شایستگي میں اپنے دور میں اپني ھم عصر قوموں سے مقدم اور اعلی تھیں اور شاید مسلمانوں کو یہہ بھي عزت تھي کہ وہ یورپ کي بعض قوموں کے لیئے بمنزلہ اُستاد کے گنے جاتے تھے مگر اُسي عیب نے جو اُن قوموں میں تھا اور اب بھي ھی اور اُسي خوبي نے جو پچھلي قوموں میں تھي اور اب بھي ھی ٹھیک ٹھیک معاملہ بالعکس کردیا ھی اب یورپ کي قومیں ایشیا کي قوموں سے علم و ھنر تربیت و شایستگي میں اعلی ھیں پس میرا مطلب صرف یہي ھی کہ ھماري قوم کو بھي چاھیئے کہ اپنے دماغ کو اُن بیھودہ اور لغو خیالات سے جنھوں نے اُن کي عقل اور سمجھہ کو بالکل خراب کر رکھا ھی اور اُن کي تمام خوبیوں کو خیالات فاسد کے کیچڑ میں لتھوڑ پتھوڑ کردیا ھی خالي کریں اور علوم اور فنون اور تھذیب و شایستگي میں ترقي کرنے کي کوشش کریں اور انصاف سے دیکھیں کہ انکي تھذیب اور شایستگي میں نقصان ھونے کے سبب سے اُن کي قوم کي کیسي بدنامي ھی اور اُن عمدہ اخلاق اور قواعد کو جو خدا تعالی نے مذھب اسلام کي بدولت اُن کو دیئے تھے بڑي طرح سے استعمال میں لانے اور اُنکو بد صورت کردینے سے غیر قومیں اسلام کو ھماري نالایقي کي بدولت کیسي حقارت اور نفرت سے دیکھتي ھیں کیسے خندہ زن اشارات اور کنایات اُسپر کرتي ھیں اور ھماري شامت اعمال کو نتیجہ مذھب اسلام ٹھراتي ھیں اُن کا ایسا کھنا اور خیال کرنا کچھہ بیجا نہیں ھی اسلام کوئي مٹي کا پتلا نہیں ھی جس کو کوئي دیکھہ سکے مسلمانوں کي حالت اور اُن کے چال چلن سے اسلام کي صورت دکھائي دیتي ھی سو اُنھوں نے اُس کو ایسا بد صورت بنا یا ھی کہ جو کوئي نفرت کرے کچھہ تعجب نہیں پس اب میري یہہ خواھش ھي کہ مسلمان اپنے اخلاق اور تھذیب و شایستگي کي درستي میں کوشش کر کر اور اپنے حال اور چال چلن کو درست اور عمدہ کر کر اسلام کي جو اصلي صورت ھی وہ دنیا کو دکھاویں *

راقـــــم

سید احمد

بمقام علیگڈھ — مطبع علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باھتمام منشي محمد مشتاق حسین شایع ھوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد اول [15 شوال سنہ ۱۲۸۷ ھجري] نمبر ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جسقدر روپیہ بابت اِس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسي خاص شخص کي ملکیت نہوگا بلکہ اِس پرچہ کے جاري و ترقي میں صرف کیا جاویگا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساڑھے روپیہ سالانہ پیشگي بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا * علاوہ اِس کے جو شخص کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن دے وہ بشکریہ ظاہر تمام کیا جاویگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار جیسا کہ مقتضاے مناسب ہوگا چھپا کریگا قیمت فی پرچہ دو آنہ اور مع محصول تین آنہ ہوگي مگر خریداروں کو کم سے کم تین روپیہ قیمت اور ایکروپیہ ساڑھے آنہ محصول جملہ چار روپیہ آٹھہ آنہ پیشگي بھیجنے ہونگے *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو فی پرچہ چار آنہ قیمت اور ایک آنہ محصول دینا ہوگا *

ممبروں کو بلا قیمت یہہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھي بلا قیمت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

اِس پرچہ میں بجز مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھہ مندرج نہوگا *

مضمون نمبر ۲

مذہب اور عام تعلیم

تعلیم کا عام رواج بلا شمول مذہبي تعلیم کے غیر ممکن ہی

انسان کے خیالات جو آیندہ زندگي کي نسبت ہیں جس کو معاد یا آخرت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور جو مذہبي یقین سے پیدا ہوتے ہیں انسان کي ترقي کے اکثر ہادج ہیں بلاشبہہ سچا مذہب جو در حقیقت خدا کي طرف سے دیا گیا ہو وہ انسان کي کسي قسم کي ترقي کا مانع نہیں ہوسکتا کیونکہ انسان کا تنزل لوازم انسانیت سے خدا کا مقصد نہیں ہی ورنہ انسان انسان بنانے کي کیا ضرورت ہوتي مگر جب اُس سچے مذہب میں بھي غیر خیالات اور بد تعصبات مل جاتے ہیں تو وہ ویسا ہي انسان کي ترقي کا ہادج ہو جاتا ہی اور جب کہ غیر اور مہمل رسومات ملکي اور قومي کا اُس میں خلط

ہو جاتا ہی جیسا کہ اب مسلمانوں کا حال ہی تب تو وہ سم قاتل ہوتا ہی *

اس مقام پر ہم کو اس امر سے زیادہ بحث کرنی منظور نہیں ہی بلکہ صرف اِسی قدر ظاہر کرنا منظور تھا کہ مذہبی خیالات انسان کی ترقی پر فی‌الواقع کس قدر اثر رکھتے ہیں اور جس مطلب سے یہہ بیان ہوا ہی وہ ابھی چند سطروں کے بعد ظاہر ہو جاویگا *

یہہ مذہبی خیالات گو کیسے ہی ہمارے ترقی انسان کے ہوں مگر کوئی قوم اور کوئی ملک ایسا نہیں پاتے جس میں اس قسم کے خیالات نہوں مگر بلا شبہہ یہہ بھی پاتے ہیں کہ جس ملک میں مذہبی تعصبات نا واجب اور جہالت آمیز اور توہمات و خیالات احمقانہ اور وحشیانہ کم ہیں وہاں اُسی قدر انسانیت کو ترقی ہی *

اس علاج کے رفع کرنے کے لیئے اور تعلیم کو عموماً پھیلانے کے لیئے بعض شایستہ اور تربیت یافتہ قوموں اور ملکوں میں دو طرح پر کوشش ہوئی ایک گروہ تو اس بات پر مستعد ہوا کہ مذہبی تعلیم بالکل موقوف کی جاوے جو باہمی اختلاف اور تباہی کا باعث ہی اور سب لوگ متفق ہوکر اس قسم کی تعلیم میں کوشش کریں جو بلا اختلاف سچ اور فائدہ مند ہی اگرچہ اس گروہ میں بہت بڑے بڑے عاقل اور فاضل اور لایق آدمی شامل تھے مگر اُن کی کوششوں کی کامیابی کی کچھہ بھی توقع نہوئی اور نہوگی اس لیئے کہ مذہبی خیالات کو تمام انسانوں کے دلوں میں سے نکالڈالنا جن کی تعلیم میں کوشش مقصود ہی ایک ایسا امر ہی جس کے ہونے کی ابھی سینکڑوں برس تک توقع نہیں ہی *

دوسرے گروہ کی کوششوں کا اصلی مقصد تعلیم مذہبی پر کوشش کرنا تھا اور اُور علوم کی تعلیم اُس کے ساتھہ بطور ضمنی تعلیم کے تھی ہم دیکھتے ہیں کہ اس گروہ نے نہایت کامیابی حاصل کی اور اُس کے سبب سے بے انتہا علوم و فنون نے ترقی پائی اور نہ اپنی قوم اور ملک کو فائدہ دیا بلکہ دور دور کی قوموں اور دور دور کے ملکوں کو ہر قسم کی خوبیوں اور فائدوں سے اپنا احسان مند بنایا اور آیندہ نسلوں کی تعلیم کے لیئے کروروں روپیہ جمع کر جانے اور کتب خانوں اور مدرسوں اور کالجوں کے بنانے اور یونیورسٹیوں کے قایم کر جانے سے جس میں کروروں اور پدموں روپیہ خرچ ہوگیا تمام علوم و فنون کا دروازہ کھولا اگر اس طریقہ سے تعلیم میں کوشش کرنے کا اصلی مقصد وہ مذہبی خیال نہوتا تو اُس کا ہزارواں حصہ بھی اسباب رواج تعلیم کو مدد نہ پہونچتی بلکہ اُس زمانہ میں جسمیں کہ یہہ سب سامان جمع ہوا ایک شخص بھی اُس کی تائید نکرتا *

اس طریقہ کی سعی میں جو نقصان تھا وہ صرف یہہ تھا کہ یہہ تعصبات مذہبی کی ترقی کا اندیشہ تھا مگر تعلیم نے خود اُس نقص کو مٹا دیا اور ضرورت تمدن و معاشرت نے بالکل معاملہ برعکس کردیا یعنی جو تعلیم اُس زمانہ میں اصلی مقصد ٹھہرائی گئی تھی وہ تو ضمنی ہو گئی اور جو ضمنی ٹھہرائی تھی وہ اصلی ہوگئی تعصبات بہت گھٹ گئے متعصبانہ بہت سی رسمیں موقوف ہوگئیں اور جو دو چار باقی ہیں اُمید ہی کہ وہ بھی دور ہونگی اور جو انسان کی انسانیت کا مقتضی ہی وہ پورا ہوگا *

اب مسلمانوں کے حالات پر غور کرو کہ وہ لوگ تمام علوم میں تعلیم پاتے تھے فلسفہ کے بڑے درست تھے طب و ریاضی سے محبت رکھتے تھے شعر وشاعری اور علم ادب کے عاشق تھے اور اُن سب کے ساتھہ مذہبی علوم کی بھی تعلیم تھی اور اسی پچھلے خیال کے سبب اُن مدرسوں اور دارالعلوموں کے لیئے روپیہ کی ہر طرف سے مدد پہونچتی تھی جس کے سبب سے وہ تعلیم قایم تھی حالانکہ اُنھی مدرسوں میں سے ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے تھے جو نا مذہب بلکہ مذہبی خیالات کے دشمن ہوتے تھے مگر اُن تمام چیزوں کے لیئے مدد اور سامان بہم پہونچنے کی کچھہ مشکل نہوتی تھی *

اس بات کی تصدیق کے لیئے پچھلے حالات شاہد ہیں اور ہماری دو نامی یونیورسٹیاں قرطبہ اور بغداد کی گو مرگئی ہیں مگر پھر بھی اس واقعہ کی سچائی پر گواہی دے رہی ہیں بھلا اُن پچھلی باتوں کو جانے دو کل کی بات ہی کہ دہلی میں شاہ عبدالعزیز صاحب کی مدرسہ عزیزیہ انہیں اسباب اور وجوہات سے قایم تھا جس کے پڑھے ہوئے اب بھی چند لوگ زندہ موجود ہونگے غرض ہمارے ان سب باتوں سے یہہ ہی کہ جو لوگ ہندوستان میں مسلمانوں کی عام تعلیم پر کوشش کرتے ہیں اُن کو یہہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ عام تعلیم کا رواج کسی قوم کے زن و مرد میں بغیر شمول تعلیم مذہبی کے نہوا ہی نہوگا اور نہ دنیا میں کوئی ملک اور کوئی قوم ایسی موجود ہی جس میں عام تعلیم کا رواج بلا شمول مذہبی تعلیم کے ہوا ہو *

زمانہ حال میں جس قدر وسیلے تعلیم کے موجود ہیں اُن میں بھی نقص ہی جس کے سبب ہندوستان میں اور خصوصاً مسلمانوں میں اسباب تعلیم مجتمع نہیں ہوتے اور عموماً تعلیم کا رواج بارصف بے انتہا کوشش اور سعی گورنمنٹ کے نہیں ہوتا ہی *

مگر ہمکو نہایت انصاف سے اسبات پر غور کرنی چاہیئے کہ کیا گورنمنٹ کا اس میں کچھہ قصور ہی ہم نہایت سچے دل سے اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ گورنمنٹ ہر قسم کے الزام سے اس باب میں بالکل

پہري ہی ہندوستان میں گورنمنٹ کي رعایا مختلف مذاہب کي ہی اور وہ خود اُن سب سے مختلف مذہب رکھتي ہی اور اس سبب سے وہ کسي قسم کي مذہبي تعلیم کو شامل نہیں کرسکتي تھي ہم نہایت سچے دل سے کہتے ہیں کہ گورنمنٹ نے جسقدر ڈاطرفدار طریقہ تعلیم کا اور مذہبي خیالات سے بالکل بچا ہوا اور اچھوتا اختیار کیا ہی اور جسقدر سعي اور کوشش ہندوستان کي تعلیم میں گورنمنٹ نے کي ہی وہ دونوں بے مثل اور بے نظیر ہیں اور غالباً اس وقت دنیا کے پردہ پر اسکا نظیر موجود نہیں ہی مگر اسپر بھي جو امر عام تعلیم کي ترقي کا مانع ہی اُسکا رفع کرنا گورنمنٹ کي قدرت سے باہر ہی وہ یہہ کرسکتي تھي کہ اپنے تئیں مذہبي تعلیم سے بالکل علحدہ رکھے مگر یہہ نہیں کرسکتي تھي کہ تمام مذاہب ہندوستان کي یا کسي خاص مذہب یا مذہبوں کي تعلیم اختیار کرے *

پس مسلمانوں میں ترقي تعلیم پر کوشش کرنے والوں کو دو باتوں سے تو نا اُمید ہونا چاہیئے ایک عام تعلیم کے رواج اور قیام سے بغیر شمول تعلیم مذہبي کے دوسرے گورنمنٹ کي جانب سے کسي مذہبي تعلیم کے شروع ہونے میں اور اِن دونوں باتوں سے نا امید ہوکر غور کرنا چاہیئے کہ اب اور کیا تدبیر ہی جس سے مسلمانوں کي بہتري اور بہبودي ہو اور اُن میں عموماً تعلیم کا رواج ہو اور اعلی اعلی اور ہر قسم کے مفید علموں کي خواہ وہ مذہبي ہوں یا دنیاوي بنیاد قایم ہو ہر شخص اسکا جواب دے سکیگا کہ صرف ایک ہي تدبیر باقي ہی اور وہ یہہ ہی کہ ہم خود آپ اپني تعلیم و تربیت پر مستعد و آمادہ ہوں اور یہہ جو ہندي مثل مشہور ہی کہ جیٹھہ کے بھروسے پیٹ اُسکے سوار نہ اوٹھاویں بلکہ آپ کام مہا کام کي نصیحت حکیمانہ سے نصیحت پکڑیں *

یہہ بات کہني کہ مسلمانوں کو اس کام کے انجام دینے کا مقدور نہیں رہا بالکل غلط ہی البتہ یہہ بات صحیح ہی کہ کرنے والے اور اسي پر متحنت اوٹھانے والے نہیں ہیں اور ہاں بے شک ہمت بھي کم ہوگئي ہی جو پھر تحریک میں آسکتي ہی *

سلطنت اسلامیہ میں بھي یہہ کام بالکلیہ گورنمنٹ کے ذمہ نہ تھا شاید دو ایک مدرسہ ایسے ہونگے جنکا خرچ گورنمنٹ دیتي تھي ورنہ تمام مدرسے صرف رعایا کي مدد سے قایم تھے جو اُنکے مدرسوں یا جائیداد کو بطور نذر و نیاز کے اُنکے قایم رکھنے کو روپیہ دیتي تھي کیا شاہ عبدالعزیز صاحب کا مدرسہ اور شاہ غلام علي صاحب کي خانقاہ بغیر لوگوں کي نذر و نیاز دینے کے جسکو حال کي زبان میں چندہ یا سبکرپشن یا ڈونیشن کہتے ہیں قایم رہ سکتي تھي پس ہر مقام میں مسلمانوں کو مستعد ہوکر ترقي تعلیم کے لیئے سعي کرني چاہیئے اور پھر وہي وسیلے رواج تعلیم کے خود اپنے آپس میں قایم کرنے چاہیئیں اس طرح پر تو البتہ ترقي تعلیم اور بہبودي مسلمانوں کي عموماً توقع ہی اور بغیر اسکے کچھہ توقع نہیں ہی *

ہم یہہ نہیں کہتے کہ مسلمان اس تدبیر سے بالکل غافل ہیں کیونکہ ہم جرٹپور و علیگڈہ و دیوبند و دھلي و کانپور کے مدرسوں کو بھول نہیں گئے ہیں مگر جس طرز پر وہ قایم ہوئے اور جس طرح پر اُنکي کارروائي ہوتي ہی وہ کچھہ مفید نہیں اور اُس سے مسلمانوں کي بھلائي کي کچھہ توقع نہیں ہم اس بات سے خوش نہیں ہوسکتے کہ کسي جگہہ چالیس طالب علم ریشائیل ادھر اودھر پورب پچھوم کے جمع ہوگئے اور صدرہ و شمس بازغہ پڑھنے لگے کیونکہ سلسلہ وار تعلیم کي اور اُن نوعمر بچوں کے سلسلہ تعلیم کے قایم کرنے کي ضرورت ہی جو ہونہار ہوتے ہو ہیں اور جس سے ہمارے ملک کي ترقي اور ہماري قوم کي عزت متصور ہی *

مسلمانوں کي تعلیم کے لیئے یہہ کافي نہیں ہی کہ دو چار ملاں کسي جگہہ پڑھانے کو مقرر کردیئے جاویں اور وہ وہي پراني گزھائي کتابیں دو چار دس پانچ آدمیوں کي پڑھانے لگیں بلکہ سب سے بڑي ضرورت اس بات کي ہی کہ اول نہمیدہ نہمیدہ ذي علم اور ذي عقل لوگ جمع ہوں اور بعد بحث و گفتگو کے یہہ بات قرار دیں کہ اب سلسلہ تعلیم بنظر حالات زمانہ اور بلحاظ علوم و فنون جدیدہ کے کسطرح پر قایم ہونا چاہیئے اور ہماري پراني دقیانوسي تعلیم کے سلسلہ میں کیا کیا تبدیل اور ترمیم کرني چاہیئے ہمارا سلسلہ تعلیم کا بلحاظ مقاصد مذہبي کسطرح پر قایم ہو اور بلحاظ مطالب دنیوي کے کسطرح جاري کیا جاوے اور جب کوئي طریقہ تجویز ہولے اُسوقت اُسکے اجرا پر ہر ضلع کے لوگ اپنے اپنے ضلع میں سعي و کوشش کریں *

ہر ضلع میں کم سے کم ایسا ایک مدرسہ قایم کرنا چاہیئے جس سے ہر قسم کے مطالب اور مقاصد پورے ہوں کیونکہ تمام لوگوں کے ایک ہي سے مقاصد نہیں ہوتے اگر کوئي شخص مولوي محدث و فقیہ بننا چاہے تو مولوي بننے کا بھي اُس میں موقع موجود ہو اگر کوئي شخص برا ریاضي داں بننا چاہے تو وہ بھي اپنا مقصد اُس میں حاصل کرسکے اور اگر کوئي شخص علوم و زبان انگریزي میں تحصیل کامل کرنا اور عہدہاے جلیلہ گورنمنٹ کو حاصل کرنا چاہے وہ بھي کرسکے جب ایسا انتظام اور سلسلہ قایم ہوجاویگا تب مسلمانوں کي تربیت اور دیني و دنیوي ترقي کي توقع ہوتي ہی *

اس طرح کے سلسلہ تعلیم قایم کرنے میں اگرچہ بہت سا روپیہ چاہیئے لیکن روپیہ جمع ہونا کچھہ مشکل نہیں ہی لوگوں کا دل اور ارادہ اور ہمت چاہیئے ہر ضلع میں جسقدر مسلمان آباد ہیں اگر

ہر ایک شخص تھوڑا تھوڑا روپیہ بھی دو دو ایک ایک بلکہ آٹھہ آنہ تک دے تو ہر ضلع میں اسقدر روپیہ جمع ہو جاتا ہی کہ ان تمام مطالب کے لیئے ایک نہایت عمدہ مستقل مدرسہ قایم ہوسکتا ہی صرف لوگوں کا ارادہ کرنا اور اسکام کے انجام کرنے پر دل سے کوشش کرنا شرط ہی *

راقم
سید احمد

نمبر ۶

انسان کے خیالات

جہاں اور بہت سے عجائبات قدرت الہی ہیں اُنہی میں سے انسان کے خیالات بھی نہایت عجیب ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قسم کی مخلوقات ایک ہی سا خیال رکھتی ہی جانوروں کی وہ حرکات اور افعال جو جاندار ہونے کے سبب سے ہیں اور وہ چیز جو محرک اُن افعال یا حرکات کی بواسطہ یا بلا واسطہ ہی اُس کا کچھہ ہی نام رکھو مگر وہ وہی چیز ہی جسکو انسانی حالت میں خیال کہتے ہیں *

تمام افعال اور حرکات جانوروں کی بلاشبہہ ارادی ہیں اور کچھہ شک نہیں کہ وہ متحرک بالارادہ ہیں اُن کی تمام حرکتوں کا باعث بواسطہ یا بلاواسطہ ایک خیال جلب منفعت مادی جیسے غذا اور مسکن وغیرہ یا غیر مادی جیسے فرحت و انبساط اور بشاشت یا خیال دفع مضرت مادی وغیر مادی کا ہوتا ہی ہم نہیں پاتے کہ انسان میں اور کوئی چیز اِس سے زیادہ ہی بلاشبہہ اتنا فرق پاتے ہیں کہ جانور میں وہ خیالات محدود اور انسان میں نا محدود ہیں *

مگر تعجب تو ہمکو اسبات سے ہوتا ہی کہ ہرگاہ ایک قسم کے جانداروں میں ایک ہی سے خیالات ہیں اور اُن پر وہ سب ایک ہی سا یقین کامل رکھتے ہیں تو تمام انسان بھی باوجودیکہ ایک قسم کے جاندار ہیں ایک ہی سے خیالات اور ایک ہی سا یقین کیوں نہیں رکھتے ہیں *

کبھی یہہ سمجھہ میں آتا ہی کہ جانوروں کے خیالات محدود ہونے کے سبب متفق ہیں اور انسان کے خیالات میں نامحدود ہونے کے سبب وہ صنعت نہیں ہی مگر یہہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی اِس لیئے کہ نامحدود ہونے کے لیئے مختلف ہونا ضرور نہیں ہی پس انسانوں کے خیالات سے جہاں تک ہمکو واقفیت ہو اُسیقدر عجائبات قدرت الہی سے ہمکو زیادہ واقفیت ہوتی ہی اور اُن خیالات کا صحیح ہونا یا غیر صحیح ہونا ہمارے اِس فائدہ میں کچھہ نقصان نہیں پہونچاتا بلکہ درصورت مختلف ہونے کے اور بھی زیادہ فائدہ دیتا ہی اِس لیئے ہم اپنے اِس آرٹکل میں ایک انسان کے خیالات بیان کرتے ہیں جنکو وہ اِس طرح پر کہتا ہی *

مجھکو خیال آیا کہ جسقدر اور جانداروں کو کرنا ہی اُتنا ہی مجھکو بھی کرنا ہی یا اُس سے زیادہ *

مگر میرے خیال میں یہہ آیا کہ انسان کے سوا تمام جاندار مخلوقات کے لیئے جن چیزوں کی ضرورت ہی اُن کے بنانے والے کاریگر نے سب کچھہ اُنکے ساتھہ بنادی ہیں انکو ان چیزوں کے بہم پہونچانے یا پیدا کرنے کی حاجت نہیں ہی تمام جانوروں کی خوراک بغیر اُنکی سعی و تدبیر کے پیدا ہوتی ہی سرد ملک کے جانوروں کے لیئے نہایت عمدہ پشمینہ کا گرم لباس اُن کے بدنوں پر پیدا کیا ہی پرند جانوروں کے لیئے مینھہ سے بچنے کا باران کرت اُنھی کے بدنوں پر سیا ہی گرم ملک کے جانوروں کے لیئے اُسی آب و ہوا کے مناسب ان کا جامہ قطع کیا ہی مگر انسان کے لیئے کچھہ نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہی کہ اُس کو یہہ سب کچھہ خود کرنا ہی *

پھر میںنے خیال کیا کہ حیوان اپنے کاموں کے کرنے کے لیئے کسی سے کچھہ سیکھنے یا تعلیم پانے کے محتاج نہیں ہوتے خود سیکھے سکھائے ہی پیدا ہوتے ہیں شہد کی مکھی کو رس چوسنے کے لیئے عمدہ قسم کے ماخذوں کی شناخت کرنی نہیں بتاتا اور اپنے گھروں کو ایسی عمدہ تقسیم سے بنانا جس میں ایک ہوا مہندس بھی حیران ہوجاوے کوئی نہیں پڑھاتا بٹیر کو ایسا عمدہ اور محفوظ کاشانہ بنانا کوئی نہیں سکھاتا مگر انسان کو بغیر سیکھے کچھہ بھی نہیں آتا *

پھر میںنے خیال کیا کہ حیوان کے کام خواہ وہ افعال جوارح سے ہوں یا دوسری قسم سے اور وہ از خود اُن کو آتے ہوں یا تعلم سے نہایت محدود ہیں مگر انسان کے ہر قسم کے کام نا محدود ہیں اِن سب باتوں سے میں نے خیال کیا کہ انسان کو اور جانوروں سے بہت کچھہ زیادہ کرنا ہی *

پھر میں نے خیال کیا کہ ایسے بڑے کاریگر نے جو انسان کو اور جانوروں سے بھی زیادہ درماندہ بنایا ہی اور طرح طرح کی مشکلات میں ڈالا ہی تو کیا چیز اسکو دی ہی جس سے وہ یہہ سب چیزیں کرسکتا ہی اور تمام مشکلوں پر فتح پا سکتا ہی اُنمے میں میرا دل بول اُٹھا کہ عقل *

میں یہہ بات سنکر سوچ میں گیا کہ کیا یہہ بات سچ ہی مگر میںنے خیال کیا کہ عقل سے تو یہہ کام نہیں نکل سکتا نہ تو وہ خرد یہہ کام نکال سکتی ہی اور نہ اُس کے بغیر یہہ مشکل حل ہوسکتی ہی یہہ تو کسی دوسری چیز کے حاصل کرنے کو باور آلہ کے ہی جیسیکہ سونا چاندی ہماری بھوک نہیں کھو سکتا مگر اُس چیز کو بہم پہونچا دیتا ہی جو ہماری بھوک کھو دیتی ہی *

بہت سي تلاش اور جستجو میں نے کي اور خیال دوڑایا کہ وہ کیا چیز ہی جسکے حاصل کرنے کے لیئے عقل بھي صرف آلہ ہی تو خیال میں آیا کہ وہ چیز علم ہی جسکے معني دانستن ہیں تب میں سمجھا کہ مجھکو اور جانوروں سے زیادہ جو کچھہ کرنا ہی وہ صرف تمام باتوں کي اصلیت دریافت کرنا ہی *

میں نے خیال کیا کہ علم اور یقین یہہ دونوں آپسمیں لازم و ملزوم ہیں جس چیز کا مجھکو علم ہوگا بیشک اُس کا یقین بھي ہوگا اور جسکا یقین ہوگا اُس کا علم بھي ہوگا پس میں نے خیال کیا کہ یقین بغیر علم کے اور علم بغیر یقین کے سچا اور پورا نہیں ہی *

میں نے اِس بات کو بالکل سچ سمجھا اور خیال کیا کہ مثلاً مجھکو اعداد کے حساب میں تین کا اور دس کا علم ہی اور اِسلیئے یقین ہی کہ دس بہ نسبت تین کے زیادہ ہوتے ہیں تو اگر کوئي شخص اِس کے برخلاف کہے اور اپنے بیان کے ثبوت کے لیئے یہہ بات کہے کہ میں اِس لکڑي کو سانپ بنا دیتا ہوں اور وہ اِس کو سانپ بنا بھي دے تو کچھہ عجب نہیں کہ اُس کا ایسا کرنا مجھکو حیرت میں ڈال دے مگر کسیطرح اِس بات کے یقین میں کہ دس بہ نسبت تین کے زیادہ ہوتے ہیں شک نہیں لانے کا *

میں نے یہہ خیال کیا کہ مسلمانوں کے مذہب کا یہہ ایماني مسئلہ کہ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب بے شک سچا مسئلہ ہی اُس کا پہلا جزو تو دنیاوي باتوں سے متعلق ہی مگر جو اصل مطلب ہی وہ دوسرے جزو میں ہی تصدیق قلبي اور یقین اگرچہ ایک ہي چیز ہی مگر الفاظ تصدیق قلبي زیادہ شان دار اور مطلب کو زیادہ تر دل پر نقش کرنے والے ہیں اِس لیئے میں نے خیال کیا کہ ایمان بے یقین کے اور یقین بغیر علم کے نہیں ہوسکتا *

میں نے یہہ بھي خیال کیا کہ علم یا یقین جسکے بغیر ایمان نہیں حاصل ہوسکتا ایسا ہي ہونا چاہیئے جیسیکہ دس اور تین کي زیادتي وکمي کا یقین ہی تاکہ کسیطرح زایل نہوسکے کیونکہ اگر وہ کسیطرح زایل ہوگیا تو وہ حقیقت میں علم یا یقین نہ تھا بلکہ محض ایک دھوکا تھا *

ان تمام خیالات نے مجھکو گھبرا لیا اور میں چاروں طرف ڈھونڈنے لگا کہ علم یا یقین بلکہ یوں کہو کہ ایمان حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہی *

میں نے دیکھا کہ ہزاروں لاکھوں کروروں آدمي بہت سي باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور اُن کو کچھہ بھي مشکل نہیں ہوتي میں کیوں ایسي مشکلات میں پڑا ہوں بہتر ہی کہ اُن لوگوں سے پوچھوں کہ تمنے اُن سب باتوں پر کس طرح سے یقین حاصل کیا *

یہودي نے کہا کہ مجھے اِس بات پر یقین کامل ہی کہ خدا ایک ہی اِس لیئے کہ موسیٰ نے کہا ہی *

عیسائي بولا کہ غلط خدا تین ہیں اور مجھکو اسپر کامل یقین ہی اِس لیئے کہ یوحنا نے یوں ہي بتایا ہی *

ایسے اختلاف سے میں اور بھي گھبرایا میں نے خیال کیا کہ ایک شی کے علم یا یقین میں اختلاف ہی تو وہ یقین ہي نہیں پھر کیونکر اُن کو ایسا مختلف یقین ہوا جب میں نے غور کیا تو سمجھا کہ اُنکو تو نہ خدا کے ایک ہونے پر یقین ہی نہ خدا کے تین ہونے پر بلکہ اُنکو تو اِس بات پر یقین ہی کہ موسیٰ اور یوحنا نے ایسا کہا ہی *

یہودي بولا کہ موسیٰ نے خدا سے باتیں کیں لکڑي کو سانپ بنایا پھر اُس نے جو کہا اُس میں کیا شک ہی *

عیسائي بولا کہ عیسیٰ نے مردوں کو جلایا مارنے سے بھي نہ مرا بلکہ قبر میں سے اُٹھکر آسمان پر چلا گیا پھر اُس کے خدا ہونے میں کیا شک ہی *

پہلے تو میں شک میں پڑا کہ دلیلیں تو اچھي ہیں مگر پھر مجھے خیال ہوا کہ اُن کو تو خدا سے موسیٰ کے باتیں کرنے پر اور لکڑي کو سانپ بنانے پر اور عیسیٰ کے مردوں کے جلانے پر اور خود جي اُٹھنے پر یقین ہی خدا کے ایک یا تین ہونے پر یقین نہیں *

ان سب مباحثوں کے بعد میں نے یقین کیا کہ علم یا یقین یا ایمان حاصل کرنے کا وسیلہ صرف عقل ہی جو اُن چیزوں کے حاصل کرنے کے لیئے آلہ اور نہایت عمدہ رہنما ہی *

پھر میں نے خیال کیا کہ عقل پر غلطي سے محفوظ رہنے کا کیونکر یقین ہو میں نے اقرار کیا کہ حقیقت میں اُس پر یقین نہیں ہوسکتا مگر جب عقل ہمیشہ کام میں لائي جاتي ہی تو ایک شخص کي عقل کي غلطي دوسرے شخص کي عقل سے اور ایک زمانہ کي عقلوں کي غلطي دوسرے زمانہ کي عقلوں سے صحیح ہوجاتي ہی مگر جب کہ علم یا یقین یا ایمان کا مدار عقل پر نوکہا جاوے تو اُس کا حاصل ہونا کسي زمانہ اور کسي وقت میں بھي ممکن نہیں *

میرے دل میں شبہہ اُٹھا کہ عقل کو جو میں نے سب سے بڑا رہنما سمجھا کیوں سمجھا کیا یہہ ممکن نہیں ہی کہ عقل سے بڑا کوئي اور رہنما ہو جو عقل کو بھي شکست دیدے ہمکو اُس سے واقفیت نہوني اُس کے معدوم ہونے کي دلیل نہیں ہی *

مگر میں نے خیال کیا کہ ایسے رہنما کے موجود ہونے کے احتمال سے ہمارا کام نہیں چلتا اُس کے موجود ہونے کا ہمکو علم اور یقین چاہیئے جب یہہ نہیں ہی تو عقل کے سوا اور کوئي رہنما بھي نہیں ہی *

انسان کے خیالات

مجھے خواب کا خیال آیا میں نے اپنے دل میں کہا کہ سونے کے وقت ہم خواب دیکھتے ہیں اور اُس حالت میں ہم اس کو واقعی اور اصلی سمجھتے ہیں اور اُس کے سچے ہونے میں ہمکو کچھہ شبہہ بھی نہیں ہوتا مگر جب جاگتے ہیں تو جانتے ہیں کہ وہ اصلی نتھا بلکہ صرف خواب و خیال تھا تو کس وجہہ سے ہمکو یقین ہی کہ جو کچھہ ہم حالت بیداري میں جانتے اور سمجھتے ہیں وہ در اصل صحیح اور واقعي ہی ممکن ہی کہ یہہ سب کچھہ ہمارے اس وقت کي حالت کے مطابق صحیح ہو مگر ایک دوسري حالت پیش آوے جو ہماري بیداري کي حالت کے ساتھہ ایسي ہي مناسبت رکھتي ہو جیسیکہ ہماري بیداري کي حالت خواب کے ساتھہ ہی اور اُس وقت ہمکو معلوم ہو کہ ہماري حالت بیداري کي در حقیقت خواب کي حالت تھي *

مگر پھر مجھے خیال آیا کہ ایسي حالت کا احتمال ہمارے یقین کو کافي نہیں ہمکو یقین ہونا چاہیئے کہ درحقیقت ایسي بھي کوئي حالت ہی اور احتمال اور یقین میں بڑا فرق ہی پھر عقل کے سوا کوئي ذریعہ نہیں رہا *

میں نے خیال کیا کہ ممکن ہی کہ ورائے عقل کے اور کوئي طریقہ بھي ہو جس سے صورت یا کیفیت روح کي تبدیل ہوجاوے اور وھي تبدل یا ترقي الہ حصول علم یا یقین یا ایمان کي ہو اور اِس کیفیت میں اور اُس سے پہلي کیفیت میں ایسا ہي فرق ہو جیسا کہ ایک تندرست شخص میں اور اُس شخص میں جو صرف تندرستي کے حال سے واقف ہو فرق ہی *

پھر مجھکو خیال آیا کہ تندرستي کے حال سے واقف ہونا بغیر تندرست رہے ممکن نہیں اور صورت یا کیفیت روح کي تبدل کي حالت میں اِس بات کي تمیز کرنے کے لیئے کہ دونوں حالتوں میں سے بیماري کي حالت کون سي ہی کیا چیز ہی وھي تبدل صورت یا کیفیت روح تو اُس کي ممیز ہو نہیں سکتي لامحالہ دوسري چیز چاہیئے اور وہ دوسري چیز بجز عقل کے اور کوئي نہیں ہی اسلیئے کسي طرف جاؤ اور کہیں سے پھیر کھاکر آؤ علم یا یقین یا ایمان کا مدار صرف عقل ہي پر رہتا ہی *

ان تمام خیالوں نے مجھے یہہ ہدایت کي کہ عام لوگوں میں جو یہہ مسئلہ ہی کہ ایمان اور مذہب کو عقل سے کچھہ علاقہ نہیں ہی یقیني غلط ہی اور جب میں نے مذہب اسلام کو بالکل عقل کے مطابق پایا تو اُسکي سچائي پر اور اُس مسئلہ کي غلطي پر اور بھي کامل یقین ہوا *

راقـــــم
سید احمد

نمبر ۷

ذکر ترکي یعني روم کي مجلسوں کا

مسٹر ولیم ہورڈ رسل صاحب کے روز نامچہ میں سے کچھہ تھوڑا سا حال پرنس آف ویلز یعني ولیعہد سلطنت انگلستان اور پرنسس آف ویلز یعني ولیعہد بیگم سلطنت انگلستان کے روم میں جانے اور سلطان روم سے ملاقاتیں ہونے کا لکھتے ہیں *

یہہ دونوں شاہي خاندان انگلستان کے نگین تاج سنہ ۱۸۶۸ع میں دارالسلطنت قسطنطنیہ میں گئے تھے اور کئي روز تک سلطان عبدالعزیز خاں سلطان روم کے ہاں مہمان رہے اُنہي مہمانیوں کے جلسوں میں سے دو جلسوں کا حال لکھتے ہیں *

ایک رات سلطان نے پرنس اور پرنسس آف ویلز اور اُن کے ساتھہ کے امراء کو اپنے ساتھہ کھانا کھلانے کي دعوت کي ڈالما بخشي محل جو بڑا عمدہ اور نہایت نامي محل ہی جلسہ دعوت کے لیئے تجویز ہوا قریب سات بجے کے پرنس اور پرنسس آف ویلز اُس محل میں تشریف لائے علي پاشا وزیر اعظم سلطان روم نے استقبال کیا اور ملاقات کے بڑے کمرے میں لیگیا جہاں اور وزراے سلطنت روم بھي حاضر تھے چند لمحہ نہ گذرے تھے کہ سلطان عبدالعزیز خاں سلطان روم بھي وھاں تشریف لائے اور پرنسس آف ویلز کا ہاتھہ اپنے ہاتھہ میں ڈالکر کھانا کھانے کے کمرے میں لیگئے اور اُنکے پیچھے اَوْر تمام مہمان درجہ بدرجہ اُس کمرہ میں آئے میز جس پر کھانا تناول فرمایا مستطیل تھي اور ایک سرا اُس کا گول تھا اُس گول سرے کي طرف بیچمیں سلطان اور ایک طرف پرنس آف ویلز اور ایک طرف پرنسس آف ویلز رونق افروز ہوئے *

پرنسس آف ویلز کے بعد علي پاشا وزیر اعظم سلطنت روم اور اُن کے بعد مسس الیٹ اور اُن کے بعد جنرل اگناٹیف اور مسٹر الیٹ اور اُن کے بعد دیگر وزراے سلطنت روم کرسیوں پر میز کے پاس بیٹھے اور پرنس آف ویلز کے بعد میدم اگناٹیف اور اُن کے بعد بمبوري اور اُن کے بعد مسس گرے اور اُن کے بعد اور وزراء اور امراے سلطنت روم میز کے پاس کرسیوں پر بیٹھے *

سلطان کے سامنے سواے وزیر اعظم کے اور کوئي وزیر بیٹھتا نہیں تھا یہہ پہلا جلسہ ہی جس میں سلطان نے اپنے اَوْر وزیروں کو بھي اپنے ساتھہ بٹھلایا *

میز پر مسلمان اور عیسائي سب چوبیس آدمي تھے اور میز عمدہ برتنوں اور نفیس گلدستوں سے خوب سجي ہوئي تھي اور ڈالما بخشي محل کا کھانا کھانے کا کمرہ اپني عمدگي اور آراستگي میں اور نہایت عمدہ بلوري جھاڑ و فانوس میں مشہور ہی *

سلطانی کھانے کا طرز نہایت عجیب تھا اور فرنچ اور ترکش یعنی رومی دونوں قسم کے کھانے تھے کھانا کھانے میں سلطان نے پہلے پرنسس آف ویلز سے باتیں کی اور علی پاشا (جو انگریزی خوب جانتا ہی) اُن دونوں میں مترجم ہوا *

اُٹھنے کے بعد سلطان نے پرنس آف ویلز سے باتیں کیں اور عرفی بی جو سلطان کی کرسی کے پیچھے کھڑا تھا اُن میں مترجم ہوا * اسی واسطے سلطان کی کرسی کے پاس کھڑا تھا کہ جب سلطان اور پرنس آف ویلز آپس میں باتیں کریں تو وہ ترجمان ہوں *

سلطان کا ایک خاص باجا نہایت نفیس پاس کے کمرے میں بج رہا تھا سب نے نہایت خوشی اور خوبی سے کھانا کھایا اور جب میز پر سے اُٹھے تو سلطان پرنسس آف ویلز کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں ڈالکر زنانہ خانہ میں لیگیا اور اَوْر لیڈیاں بھی اندر گئیں والئی سلطانہ یعنی سلطان بیگم نے اُٹھ کر استقبال کیا اور پرنسس آف ویلز سے باتیں کرنے لگیں اور میدم مہرن اُن میں ترجمان ہوئیں اور پرنس آف ویلز اور اَوْر اُمراء و رؤساء چرٹ پینے کے کمرے میں تشریف لیگئے تھوڑی دیر بعد سلطان بھی زنانہ خانہ سے باہر آئے اور ملاقاتی چھوٹے کمرہ میں پرنس آف ویلز کے ساتھ بیٹھکر باتیں کرنے لگے جب پرنسس آف ویلز اور اَوْر لیڈیاں بیگمات سے ملاقات اور بات چیت کرکر فارغ ہوئیں اور باہر تشریف لائیں اُس وقت سب مہمان سلطان سے رخصت ہوئے اور جلسہ ختم ہوا *

دوسرا جلسہ برٹش امباسڈر کے ہاں یعنی سفیر سلطنت انگلستان کے ہاں ہوا جو روم میں رہتا ہی سفیر سلطنت انگلستان نے پرنس اور پرنسس آف ویلز کے لیئے برٹش امباسی میں یعنی اُس مکان میں جہاں سفیر انگلستان رہتے ہیں بہت عالیشان شاہانہ بال دینا چاہا اور بنظر اظہار اپنے نہایت خوشی اور خاطر اور تواضع ایسے عالیشان عزیز مہمانوں کے سلطان نے برٹش امباسڈر کے ہاں اُس بال میں تشریف لانا منظور کیا تمام بادشاہتوں کے امباسڈر اور وزرا اُس بال میں حاضر تھے اور چھ سو چٹھیاں بلاوے کی اُمراء و رؤساء اور افسران فوجی اور ملکی کو تقسیم ہوئی تھیں تمام لوگ وقت پر آ حاضر ہوئے ہر ایک شخص نہایت عمدہ اور نفیس پوشاک پہنے ہوئے تھا نو بجے کے بعد پرنس اور پرنسس آف ویلز وہاں رونق افروز ہوئے برٹش امباسڈر اور مسس الیٹ نے استقبال کیا امباسی کے پھاٹک میں سمندری فوجی لوگ کھڑے تھے اُنھوں نے سرخ اور نیلے رنگ کی مہتابیاں روشن کرتے خوشی اور تعظیم دونوں کا اظہار کیا وہ بڑا کمرا جس میں بال تھا نہایت عمدہ اراستہ تھا اور کارڈ آف انر کا پورا موجود تھا اور اوپر و باہر کمرے کے انواع اقسام کے پھول و گلدستے سجے ہوئے تھے *

تھوڑی دیر بعد سلطان عبدالعزیز خاں بھی تشریف لائے اور بہت سے وزرا و اراکین سلطنت اُن کے ساتھ تھے پرنس آف ویلز اور پرنس امباسڈر نے استقبال کیا اور سمندری فوج نے سرخ اور نیلے رنگ کی مہتابیاں روشن کرنے سے تعظیم اور خوشی کا اظہار کیا پرنسس آف ویلز اور مسس الیٹ پہلی سیڑھی پر استقبال کو کھڑی تھیں سب مہمان اور میزبان بخوشی و خورمی اُس بڑے ہال میں جہاں ہال تھا داخل ہوئے اور سلطان نے اپنی کرسی پر تشریف رکھی اور اُس کی بغل میں ادھر اُدھر پرنس اور پرنسس آف ویلز اپنی اپنی کرسیوں پر تشریف فرما ہوئے معمولی ہال شروع ہوا آدھی رات کے بعد سلطان وہاں سے رخصت ہوئے مگر وہاں وہ جلسہ صبح تک رہا *

سلطان کا لندن میں آنا اور ملکہ معظمہ سے ملنا اور ولیعہد سلطنت انگلستان کا اور ولیعہد بیگم کا وہاں جانا ایک نہایت عمدہ تاریخی واقعات سے ہی اور تمام دنیا کی آنکھوں میں اُس محبت اور دوستی کا جو روم اور انگلستان یا یوں کہو کہ ایک مسلمان اور عیسائی سلطنت میں ہی بڑا ثبوت ہی *

جب سلطان لندن میں تشریف لائے تھے اور انڈیا آفس میں اُنکی دعوت ہوئی تھی تو اُس بڑے ہال میں بطور یادگاری محبت اور دوستی عیسائی اور مسلمان سلطنت کے نقش کرسنٹ اور کراس کا ملاکر کھودا گیا ہی *

کرسنٹ کہتے ہیں پہلی تاریخ کے چاند کو اور یہہ ہلال کی صورت چاند کا نشان مسلمانی سلطنت کا ہی اور کراس کہتے ہیں صلیب کو جو عیسائی مذہب میں مقدس نشان ہی انڈیا آفس کے ہال میں ہلال اور اُس کے بیچ میں صلیب کا نقش کھودا ہی جو عیسائی اور مسلمانی سلطنت کی دوستی اور محبت پر دلالت کرتا ہی *

ہمکو اُمید ہی کہ ہندوستان کے لوگ بھی اِن حالات اور واقعات سے عمدہ نصیحت پکڑینگے اور اپنے حالات پر غور کر کر تہذیب اخلاق اور حسن معاشرت کی ترقی میں کوشش کرینگے *

راقم
سید احمد

اشتہار

از طرف

صدر کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان ہندوستان

اِس کمیٹی کو یہہ مطلوب ہی کہ جہاں تک ممکن ہو اِسباب کے وجود و اسباب کو کمانبغی دریافت کرے کہ سرکاری کالجوں اور اسکولوں اور تعصیلی اور حلقہ بندی مکتبوں میں مسلمان طالب علم

کسلیئے نہایت کم پڑھتے ہیں اور نیز عموماً مسلمانوں میں تحصیل علوم قدیمہ کیوں گھٹ گئي ہی اور تحصیل علوم جدیدہ نے کیوں نہیں رواج پایا *

اور یہہ بھي کمیٹي کي خواہش ہی کہ جو وجوہ امور مذکورہ بالا کے تجویز ہوں اُن میں سے ہرایک کے رفع کرنے اور اصلاح کرنے کي تدبیریں بھی دریافت کرے اور اُنکے عمل درآمد ہونے پر کوشش کرے تاکہ موانع ترقي تعلیم مسلمانان مرتفع ہوجاویں *

اِس لیئے ہرایک مسلمان شخص سے جو امور مذکورہ بالا پر تحریري راے دینے چاہے کمیٹي کي یہہ درخواست ہی کہ وہ ایک رسالہ مضمون مذکورہ بالا پر مطابق ہدایات اور شرایط مندرجہ ذیل کے لکھکر سکرٹري کمیٹي کے پاس بھیجدے اور تمام رسالے جو اسطرح پر سکرٹري کے پاس پہنچینگے روبرو ممبران سلیکٹ کمیٹي کے پیش ہونگے اور ممبران سلیکٹ کمیٹي اُن رسالوں کو خوب امتحان کرکر اور حسب دلخواہ جانچ کر اس کے مصنفوں میں سے اُس مصنف کو جس نے سلیکٹ کمیٹي کي راے میں سب سے عمدہ رسالہ لکھا ہوگا انعام اول تعدادي پانچ سو روپیہ کا اور اس مصنف کو جسکا رسالہ اس سب سے عمدہ رسالہ کے بعد درجہ رکھتا ہوگا انعام دوم تعدادي تین سو روپیہ کا اور اس مصنف کو جسکا رسالہ اس درسرے رسالہ کے بعد درجہ رکھتا ہوگا انعام سوم تعدادي ڈیڑھ سو روپیہ کا مستحق قرار دینگے اور یہہ کمیٹي انعام مجوزہ ان مصنفوں کو عطا فرمانیگي اس لیئے اشتہار دیا جاتا ہی کہ جس مسلمان شخص کو ایسا رسالہ لکھنے کي خواہش ہو لکھہ کر بھیجدے *

ہدایات اور شرایط جن کے مطابق وہ رسالہ لکھا جاویگا یہہ ہیں

۱ ضرور ہی کہ مصنف رسالہ کا مسلمان ہو *

۲ ضرور ہی کہ وہ رسالہ اُردو زبان اور صاف خط میں لکھا جاوے *

۳ تقطیع اُس کاغذ کي جس پر رسالہ لکھا جاوے بقدر تقطیع فلس کیپ کاغذ کے ہو اور اُسکا داہناں حاشیہ یعني پشتي ایک انچھہ سے اوپر اور نیچے کا اور باہناں حاشیہ ڈیڑھ انچھہ سے زیادہ نچھوڑا جاوے اور في صفحہ اکیس سطر سے کم نہو اور کتابي قلم سے تحریر کیا جاوے اور مقدار رسالہ کي سو صفحہ یعني پچاس ورق سے کم نہو *

۴ اُس رسالہ کے چار حصے ہونے چاہیئیں پہلے حصہ میں گورنمنٹ کالجوں اور اسکولوں کے متعلق بحث ہو جہاں تعلیم علوم بزبان انگریزي ہوتي ہی اور نیز دوسري زبان اُردو فارسي عربي سنسکرت بھي سکھائي جاتي ہی دوسرے حصہ میں تحصیلي اور حلقہ بندي مکتبوں کي بحث ہو جنمیں غالبا بذریعہ اُردو یا ہندي زبان کے تعلیم ہوتي ہی حصہ تیسرے میں مسلمانوں میں عموما تحصیل علوم قدیمہ کے گھٹ جانے سے اور چوتھے حصہ میں تحصیل علوم جدیدہ کے نہ رواج پانے سے بحث کي جاوے اور ہر بحث کے متعلق جو موانع ترقي تعلیم مسلمانان ہیں اور جو اُنکے علاج ہیں سلسلہوار ایک نہایت عمدہ ترتیب سے جس طرح کہ مصنف کي راے اقتضا کرے تحریر کي جاویں *

۵ ہر ورق پر مصنف کو اپنا دستخط اور خاتمہ پر اپنا پورا نام و لقب صاف خط میں معہ قید مقام پرگنہ و ضلع یعني جس پتہ سے کہ اسکو جواب پہونچ سکے تحریر کرنا چاہیئے اگر کوئي شخص بلا تحریر نام و نشان کوئي رسالہ بھیجے گا وہ بھي کمیٹي میں پیش ہوگا اُسکے رجوعات پر بھي لحاظ کیا جاویگا الا مصنف کسي حالت میں مستحق انعام نہوگا *

۶ ہر مصنف کو لازم ہوگا کہ اپنے رسالہ کو لفافہ مستحکم میں بند کرکے اور کل محصول ادا کرکے سکرٹري کمیٹي کے نام اسطرح پر روانہ کرے کہ یکم جولائي سنہ ۱۸۷۱ ع تک یا اُسکے قبل سکرٹري پاس پہونچ جاوے *

۷ اگر کوئي مصنف شرایط مذکورہ بالا کي تعمیل میں قاصر ہوگا تو وہ مستحق انعام تصور نکیا جاویگا *

۸ جو لوگ ممبران سلیکٹ کمیٹي ہوں اُن میں سے کوئي ممبر رسالہ مذکورہ بالا نہ لکھے گا اور نہ کسي مصنف کو اپني راے نسبت مراتب مذکورہ بتلاوے گا اور نہ کوئي مصنف جس نے مذکورہ بالا رسالہ لکھا ہو سلیکٹ کمیٹي کا ممبر ہوسکیگا الا اُسکے سوا اور کسي ممبر کو بھي رسالہ مذکورہ لکھنے سے امتناع نہیں ہی *

۹ سلیکٹ کمیٹي کے ممبر بھي اگر بلا ثبت نام کہ جس کے سبب وہ مستحق انعام نرہینگے رسالہ لکھکر پیش کرنا چاہیں تو اِس سے ممتنع نہیں ہیں *

۱۰ رسالہ ہاے انعامي کے حق تصنیف کي مالک کمیٹي ہوگي اور اُس کو اُنکے چھپانے کا یا اور کسي طرح پر مشتہر کرنیکا اور اُس سے فائدہ اُٹھانے کا جسطرح کہ وہ چاہے بالکلیہ اختیار ہوگا *

دستخط سید احمد خاں بہادر سي ایس آئي
سکرٹري کمیٹي خواستگار ترقي تعلیم مسلمانان ہندوستان
مقام بنارس مرقوم ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸۷۰ع

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور بانتظام
منشي محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد اول] یکم ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۷ ھجری [نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جسقدر روپیہ بابت اِس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اِس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاویگا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھہ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا *

علاوہ اِس کے جو شخص کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن دے وہ بشکریہ گذاری تمام لیا جاویگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار جیسا کہ مقتضاے مضامین ہوگا چھپا کریگا قیمت فی پرچہ دو آنہ اور مع محصول تین آنہ ہوگی مگر خریداروں کو کم سے کم تین روپیہ قیمت اور ایکروپیہ آٹھہ آنہ محصول جملہ چار روپیہ آٹھہ آنہ پیشگی بھیجنے ہونگے *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو فی پرچہ چار آنہ تیرہ اور ایک آنہ محصول دینا ہوگا *

ممبروں کو بلا قیمت یہہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھی بلا قیمت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

اِس پرچہ میں بجز مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھہ مندرج نہوگا *

مضمون نمبر ۸

ہمدردی

ہر کوئی اپنی آپ ہمدردی کرتا ہی

کیا دھوکہ کی چیز ہی ' کیا بھلاوے میں پڑے ہیں ' جو سمجھتے ہیں کہ دوسروں کی مصیبت میں مدد کرنا ہمدردی ہی ' کیا قدرت کا ذرّہ کام بیفائدہ ہی ؟ نہیں ' گر ہم بہتور کے سمجھنے سے عاجز ہیں ' کیا ہم اُس فائدے میں شریک نہیں ؟ نہیں ' بیشک واسطہ یا بلا واسطہ یا واسطہ در واسطہ شریک ہیں ' پھر دوسرے کی مدد کرنا کہاں رہا ' بلکہ اپنی آسایش کے کسی وسیلہ سے اپنی آپ مدد کرنا ہوا ' اِس لیئے جو لوگ ہمدردی کرتے ہیں وہ حقیقت میں اپنے آپ مدد کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے وہ خود اپنی آسایش کے وسیلہ کو نقصان پہنچاتے ہیں *

ہمدردی کا لفظ ہمارے خیال کو ایسی امداد کی طرف لیجاتا ہی جو رنج و مصیبت کی حالت میں ہو لیکن اگر ہم مصیبت کے لفظ کی اصلی مراد پر غور نکریں تو ضرور غلطی میں پڑیں *

عام مفہوم مصیبت کا جو اس لفظ سے ہماری سمجھہ میں آتا ہی کوئی مستقل مفہوم نہیں ہی بلکہ ایک نسبتی مفہوم معلوم ہوتا ہی جو چیز کہ ایک کے لیئے مصیبت ہو ممکن ہی کہ دوسرے کے لیئے نہو وہ عادت اور استعمال سے ایسی مختلف ہوجاتی ہی کہ مصیبت نہیں معلوم ہوتی وہ کسی چرش کے سبب سے ایسی بدل جاتی ہی کہ بالکل راحت سمجھہ میں آتی ہی بیشک یہہ تمام مفہوم نسبتی ہیں اور جو اصلی مفہوم ہی وہ ایسی حالت کا ہونا یا واقع ہونا ہی جو قدرتی فرحت اور راحت کے برخلاف ہو *

اُس حالت کا ہونا غیر اختیاری حالتوں کا ہونا ہی اور واقع ہونا اختیاری حالتوں کا مگر پچھلی حالت اگر نتیجہ کی لاعلمی یا نقصانات غیر متعدی کے سبب سے ہی تو مجازا وہ پہلی ہی سی ہی ورنہ حقیقت میں وہ مصیبت نہیں بلکہ سزا ہی اور اس لیئے اس میں همدردي نہیں پس اصلی یا اصلی سے مصیبت میں اُسی کی مدد کرنا البتہ سچی همدردي ہی *

رحم اور موانست اور همدردي شاید نتیجہ میں متحد ہوں مگر ہرایک کا منشاء مختلف ہی رحم ایک فطرتی نیکی ہی جو ہمجنس اور غیر ہمجنس دونوں کے ساتھہ برتی جاتی ہی موانست کا اثر صرف ہمجنسوں ہی میں پایا جاتا ہی همدردي جو عقل کے نتیجوں میں سے ہی ذی عقل ہی میں ہوسکتی ہی اور اس لیئے صرف إنسان ہی میں منحصر ہی پس جسمیں همدردي نہیں اُس کی إنسانیت میں نقصان ہی *

قدرتی قاعدے کے مطابق همدردي کے بقدر قدرت اپنی آسایش کے وسیلوں کے متفاوت درجے ہیں ' جسطرح کہ باپ بھائی جورو بچے پھر اور درجہ بدرجہ کے رشتہ مند پھر اپنے ملک کے پھر اپنے همسایہ ملک کے پھر اس سے دور کے ملک کے باشندے درجہ بدرجہ ہماری آسایش کے رسلے ہیں اسیطرح اُس قادر مطلق کی کامل قدرت نے همدردي کے رشتہ کی مضبوطی اور استواری کو بھی درجہ بدرجہ بنایا ہی باپ کو بیٹے سے جو چرش همدردي ہی وہ پوتے سے نہیں اور جو پوتے سے ہی وہ پرپوتے سے نہیں اسیطرح یہہ رشتہ جتنا کہ بڑھتا جاتا ہی اُتنا ہی گھٹتا جاتا ہی اور جب وہ اپنے ملک یا اپنے همسایہ ملک یا اُس سے دور کے ملک تک پہنچتا ہی تو اور بھی پتلا ہوجاتا ہی *

بعضے کہتے ہیں کہ " یہہ ایک دھوکہ ہی اور اگر یہہ دھوکہ نہیں ہی اور یہہ متفاوت درجہ قدرتی ہیں تو انجان بیٹے اور ان پہچان باپ میں کیوں وہ همدردي نہیں حقیقت میں یہہ صرف ایک خیال ہی جس سے موانست پیدا ہوتی ہی اور وہی باعث همدردي ہی نفرت جو اُسکی ضد ہی اِسکا بخوبی ثبوت کرتی ہی کہ جب وہ پیدا ہوتی ہی تو باوجود موجود ہونے قدرتی رشتہ کے کچھہ بھی همدردي نہیں رہتی " *

بیشک ایسا یا ایسا سا ہوتا ہی مگر اس میں کچھہ غلطی بھی ہی قریب رشتہ والا بہ نسبت دور کے رشتہ والے کے بلاشبہ همسے زیادہ تو جزئیت رکھتا ہی اور اسیطرح بعید بہ نسبت البعد کے پھر اگر وہ جزئیت قدرتی ہی تو وہ همدردي بھی قدرتی ہی ہاں موانست اُسکو نہایت تیز کردیتی ہی اور کبھی ایسی جو قدرتی سی معلوم ہوتی ہی نفرت اُسکی تیزی کو دباتی ہی اور کبھی ایسا کردیتی ہی جو بچھی ہوئی سی معلوم ہوتی ہی انجان بیٹے اور ان پہچان باپ میں جو وہ چمکتی نہیں نہ اسلیئے کہ وہ نہیں ہی بلکہ اسلیئے کہ اُن میں انسانیت کا ایک بڑا جزو جو علم یعنی دانستن ہی وہ نہیں ہی مگر تعجب یہہ ہی کہ جو همدردي اعلی ہی وہ مذمت میں اعلی اور صفت میں ادنی ہی اور جو ادنی ہی وہ مذمت میں ادنی اور صفت میں اعلی ہی اسلیئے کہ ایک میں کھونا قدرتی صفت کا اور دوسری میں متصف ہونا قدرتی صفت میں ہی *

قریبوں سے همدردي نکرنی نہایت بد خصلت قابل سخت سزا کے ہی اسلیئے کہ قدرت کے نہایت مستحکم قاعدہ کو توڑنا ہی اور کرنی کچھہ بڑی صفت نہیں کیونکہ قدرت نے اُسکے کرنے پر مجبور کر رکھا ہی بیدلوں سے ویسی نہ کرنی کچھہ سخت مذمت نہیں اسلیئے کہ قدرت کے کسی مستحکم قاعدہ کی برخلافی نہیں اور کرنی نہایت عمدہ صفت ہی کیونکہ قدرت کے منشاء کو بدرجہ اتم کامل کرنا ہی *

افسوس ہی کہ یہہ عمدہ صفت کبھی دھوکہ کھاکر معیوب بھی کردی جاتی ہی جبکہ پہلے کو ادنی صفت سمجھکر چھوڑتے ہیں اور دوسرے کو اعلی صفت سمجھکر پکڑتے ہیں مگر پہلے کے چھوڑنے کی برائی دوسرے کی بھلائی کو بھی لے ڈوبتی ہی پس سچی همدردي وہی ہی جو قدرت کے قانون کے مطابق اور قدرت کے منشاء کی تکمیل کے لیئے ہو *

کیا عمدہ اور سہل طور پر عام عمل درآمد کے لایق کردیا ہی اِس مضمون کو بڑی قدرت والے اور معاشرت و تمدن کے زبردست قانون جاننے والے نے جبکہ ہم سے یوں کہا † لیس البر ان تولوا وجوھکم

† نیکی بھی نہیں کہ منہہ کو اپنے مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف لیکن نیکی وہ ہی جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور دیوے مال اُس کی محبت پر قرابت والوں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور راہ کے مسافر کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں —

قبل المشرق و المغرب ولیکن البر من امن باللہ و الیوم الاخر والملائکۃ والکتاب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین و ابن السبیل و السائلین و فی الرقاب" جو عمدہ ترتیب ہمدردي کي اسمیں بتائي ہی وہ بالکل قانون قدرت کے مطابق ہی جس سے یقین ہوتا ہی کہ جس نے قدرت کے قانون کو بنایا ہی اُسي نے یہہ عملي قانون ہمکو دیا ہی بیشک دونوں کا بانی ایک ہي ہی جسکے فعل اور قول دونوں کا ایک ہي مقصد ہی *

راقـــــــم
سید احمد

نمبر ۹

رسم و رواج کي پابندي کے نقصانات

ہم اپنے اس آرٹیکل کو بعض بڑے بڑے حکیموں کي تحریروں سے اخذ کرکر لکھتے ہیں کیا عمدہ قول ایک بڑے دانا کا ہی کہ "انسان کي زندگي کا منشاء یہہ ہی کہ اُسکے تمام قوا اور جذبات نہایت روشن اور شگفتہ ہوں اور اُن میں باہم تناسبت اور تناقض واقع نہو بلکہ سب کا ملکر ایک کامل اور نہایت متناسب مجموعہ ہو" مگر جس قوم میں کہ پوراني رسم و رواج کي پابندي ہوتي ہی یعني اُن رسموں پر نہ چلنے والا مطعون اور حقیر سمجھا جاتا ہی وہاں زندگي کا منشاء معدوم ہو جاتا ہی *

ایک اَور بڑے دانا شخص کي راے کا یہہ نتیجہ ہی کہ آزادي اور اپني خوشي پر چلنا جہاں تک کہ دوسروں کو ضرر نہ پہونچے ہر انسان کي خوشي اور اُسکا حق ہی پس جہاں کہیں معاشرت کا قاعدہ جسپر کوئي چلتا ہی خاص اُسکي خصلت پر مبني نہیں ہی بلکہ اگلي روایتوں پر یا پوراني رسم و رواج پر مبني ہی تو وہاں انسانوں کي خوشحالي کا ایک بڑا جزو موجود نہیں ہی اور جو کہ خوشحالي ہر فرد بشر کي اور نیز کل لوگوں کي ترقي کا بہت بڑا جزو ہی تو اُس ملک میں جہاں رسموں کي پابندي ہی وہ جزو بھي ناپید ہوتا ہی *

کسي شخص کي یہہ راے نہوگي کہ آدمیوں کو بجز ایک دوسرے کي تقلید کے اور کچھہ مطلق نکرنا چاہیئے اور نکوئي شخص یہہ کہیگا کہ آدمیوں کو اپني اوقات بسري کے طریقے اور اپنے کاروبار کي کاروائي میں اپني خوشي اور اپني راے کے مطابق کوئي بات بھي کرني نچاہیئے سیدھا طریقہ یہہ ہی کہ آدمي کو اُسکي جواني میں اسطرح سے تعلیم ہونی چاہیئے کہ اَوّر لوگوں کے تجربوں سے جو نتیجے تحقیق ہوچکے ہیں اُنکے فوائد سے مستفید ہو اور پھر جب اُسکي عقل پختگي پر پہونچے تو خود اُنکي بھلائي اور برائي کو جانچے *

پے سونچے اور پے سمجھے رسومات کي پابندي کرنے سے گو وہ رسمیں اچھي ہي نیوں نہوں آدمي کي اُن صفتوں کي ترقي اور شگفتگي نہیں ہوتي جو خدا تعالی نے ہر آدمي کو جدا جدا عنایت کي ہیں، اُن قوتوں کا برتاو جو کسي چیز کي بھلائي برائي دریافت کرنے اور کسي بات پر راے دینے اور دو باتوں میں امتیاز کرنے اور عقل و فہم کو تیز رکھنے بلکہ اخلاقي باتوں کي بھلائي اور برائي تجریز کرنے میں مستعمل ہوتي ہیں صرف ایسي ہي صورت میں ممکن ہی جبکہ ہمکو ہر بات کے پسند یا ناپسند کرنے کا اختیار حاصل ہو جو شخص کوئي بات رسم کي پابندي سے اختیار کرتا ہی وہ شخص اُس بات کو پسند یا ناپسند نہیں کرتا اور نہ ایسے شخص کو اُس بات کي تمیز یا خواہش میں کچھہ تجربہ حاصل ہوتا ہی اخلاقي اور عقلي قوتوں کي ترقي اُس صورت میں حاصل ہوتي ہی جب کہ وہ استعمال میں لائي جاویں اُن قوتوں کو اوروں کي تقلید کرنے سے کسي بات کي مشق حاصل نہیں ہوتي بلکہ ایسے شخص کے لیئے بجز ایسي قوت تقلید کے جو بندر میں ہوتي ہی اور کسي قوت کي حاجت نہیں *

البتہ جو شخص اپنا طریقہ خود پسند کرتا ہی وہ اپني تمام قوتوں سے کام لیتا ہی زمانہ حال پر نظر کرنے کے لیئے اُسکو قوت تحقیق درکار ہوتي ہی اور انجام کار پر غور کرنے کے لیئے قوت تجویز اور اُسکا تصفیہ کرنے کو قوت استقرار اور بھلا برا ٹھہرانے کو قوت امتیاز اور سب باتوں کے تصفیہ کے بعد اُس پر قایم رہنے کے لیئے قوت استقلال اور یہي سب کام ہیں جو انسان کے کرنے کے لایق ہیں آدمي مثل ایک کل کے نہیں ہی کہ جو اُسکے واسطے مقرر کردیا ہی اُسیکو انجام دیا کرے بلکہ وہ ایک ایسا درخت ہی جو اُن اندروني قوتوں سے جو خدا نے اُس میں رکھي ہیں اور جنکے سبب سے وہ زندہ مخلوق کہلاتا ہی ہر چہار طرف پھلے اور بڑھے پھولے اور پھلے *

جو امر کہ پسندیدہ اور تسلیم کے قابل ہی وہ یہہ ہی کہ لوگ اپني فہم اور اپني عقل سے کام لیں اور رسم و رواج کي پابندي بھي ایک معقول طور پر رکھیں یعني جو عمدہ و مفید ہیں اُن کو اختیار کریں جو قابل اصلاح ہوں اُن میں ترمیم کریں اور جو بري اور خراب ہوں اُن کي پابندي چھوڑ دیں نہ یہہ کہ اندھوں کي طرح یا ایک کل کي مانند ہمیشہ اُسي سے لپٹے رہیں *

یہہ بات خیال کي جاتي ہی کہ رسومات کي پابندي نکرنے سے آدمي خراب کاموں اور بري باتوں میں مبتلا ہوجاتا ہی مگر یہہ بات صحیح نہیں ہی اس لیئے کہ انسان کي ذات میں جیسیکہ خراب کام کرنے کي قوتیں اور جذبے ہیں ویسے ہي اُن کے روکنے کي بھي قوتیں اور جذبے ہیں مثلاً ایمان یا نیکي جو ہر انسان کے دل

میں ہی پس خراب کام ہونے کا یہہ باعث نہیں ہی کہ اُس نے رسومات کي پابندي نہیں کي بلکہ یہہ باعث ہی کہ اُس نے ایک قسم کي قوتوں اور جذبوں کو شگفتہ اور شاداب اور قوي کیا ہی اور دوسري قسم کي قوتوں اور جذبوں کو پژمردہ اور ضعیف اگر رسومات کي پابندي ترنہنے کے ساتھہ انسان کا ایمان ضعیف نہو یا وہ دلي نیکي جو ہر انسان کے دل میں ہی پژمردہ نہو تو بجز عمدہ اور پسندیدہ باتوں کے اور کسي بات کا ارتکاب نہو *

ہمارے زمانہ میں ہر شخص اعلی سے لیکر ادنی تک رسم و رواج کا ایسا پابند ہی جیسے کوئي شخص ایک بڑے زبردست حاکم کے نیچے اپني زندگي بسر کرتا ہو کوئي شخص یا کوئي خاندان اپنے دل سے یہہ بات نہیں پوچھتا کہ ہمکو کیا کرنا چاہیئے اور ہمارے مناسب یا ہماري پسند اور ہماري پسند کے لایق کیا بات تھی یا جو عمدہ صفتیں مجھہ میں ہیں اُن کا ظہور نہایت عمدگي سے کس طرح پر ممکن ہی اور کونسي بات اُن کي ترقي اور شگفتگي کي معاون ہی بلکہ وہ اپنے دل سے یہہ پوچھتے ہیں کہ میري حالت اور رتبہ کے کونسي چیز مناسب ہی میرے رتبہ اور مقدور کے آدمي کس رسم و رواج کے مطابق کام کرتے ہیں اور اگر کوئي اس سے بھي زیادہ بیوقوف ہوا تو وہ اپنے دل سے اس سے بھي زیادہ بد تر سوال کرتا ہی اور یوں پوچھتا ہی کہ جو لوگ مجھہ سے برتر ہیں اور رتبہ اور مقدور میں زیادہ ہیں وہ کن رسموں کو بجا لاتے ہیں تاکہ یہہ شخص بھي ویسا ہي کرکر اُنھي کي سي شان میں شامل ہو *

اس بات سے یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جو لوگ اس طرح پر رسومات کو بجا لاتے ہیں وہ اپني خواہش اور مرضي سے اُن رسومات کو اور چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں اور ترجیح دیکر پسند کرتے ہیں نہیں بلکہ حقیقت یہہ ہی کہ اُن لوگوں کو بجز ایسي بات کے جو رسمي ہوتي ہی اَوْر کسي بات کي خواہش کرنے کا موقع یا اتفاق نہیں ہوتا اور اس لیئے طبیعت خود متعمل اور مطیع رسموں کي پابندي کي ہو جاتي ہی یہاں تک کہ جو باتیں دل کي خوشي کي کرني ہوتي ہیں اُن میں بھي اوروں کے مطابق کام کرنے کا خیال اول دل میں آتا ہی غرض کہ اُن کي پسند بھي ہوتي ہی جو بہت سے لوگوں کي ہی وہ صرف ایسي باتوں کے پسند کرنے پر راغب ہوتے ہیں جو عام پسند ہوں اور مذاق اور اصلي سلیقہ جو رسم و رواج کے مطابق نہو اُس سے ایسي ہي گریز کي جاتي ہی جیسیکہ جرموں سے یہاں تک کہ اپني خاص طبیعت کي پیروي نکرتے نکرتے اُن میں اپني طبیعت ہي باقي نہیں رہتي کہ جس کي پیروي کریں اور اُن کي ذاتي قوتیں بالکل پژمردہ اور بیکار رہنے کے سبب بالکلیہ ضایع ہو جاتي ہیں اور وہ شخص اپني دلي خواہش کرنے اور ذاتي خوشي اُٹھانے کے قابل نہیں رہتے اور عموما ایسي طبع زاد رائیں یا خیالات نہیں رکھتے جو خاص اُن کي اصلي خوشي سے مخصوص ہوں اب غور کرنا چاہیئے کہ انسان کي ایسي حالت پسندیدہ ہوسکتي ہی یا نہیں *

رسومات جو مقرر ہوئي ہیں غالباً اُس زمانہ میں جب کہ وہ مقرر ہوئیں مفید تصور کي گئیں ہوں مگر اس بات پر بھروسہ کرنا کہ در حقیقت وہ ایسي ہي ہیں محض غلطي ہی ہوسکتي ہی کہ جن لوگوں نے اُن کو مقرر کیا اُن کي راے میں غلطي ہو اُن کا تجربہ صحیح نہو یا اُن کا تجربہ نہایت محدود اور صرف چند اشخاص سے متعلق ہو یا اُس تجربہ کا حال صحیح صحیح بیان نہوا ہو یا وہ رسم اُس وقت اور اُس زمانہ میں مفید ہو الا حال کے زمانہ میں مفید نرہي ہو بلکہ مضر ہو یا وہ رسم جن حالات پر قایم کي گئي تھي کسي شخص کي وہ حالت نہو غرض کہ رسموں کي پابندي میں سختي رہنا ہر طرح پر نقصان کا باعث ہی اگر کوئي نقصان نہو تو یہہ نقصان تو ضرور ہی کہ آدمي کي عقل اور دانش اور جودت طبع اور قوت ایجاد باطل ہوجاتي ہی *

یہہ بات بے شک ہی کہ کسي عمدہ باعث کي ایجاد کي لیاقت ہر ایک شخص کو نہیں ہوتي بلکہ چند دانا شخصوں کو ہوتي ہی جنکي پیروي اَوْر سب لوگ کرتے ہیں لیکن رسم کي پابندي اور اُس قسم کي پیروي میں بہت بڑا فرق ہی رسومات کي پابندي میں اُسکي بھلائي و برائي و مفید و غیر مفید و مناسب حال و مطابق طبع ہونے یا نہونے کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا اور بغیر سوچے سمجھے اُسکے پابندي کي جاتي ہی اور دوسري حالت میں بوجہ پسندیدہ ہونے کے اور اسلیئے دوسري حالت میں جو قوتیں ترقي کي انسان میں ہیں وہ معدوم و مفقود نہیں ہوتیں الا پہلي حالت میں معدوم و نابود ہو جاتے ہیں *

رسم کي پابندي ہر جگہہ انسان کي ترقي کي مانع و مزاحم ہی چنانچہ وہ پابندي ایسي قوت طبعي کے جسکے ذریعہ سے یہ نسبت معمولي باتوں کے کوئي بہتر بات کرنے کا قصد کیا جاوے برابر مخالف رہتي ہی اور انسان کي تنزل حالت کا اصلي باعث ہوتي ہی *

اب اس راے کو دنیا کي موجود قوموں کے حال سے مقابلہ کرو تمام مشرقي یا ایشیائي ملکوں کا حال دیکھو کہ اُن ملکوں میں تمام باتوں کے تصفیہ کا مدار رسم و رواج پر ہی اُن ملکوں میں مذہب اور استحقاق اور انصاف کے لفظوں سے رسموں کي پابندي مراد ہوتي ہی پس اب دیکھو کہ مشرقي یا ایشیائي قوموں کا جن میں مسلمان بھي داخل ہیں کیسا ابتر اور خراب اور ذلیل حال ہی *

رسم و رواج کي پابندي

ان مشرقي يا ايشيائي قوموں ميں بھي کسي زمانہ ميں قوت عقل اور جودت طبع اور مادہ ايجاد ضرور موجود ہوگا جسکي بدولت وہ باتيں ايجاد ہوئيں جو اب رسميں ہيں اسليئے کہ اُنکے بزرگ ماں کے پيٹ سے تربيت يافتہ اور حسن معاشرت کے فنون سے واقف پيدا نہيں ہوئے تھے بلکہ جو سب باتيں اُنھوں نے اپني صنعت اور علم اور عقل اور جودت طبع سے ايجاد کي تھيں اور اُنھي وجوہات سے دنيا کي نہايت ترقي يافتہ اور مشہور قوموں سے ہوگئے تھے مگر اب اُن کا حال ديکھو کہ کيا تھي اِسي رسومات کي پابندي سے اُنکا مآل يہہ ہوا ہے کہ اب وہ ايسي قوموں کے محکوم ہيں اور ايسے لوگوں کي آنکھوں ميں ذليل ہيں جنکے ابا و اجداد اُس وقت جنگلوں ميں آوارہ پڑے پھرتے تھے جسوقت اُن قوموں کے ابا و اجداد عالي شان محلوں ميں رہتے تھے اور بڑے بڑے عبادت خانے اور مکانات شاہي اور شہنشاہي محل بنواتے تھے اِسکا سبب يہي تھا کہ اُس زمانہ ميں اُن قوموں ميں رسم کي پابندي قطعي نہ تھي اور جو کسيقدر تھي تو اُس کے ساتھہ ہي آزادي اور ترقي کا جوش اُنميں قايم تھا *

تواريخ سے ثابت ہے کہ ايک قوم کسيقدر عرصہ تک ترقي کي حالت پر رہتي ہے اور اُسکے بعد ترقي مسدود ہوجاتي ہے مگر يہہ ديکھنا چاہيئے کہ يہہ ترقي کب مسدود ہوتي ہے يہہ اُسيوقت مسدود ہوتي ہے جب کہ اُس قوم ميں سے وہ قوت اُٹھہ جاتي ہے جسکے سبب سے نئي نئي باتيں پيدا ہوتي ہيں اور ٹھيک ٹھيک مسلمانوں کا اِس زمانہ ميں يہي حال ہے بلکہ ميں نے غلطي کي کيونکہ ترقي مسدود ہونے کا زمانہ بھي گذر گيا اور تنزل اور ذلت و خواري کا زمانہ بھي انتہا درجہ کو پہونچ گيا ہے *

ممکن ہے کہ کوئي شخص يہہ بات کہے کہ يورپ کي قوموں ميں بھي جو اِس زمانہ ميں ہر قسم کي ترقي کي حالت ميں شمار ہوتي ہيں بہت سي رسميں ہيں اور اُن رسموں کي نہايت درجہ پر پابندي ہے تو وہ ترقي کيوں ترقي پر ہيں *

يہہ اعتراض سچ ہے اور درحقيقت يورپ ميں رسموں کي پابندي کا نہايت نقصان ہے اور اگر اُس کي اصلاح نہوتي رہيگي جيسيکہ ابتک ہوتي رہي ہے تو اُنکو بھي بد نصيبي کا دن پيش آويگا مگر يورپ ميں اور مشرقي ملکوں کي پابندي رسومات ميں ايک بڑا فرق ہے يورپ ميں رسومات کي پابندي ايک عجيب اور نئي بات ہونے کو تو مانع ہے مگر رسومات کي تبديلي کا کوئي مانع نہيں اگر کوئي شخص عمدہ رسم نکالے اور سب لوگ پسند کريں في الفور پراني رسم چھوڑدي جاويگي اور نئي رسم اختيار کرلي جاويگي اور اِس سبب سے اُن لوگوں کے قواے عقلي اور طاقت تميز اور قوت ايجاد ضايع نہيں ہوتي *

تم ديکھو کہ يہہ پوشاک جو اب انگريزوں کي ہے اُن کے باپ دادا کي نہيں ہے بالکل اپني پوشاک بدل دي ہے ہر درجہ کے لوگوں کا جو مختلف لباس تھا اُس رسم کو چھوڑ ديا گيا ہے اور ضرور سمجھا گيا ہے کہ ہر شخص ايک سا مثل اوروں کي لباس پہنے اِس وقت کوئي رسم يورپ ميں ايسے درجہ پر نہيں ہے کہ اگر کوئي شخص کوئي رسم اُسکے برخلاف مگر اُس سے عمدہ ايجاد کرے اور لوگ اُسپر اِتفاق کريں اُسيوقت تبديل نہوسکے اور اسي تبديلي کے ساتھہ ان کي ترقي بھي ہوتي جاتي ہے چنانچہ نئي نئي کليں ہميشہ ايجاد ہوتي رہتي ہيں اور تاوقتيکہ اُن کي جگہہ بہتر کليں ايجاد نہو جاويں وہ بدستور رہتي ہيں ملکي معاملات اور تعليم ميں بلکہ اخلاق ميں بلکہ مذہب ميں ہميشہ ترقي کے خواہاں ہيں پس يہہ تصور کرنا کہ يورپ بھي مثل ہمارے مگر دوسري قسم کي رسموں ميں مبتلا ہے محض نادااني اور ناواقفيت کا سبب ہے *

البتہ يورپ ميں اور بالتخصيص انگريزوں ميں جو بات نہايت عمدہ اور قابل تعريف اور لايق خواہش کے ہے اور در حقيقت بغير اس کے کوئي قوم مہذب اور تربيت يافتہ نہيں ہوسکتي وہي بات اُسکي تنزل کا باعث ہوگي بشرطيکہ اُس کي اصلاح نہوتي رہيگي اور وہ يہہ ہے کہ تمام انگريز جو حب وطن ميں نامي ہيں اِس بات پر نہايت کوشش اور جانفشاني کر رہے ہيں کہ کل قوم کے لوگ يکساں ہوجاويں اور سب اپنے خيالات اور طريقے يکساں مسايل اور قواعد کے تحت محکوم کرديں اور ان کوششوں کا نتيجہ انگلستان ميں روز بروز ظاہر ہوتا جاتا ہے جو حالات کہ اب خاص خاص لوگوں اور فرقوں کے پائے جاتے ہيں اور جنکے سبب ان کي خاص خاص عادتيں قايم ہوئي ہيں وہ اب روز بروز ايک دوسرے کے مشابہہ ہوتي جاتي ہيں انگلستان ميں اِس زمانہ سے پہلے مختلف درجوں کے لوگ اور مختلف ہمسايوں کے لوگ اور مختلف پيشہ والے گويا جدي جدي دنيا ميں رہتے تھے يعني سب کا طريقہ اور عادت جدا جدا تھي اب وہ سب طريقے اور عادتيں ہرايک کي ايسي مشابہہ ہوگئي ہيں کہ گويا سب کے سب ايک محلہ کے رہنے والے ہيں انگلستان ميں بہ نسبت سابق کے اب بہت زيادہ رواج ہوگيا ہے کہ لوگ ايک ہي قسم کي تصنيفات کو پڑھتے ہيں اور ايک ہي سي باتيں سنتے ہيں اور ايک ہي سي چيزيں ديکھتے ہيں اور ايک ہي سے مقاموں ميں جاتے ہيں اور يکساں باتوں کي خواہش رکھتے ہيں اور يکساں ہي چيزوں کا خوف کرتے ہيں اور ايک ہي سے حقوق اور آزادي سب کو حاصل ہے اور اُن حقوق اور آزاديوں کے قايم رکھنے کے ذريعے بھي يکساں ہيں اور يہہ مشابہت اور مساوات روز بروز ترقي پاتي جاتي ہے اور تعليم و تربيت کي مشابہت اور مساوات سے اس کو اَور زيادہ وسعت ہوتي ہے تعليم کے اثر سے تمام لوگ عام خيالات کے

اور غلبہ رائے کے پابند ہوتے جاتے ہیں اور جو عام ذخیرہ حقایق اور مسایل اور رایوں کا موجود ہی اُس پر سب کو رسائي ہوتي ہی آمد و رفت کے ذریعوں کي ترقي سے مختلف مقاموں کے لوگ مجتمع اور شامل ہوتے ہیں اور ایک جگہہ سے دوسري جگہہ چلے جاتے ہیں اور اس سبب سے بھي مشابہت مذکور ترقي پاتي ہی کارخانوں اور تجارت کي ترقي سے آسایش اور آرام کے وسیلے اور فائدے زیادہ شایع ہوتے ہیں اور ہر قسم کي عالي ہمتي بلکہ بڑي سے بڑي اولوالعزمي کے کام ایسي حالت کو پہونچ گئے ہیں کہ ہر شخص اُن کے کرنے کو موجود و مستعد ہوتا ہی کسي خاص شخص یا گروہ پر منحصر نہیں رہا ہی بلکہ اولوالعزمي تمام لوگوں کي خاصیت ہوتي جاتي ہی اور ان سب پر آزادي اور عام رائے کا غلبہ بڑھتا جاتا ہی اور یہہ تمام امور ایسے ہیں جیسے انگلستان کے تمام لوگوں کي رائیں اور عادتیں اور طریق زندگي اور قواعد معاشرت اور امورات رنج و راحت یکساں ہوتے جاتے ہیں اور بلا شبہہ ملک اور قوم کے مہذب ہونے کا اور ترقي پر پہونچنے کا یہي نتیجہ ہی اور ایسا عمدہ نتیجہ ہی کہ اُس سے عمدہ نہیں ہوسکتا *

مگر باوصف اس کے ہم اس نتیجہ کو بشرطیکہ اُس کي اصلاح نہوتي رہے باعث تنزل قرار دیتے ہیں تو ضرور ہمکو کہنا پڑیگا کہ کیوں یہہ عمدہ نتیجہ باعث تنزل ہوگا سبب اِس کا یہہ ہی کہ جب سب لوگ ایک سي طبیعت اور عادت اور خیال کے ہو جاتے ہیں تو اُن کي طبیعتوں میں سے وہ قوتیں جو نئي باتوں کے ایجاد کرنے اور عمدہ عمدہ خیالات کے پیدا کرنے اور قواعد حسن معاشرت کو ترقي دینے کي ہیں زایل اور کمزور ہو جاتي ہیں اور ایک زمانہ ایسا آتا ہی کہ ترقي ٹھہر جاتي ہی اور پھر ایسا زمانہ ہوتا ہی کہ تنزل شروع ہو جاتا ہی *

اس معاملہ میں ہم کو ملک چین کے حالات پر غور کرنے سے عبرت ہوتي ہی چیني بہت لئیق آدمي ہیں بلکہ اگر بعض باتوں پر لحاظ کیا جاوے تو عقلمند بھي ہیں اور اُس کا سبب یہہ ہی کہ اُنکي خوش قسمتي سے ابتدا ہي میں انکي قوم میں بہت اچھي اچھي رسمیں قایم ہوگئیں اور یہہ کام اُن لوگوں کا تھا جو اس قوم میں نہایت دانا اور بڑے حکیم تھے *

چین کے لوگ اس باب میں مشہور و معروف ہیں کہ جو عمدہ سے عمدہ دانش اور عقل کي باتیں اُنکو حاصل ہیں اُنکو ہر شخص کي طبیعت پر بخوبي منقش کرنے کے واسطے اور اس بات کے لیئے کہ جن شخصوں کو وہ دانشمندي کي باتیں حاصل ہیں اُن کو بڑے بڑے عہدے ملیں نہایت عمدہ طریقے اُنمیں رائج ہیں اور وہ طریقے حقیقت میں بہت ہي عمدہ ہیں بےشک جن لوگوں نے اپنا ایسا دستور قایم رکھا اُنھوں نے انسان کي ترقي کے اسرار کو پالیا اور اِس لیئے چاہیئے تھا کہ وہ قوم تمام دنیا میں ہمیشہ افضل رہتي مگر برخلاف اِسکے اُنکي حالت یکساں پذیر ہوگئي ہی اور ہزاروں برس سے ساکن ہی اور اگر اُن کي کبھي کچھہ اُوڑ ترقي ہوگي تو بےشک غیر ملکوں کے لوگوں کي بدولت ہوگي اِس خرابي کا سبب یہي ہوا کہ اُس تمام قوم کي حالت یکساں اور مشابہ ہوگئي اور سب کے خیالات اور طریق معاشرت ایک سے ٹھہر گئے اور سب کے سب یکساں قواعد اور مسائل کي پابندي میں پڑگئے اور اِس سبب سے وہ قوتیں جنسے انسان کو روز بروز ترقي ہوتي ہی اُن میں سے معدوم ہوگئیں *

پس جبکہ ہم مسلمان ہندوستان کے رہنے والے جنکي رسومات بھي عمدہ اصول و قواعد پر مبني نہیں ہیں بلکہ کوئي رسم اتفاقیہ اور کوئي رسم بلاخیال اور قوموں کے اختلاط سے آگئي ہی جس میں ہزاروں نقص اور برائیاں ہیں اور پھر ہم اُن رسوموں کے پابند ہوں اور نہ اُنکي بھلائي برائي پر غور کریں اور نہ خود کچھہ اصلاح اور درستي کي فکر میں ہوں بلکہ اندھا دھونديِ سے اُنھي کي پیروي کرتے چلے جاویں تو سمجھنا چاہیئے کہ ہمارا حال کیا ہوگیا ہی اور آیندہ کیا ہونیوالا ہی *

ہماري قوم چینیوں کے حال سے بھي رسومات کي پابندي کے سبب بدتر ہوگئي ہی اور اب ہم میں خود اتني طاقت نہیں رہي کہ ہم اپني ترقي کرسکیں اِسلیئے بجز اِسکے کہ دوسري قوم ہماري ترقي اور ہمارے قواے عقلي کي تحریک کا باعث ہو اور کچھہ چارہ نہیں بعد اِسکے کہ ہمارے قواے عقلیہ تحریک میں آجاویں اور پھر قوت ایجاد ہم میں شگفتہ ہو تب ہم پھر اِس قابل ہونگے کہ خود اپني ترقي کے لیئے کچھہ کرسکیں *

مگر جبکہ ہم دوسري قوموں سے از راہ تعصب نفرت رکھیں اور کوئي نیا طریقہ زندگي کا گو وہ کیسا ہي بےعیب ہو اختیار کرنا صرف بسبب اپنے تعصب یا رسم و رواج کي پابندي کے معیوب سمجھیں تو پھر ہمکو اپني بھلائي اور اپني ترقي کي کیا توقع ہی *

مگر جو کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور ایک مذہب رکھتے ہیں جسکو ہم دل سے سچ جانتے ہیں اِس لیئے ہمکو مذہبي پابندي ضرور ہی اور وہ اسي قدر ہی کہ جو بات معاشرت اور تمدن اور زندگي بسر کرنے اور دنیاوي ترقي کي اختیار کرتے ہیں اُسکي نسبت اتنا دیکھنا لیں کہ وہ مباحات شرعیہ میں سے ہی یا محرمات شرعیہ میں سے درصورت ثاني بلاشبہہ ہمکو احتراز کرنا چاہیئے اور درصورت اول بلا لحاظ پابندي رسوم کے اور بلالحاظ اِسبات کے کہ لوگ ہمکو برا کہتے ہیں یا بھا اُسکو اختیار کرنا ضرور بلکہ واسطے ترقي قومي کے فرض ہی *

خدا ہمہ مسلمانان را برایں کار خیر توفیق دھد — آمین *

راقم
سید احمد

نمبر ۱۰

هیئت جدیدہ

هیئت جدیدہ اور معجزہ قرانی

جسوقت ماهیت موجودات سے بحث کی جاتی هی اُسوقت میں یهه کهنا بالکل فضول هوتا هی که متقدمین نے اُسکی نسبت ایسا اور ایسا کها هی خواه اُن متقدمین میں کوئی بڑے سے بڑا حکیم اور نهایت سے نهایت دانا هی آدمی کیوں نهو علی هذاالقیاس ایسے مقام پر نه کسی مفسر کا قول معتبر هوسکتا هی نه کسی محدث کا اور جب تک علم مناظر اور مرایا هی کے ذریعه سے اشیاے موجودہ کی حقیقت کو ثابت یا باطل نکردیں تب تک لب هلانے کا موقع بهی نهیں ملتا اور یهه ایک ایسا مسلمه اصول هی که متقدمین اور متاخرین اهل اسلام رضی الله تعالی عنهم اجمعین کا عمل درآمد برابر اسی پر چلا آیا یهاں تک که اگر بعض آیات قران شریف اور احادیث کے ظاهری اور لغوی معنی بادی النظر میں اُنکو صور محسوسات اور موجودات کے خلاف معلوم هوئے تو اُنهوں نے اُن آیات اور احادیث کی تاویل هی کی اور یهه نه کها که نهیں جناب باری نے یوں فرمایا اور حدیث میں یهه آیا هی اِس لیئے که ایسا کهنے میں اُن لوگوں کی نظروں میں جو موجودات کی ماهیت کو اچهی طرح تحقیق کرنا چاهتے هیں مذاهب اسلام کا ضعف ثابت هوتا اور چونکه اعمال کا ثمرہ نیت پر منحصر هی اور اُن تاویل کرنے والے مصنفوں کی نیت نهایت نیک تهی اِس لیئے خدا سے اُمید هی که اگر کوئی غلطی بهی اُن سے کسی تاویل میں هوئی تو اُسپر اُن سے مواخذہ نهوگا *

لیکن چند روزوں سے هندوستان میں همارے مسلمان بهائیوں کا ایسا حال هوگیا هی که جو بات کسی مفسر یا محدث یا فقیه نے خود اپنی راے اور اپنے قیاس سے کسی کتاب میں لکهدی گو وہ کیسی هی ضعیف کیوں نهو اور گو زمانه حال کی تحقیقاتوں کے لحاظ سے وہ کیسی هی خلاف قیاس کیوں نهو اور گو مفسرین اور محدثین وغیرہ نے اُس سے اختلاف هی کیوں نه کیا هو مگر مسلمانوں کی یهه جرات نهیں هوتی که کسی موثق کتاب کی لکهی هوئی بات کے خلاف کچهه کهه سکهیں اور رفته رفته اُنکی اِس احتیاط نے یهاں تک اُنکو مجبور کیا که مولود شریف وغیرہ کتابوں کا لکها هوا بهی اُنکے ایمان اور اعتقاد کا ایک جزو هوگیا کسی کی یهه همت نهیں هوتی که اُسکے خلاف پر کچهه کهه سکے اور اگر کسی نے ایسا ارادہ کیا تو بے تکلف کفر اور الحاد کے فتوے اُس سے منسوب هوتے هیں *

هم دیکهتے هیں که الهیات کے علاوہ یهه ایسے علم هیں که اُنکی تحقیقات اور تلاش اور صحت اور تکمیل کو خدا تعالی نے بالکل اِنسان کی کوششوں پر ملتوی رکها هی مثلاً هیئت اور طبعیات وغیرہ صدها علم اسی قسم کے هیں جنکے واسطے نه آج تک کوئی نبی اُنکی تعلیم کے واسطے مبعوث هوا نه کوئی کتاب اِس فن خاص میں خدا تعالی نے آج تک کسی نبی پر نازل کی قران شریف میں یا حدیث میں هیئت یا طبعیات کے متعلق کهیں کسی چیز کا نام آگیا کهیں برسبیل تذکرہ اور کهیں عام لوگوں کے فهم کے لایق کسی چیز کا کوئی مختصر بیان هو گیا کهیں کوئی مجمل اشارہ کسی چیز کی طرف هوا مگر حاشا که کسی مقام پر بهی اُن بیانات سے یهه بات مقصود بالذات مد نظر نهیں هوئی که اُن کے ذریعه سے عامه خلایق کو هیئت اور طبعیات کے علم کی تعلیم دیجاوے کما قال الله تبارک و تعالی ویسئلونک عن الاهلة یعنی اے محمد (صلی الله علیه وسلم) لوگ تجهسے مهینوں کی حقیقت دریافت کرتے هیں اور پهر فرمایا که قل هی مواقیت للناس یعنی کهدے که مهینوں کے ذریعه سے لوگ اپنے وقتوں کا حساب ٹهیک کرلیتے هیں آج کسی ادنی هیئتداں سے اهله کی کیفیت دریافت کیجیئے پهر دیکهیئے که وہ کیسے زمین اور آسمان کے تلاپے ملاتا هی — حساب کے معاملہ میں پیغمبر خدا صلی الله علیه وسلم نے یهه فرمایا اور اُسوقت میں اسپر فخر کیا که هم گنتی کو اُنگلیوں پر ٹهیک کرلیتے هیں حاصل یهه هی که اُسوقت میں حساب ریاضی اور طبعیات وغیرہ کی طرف کسی کو هطلق التفات بهی نه تها *

پس مسلمانوں کو مناسب هی که اِس نکته پر اچهی طرح غور کریں اور قران و حدیث کو هیئت و هندسه اور طبعیات کے واسطے میدان مناظرہ نه قراردیں اور حقیقت موجودات کو گذشته منقولات سے باطل کرنے کے خیال خام میں نه پڑیں اور جو تاویلات مفسرین اور محدثین نے حقیقت موجودات کے باب میں وقت کی ضرورت سے کی تهیں اُنکو هر وقت کی ضرورت کے لحاظ سے غور کی نگاه سے دیکهیں اور جیسا اسمیں شبهه نهیں که قران خدا کا کلام هی ویسا هی اِسمیں بهی شبهه نهیں که الله کا کلام کسی حقیقت نفس الامر کے خلاف بهی نهیں هوسکتا اور بے شک مسلمان اگر تحقیق کو کام فرماویں تو اُنکو اِس بات پر فخر کرنے کا موقع مل سکتا هی که خدا تعالی نے اپنے نبی کے ذریعه سے اَن پر کیسا کلام معجز نظام نازل کیا جسکا معجزہ هر وقت میں تازہ هی مندرجه ذیل مثال سے اِس دعوے کی بخوبی تصدیق حاصل هوتی هی *

جسوقت میں کلام الله نازل هوا تمام دنیا میں یونانیوں کی هیئت کے یهه مسئلے جاری تهے که ستارے آسمانوں میں جڑے هوئے هیں اور آسمانوں کی حرکت کے ساتهه ستاروں کو بهی گردش رهتی هی چنانچه ابتک بهی مسلمانوں کی عربی تعلیم میں وهی مرغی کی ایک ٹانگ پڑهائی جاتی هی اور اُسی ستاروں کی حرکت تابع حرکت آسمان هونے کے باب میں سیکڑوں لچر اور پوچ دلیلیں لائی جاتی هیں اور جب کوئی نئی چال کا ستارہ نیا دریافت هوتا هی اُسکے لیئے ایک بڑا مجسم

ہیئت جدیدہ

فلک بغیر دیکھے بھالے اور سمجھے بوجھے ماننا پڑتا ہی اور چونکہ زمانہ نزول قران میں کوئی شخص اس بات کا قائل نہ تھا اور نہ لوگ اِس بات کو جانتے تھے کہ ستارے معلق ہیں اور ہر ایک اُن میں سے جدا جدا دورہ طی کرتا ہی اِسی واسطے قران شریف میں جہاں کہیں ستاروں کی گردش کا کوئی اتفاقیہ ذکر آگیا مفسرین نے اُسکی تاویل اُسی مروجہ ہیئت کی تطبیق کی نظر سے کی اور بمجبوری اسبات کو تسلیم کیا کہ ستاروں کی حرکت اِس موقع پر ذاتی حرکت مراد نہیں بلکہ اُنکی حرکت آسمانوں کی حرکت کے تابع ہی *

لیکن خدا غریق رحمت کرے مولوی عبدالقادر صاحب دھلوی کو اُنھوں نے جب کلام اللہ کا ترجمہ لکھا اور اِس مقام پر پہونچے وکلفی فلک یسبحون † تو یہہ لفظی ترجمہ تحریر فرمایا کہ ہر کوئی ایک گھیرے میں پیرتے ہیں اور حاشیہ پر صاف صاف یہہ لکھا *

"ستارہ ایک ایک گھیرا رکھتا ہی اُسی راہ پر تیرتا ہی معلوم ہوا کہ ستارے آپ چلتے ہیں یہہ نہیں کہ آسمانوں میں گڑے ہیں اور آسمان چلتا ہی نہیں تو پیرنا نہ فرماتے" *

اور اِسطرح پر تمام تفسیروں کو بالائے طاق رکھدیا اور یونانیوں کی ہیئت کے ایک بڑے حصہ کو اپنے خدا کے سچے کلام کے سامنے پس پشت ڈالدیا اور اُن تمام مباحثوں کو بھی ختم کردیا جو اِس مقام پر ایک بیجا تاویل کے سبب سے اُستادوں اور طالب علموں میں پیش آتی ہیں اور اِس بات کی ہرگز پروا نہ کی کہ مسلمان مجھکو اور مفسرین سے اختلاف کرنے کے باب میں کیا کہینگے *

اب اِس بات سے قطع نظر کرو کہ بطلمیوس نے کیا کہا فیسا غورث کسطرف گیا بلکہ جناب باری کے کلام پر بغیر کسی تاویل کے نظر ڈالو تو کچھہ شک نہیں رہتا کہ مولوی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو معنی اور مطلب اِس مقام پر بیان کیا وہ آیت سے کیسی کچھہ مناسبت رکھتا ہی بلکہ درحقیقت اُسکے سوا اَور کچھہ معنی اِس آیت کے ہو نہیں سکتے اور یہہ بات ظاہر ہی کہ یہہ جدید ہیئت کہ تمام ستارے ایک ایک مرکز کے گرد گردش کرتے ہیں اور اپنا دائرہ پورا کرتے ہیں اور اُنکی حرکت کسی فرضی آسمان کے تابع نہیں ہی نزول قران سے بہت صدیوں بعد شائع ہوئی ہی تو یہہ بات بہت صفائی اور استحکام کے ساتھہ قایم ہوتی ہی کہ جو بات آج ہزاروں طرح کی دقتیں اُٹھاکر اور مشکلات حل کرکے رصد گاہیں بناکر آلات درست کرکر وقی بڑی جانکاہیوں کے بعد اِنسان کو تحقیق ہوئی وہ ایک مدت دراز ہوئی جو خدا نے اپنے نبی پر حق سے اور اُنکے واسطہ سے تمام مسلمانوں سے صاف صاف ارشاد فرمادی تھی اور جسکی صحت اور اصلیت سے یونانیوں کی مغالطہ دھی کے سبب سے ہم ناواقف رہے پس یہہ ایک بڑی سند اس بات کی ہی کہ جس خالق نے ستاروں کو اور انکی گردشوں کو پیدا کیا اُسی کا یہہ پاک کلام ہی جو اُسکے نبی پر نازل ہوا اور بےشک خدا کا کام اور خدا کا کلام مخالف نہیں ہوسکتا اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہہ قران شریف کا کیسا معجزہ ہی جُس سے مسلمان درکنار کسی مذہب کا اِنصاف دوست آدمی بھی اِنکار نہیں کرسکتا *

جس غرض سے ہمنے اِس مضمون کا لکھنا شروع کیا تھا اُسکو ہم بالفعل اسی پر ختم کرتے ہیں لیکن ایک اَور نہایت عمدہ نصیحت جو ہمکو اِس مضمون کے لکھنے سے حاصل ہوتی ہی اسکے ظاہر کرتے سے بھی ہم باز نہیں رہ سکتے *

جب ہم یہہ دیکھتے ہیں کہ اِس زمانہ میں جسمیں ہم موجود ہیں لوگ تفسیر وغیرہ کے ایک فقرہ سے بھی تجاوز کرنے کو معصیت یا قریب معصیت سمجھتے ہیں اور پھر ہم یہہ دیکھتے ہیں کہ مولوی عبدالقادر صاحب نے خدا انکو اپنے جوار رحمت میں جگہہ عنایت کرے اتنا بڑا اختلاف کیا اور ایک ایسے مسئلہ کو توڑا جو بہت سی صدیوں سے مسلم اور متفق علیہ چلاآتا تھا اور با اینہمہ میاں صاحب مرحوم کا کسی کو شاکی نہ پایا تو ان نیک نیت مسلمانوں کی کوششوں کی ناکامیابی پر افسوس ہوتا ہی جو زمانہ حال کی تحقیقاتوں کے لحاظ سے اسی قسم کے اور خیالات رکھتے ہیں اور لوگوں پر اصل حقیقت کا منکشف کرنا چاہتے ہیں پس ہر طرح کی فکر اور غور کے بعد ہمکو کچھہ کچھہ ہر ایک فریق کی کارروائی میں قصور معلوم ہوتا ہی ہمارا کام تو حقیقت میں یہہ ہونا چاہیئے کہ جو بات ہم کسی سے سنیں اُسکو اِنصاف کی نظر سے دیکھیں اور تعصب اور پابندی رسوم بیجا کے لحاظ سے اُس سے متنفر نہوں *

مرد باید کہ گیرد اندر گوش * ور نوشتست پند بر دیوار

لیکن اِسمیں بھی شبہہ نہیں اور درحقیقت ایک قدرتی بات سی ہوگئی ہی کہ ناصح کے چال و چلن کو بھی نصیحت کے موثر غیر موثر ہونے میں بڑا دخل ہی پس ان لوگوں کو بھی جو صدق دل سے مسلمانوں کو راہ صواب پر لانا چاہتے ہیں اور ہر وقت انکی اصلاح اور فلاح میں مستغرق رہتے ہیں یہہ بات نہایت ضرور بلکہ فرض ہی کہ اپنا برتاو بھی وہ ایسا سنجیدہ رکھیں جس سے عوام متنفر نہوں اور خواص کو محل شکایت نرہے اور یہہ بات ایک مسلمان ناصح کو اِس طرح پر نصیب ہوسکتی ہی کہ جو باتیں خداتعالی نے اسپر مثل نماز و روزہ وغیرہ کے فرض کردی ہیں اور جو عمدہ اصول مذہب اسلام میں انکے واسطے ہزاروں لاکھوں مصلحتوں کے لحاظ مثل جمعہ اور جماعت وغیرہ کے قایم ہوئے ہیں انکے ادا کرنے میں کاہلی کو کام نفرماویں اور جو کچھہ کریں صدق دل سے بغیر ریاکاری کے کریں تاکہ خود بھی معصیت سے بچیں اور جن عمدہ باتوں پر وہ اپنی قوم کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں اُس میں بھی کامیاب ہوں *

راقم
مشتاق حسین

† پارہ ۲۴ — رکوع ۲ — سورہ یس

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام
منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE
MOHAMMEDAN
SOCIAL REFORMER
تہذیب الاخلاق

جلد اول] ۱۰ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۷ ھجری [نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جسقدر روپیہ بابت اِس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسي خاص شخص کي ملکیت نہوگا بلکہ اِس پرچہ کے اجرا و ترقي میں صرف کیا جاویگا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھہ روپیہ سالانہ پیشگي بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا *

علاوہ اِس کے جو شخص کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن دے وہ بشکر گذاري تمام لیا جاویگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضاے مضامین ہوگا چھپا کریگا قیمت في پرچہ دو آنہ اور مع محصول تین آنہ ہوگي مگر خریداروں کو کم سے کم تین روپیہ قیمت اور ایکروپیہ آٹھہ آنہ محصول جملہ چار روپیہ آٹھہ آنہ پیشگي بھیجنے ہونگے *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو في پرچہ چار آنہ قیمت اور ایک آنہ محصول دینا ہوگا *

ممبروں کو بلا قیمت یہہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھي بلا قیمت جسکر وہ چاہیں اختیار ہوگا *

اِس پرچہ میں بجز مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھہ مندرج نہوگا *

مضمون نمبر ۱۱

اسلام

تمام متکلمین اور حکماء کا قول ہی اَنہ حقائق الاشیاء ثابتۃ یعني ہر چیز کي فيذاتہ ایک حقیقت اور ماھیئت ہی اور اُنھیں کا یہہ مقولہ ہی کہ تقلیب الماھیۃ محال یعني ماھیت کا بدل جانا عقلاً محال ہی اور جو شی عقلاً محال ہو اُسکا واقع بھي ہونا غیر ممکن *

پس اگر ہم کسي شی کي حقیقت کو جانتے ہوں لیکن اُسکو اُسکي ماھیت سے بدلا ہوا پاویں یعني جو اُسکي ذاتي حقیقت اور اصلي حالت تھي اُسمیں فرق دیکھیں تو ہمکو لازم ہی کہ ہم اُسکا سبب دریافت کریں اور اُن عوارض خارجي اور اسباب عارضي کي تحقیقات پر متوجہ ہوں جنکے سبب سے اُس شی کي ماھیت ہماري نظروں میں بدلي ہوئي معلوم ہوتي ہی *

ہر شی کي ماھیت ثابت اور قائم رہنے کے لیئے ضرور ہی کہ وہ اپني اصلي حالت پر باقي رہے اور کوئي دوسري شی اُس میں نملے ورنہ

جہاں ترکیب اور اختلاط نے راہ پائی اور اشیاء مختلفہ ایک دوسرے سے ملیں تو پھر اُن اشیاء مختلطہ کی ماہیت کا دریافت کرنا مشکل ہوجاتا ہی اور اختلاط سے جسنے اُن چیزوں کی حالت اصلی کو بدل دیا شبہہ تقلیب ماہیت کا ہوتا ہی *

ہر شی فی نفسہ اپنی ماہیت اور حقیقت میں جدا جدا ہی اور کسی دو چیز کی ایک ماہیت نہیں ہی اِس لیئے کہ جب تک ماہیت دوسری نہوگی تب تک وہ شی دوسری نہ کہلائیگی پس جب دو چیزیں کہ لامحالہ فی ذاتہ جدا گانہ ماہیت رکھتی ہونگی باہم ملینگی تو اُنکے اختلاط سے دونوں کی ماہیت ایک ٹہروائیگی گو اُنکی ترکیب باہمی سے اُن اشیاء مختلفہ مختلطہ کا نام ایک رکھدیا جاے اصل میں دونوں چیزیں اپنی جداگانہ ماہیت پر باقی رہینگی اور اِس ترکیب سے اُنکی حقیقت میں کچھہ فرق نہ آئیگا *

لیکن ترکیب اور اختلاط کے سبب سے اُن اشیاء مختلفہ کی حیثیت ظاہری ایسی بدل جاویگی کہ اُنکے ہر اجزاء منفردہ یعنی ہر شی جداگانہ کی حقیقت کا دریافت کرنا نہایت دشوار اور قریب بہ محال ہوگا اور پھر جب تک کہ وہ ترکیب کسی عمدہ تدبیر سے دور نہ کیجاوے اور ہر شی اپنی اصلی حالت پر نہلائی جاوے تب تک ماہیت کا دریافت کرنا حیطہ امکان سے خارج ہوگا *

پس اگر ہم کسی شی کی حقیقت دریافت کرنے پر مستعد ہوں تو پہلا کام ہمارا یہہ ہی کہ ہم اُسکی حالت موجودہ پر نظر کریں کہ آیا وہ اپنی اصلی حالت تجرد پر باقی ہی یا کہ اور چیزیں بھی اُسمیں ملی ہوئی ہیں اگر ہم اَوّر چیزوں کا میل اُنمیں پاویں تو دوسرا کام ہمارا یہہ ہوگا کہ اُن چیزوں کو جدا کرکے اُس شی کو اُن سے علحدہ کرکے اُسکی اصلی حالت پر لے آنیکا قصد کریں اور جبکہ ہم اُس شی کے اَوّر چیزوں سے جدا کرنیکا قصد کریں تو تیسرا کام ہمارا یہہ ہوگا کہ ہم اُس آلہ اور ذریعہ کو پیداکریں جس سے وہ اختلاط کما ہو حقہ دور ہوسکے اگر ہم اپنے ان تینوں کاموں میں غلطی نکرینگے تو ضرور اُس شی کی حقیقت دریافت کرسکینگے *

جب ہم کسی چیز کے حسن و قبح کی تحقیقات پر آمادہ ہوں تو ہمکو لازم ہی کہ پہلے ہم اُس شی کی حقیقت جسطرح اوپر ہمنے بیان کی ثابت کرلیں بعد اُسکے اپنی راے اُس شی کی بڑائی بھلائی کے نسبت قائم کریں ورنہ اگر ہم بغیر دریافت کرنے اُسکی حقیقت کے کسی مرکب شی کو جو ہمکو مجرد سمجھکر اُس پر اپنی راے قایم کریں تو ہم غلطی اور دھوکہ میں رہینگے اور وہ راے ہماری نسبت اُس شی کے نہوگی بلکہ نسبت اُن اشیاء مختلفہ کے ہوگی جنکو اختلاط نے ظاہر میں ایک کردیا ہی *

جب ہم موجودات خارجی میں سے کسی کو دیکھتے ہیں تو سرسری نظر میں ہمکو ہر شی بسیط معلوم ہوتی ہی اور ہماری پہلی نگاہ اُسکی ترکیب اور اختلاط پر نہیں جاتی لیکن جسقدر ہم غور کرتے جاتے ہیں اُسیقدر ہمکو اُسکے اجزاء مرکبہ کی کیفیت معلوم ہوتی جاتی ہی یہاں تک کہ آخر ہمکو یقین ہوجاتا ہی کہ کوئی شی اُنمیں سے جوہر بسیط اور مجرد محض نہیں ہی اور سب میں اشیاء متضاد ملی ہوئی ہیں آخر ہمکو اُس آلہ اور ذریعہ سے کام لینا پڑتا ہی جس سے اُس ترکیب کو باطل کرکے ہر شی کو جدا جدا کریں *

جو کیفیت ہمنے اعیان موجودات کی بیان کی وہی حال ہماری حرکات اور معلومات اور معتقدات کا ہی کہ جو کچھہ ہم سمجھتے ہیں اور جو کچھہ ہم جانتے ہیں اور جو کچھہ ہم مانتے ہیں اُسکی نسبت صحت اور سچائی کا یقین نہیں کرسکتے اور اُسکو غلطی اور خطا اور وہم اور شک کی آمیزش سے خالی نہیں کہہ سکتے جب تک کہ ہم اُسکو کسی سچے ذریعہ اور کارآمد آلہ سے جانچ نہ کرلیں اور اُسکے اجزاء مرکبہ کو علحدہ علحدہ کرکے نہ دیکھہ لیں پس جسطرح موجودات خارجی میں سے کسی شی کی حقیقت کے جاننے کا دعوی کرنا بغیر اِسکے کہ اُسکو اپنی اصلی حالت پر لاکر امتحان کرلیں نادانی ہی اسیطرح ہمکو اپنے معتقدات میں سے کسی اعتقاد کی صحت پر یقین کرنا قبل اِسکے کہ ہم اُسکو توہمات اور خیالات سے جداکردیں بڑی غلطی ہی *

جیسا کہ ہمکو کسی موجودات کی حقیقت معلوم کرنے پر یقین نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہمنے خود اُسکو مذکورۂ تدبیروں سے نہ جانچا ہو اسیطرح ہمکو اپنے معتقدات کی صحت پر اعتقاد کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہمنے بذاتہ اُسکو اَسیطرح دریافت نہ کیا ہو اور اگر ہم نے ایسا کرلیا ہو تو پھر ہمارا اعتقاد بھی صحیح ہوگا اور اُس پر ہمکو یقین بھی ایسا ہوگا کہ اگر ساری دنیا ہماری مخالف ہو اور تمام جہان ہمکو مجنون اور دیوانہ بتاوے مگر ہمارے اُس یقین اور اعتقاد میں کچھہ خلل نہوگا *

بغیر اپنی ذاتی تحقیقات اور جانچ کے جو کچھہ ہم سمجھیں اور جو کچھہ اعتقاد کریں وہ صرف سنا ہوا ہوگا اور کبھی غلطی کے احتمال سے محفوظ نہوگا اور اطمینان قلبی جس شی کا نام ہی وہ کبھی حاصل نہوگی ہماری مثال ٹھیک ایک اندھے کی ہوگی جسکو کوئی ہاتھہ پکڑے لیئے جاتا ہو کہ اگر قسمت سے راہ بتانے والا اچھا ملگیا خیریت گذری ورنہ کسی گڑھے غار میں گرکر مٹی خراب ہوئی *

تحقیق کرنے والے کو ہر چیز کی تحقیقات کے لیئے ضرور ہی کہ جو کچھہ اوگوں سے اُسکی حقیقت کی نسبت سنا ہو یا جو کچھہ اُسنے خود

سمجھہ رکھا ہو اُس سے اول اپنے دماغ کو خالی کرے اور کسی کی حقیقت پر صحت پر پہلے سے یقین نکرے اِس لیئے کہ اگر وہ ایسا کریگا تو یا تحقیقات کرنے پر اُسکو توجہہ نہوگی اِسلیئے کہ وہ اپنے خیالات کو یقینیات سمجھہ کر اپنے آپکو مستغنی سمجھیگا یا تحقیقات کرتے وقت اُسکو توہمات اور خطرات ایسے پیدا ہونگے کہ وہ اُسکی تحقیق میں خلل ڈالینگے *

ایسی تحقیقات کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ اُن سب باتوں کو جو دِماغ سے سنی ہوں یا جو کچھہ اُسکے دل میں گذری ہوں پیش نظر رکھے اور بغیر پیدا کرنے یقین کے کسی پر وہ اُنکی تحقیق بذریعہ اُس قاعدہ اور ذریعہ کے جو اُسکے امتحان کے لیئے ہو کرے تا کہ اُسکو خود معلوم ہووے کہ حق کیا ہی اور باطل کیا *

تمثیلاً ہم بیان کرتے ہیں کہ حکماء یونان کا قول تھا کہ عناصر چار ہیں جنکا نام اُنکی اصطلاح میں اسطقسات اربعہ تھا اور اِن کے جوہر بسیط ہونے پر ہزار ہا آدمی معتقد تھے اور ہزاروں برس سے اب تک معتقد ہیں اور اب حکماء یورپ کا قول ہی کہ وہ مرکب ہیں پس ہم جسکی بات کو بغیر امتحان اور جانچ کے مانینگے گو وہ فی نفسہ صحیح ہو مگر ہمارا بے جانچے مان لینا ہی ہماری غلطی ہی اِس لیئے ہمکو لازم ہی کہ ہم دونوں کے دلایل سنیں اور جو ذریعے اور آلات اُنکے حقایق دریافت کرنے کے دونوں کے پاس ہوں لیکر خود امتحان کریں تب ہم خود یقین کرلینگے کہ کون سچا ہی اور کون جھوٹا اور اگر ہم ایک کے قول کو پہلے ہی صحیح مان لیں اور دوسرے کی بات تک نہ سنیں تو ہم در حقیقت جاہل بلکہ جہل مرکب میں گرفتار سمجھے جاوینگے اور گر وہ قول جسکو ہمنے بے سوچے سمجھے مانا ہی درست ہی ہو یکن ہم غلطی اور دھوکہ میں پڑے ہونے سے عقلا کے نزدیک بری نہونگے *

اِن مقدمات کی ترتیب و تمہید سے مطلب ہمارا اپنی قوم کی موجودہ حالت پر غور کرنا اور اُسکی حقیقت اور ماہیت دریافت کرنا ہی پس ہم اُس حالت موجودہ کو ایک شی قرار دیتے ہیں جو نام سے اسلام کے متعارف ہی اور سرسری نظر میں شی واحد سمجھی جاتی ہی اور ہمارے تمام عقاید اور اعمال اور حرکات و سکنات اور چال و چلن پر مسلمانی کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہی لیکن غور کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ ہزاروں اجزاء سے مرکب اور بیشمار چیزوں سے مختلط ہی اور وہ جوہر نورانی جسکا نام اسلام ہی اور جو فی ذاتہ ہر برائی سے پاک اور ہر تیرگی سے صاف ہی اجزاء ثقیفہ کے مل جانے سے مکدر اور تاریک ہو رہا ہی اور اُسکا اصلی نور اُس تکدر کے سبب سے چھپ گیا ہی *

ہر ملک میں عرب سے لیکر ہند تک اور ہر قوم میں سادات و شیوخ سے لیکر معترفۂ بازاری تک اور ہر مذہب میں اہل سنت سے لیکر معتزلہ تک اور ہر فریق میں علماء سے لیکر جہلاء تک اُس نورانی جوہر کا جداگانہ جلوہ دکھلائی دیتا ہی اور اُس کلی طبعی کا مضمون ہر فرد میں ایک علحدہ طور سے نظر آتا ہی پس جو شخص سرسری نگاہ سے دیکھتا ہی وہ اُن سب کو ایک ہی شی جانکر اُسکو اسلام سے تعبیر کرتا ہی اور ہمارے عقائد اور رسمیات کو اصل اسلام سمجھکر اُنکے حسن و قبح سے بحث کرتا ہی *

پس اگر ہم اُس مجموعہ کو جو جمیع افرادھا اسلام کہیں تو یہہ کہنا ہمارا محض غلط ہی اور اگر اُس سے غایۃ انکار کریں تو بھی اِنکار ہمارا نادرست ہی اِس لیئے ہمکو سوائے اِسکے کچھہ چارہ نہیں کہ ہم اُنھیں اصول موضوعہ کو جو اوپر بیان کیئے پیش نظر رکھکر اُسکی ترکیب اور اختلاط کے دور کرنے کی فکر کریں اور کسی نہایت سچے ذریعہ اور مفید تدبیر سے ہر ہر جزو کو علحدہ علحدہ کرکے اسلام جس شی کا نام ہی اُسکو الگ کرلیں تب اُسکی حقیقت معلوم ہونے پر یقین کرکے اُن آراء مختلفہ کو جو اُس مجموعہ مرکب کے حسن و قبح کی نسبت ہی دیکھیں تاکہ ہمکو معلوم ہو جاوے کہ اُن اجزاء مختلفہ کا تعلق کسقدر اصل اسلام سے ہی اور کسقدر اُن اشیاء خارجی سے جو اسلام میں مختلط ہوگئی ہیں *

غرض کہ اِس کام کے لیئے ہمکو کوئی سچا اور کار آمد آلہ درکار ہی جو کہ اُس ترکیب کو دور کرے اور وہ سچا اور کار آمد آلہ کیا ہی رسول صلعم کی ذات ہی جنکا لقب احمد مجتبی اور جنکا نام محمد مصطفی ہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم *

کوئی یہہ نہ خیال کرے کہ وہ آلہ ہمارے پاس نہیں ہی بلکہ بالکل صحیح و سالم ہمارے پاس اب تک موجود ہی اور قیامت تک موجود رہیگا ہاں اُسکے اجزاء کا سمجھنا اور اُس سے کام لینے کا طریقہ جاننا ضرور ہی *

اُس آلہ سے مراد وہ صورت شخصی نہیں ہی جسمیں اُور لوگ بھی مشابہت صوری رکھتے تھے بلکہ خاص وہ منصب مراد ہی جسمیں کوئی کچھہ مناسبت نہیں رکھتا یعنی نبوت اور ہدایت کہ اُسکے دو جزو ہیں ایک ایسا سچا کہ کسی طرح کا اُسمیں شک اور شبہہ نہیں دوسرا ایسا کہ جسکی سچائی پر کسیقدر صحت اور سند اور تحقیقات کی حاجت ہی پہلے جزو سے مراد کتاب اللہ ہی دوسرے جزو سے مراد حدیث ہی پس جسکے پاس یہہ دونوں جزو موجود ہوں اُسکے پاس ہر وقت اور ہر ساعت وہ آلہ گویا بذاتہ اور بنفسہ موجود ہی مشرق میں ہو خواہ مغرب میں شمال میں ہو خواہ جنوب میں *

شاخ گل ہرجا کہ روید ہم گل است * خم مل ہرجا کہ جوشد ہم مل است
گر ز مغرب بر زند خورشید سر * عین خورشید است نے چیزے دگر

پس ہمکو اپنے تمام حالات کا دیني ہوں یا دنیاوي اصولي ہوں یا فروعي حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے امتحان کرنا لازم ہی اور امتحان کا طریق یہہ ہی کہ اُسکي تطبیق کتاب اللہ اور سنت سےکریں جسکو اُسکے مطابق پاویں اُسکو اسلام سمجھیں اور جسکو مخالف پاویں اُسکو اسلام سے خارج جانیں *

اسلام کو ہماري ذات سے در قسم کا تعلق ہی ایک متعلق عقاید کے جسکو حکماء حکمت بالغہ یا کمال علمي کہتے ہیں دوسرا متعلق اعمال کے جسکو عقلا قدرت کاملہ اور کمال عملي سے تعبیر کرتے ہیں پہلے امر کو جو درحقیقت اصول ہی کتاب و سنت نے ایسا صاف کردیا ہی کہ اب کسي دوسرے سے پوچھنے بتلانے کي ضرورت باقي نہیں رہي مراتب توحید اور نبوت اور معاد کي کامل تشریح کردي ہی دوسرے امر کو جو درحقیقت فرع ہی اُسکے اصول بھي تصریح کے ساتھہ بیان کردیئے ہیں اسلیئے ہمکو اپني دونوں باتوں کو کتاب و سنت سے ملانا چاہیئے تب معلوم ہوگا کہ کتني باتیں ہم میں اسلام کي ہیں اور کتني اُس سے خارج اور کون کونسا عمل ہمارا موافق اُسکے ہی اور کونسا مخالف *

ہمارے حالات دنیوي بھي مذہب کے تعلقات سے آزاد نہیں ہیں بلکہ ہر معاملہ میں خواہ وہ سیاست مدن سے متعلق ہو خواہ اُسکو حکمت منزلي سے علاقہ ہو ہمکو شریعت کي پابندي ہي ہمارا تمدن اور معاشرت اور برتاؤ آزادانہ یعني بلا قید شریعت کے نہیں ہوسکتا جو برتاؤ دنیاوي ہمارا ہوگا وہ بھي مذہبي ہوگا اور ہماري ہر بات اور ہر چال اور ہر نعل اور ہر عمل میں جلوہ اسلام کا چمکیگا اگر وہ برتاؤ مطابق شریعت کے ہی تو وہ نور اسلام ہی اور اگر مخالف ہی تو وہ داغ اسلام *

شریعت نے ہمکو رہبانیت کي تعلیم نہیں کي جوگي ہونے کي اجازت نہیں دي بلکہ فرمایا ہی کلوامن طیبات ما رزقناکم اسلیئے اگر دل بایار اور دست بکار ہو تو عین صواب ہی شریعت نے دائرہ معیشت کو تنگ نہیں کیا زینت دنیا سے ممنوع نہیں گردانا ہم سب مسلمان محرمات سے بچکر اپني زندگي کو نہایت آرام سے بسر کرسکتے ہیں اور اپني اوقات کو اور اپنے مال کو اگر اپنے بھائیوں کي بھلائي میں صرف کریں تو کسي عبادت میں اس سے زیادہ ثواب کے مستحق نہیں ہوسکتے لیکن ہمنے اپني بدبختي سے دین کو شرک و بدعت کے عقیدوں سے خراب اور دنیا کو غفلت اور جہالت کے سبب سے برباد کر رکھا ہی نہ دین کے ہوئے نہ دنیا کے

بیت

کُئے دونوں جہاں سے ہم نہ ادھر کے ہوئے نہ اودھر کے ہوئے
نہ خداہي ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ اودھر کے ہوئے

جب ہم خلفاء راشدین کے اصول سیاست اور طریق معاشرت اور اخلاق اور عادات اور چال و چلن اور برتاؤ کو دیکھتے ہیں تو ہماري آنکھوں کے سامنے بہت سي عجیب و غریب چیزیں پھر جاتي ہیں اور بہت سے عقدے ہمارے حل ہوجاتے ہیں اسلیئے ہم کچھہ مختصر سا حال خلفاء راشدین کي خلافت کا لکھتے ہیں لیکن صرف اُن باتوں کو جو کہ متعلق سیاست اور معاشرت کے ہیں تا کہ اُس سے فواید ذیل حاصل ہوں *

اول معلوم ہونا اُنکے اصول سیاست کا کہ وہ کیسے تھے اور کن قواعد پر مبني تھے *

دوسرے ظاہر کرنا اُنکے اخلاق و عادات کا کہ وہ کیسي صفائي اور سچائي اور راستي ہر معاملہ میں رکھتے تھے اور غیر مذہب والوں سے کس طور سے پیش آتے تھے *

تیسرے ظاہر کرنا اُنکے مختلف قواعد انتظامیہ کا جس سے ثابت ہوتا ہی کہ موافق ضرورت وقت اور حال زمانہ کے اصول سیاست اور تمدن اور معاشرت کے مقرر کرنا اور وقتاً فوقتاً اُن میں اصلاح کرنا اور نئے نئے ضابطے جو پہلے جاري نہ تھے منضبط کرنا اور امور مفید عام کے اجراء میں کوشش کرنا (بشرطیکہ کوئي نص کتاب و سنت سے اُسکے منع اور حرمت پر نہو) اُنکے نزدیک بدعت نہ تھا *

چوتھے مخالفت اُن سلاطین اسلامیہ کي شریعت سے جنہوں نے اپني حرکات ظالمانہ اور افعال جابرانہ سے اپنے بیجا تعصب اور غایۃ غضب کو سلطنت کے کاموں میں دخل دیا اور ناجایز طور سے اپنے اختیارات شاہي کو برتا اور اسلام کو پٹہ لگایا *

پانچویں واقف کرنا اپنے بھائي مسلمانوں کو اُنکے پیشواؤں کے اخلاق اور عادات سے اور اُن کے قواعد انتظامیہ اور قوانین حکمیہ سے تاکہ اُن کو معلوم ہووے کہ وہ اصورات انتظام سلطنت میں کیسي استعداد رکھتے تھے اور وہ تہذیب اور شایستگي کي ترویج میں کیسي سعي بلیغ کرتے تھے *

خلفاء راشدین کے اصول سیاست اور احکام اور اخلاق اور عادات کا بیان

میں خلفاء راشدین میں سے صرف حضرت عمر رضي اللہ تعالی عنہ کے † حالات لکھتا ہوں اِس لیئے کہ اُن کا زمانہ کمال کا زمانہ تھا اور

† ان حالات کو ہم نے ان کتابوں سے منتخب کیا ہی
۱ تاریخ یافعي ۲ تاریخ الخلفاء سیوطي ۳ ازالۃ الخفا ۴ طبري

اُن کی ذات سے اصول سیاست کا اختراع ہوا اور اُن کے وقت میں کچھ فتنہ و فساد بھی پیدا نہیں ہوا *

پہلا اصول جسپر بناء خلافت تھی اجماع تھا — یعنی امام اور خلیفہ کا مقرر ہونا تمام اُمت اور رعیت کی مرضی پر موقوف تھا قرابت اور رشتہ اور ارث کو اُس میں کچھ دخل نہ تھا چنانچہ جب وقت وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قریب ہوا تو لوگوں نے کہا کہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا جا نشین کردیجیئے حضرت نے فرمایا کہ اُس کا کچھ حق نہیں ہی *

در حقیقت اُس وقت کی خلافت کو سلطنت جمہوری سمجھنا چاہیئے جس کی خوبی اور عمدگی پر آج تمام شایستہ قوم یورپ کو اتفاق ہی *

دوسرا اصول خلیفہ کو آزادی اور خود مختاری کا حاصل نہونا — امام اور خلیفہ اجراء احکام اور انتظام امورات سلطنت میں آزاد اور خود مختار نہ تھا اور اپنی خواہشات اور ارادوں کو بلا قید شریعت کے پورا کرنا کیسا ظاہر بھی نکر سکتا تھا نقاب اور سند کا پابند ہوتا تھا چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے جب کہ وہ خلیفہ مقرر ہوئے جو پہلا خطبہ پڑھا وہ یہہ تھا ,, اے مسلمانو میں آدمی ویسا ہی ہوں جیسے کہ تم ہو نہ خطاؤں سے معصوم ہوں نہ غلطیوں سے محفوظ نہ تم سب سے بہتر اور اچھا ہوں اس لیئے تم میری خبرداری رکھنا جو باتیں میری خدا اور اُس کے رسول کے احکام کے موافق ہوں اُن میں میری تبعیت کرنا اور جن میں مجھے لغزش کرتے ہوئے دیکھنا سنبھالنا ,, *

یہہ دوسرا اصول در حقیقت پہلے اصول کا نتیجہ ہی بلکہ درنوں لازم و ملزوم ہیں بعد خلافت راشدہ کے پہلا اصول قایم نہ رہا اور سلطنت حق موروثی ہوگیا اسی واسطے دوسرا اصول بھی ٹوٹ گیا اور بادشاہ اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے لگے اور بغیر پابندی قوانین شریعت اور لحاظ ضوابط امامت کے اپنی خواہشات کو پورا کرنے لگے *

تیسرا اصول رعایا کو آزادی حاصل ہونا — سوائے شریعت کے احکام کے رعایا کو کسی قسم کی امام اور خلیفہ کی طرف سے پابندی نہ تھی اور خلیفہ کو کسی پر کچھ اختیار سوائے اُس کے جو قانون شریعت سے جایز تھا حاصل نہ تھا بلکہ ذاتی معاملات میں خلیفہ خود مدعی اور خود مدعی علیہ ہوتا تھا اور کوئی عامل اور صوبہ اسی اصول کی پابندی سے اپنے اختیارات کو نا جائز طور سے استعمال میں نہیں لا سکتا تھا *

ایک موقعہ کا ذکر ہی کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ فلاں حاکم نے مجھے بے قصور شرعی سو کوڑے مارے ہیں حضرت عمر نے بعد ثبوت کے اُس حاکم کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا عمر و ابن عاص نے سفارش کی تب جواب دیا کہ جب پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء اپنی ذات کو قصاص اور احکام شرعی سے مستثنی نہیں سمجھتے تھے تو پھر میں یا یہہ کون ہیں *

کوئی شخص اپنی عزت اور جان اور مال میں کسی کا خایف نہ تھا اور سوائے اُن ذریعوں کے جو شرعاً جایز ہیں کسی سے خلیفہ وقت کچھ مزاحمت نہیں کر سکتا تھا بلکہ جو امور مصلحت وقت سے خلیفہ جاری کرنا چاہتا اور کوئی اُس کی اباحت ثابت کرکے اُس سے انکار کرتا تو خلیفہ کو سوائے سکوت کے کچھ چارہ نہوتا ایک مرتبہ حضرت عمر نے مہر کے زیادہ باندھنے کی ممانعت پر خطبہ پڑھا کہ ایک بوڑھیا عورت نے آیۃ قنطارا مقنطرۃ پڑھکر کہا کہ جس چیز کو خدا جائز اور مباح کرے تم کیونکر منع کرتے ہو حضرت عمر نے انصاف کیا اور فرمایا کہ کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات *

آزادی کا درجہ یہاں تک پہونچا تھا کہ اگر خلیفہ کسی شخص کو شرعی جرم میں ماخوذ کرتے لیکن بغیر ضابطہ معین کے تو مجرم عذر کرتا اور اپنے آپکو بچا لیتا چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ رات کو مدینہ کا گشت کرتے کرتے ایک ایسے گھر کے پاس پہونچے کہ وہاں سے آواز گانے کی آتی تھی وہ اُس گھر کے اندر دیوار کی راہ سے گھس گئے وہاں ایک عورت کو دیکھا کہ شراب رکھی ہوئی ہی اور وہ گاتی ہی حضرت عمر نے اُسکو پکڑا اُس عورت نے کہا کہ میںنے اگر ایک جرم کیا ہی تو تمنے تین جرم کیئے ہیں *

اول — خدا نے فرمایا ہی کہ لاتجسسوا کہ تم تجسس نہ کرتے پھرو سو تمنے تجسس کیا *

دوسرے — خدا نے فرمایا ہی لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورھا کہ دیوار کے پیچھے سے کسی مکان میں گھسنا اچھا نہیں ہی اور تم دروازہ بند پاکر پشت مکان سے داخل ہوئے *

تیسرے — خدا فرماتا ہی لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم کہ اپنے گھر کے سوا دوسرے کے گھر میں نہ جاؤ اور تم بغیر میری اجازت کے چلے آئے چنانچہ حضرت عمر نے اُسکو چھوڑ دیا *

حضرت عمر باوجود اپنے زھد اور ورع کے کہ جس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتا عام لوگوں کو مباحات سے منع نہ کرتے تھے اور کھانے پینے آرام کرنے میں وہ آزاد مطلق تھے چنانچہ جب حضرت ابوعبیدہ جراح نے انطاکیہ شہر کو فتح کیا اور بہ سبب پاک صاف ہونے اُس شہر کے اور پانے عمدہ چیزوں کے مسلمانوں نے وہاں چند روز ٹھہرنے کا

قصد کیا تو اُنھوں نے حضرت عمر کو خط لکھا کہ میں اِس شہر میں ٹھہرنا پسند نہیں کرتا ایسا نہو کہ مسلمانوں کو اُسکی آب و ہوا پسند آوے اور محبت دنیا کی اُنپر غالب ہوجاوے بجواب اُسکے حضرت عمر نے لکھا کہ خدا نے پاک چیزوں کو حرام نہیں کیا ہی تم کیوں حرام کرتے ہو *

چوتھا اصول شوری — اسکی اصل قران مجید سے ہی کہ خدائے عالم نے فرمایا ہی کہ شاورھم فی الامر فاذاعزمت فتوکل علی اللہ کہ جو کام پیش آوے اُسمیں صلاح و مشورہ کرنا اور پھر جب عزم مصمم ہوجاوے تو خدا پر بھروسہ کرکے اُسکو شروع کرنا *

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس اصول کا ہمیشہ لحاظ رکھا اور نہایت خوبی سے اُسکی پابندی کی جب وہ کوئی کام کرتے تو سب سے مشورہ اور صلاح کرتے اور پھر سب کو میزان عقل میں تولتے اور بعدہ ایک راے پر نہایت استقلال سے قایم ہوجاتے اسیواسطے تدبیر مملکت میں اُنھوں نے دھوکہ نہ پایا اور اُنکی سب تدبیریں مفید پڑیں *

حضرت عمر کو اِس اصول کا یہاں تک لحاظ تھا کہ اگر کسی فروعی مسئلہ میں بھی وہ نص صریح کتاب و سنت کی نہ پاتے تو وہ مشورہ کرتے چنانچہ لکھا ہی کہ ایک مرتبہ اُنھوں نے اپنی آنکھ سے ایک شخص کو زنا کرتے ہوئے دیکھا تو باہم مشورہ کیا کہ خلیفہ کو اپنی رویت پر تعزیر کرنے کا اختیار ہی یا نہیں حضرت علی نے کہا کہ جب نص صریح موجود ہی کہ چار گواہ ہونے چاہیئیں تو کیونکر صرف اپنی رویت پر اختیار تعزیر کا ہوگا *

یہہ چوتھا اصول بھی دوسرے اصول کا ثمرہ ہی اِس لیئے کہ جب بادشاہ کو آزادی اور خود مختاری ٹھہرگی تو لامحالہ وہ صرف اپنی مرضی سے کام نہ کرسکیگا اور اُسکو ضرورت اُن لوگوں سے پوچھنے کی ہوگی جو کہ صاحب الراے ہوں *

یہہ اُصول وہی ہی جو کہ اب تربیت یافتہ قوموں میں یورپ کی جاری ہی جسکو باختلاف لغت اور زبان کے کونسل کہتے ہیں *

پانچواں اصول خلیفہ کو ملک کی آمدنی کا سوائے حق معین کے اپنے صرف میں نہ لانا — ملک کی آمدنی خواہ وہ جزیہ کی ہوتی یا خراج کی یا عشر کی وہ سب بیت المال میں جمع ہوتی خلیفہ کو کسی قسم کا اختیار اُس پر نہ تھا صرف روزینہ یا تنخواہ مقرری کے سوا وہ کچھہ نہ لے سکتے تھے ابتداے عہد خلافت میں حضرت صدیق اکبر کو صرف کھانا کپڑا ملتا تھا اور جب آمدنی زیادہ ہوئی تب دو ہزار پانچ سو درم ملنے لگے اور حضرت عمر بھی اپنی ذات کے واسطے صرف اُسیقدر لیتے جسقدر اوّر مہاجرین و انصار کو دیتے تھے *

جو آمدنی ملک کی ہوتی وہ خزانہ میں جمع ہوتی اور فوج کے سرداروں † اور سپاہیوں اور مہاجرین و انصار کو اُس سے مشاہرہ مقرری اور فقراء اور مساکین کو آذوقہ کافی دیا جاتا اور بوقت ضرورت عام فائدہ کے کاموں میں صرف کی جاتی جسطرح پر کوفہ اور بصرہ وغیرہ شہروں کی آبادی اور عمارت میں یا وقت ایام قحط مدینہ کے جسکا نام قحط رمادہ ہی غلہ کے باہر سے منگانے میں صرف کی گئی *

ملک کی آمدنی سے جسطرح مسلمان فقراء و مساکین کو حصہ دیا جاتا اُسی طرح پر اہل کتاب وغیرہ کو کچھہ تخصیص مسلمانوں کی نہ تھی ایک مرتبہ کا ذکر ہی کہ حضرت عمر نے ایک بڈھے اندھے یہودی کو ایک جگہہ سوال کرتے دیکھا اور وقت استفسار کے معلوم ہوا کہ جزیہ کے مطالبہ کے واسطے وہ سوال کرتا ہی اُسیوقت اُس کا ہاتھہ پکڑ کر نہایت اخلاق سے اپنے گھر لائے اور کچھہ اُس کو دیا اور جزیہ کے تحصیل کرنے والوں کو حکم دیا کہ اِس کا اور اس قسم کے لوگوں کا خیال رکھنا یہہ کون انصاف ہی کہ اُس کی جوانی کی کمائی تو ہم کھاویں اور بڑھاپے میں اُس کو ذلیل کریں اور اس کی کچھہ بھی خبر نہ لیں اِس لیئے آیندہ سے ایسے لوگوں سے مطالبہ نہ کرو اور اُن کو جزیہ سے معاف جانو اور بیت المال کے داروغہ کو حکم دیا کہ خدا نے فرمایا ہی کہ انماالصدقات للفقراء والمساکین اور یہہ بھی مساکین اہل کتاب سے ہیں اس لیئے اِن لوگوں کو بھی دینا چاہیئے *

چھٹا اصول وقت لشکر کشی کے کسی ملک پر مراعات اور حسن سلوک کا لحاظ رکھنا اور کسی پر بیجا زیادتی نہ کرنا اور جہانتک ممکن ہو نرمی سے پیش آنا *

جب کسی ملک کے فتح کرنے کے لیئے لشکر بھیجا جاتا تھا تو اُس لشکر کے سردار کو جو احکام دیئے جاتے تھے اُن میں امور مفصلہ ذیل پر نہایت تاکید کی جاتی تھی *

اول کوئی عورت اور لڑکا اور بڈھا اور ضعیف نہ مارا جاوے *
دوسرے کسی کا ناک کان نہ کاٹا جاوے *
تیسرے عبادت کرنے والے گوشہ نشین تتل نہ کیئے جاویں اور اُنکے عبادت خانے نہ کھودے جاویں *
چوتھے کوئی درخت پھلدار نہ کاٹا جاوے کوئی کھیت نہ جلایا جاوے *
پانچویں کوئی عمارت اور آبادی ویران نہ کیجاوے *
چھٹے کسی جانور بکری اونٹ وغیرہ کی کونچیں نہ کاٹی جاویں *
ساتویں کوئی کام بغیر صلاح و مشورہ کے نہووے *
آٹھویں ہرایک کے ساتھہ طریقہ انصاف اور عدل کا برتا جاوے کسی پر ظلم اور جبر نہ کیا جاوے *

† عاملوں کی تنخواہ بارہ ہزار دینار سالیانہ تک ہوتی تھی اور اہل شوریٰ کو پانچ ہزار درم ماہواری مقرر تھے

نویں جو عہد و پیمان غیر مذہب والوں سے کیا جاوے اُسمیں بیوفائی نہ کیجاوے اور وہ ٹھیک ٹھیک ونا کیا جاوے *

ویں جو لوگ اطاعت قبول کریں اور جزیہ دیں اُن کی جان و مال مسلمانوں کی جان و مال کی برابر سمجھی جاویں اور اُن کے دشمنوں سے اُن کی حفاظت کی جاوے اور تمام معاملات میں اُن کے احکام مثل مسلمانوں کے تصور کیئے جاویں *

گیارھویں جب تک کہ اسلام کے قبول کرنے کی دعوت نہ کی گئی ہو دفعتاً لڑنا نہ چاہیئے *

ان احکام پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ مقابلہ اور لشکر کشی کے وقت کیسی نیکی اور رحم اور نرمی کی رعایت کی جاتی تھی اور غدر اور فریب اور بد عہدی پر کسقدر تہدید ہوتی تھی کوئی بادشاہ ٹیک سا نیک اور رحیم سا رحیم کیوں نہو لشکر کشی کے وقت اس سے زیادہ نرمی نہیں کرسکتا *

ساتواں اصول امورات ریاست اور انتظام سلطنت کے عمدہ انصرام کے لیئے لایق عہدہ داروں اور اہلکاروں کا منتخب کرنا اور اُن کو وقت تقرر کے ہدایات خاص کرنا اور ہمیشہ اُن کی نگرانی رکھنا *

جس عامل کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ مقرر کرتے اُس کو احکام ذیل سناتے اور اُس کی تعمیل کی تاکید کرتے *

اول چوبدار اور حاجب نہ رکھنا کسی مستغیث کو آنے کی روک ٹوک کا ذریعہ پیدا نہ کرنا کیونکہ یہہ حکم تھا کہ در عدالت کو ہر وقت کھلا رکھنا *

دوسرے جب کوئی استغاثہ کرے اُس کو سننا اور مدعی سے گواہ عادل اور منکر سے قسم لیکر اُس کو فیصلہ کرنا *

جس شخص پر حد شرعی جاری نہوئی ہو یا جھوٹی شہادت میں مشہور نہو یا اُس پر متہمت اور وراثت کی تہمت نہو وہ عادل سمجھا جاویگا *

اگر گواہوں کی حاضری کے واسطے مہلت مانگی جاوے تو مہلت دینا *

تیسرے مقدمات جلد فیصلہ کرنا تاکہ ایسا نہو کہ مدعی دیر کے سبب سے اپنا دعوی چھوڑ بیٹھے *

چوتھے باہم مصالحہ اور رضامندی کو منظور کرنا بشرطیکہ اُس سے تحلیل حرام اور تحریم حلال نہو *

پانچویں متخاصمین پر سختی اور درشتی اور غصہ نکرنا *

چھٹے رعب قایم رکھنا مگر نہ اتنا کہ وہ منجر بہ جبر ہو اور اخلاق و نرمی کرنا مگر نہ اس قدر کہ حکومت میں سستی اور بد رعبی ہو *

ساتویں ہمیشہ عدل اور انصاف کرنا اور حق بمقدار پہونچانا *

عدل اور انصاف پر یہاں تک حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو عمل رہتا تھا کہ وہ مسلمان اور کافر میں کچھہ تفرقہ نہ کرتے تھے چنانچہ سعید بن مسیب سے منقول ہی کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی کے سامنے ایک یہودی اور ایک مسلمان مخاصمہ کرتے ہوئے آئے اور اُن کے نزیک حق یہودی کا ثابت ہوا اُسی کے حق میں فیصلہ کیا وہ یہودی اس عدل کو دیکھہ کر نہایت مدح و ثنا کرنے لگا *

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے فیصلے اُن کے عاملوں کے واسطے بطور نظیر کے ہوتے تھے اور اکثر اُن میں نرمی اور رحم شامل ہوتا تھا چنانچہ اکثر بجاے جسمانی تعزیر کے مالی تعزیر کا حکم دیتے تھے جیسا کہ عبدالرحمان ابن حاطب سے منقول ہی کہ ایک شخص نے ایک کا ناقہ چرالیا اول حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے تجویز ہاتھہ کاٹنے کی کی آخر مدعی سے پوچھا کہ کیا قیمت ہی اُس نے چار سو درہم بتلائے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے آٹھہ سو درہم کا جرمانہ مجرم پر کرکے مدعی کو دلایا اور مجرم کو رہا کردیا *

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ جس طرح پر اپنے عاملوں کو تاکید کرتے تھے اُسی طرح پر رعایا کو بھی آگاہ کردیا کرتے تھے کہ سوائے شریعت کے احکام کے کسی اعلی سے اعلی حاکم کو ادنی سے ادنی رعیت پر کچھہ اختیار نہیں ہی اگر کوئی عامل کچھہ کسی پر جبر و زیادتی کرے میں اُس کو اُسی طرح پر مجرم سمجھونگا جیسا کہ ادنی رعیت کو سمجھتا ہوں اور اُس کو سزا دونگا سب اپنی عزت اور جان اور مال میں سوائے احکام شرعی کے آزاد اور خود مختار ہیں اور حاکم اور رعیت سب برابر *

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اپنے عاملوں کو خود مختار اور آزاد نہونے دیتے تھے اُن کی نگرانی رکھتے ہمیشہ اُن کی تبدیلی کیا کرتے اُن سے اگر خطا ہو جاتی تو معزول کردیا کرتے جرایدھی کے لیئے دارالخلافت میں طلب کرتے بعض قصوروں میں اُن پر جرمانہ کرتے *

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے عاملوں کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ بارہ ہزار دینار سالیانہ تک تھی جو یزید ابن ابی سفیان امیر شام پاتے تھے *

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ کے سے لایق اور نیک اور کارگذار عہدہ دار پھر دوسری خلافت میں نہیں ہوئے *

آٹھواں اصول امور مملکت کے انتظام کی نظر سے قوانین اور ضوابط جدید کا جاری کرنا اور وقتاً فوقتاً موقع اور مصلحت وقت دیکھکر اُس کی اصلاح و ترمیم کرنا بشرطیکہ کوئی نص صریح اُس کی حرمت پر کتاب و سنت کی موجود نہو ہم جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے عہد خلافت کو غور کرتے ہیں تو اُس کو ہزاروں عمدہ قواعد اور مفید ضوابط سے بھرا ہوا پاتے ہیں در حقیقت اُن کی رائے نہایت عمدہ اور اُن کے کام نہایت عجیب و غریب ہوتے تھے جو کچھہ اُنھوں نے سلطنت کے قاعدے اور ضابطے مقرر کیئے اُنکو دیکھکر حیرت ہوتی ہی *

آج کل کے زمانہ میں جہاں کسی نے کوئی نئی بات کی گو اُسکو ثواب اور عذاب سے علاقہ نہو لوگ بدعت کہنے لگتے ہیں اور اُسکو حرام اور منع بتلاتے ہیں اور یہہ نہیں جانتے کہ جس بات کو شرع نے حرام کردیا ہی اُسکو چھوڑکر سب چیزیں مباح ہیں اِسلیئے کہ الاصل فی الاشیاء الاباحة اور یہہ نہیں سوچتے کہ اُن امور میں جو کہ متعلق سیاست مدن اور معاشرت کے ہیں ہمیشہ اختلاف زمانہ سے اختلاف ہوتا رہتا ہی اور اُنکا ترمیم کرنا اور اُنمیں اصلاح دینا ضروری ہوجاتا ہی انمیں اُسی قاعدہ کا لحاظ کرنا چاہیئے جسکا حضرت عمر رضي الله تعالی عنہ نے اپنی خلافت میں کیا یعنی محدثات منصوصہ کو چھوڑ کر اُن باتوں کو اختیار کرنے میں جو کہ اُنکے زمانہ کے مناسب حال تھیں کچھہ ذرا سا بھی تامل نہ کیا اور کسیئے اُسکو بدعت نہ کہا *

امام غزالي رحمةالله علیہ نے اپنی کتاب احیاء میں کیا عمدہ معنی بدعت کے لکھے ہیں جنکا نقل کرنا ہم اِس موقع پر مناسب سمجھتے ہیں *

قیل اربع احدثت بعد رسول الله صلی الله علیه و سلم الموائد والمناخل والاشنان والشبع و اعلم انا و ان قلنا الاکل علی السفرة اولی فلسنا نقول الاکل علی المائدة منهي عنه نهي کراهة او تحریم اذ لم یثبت فیه نهي و ما یقال انه ابدع بعد رسول الله صلی الله علیه و سلم فلیس کل ما ابدع منهیا بل المنهي بدعة تضاد سنة ثابتة و ترفع امرا من الشرع مع بقاء علته بل الابداع قد یجب في بعض الاحوال اذا تغیرت الاسباب و لیس فی المائدة الا رفع الطعام عن الارض لتیسیر الاکل و امثال ذلک مما الکراهة فیه —

(لوگ کہتے ہیں کہ بعد پیغمبر خدا صلی الله علیه و سلم کے یہہ چار چیزیں جاري ہوئیں *

۱ خوان پر رکھکر کھانا کھانا ۲ میدہ اور چھنے ہوئے آٹے کی روٹی ۳ اشنان ۴ پیٹ بھر کے کھانا *

لیکن اگرچہ ہم بھی کہتے ہیں کہ کھانا سفرہ پر بہتر ہی لیکن یہہ ہمارا قول نہیں ہی کہ کھانا خوان پر حرام ہی یا مکروہ ہی اِس لیئے کہ کوئی نہی صریح اِسباب میں نہیں ہی اور جو لوگ کہ اُسکو بدعت کہتے ہیں سو یہہ غلط ہی اس لیئے کہ جو بعد حضرت کی ہوئی ہو وہ بدعت نہیں ہی نہ وہ ممنوع ہی بلکہ بدعت وہ ہی جو کہ ضد اور مخالف کسی سنت ثابتہ کے ہو اور جس سے کوئی حکم شرعی باوجود موجود ہونے اُس کی علت کے مرتفع ہوے بلکہ بعض حالتوں میں اور بعض ضرورت کے سببوں سے ایسی نئی بات کا کرنا جو کہ حضرت کے وقت میں نہ تھی واجب ہوجاتا ہی اور خوان میں سوائے اُس کے اَور کچھہ نہیں ہی کہ کھانا بنظر آساني کے زمین سے بلند کرکے اُس پر رکھا جاتا ہی اور یہہ بات اور مثل اس کے وہ چیزیں ہیں جنمیں کچھہ کراہیت شرعي نہیں ہی) *

اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ وہ امور جو دینیات سے نہیں ہیں اور جن پر شارع نے عذاب اور ثواب مقرر نہیں کیا ہی وہ سب مباحات میں ہیں اُن پر اطلاق بدعت کا کرنا نادانی ہی اور اس کا ثبوت حضرت عمر رضي الله تعالی عنہ کے حالات سے ہوتا ہی کہ اُنھوں نے امور انتظام مملکت میں کیسی کیسی اختراعات کیں کہ اُس کو ہم بیان کرتے ہیں *

پہلے نیا کام جو حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ نے کیا وہ دفتر اور کچہري کا مقرر کرنا اور لشکریوں اور ملازموں اور روزینہ والوں کا نام لکھا جانا اور ان کی تنخواہیں مقرر کرنا ہی قبل حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ کے جو مال غنیمت کا آتا تھا وہ ویسا ہی تقسیم کردیا جاتا تھا نہ نام پانے والے کا نہ تعداد اُس مال کی لکھی جاتی تھی مگر جبکہ حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ کو اس قاعدہ میں ترمیم کی حاجت معلوم ہوئی تب مشورہ کیا ولید ابن ہشام نے کہا کہ میں نے پادشاہان شام کے ہاں دیکھا ہی کہ وہ دفتر رکھتے ہیں اور اُس میں سب حساب کتاب تحریري رہتا ہی حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ نے اس کو پسند کیا اور عقیل ابن ابي طالب اور مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم کو بطور منشي کے مقرر کیا اور سب کے نام لکھنے کا اُن کو حکم دیا اور یہہ کام حضرت عمر رضی الله تعالی عنہ نے سنہ ۲۰ ھجري کے محرم مہینے میں کیا *

دوسرا کام جو اُنھوں نے کیا وہ تاریخ ھجري کا جاري کرنا ہی کہ اس کا پہلے اُن کے رواج نہ تھا *

تیسرا کام ان کا خزانہ کا مقرر کرنا ہی جسکو ہمارے اصطلاح شرعي میں بیت المال کہتے ہیں *

چوتھا کام اُن کا تقسیم اختیارات اور عہدوں کا ہی اس سے پہلے جو کام ہوتا تھا وہ ایک ہي شخص کرتا تھا مگر بخیال اس کے کہ اس میں چند قباحتیں نظر آئیں اس کو بدل دیا اور تین قسم کے تین عہدہ دار مقرر کیئے — ایک امیر جس کے تعلق انتظام کل امور ریاست کا ہوتا تھا اور جس کے اختیار میں فوج رہتي تھي — دوسرا قاضي جسکا کام انفصال خصومات اور تصفیہ حقوق تھا — تیسرا تحویلدار جسکي سپردگي میں خزانہ رہتا تھا اور ایک کو دوسرے کے کام سے کچھہ تعلق نہ تھا *

پانچواں کام اُن کا جو سننے والے کو متعجب کرتا ہی مقرر کرنا قواعد خراج اور محصول کا تھا *

محصول لینے کے چند طریقے رکھے گئے تھے ایک جزیہ اگر وہ فرضامندی دینے والے کے ٹھہرتا تو اُس میں کمی بیشی نہوتی ورنہ بشرح مختلف لیا جاتا مگر چار درم ماہواری سے زیادہ نہیں *

دوسرا محصول مال تجارتی پر جسکی شرح یہہ تھی ذمیوں سے پانچ روپیہ سیکڑا اور حربیوں سے دس روپیہ سیکڑا لیکن یہہ محصول سالانہ ہوتا تھا اگر وہ مال سال بھر میں چند مرتبہ آوے تو بھی کبھی اُس سے نہ لیا جاتا تھا اور اگر کوئی تحصیل کنندہ غلطی سے لیتا تو وہ واپس کردیا جاتا جیسا کہ ایک عیسائی تاجر کو بھیر دیا گیا *

تیسرا محصول زمین کا اِس محصول کے اُس وقت باقاعدہ مقرر ہونے پر لوگوں کو تعجب ہوگا کہ وہ فی جریب شرح مقرر پر بعد پیمایش اراضی کے اکثر جگہہ لیا جاتا تھا چنانچہ جب ملک عراق کا فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے حکم دیا کہ اُس زمین کی پیمایش کی جاے چنانچہ عثمان ابن ضیف اور حذیفہ ابن یمان اِس کام پر مقرر ہوئے بعد پیمایش کے معلوم ہوا کہ نل اراضی تین کرور ساٹھہ لاکھہ جریب ہی اُسپر موافق حیثیت پیداوار اراضی کے شرح مقرر کی گئی عامہ شہبی لکھتے ہیں کہ وہ شرح یہہ تھی *

اراضی قابل زراعت پر فی جریب	...	ایک درم سالیانہ
ترکاری کی زمین پر فی جریب	...	پانچ درم سالیانہ
انگور اور چھوہارے کی زمین پر فی جریب	...	دس درم سالیانہ

اور یہہ صرف عراق میں جاری نہیں ہوا بلکہ شام اور دیگر جزائر میں بھی اِسی طور پر کیا گیا لیکن سب ملک مقبرضہ میں اِسکا رواج نہیں ہونے پایا محصول کے تحصیل کرنے میں نہایت آسانی کا حکم تھا اور تکلیف جسمانی دینے کی سخت ممانعت تھی چنانچہ ایک مرتبہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے وقت مراجعت سفر شام کے دیکھا کہ ایک قوم کی قوم کو تحصیل کرنے والے محصول کے ستاتے ہیں آپ نے اُنکو چھوڑا دیا اور فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہی کہ جو لوگ دنیا میں عذاب دیتے ہیں وہ قیامت میں عذاب کیئے جاوینگے * ۔

جو ملک فتح کیا جاتا اور مصالحہ کیا جاتا تو یہہ شرطیں عہدنامہ میں داخل ہوتیں *

اول خراج کی تفصیل *

دوسرے جو مسلمان اُنکے ملک میں گذرے اُسکی تین † روز تک مہمانی کرنا *

تیسرے راہ بتلانا *

چوتھے دشمنوں سے سازش نہ کرنا *

پانچویں مجرم کو پناہ نہ دینا *

چھٹا کام اُنکا زمین کی آبادی میں سعی کرنا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے عام حکم دیا تھا کہ جو زمین بنجر کو مزروعہ کرے وہ زمین اُسیکی ہو جاویگی غرض اِس حکم سے یہہ تھی کہ لوگ زراعت کرنے لگیں *

ساتواں کام اُنکا شہروں کی آبادی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اُس جگہہ پر جہاں اب بصرہ شہر آباد ہی بنیاد آباد کرنے کی ڈالی اور بصرہ کو آباد کیا اِس لیئے کہ وہ مقام ایسا تھا کہ جہاں جہاز اور کشتیاں مجتمع اور ہند کی لنگر کرتی تھیں بنظر حفاظت ملک کے دشمنوں سے اور بنظر فائدہ تجارت کے اِس شہر کو آباد کیا اور وہاں ایک فوج کی چھاؤنی مقرر کی *

دوسرا کوفہ بھی آباد کیا ہوا اُنکا ہی اُسکے آباد کرنے کا یہہ سبب ہی کہ جب مسلمان شہر مداین میں بہت سے ہوگئے تو وہاں کی آب و ہوا بگڑگئی اور لوگ بیمار ہوگئے تب سعد ابن وقاص کو عمدہ جگہہ تلاش کرنے پر مقرر کیا اور شہر کوفہ آباد کرایا اِس شہر میں اول کچی اینٹ کی عمارت اور پھونس کے چھپر کا حکم دیا لیکن پھر اُسمیں پختہ عمارت بنانیکی بھی اِجازت دی *

علاوہ اِن شہروں کے شام اور مصر اور چند جزائر میں شہر آباد کیئے *

آٹھواں کام اُنکا تجارت کی آزادی ہی تمام لوگوں کو بلالحاظ مذہب اور دین کے تجارت کرنے کی اِجازت تھی بلکہ حربیوں کو حکم عام تھا کہ وہ مجاز ہیں کہ دارالاسلام میں آویں اور مسلمانوں سے خرید فروخت کریں مبنیٰ شہر کے حربیوں نے درخواست کی کہ ہمکو عشر لیکر آنیکی اِجازت ہو چنانچہ اُنکو اِجازت دی گئی *

یہہ امور جنکو ہمنے بیان کیا وہ بطور نمونہ کے ہیں اگر حالات تفصیلی لکھے جاویں تو ایک بڑی کتاب ہوجاوے لیکن ہم مسلمانوں کو چاہئیے کہ اسکو نظر غور سے دیکھیں اور ان اصول اور ضوابط کے حال اور وجوہ پر نظر کریں کہ بلحاظ ضرورت اور مناسبت حال زمانہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشروع اور زاہد اور تابع سنت نے کیسے کیسے کام کیئے بلکہ استیعاب میں لکھا ہی کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ امیر شام کو جو کہ ہزار دینار ماہواری پاتے تھے اور ملک شام کی حکومت اُنکے متعلق تھی دیکھا کہ نہایت شان و شوکت اُنکے لشکر میں پائی جاتی ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسکا سبب پوچھا امیر شام نے جواب دیا کہ میں ایسے ملک میں ہوں جہاں دشمن کے جاسوس آتے جاتے ہیں اگر اِس طرح نہ رہوں تو اُنکی آنکھوں

† معلوم نہیں کہ مسلمان اُن لوگوں کے یہاں کا یا اُنکے ساتھہ کھانا کھاتے تھے یا خشک سیدھا لیا کرتے تھے -

میں عزت ٹھہرے آپ نے جواب دیا کہ خیر نہ میں منع کرتا ہوں نہ اِسکي اِجازت دیتا ہوں امیر شام نے کہا کہ صاف حکم دینا چاہیئے تب حضرت عمر رضي‌الله عنہ نے جواب دیا کہ کیا کہوں ایسا جواب تمنے دیا کہ میں بند ہو گیا گویا ایک زبردست کے پنجہ میں گرفتار ہوگیا *

ہم اگر اِن اُصول اور احکام پر غور کریں تو ہزاروں نتیجے اُس سے حاصل ہوتے ہیں تعجب ہی مسلمانوں پر کہ اپنے پیشواؤں کے حالات پر غور نہیں کرتے اور اُن سے واقفیت پیدا نہیں کرتے اور دیني اور دنیاوي ذات میں رہنا پسند کرتے ہیں *

اگر ہم ویسي باتوں سے واقفیت حاصل کریں تو ہمکو اپنے دین و مذہب کي حقیقت معلوم ہوجاوے اور تمام مزتیں دیني اور دنیاوي ہمکو نصیب ہوسکیں لیکن افسوس ہی کہ ادبار نے ہمکو غافل کردیا اور غفلت نے ہمکو ذلت کي حالت پر پہونچا دیا حقیقت میں ہمارے اِس ادبار کا کوئي سبب نہیں ہی مگر غفلت مگر غفلت مگر غفلت *

اینهمہ مستي و بیہوشي نہ حد بادہ برد
باحریفان ہرچہ کرد آن نرگس مستانہ کرد

لیکن ہمکو صرف اِس کہنے پر قناعت نہ کرني چاہیئے اُس غفلت کا علاج اور اِس ادبار سے نکلنے کي تدبیر کرني لازم ہی تاکہ ہم خود ادبار کي حالت سے نکلیں اور اپنے بھائیوں کو زبردستي اُس سے نکالیں *

گر نیاید بخوشي موے کشانش آرید

اِس ادبار سے نکلنے کي کوئي تدبیر اِس سے بہتر نہیں ہی کہ اول ہم اِس امر کي تنقیح کریں کہ کونسے کام کرنیکي ہمکو ممانعت شرعي ہی اور کس کي اِجازت اور کس قسم کي پابندي ہمارے پیشواؤں نے جائز رکھي ہی اور کس میں آزادي ہی بعدہ ہم کوئي عملي تدبیر کریں کہ اُس علم سے فائدہ اُٹھاویں *

افسوس ہی کہ بعض ہمارے دوست ہماري اِن باتوں اور اِن تدبیروں کو لغو محض جانتے ہیں بلکہ اُسکو سفسطہ اور جنون سمجھتے ہیں اور ایسے مضمون کے لکھنے والوں اور تدبیروں کے بتانے والوں کو آرٹکلیہ کہتے ہیں اگر ہم اُنکي ان باتوں کو سنیں اور خاموش ہو جاویں تو سوائے اِسکے اور کچھہ نتیجہ نہ نکلے کہ جو تحریک ایسي تحریروں اور تقریروں سے ہوتي ہی وہ بھي نہ ہووے پس سب کے سب ہاتھہ منھہ پر رکھے ہوئے بیٹھے رہیں اور اپني قوم کے ادبار و ذلت کا تماشا دیکھتے رہیں اگر ہمارے دوست ہمکو غلطي پر بھولا ہوا جانتے ہیں وہي کوئي تدبیر مفید ہمکو بتاویں لیکن افسوس ہی کہ نہ وہ کچھہ کرتے ہیں نہ کچھہ کہتے ہیں نہ بتاتے ہیں بجز اِسکے کہ ہمکو مجنون اور دیوانہ اور آرٹکلیہ کہکر اپنا دل خوش کرتے ہیں اور ہمارا دل جلاتے ہیں *

اِس بات کا تو کوئي اِنکار نہیں کرتا کہ ہماري قوم روز بروز ہر بات میں تنزل کرتي جاتي ہی اور ہر لحظہ اور ہر ساعت ادبار اور جہالت میں ترقي کرتي جاتي ہی پھر بھي اُن لوگوں کي خاموشي کو جو کچھہ کرسکتے ہیں ہم کس بات پر محمول کریں اگر ہم دیوانے اور مجنون ہیں خیر ہوں لیکن اُنکي خاموشي اور سکوت کا کیا سبب ہی *

گیرم کہ وقت ذبح طپیدن گناہ من
دانستہ دشنہ تیز نہ کردن گناہ کیست

خدا ہمکو اور ہمارے بھائیوں کو اِس خواب غفلت سے جگاوے اور کچھہ کرنے پر متوجہ کرے وھوولي‌التوفیق و ماتوفیقي الاباللہ *

آثم — مہدي علي تحصیلدار مرزاپور

نمبر ۱۲

انظرالی ماقال ولا تنظرالی من قال

جب کوئي شخص کوئي بات کہتا ہی تو اکثر لوگ خصوص فرقہ مسلمانوں میں سب سے پہلے اِسبات پر نظر کرتے ہیں کہ کہنے والا اُس بات کا کس مذہب اور کس قوم اور نسل کا آدمي ہی اور اُسکي تحقیق یا تلاش میں طبیعت کو بہت کاوش پر پہنچاتے ہیں اور فکر اُسمیں بہت بڑھاتے ہیں اگر اُس کي قوم اور نسل اور مذہب مشہور اُسکا اُنکي مرضي کے موافق ہوتا ہی لیکن جو بات بیان کي گئي ہی وہ اُن کي مرضي کے خلاف ہوتي ہی تو پوري توجہہ اس طرف صرف کرتے ہیں کہ اُس کے مذہبي اعتقاد میں کچھہ نقص نکالا جاوے اور اُس کے خیالات مذہبي پر کچھہ اعتراض کیئے جاویں اور جب کوئي عیب یا نقصان اُس پر اپنے خیالات کے موافق قایم کرلیتے ہیں گو وہ درحقیقت صحیح نہوں تو اس کي بات نہ ماننے کي عمدہ دلیل قرار دیتے ہیں *

جو لوگ ایسا کرتے ہیں حقیقت میں ایسا کرنا خود اُن کا ہي سراسر عیب ہی اس وقت سمجھکو کچھہ گفتگو خاص مذہبي معاملات سے اور دیني خیالات سے نہیں ہی اِنسان ذرا فکر کرنے سے دریافت کرسکتا ہی کہ بہت باتیں (اگر بہت سے کوئي اِنکار کرے تو تھوڑے سے اِنکار نہیں ہوسکتا ہی) طیور اور بہایم میں گو وہ بمقتضاے خلقت کے ہوں اور حکیم مطلق نے اُن کي وضع میں اس کو خلق کیا ہو ایسي پائي گئیں کہ جسکو اِنسان نے جو اشرف‌المخلوقات کہلاتا ہی سیکھا اور حاصل کیا نظیریں اس کي ادنیٰ تامل سے بہت مل سکتي ہیں مگر میں صرف طرف ایک ہي مثال کے اشارہ کرنا کافي جانتا ہوں *

حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں ہابیل اور قابیل کا کہ جنکا ذکر قران مجید میں موجود ہی جب ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو اس کی لاش چھپانے کے لیئے حیران تھا دیکھا اُس نے ایک غراب یعنی کوے کو کہ وہ مٹی میں چھپاتا ہی انسان نے مردوں کو دفن کرنا حقیقت میں اُسی وقت سے سیکھا ہی *

بڑے افسوس کی بات ہی کہ انسان جب کوئی اچھی بات حیران سے حاصل کرے تو اُس وقت نکتہ اُس بات کے حسن پر غور نہ کرے اور جب انسانوں میں سے کوئی بات کوئی شخص بھلائی کی کہے تو اُس پر فاسد خیالات کے باعث عیب لگاویں اور انواع اور اقسام سے نکتہ چینیاں کریں *

زمانہ سلف کے حالات اور تواریخ سے یہہ امر ظاہر ہی کہ جب کسی شخص نے کوئی بات جو اُسوقت کے جمہور یا اکثر کے خلاف تھی (اکثر سے مراد اُس وقت کے عقلاء اور حکماء سے ہی) بیان کی تو اُس کے خلاف پر کیسی کیسی کوششیں نہیں ہوئیں اور اُس کے ابطال پر کیا کیا کچھہ نہیں کیا گیا اور کس کس الفاظ سے اس کو نسبت نہیں دی گئی لیکن حقیقت میں جو کہ وہ بات پختہ مضبوط اور سچی ہوتی تھی تو اُسکی خود مضبوطی اور سچائی نے اسکے مخالفوں کو قائل کردیا اور وہ سب مخالف اپنے خلاف پر مستعد اور آمادہ ہوگئے ہیں *

جب کوئی بات نصیحت یا حکمت کی کہی جاتی ہی تو اُسکی ایسی مثال ہی کہ جیسے کوئی تخم بونے والا کسی زمین میں تخم بکھیرے بعض دانے اُس کے کنارہ راہ پر جا پڑیں اور بعض دانوں کو جانور چگ جائیں اور بعض دانے ایسی سخت اور پتھریلی زمین پر پڑیں کہ دانہ اوگے ہی نہیں اور اگر اوگے تو جڑ اُس کی جب پتھر پر پہنچے خشک ہوجاوے اور بعض دانے ایسی زمین پر پڑیں جہاں خار خسک بھی جمے ہوئے ہوں اور اُس دانہ کے درخت کو خراب کردیں یا اُسپر پھل نہ لانے دیں اور بعض ایسی جگہہ پڑتے ہیں جسکا درخت بارآور ہوتا ہی مثال اُس دانے کی جو کنارہ راہ پر پڑے مثال اُس شخص کی ہی کہ جو بات کان سے سن لے اور دل سے توجہہ اُسپر نکرے اور مثال اُس دانے کی جسکی جڑ کو پتھر خشک کردے مثال اُس شخص کی ہی کہ جو شخص کسی بات کو سنے اور اُس کے دل کو اچھی معلوم ہو مگر اُسبات کو ضبط نکرے اور دل سے بھلا دے اور مثال اُس دانے کی کہ جسکی روئیدگی کو خار خاشاک خواب کردے مثال اُس شخص کی ہی کہ جو شخص کسی بات کو سنکر سمجھہ لے اور اُس کو ضبط بھی رکھے لیکن جب اُس پر عمل کرنے کا وقت ہو تب بسبب خیالات فاسد کے اُس بات کو باطل ٹھہراوے اور مثال اُس دانے کی جو پھل لاوے مثال اُس شخص کی ہی کہ جو کسی بات کو اچھا سمجھکر اُس کو یاد رکھے اور جب وقت آوے اُس پر عمل کرے *

پس آدمی کو لازم ہی کہ جب کوئی بات سنے تو دل سے توجہہ اُس پر کرکے اُسکو ضبط کرے اور خیالات فاسد کو دل سے دور کرے اور اُسوقت اسکے حسن وقبح پر غور کرے جب کوئی قباحت اُس میں نہ پائی جاوے تب لازم ہی کہ اسپر عمل کرے *

العبـــــد الحقیر
مرزا عابد علی عفی اللہ عنہ

نمبر ۱۳

توکل

جن باتوں سے کسی قوم پر ادبار آتا ہی اور تمام ہمتیں پست اور قوتیں سست ہو جاتی ہیں اُن میں جہاں عام رسم و رواج کی پابندی اور جاہلانہ تقلید اور اپنے آپ کو ہمہ داں اور سب سے برتر سمجھنا اور تعصب بیجا اور اور اسی قسم کی خرابیاں شامل ہیں اُن میں ایک حضرت توکل بھی ہیں جن سے خدا پناہ میں رکھے آج کل عرف میں جسکا نام توکل ہی وہ ایک ایسی بیماری ہی جسکا مریض کبھی اچھا ہی نہیں ہوسکتا اور یہہ وہ زہریلا اژدھا ہی جسکا کاٹا پانی نہ مانگے اچھا خاصا صحیح و سالم اور تندرست انسان جسکو خدا نے اشرف المخلوقات بنایا ہی توکل کی شامت سے دن بدن ایسا زار و نحیف ہوتا چلا جاتا ہی کہ پھر اُسکی اصلاح ناممکن ہوجاتی ہی ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہندوستان کے مسلمان بھائی بھی اس آفت میں مبتلا ہیں *

ہندوستان میں ہزاروں مسلمان ہر شہر اور گانو میں ایسے ہیں کہ جب اُن سے مسلمانوں کی اصلاح اطوار و اوضاع میں اس غرض اور نیت سے گفتگو کی جاتی ہی کہ یہاں کے موجودہ مسلمان بھی کیوں اپنی ترقی کی طرف متوجہہ نہیں ہوتے اور کیوں ایسی کوششیں نہیں کرتے جیسے اُنکے اگلوں نے کی تھیں اور جو اب بھی اُنکے بھائی مصر اور ٹرکی بلاد اسلام میں کر رہے ہیں اور جو خراب رسم و رواج ہندوستان کی قدیمی قوموں کی شامت اعمال سے اُن میں مل جل گئے کیوں اُنسے کنارہ کش نہیں ہوتے تاکہ وہ بھی دنیا میں ایک مہذب قوم کہلاویں اور مرنے کے بعد اپنا مقدس اور پاک اور خالص مذہب اپنے ساتھہ لیجاویں اور دونوں جہان کی بھلائی حاصل کریں تو اِن

سب تقریروں کا جواب یہي ملتا ھی کہ "میاں یہہ سب کہنے کي باتیں ھیں کسي کے کہنے سے کچھہ نہیں ھوتا خدا کو اگر منظور ھی کہ مسلمانوں کي عزت ھو تو ھر حال میں اُنکي عزت ھوگي اور اگر اُسکو اُنکا ذلیل ھي کرنا منظور ھی تو لاکھہ کوئي پیروي کرے مگر کیا ھوتا ھی اپنا تو خدا پر توکل ھی" *

اس میں شک نہیں کہ جیسا اُنھوں نے خیال کیا ھی ھوگا وھي

بے رضاے تو یکے برگ نہ جنبد ز درخت

لیکن چونکہ انجام کا حال کسي کو معلوم نہیں اور یہہ بات بھي انسان پر فرض ھوگئي ھی کہ اپنے حال کي اصلاح میں جہاں تک ممکن ھو کوشش سے دریغ نکرے اسلیئے اُن متوکلوں کا یہہ گمان اس بات کے لیئے کافي حجت نہیں ھوسکتا کہ وہ اپني اور اپنے اور بھائیوں کي اصلاح حال میں بھي کوشش نکریں اسلیئے کہ اسکا نام توکل نہیں ھی بالکل یہہ محض ایک دھوکہ ھي دھوکہ ھی مسلمانوں کے مذھب میں ایسے توکل کي کہیں اصل پائي نہیں جاتي اور نہ خدا نے مسلمانوں کو ایسے لغو توکل کي اجازت دي توکل جو مسلمانوں کے مذھب میں ھی وہ یہہ ھی کہ انسان اپني عقل اور طاقت کے موافق اپنے کاموں کي تدبیر کرے اور یہہ یقین کرلے کہ یہہ تمام تدبیریں کارگر اُسي وقت میں ھونگي جب کہ خدا چاھیگا *

پر توکل زانوے اشتر بہ بند

انسان عالم اسباب میں پیدا کیا گیا ھی جہاں تمام کارخانہ ازل سے آخر تک بالکل اسباب پر قایم ھی اور باوجود اسکے کہ خدا تعالی جس کام کو چاھے بغیر اسباب کے موجود کردیوے اُسکي عادت اس عالم میں اکثر اسي طرح جاري ھی کہ تمام کاموں کے واسطے جو اُسکو کرنے منظور ھوتے ھیں مختلف اسباب پیدا کردیتا ھی جسکي بے انتہا مثالیں ھر لحظہ اور ھر ساعت ھماري نظروں کے سامنے سے گذرتي چلي جاتي ھیں پس یہہ تمام نظام عالم ھمکو اسباب پر مائل کرتا ھی کہ اس عالم میں ھمکو بھي جو کام کرنا ھو اول ھم اُسکے اسباب درست کرنے کي فکر کریں اور پھر اُسکے نتیجے کو خدا پر منحصر کریں آدمي کے تمام قوے اور ترکیب اعضا اور حواس اور دل اور دماغ وغیرہ جس طرف خیال کیجیئے سب اسباب پر شاھد ھیں کہ بے شک و شبہہ آدمي کو اپنے ھر کام کا سامان خود درست کرنا چاھیئے اور ایسا نکرنے میں تمام وہ قوتیں عقلي اور جسماني جو خدا نے انسان کو عطا فرمائي ھیں محض باطل اور لغو ھوئي جاتي ھیں جس سے خدا کي صاف ناشکري ٹکلتي ھی پس بلا لحاظ اسبات کے کہ کل کو خدا کیا کریگا آج ھمکو اپنے کاموں کے واسطے سامان درست کرنا چاھیئے *

دیکھو باوجود اسبات کے کہ خدا نے اپنے سچے نبي کي زبان پر اسبات کا وعدہ فرمادیا تھا کہ لوگ کیسے ھي مزاحم کیوں نہ ھوں لیکن یہہ مذھب اسلام مشارق اور مغارب میں روشن ھوکر رھیگا چنانچہ وھي آخر کار ھوا لیکن با ایں ھمہ رسول خدا اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے پھیلانے میں کیسي کیسي کوششیں اور عرق ریزیاں کیں اور کیسي کیسي کٹھن مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلیں جنکا بیان نہیں ھوسکتا اور جو تمام مسلمانوں پر بخوبي روشن ھیں پھر کیا کوئي مسلمان یہہ کہہ سکتا ھی کہ اُن بزرگواروں میں توکل نہ تھا یا اُنکي یہہ کوشش توکل کے منافي تھي نہیں ھرگز نہیں پس ھماري آرزو اور خواھش اپنے ھندوستان کے مسلمان بھائیوں سے یہہ ھی کہ وہ اُس لغو توکل کو دل سے دور کردیں جسکو شیطان نے لوگوں میں اُنکي ھمتیں اور قوتیں پست کردینے کي غرض سے پھیلا دیا ھی اور سچا توکل اختیار کریں اور جو بات اُنکو اپني دنیا اور دین کي بھلائي کي معلوم ھو اُس میں حتی الامکان جان و دل سے کوشش کریں اور تمام تر اپني ھمتوں اور مالي و بدني کوششوں کو اُسي طرف مصروف کریں جس سے مسلمانوں کي قوم اور اُنکے مذھب کا تمام لوگوں کي نظروں میں ایک اعتبار اور وقعت پیدا ھو جاوے اور اسلام کي سچي شعاعوں سے تمام ھندوستان منور ھو جاوے اور جس طرح اُنکے بھائي ٹرکي میں اور مصر میں قومي ترقي اور قومي فخر اور قومي عزت اور امتیاز حاصل کرنے میں کوشش کر رھے ھیں وہ بھي اُس سے غافل نرھیں *

و علی اللہ فلیتوکل المتوکلون ربنا آتنا في الدنیا حسنۃ و في الآخرۃ حسنۃ

و قنا عذاب النار آمین ثم آمین الھم آمین

راقم
مشتاق حسین

بمقام علیگڈھ — مطبع علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باھتمام
منشي محمد مشتاق حسین شایع ھوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد اول] ۲۰ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۷ ھجری [نمبر ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جسقدر روپیہ بابت اِس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسي خاص شخص کي ملکیت نہوگا بلکہ اِس پرچہ کے اجرا و ترقي میں صرف کیا جاویگا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھہ روپیہ سالانہ پیشگي بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا *

علاوہ اِس کے جو شخص کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن دے وہ بشکریہ گذاري تمام لیا جاویگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضاے مضامین ہوگا چھپا کریگا قیمت في پرچہ دو آنہ اور مع محصول تین آنہ ہوگي مگر خریداروں کو کم سے کم تیس روپیہ قیمت اور ایکروپیہ آٹھہ آنہ محصول جملہ چار روپیہ آٹھہ آنہ پیشگي بھیجنے ہونگے *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو في پرچہ چار آنہ قیمت اور ایک آنہ محصول دینا ہوگا *

ممبروں کو بلا قیمت یہہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھي بلا قیمت جسکر وہ چاہیں اختیار ہوگا *

اِس پرچہ میں بجز مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھہ مندرج نہوگا *

مضمون نمبر ۱۴

آزادي راے

ہم اپنے اِس آرٹکل کو ایک بڑے لایق اور قابل زمانہ حال کے نیاسوف کي تحریر سے اخذ کرتے ہیں — راے کي ازادي ایک ایسي چیز ہی کہ ہر ایک انسان اُسپر پورا پورا حق رکھتا ہی فرض کرو کہ تمام آدمي بجز ایک شخص کے کسي بات پر متفق الراے ہیں مگر صرف وہي ایک شخص اُنکے برخلاف راے رکھتا ہی تو اُن تمام آدمیوں کو اُس ایک شخص کي راے کو غلط ٹھہرانے کے لیئے اُس سے زیادہ کچھہ استحقاق نہیں ہی جتنا کہ اُس ایک شخص کو اُن تمام آدمیوں کي راے کے غلط ثابت کرنے کا (اگر وہ ثابت کرسکے) استحقاق حاصل ہی کوئي وجہہ اِسبات کي نہیں ہی کہ پانچ آدمیوں کو تو بمقابلہ پانچ آدمیوں کي راےوں کے غلط ٹھہرانے کا استحقاق ہو اور ایک آدمي کو بمقابل ان آدمیوں کے یہہ استحقاق نہو راے کي غلطي آدمیوں کي تعداد کي کمي بیشي پر منحصر نہیں ہی بلکہ قوت استدلال پر منحصر ہی جیسیکہ یہہ بات ممکن ہی کہ نو آدمیوں کي راے بمقابلہ ایک شخص کے صحیح ہو

ویسے ھی یہہ بھی ممکن ھی کہ ایک شخص کی رائے بمقابل دو کے صحیح ھو *

رایوں کا بند رھنا خواہ بسبب کسی مذھبی خوف کے اور خواہ بسبب اندیشہ برادری و قوم کے اور خواہ بدنامی کے ڈر سے اور یا گورنمنٹ کے ظلم سے نہایت ھی بری چیز ھی—اگر رائے اِس قسم کی کوئی چیز ھوتی جسکی قدر و قیمت صرف اُس رائے والے کی ذات ھی سے متعلق اور اُسی میں محصور ھوتی تو رایوں کے بند رھنے سے ایک خاص شخص کا یا معدودے چند کا نقصان متصور ھوتا مگر رایوں کے بند رھنے سے تمام انسانوں کی حق تلفی ھوتی ھی اور کل انسانوں کو نقصان پھونچتا ھی اور نہ صرف موجودہ انسانوں کو بلکہ اُنکو بھی جو آیندہ پیدا ھونگے *

اگرچہ رسم و رواج بھی اُسکے برخلاف رایوں کے اظہار کے لیئے ایک بھت قوی مزاحم کار گنا جاتا ھی لیکن مذھبی خیالات مخالف مذھب رائے کے اظہار اور مشتہر ھونیکے لیئے نہایت اقوے مزاحم کار ھوتے ھیں اِس قسم کے لوگ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ اُس مخالف رائے کا ظاھر ھونا اُنکو ناپسند ھوا ھی بلکہ اُسی کے ساتھہ جوش مذھبی اوصنڈ اتا ھی اور عقل کو سلیم نہیں رکھتا اور اُس حالت میں اُنسے ایسے افعال و اقوال سرزد ھوتے ھیں جو اُنھیں کے مذھب کو جسکے وہ طرفدار ھیں مضرت پھونچاتے ھیں وہ خود اِسبات کے باعث ھوتے ھیں کہ مخالفوں کے اعتراض لا معلوم رھیں — وہ خود اسبات کے باعث ھوتے ھیں کہ بسبب پوشیدہ رھنے اُن اعتراضوں کے اُنھیں کے مذھب کے لوگ اُنکے حل پر متوجہ نہوں اور مخالفوں کے اعتراض بلاتحقیق کیئے اور بلا دفع کیئے باقی رہ جاویں — وہ خود اسبات کے باعث ھوتے ھیں کہ اُنکی آیندہ نسلیں بسبب نا تحقیق باقی رھجانے اُن اعتراضوں کے جسوقت اُن اعتراضوں سے واقف ھوں اُسیوقت مذھب سے منحرف ھوجاویں — وہ خود اِسبات کے باعث ھوتے ھیں کہ وہ اپنی نادانی سے تمام دنیا پر گویا یہہ بات ظاھر کرتے ھیں کہ اُس مذھب کو جس کے وہ پیرو ھیں مخالفوں کے اعتراضوں سے نہایت ھی اندیشہ ھی اگر اُنھی کے مذھب کا کوئی شخص بغرض حصول اغراض مذکورہ اُنکا پھیلانا چاھیئے تو خود اُسکو معترض کی جگھہ تصور کرتے ھیں اور اپنی نادانی سے درست کو دشمن قرار دیتے ھیں *

کیا عمدہ رائے اُس فیلسوف کی ھی کہ " کسی رائے کے حامیوں کا اُس رائے کے برخلاف رائے کے مشتہر ھونے میں مزاحمت کرنے سے خود اُن حامیوں کا یہ نسبت اُنکے مخالفوں کے زیادہ تر نقصان ھی اسلیئے کہ اگر وہ رائے صحیح و درست ھو تو اُسکی مزاحمت سے غلطی کے بدلے صحیح بات حاصل کرنے کا موقع اُنکے ھاتھہ سے جاتا ھی اور اگر وہ غلط ھی تو اسبات کا موقع باقی نہیں رھتا کہ غلطی اور صحت کے مقابلہ سے جو صحت کو زیادہ استحکام اور اُسکی سچائی زیادہ تر دلوں پر موثر ھوتی ھی اور اُسکی روشنی دلوں میں بیٹھہ جاتی ھی اُس نتیجہ کو حاصل کریں جو فی الحقیقت نہایت عمدہ فائدہ ھی "*

کچھہ شبہہ نہیں ھی کہ عموماً مخالف اور موافق رایوں کا پھیلنا اور منتشر ھونا خواہ وہ دینی معاملہ سے علاقہ رکھتی ھوں یا دنیوی معاملہ سے نہایت ھی عمدہ اور مفید ھی دونوں قسم کی رایوں پر جدا جدا غور کرنے کا موقع ملتا ھی کہ اُن میں سے کونسی بہتر ھی یا اُن دونوں کی تائید ایسے دلایل سے ھوتی ھی جو جداگانہ ھر ایک کے مناسب ھیں ھمکو اسبات کا کبھی یقین کامل نہیں ھوسکتا کہ جس رائے کی مزاحمت میں یا بند رھنے میں ھم کوشش کرتے ھیں وہ غلط ھی ھی اور اگر یقین بھی ھو کہ وہ غلط ھی تو بھی اُسکی مزاحمت اور اُسکا انسداد برائی سے خالی نہیں *

فرض کرو کہ جس رائے کا بند کرنا ھم چاھتے ھیں حقیقت میں وہ رائے صحیح و درست ھی اور جو لوگ اُسکا انسداد چاھتے ھیں وہ اُسکی درستی اور صحت سے منکر ھیں مگر غور کرنا چاھیئے کہ وہ لوگ یعنی اُس رائے کے بند کرنے والے ایسے نہیں ھیں جنسے غلطی اور خطا ھونی ممکن ٹھہرے تو اُنکو اسبات کا حق نہیں ھی کہ وہ اُس خاص معاملہ کو تمام انسانوں کے لیئے خود فیصل کرلیں اور اور شخصوں کو اپنی رائے کام میں لانے سے محروم کردیں کسی مخالف رائے کی سماعت سے اس وجہہ سے انکار کرنا کہ ھمکو اُسکے غلط ھونے کا یقین ھی گویا یہہ کہنا ھی کہ ھمارا یقین یقین کامل کا رتبہ رکھتا ھی اور اُسپر بحث و گفتگو کی ممانعت کرنا انبیا سے بھی بڑہ کر اپنا رتبہ ٹھہرانا ھی اور اپنے تئیں ایسا سمجھنا ھی کہ ھم سے سہو و خطا کا ھونا ناممکن ھی *

انسانوں کی سمجھہ پر بڑا افسوس ھی کہ جسقدر کہ وہ اپنے خیال و قیاس میں اپنے سے اس مشہور مقولہ کی سند پر کہ " الانسان مرکب من الخطاء والنسیان " سہو و خطا کا ھونا ممکن سمجھتے ھیں اُسقدر اپنی رایوں اور اپنی باتوں کے عمل در آمد میں نہیں سمجھتے اُنکی عملی باتوں سے اُسکی قدر و منزلت نہایت ھی خفیف معلوم ھوتی ھی گو خیال و قیاس میں اُسکی کیسی ھی بڑی قدر و منزلت سمجھتے ھوں — اگرچہ سب اسبات کا اقرار کرتے ھیں کہ ھم سے سہو و خطا ھونی ممکن ھی مگر بہت ھی کم آدمی ایسے ھونگے جو اُسکا خیال رکھتا اور از روے عمل کے بھی اُسکی احتیاط کرنا ضرور سمجھتے ھوں اور عملی طور پر اسبات کو تسلیم کرتے ھوں کہ جس رائے کی صحت کا اُنکو خوب یقین ھی شاید وہ اُسی سہو و خطا کی مثال ھو جسکا ھونا وہ اپنے سے ممکن سمجھتے ھیں *

جو لوگ کہ دولت یا منصب اور حکومت یا علم کے سبب غیر محدود تعظیم و ادب کے عادی ہوتے ہیں وہ تمام معاملات میں اپنی رایوں کے صحیح ہونے پر یقین کامل رکھتے ہیں اور اپنے میں سہو و خطا ہونے کا احتمال بھی نہیں کرتے اور جو لوگ اُن سے کسیقدر زیادہ خوش نصیب ہیں یعنی وہ کبھی کبھی اپنی رایوں پر اعتراض اور حجت اور تکرار ہوتے ہوئے سنتے ہیں اور کچھہ کچھہ اِسبات کے عادی ہوتے ہیں کہ جب غلطی پر ہوں تو متنبہہ ہونے پر اُسکو چھوڑ دیں اور درست بات کو مان لیں اگرچہ اُن کو اپنی ہر ایک رائے کی درستی پر یقین کامل تو نہیں ہوتا مگر اُن رایوں کی درستی پر ضرور یقین ہوتا ہی جنکو وہ لوگ جو اُن کے اِرد گرد رہتے ہیں یا ایسے لوگ جنکی بات کو وہ نہایت ادب و تعظیم کے قابل سمجھتے ہیں اُن رایوں کو تسلیم کرتے ہیں — یہہ ایک قاعدہ کلیہ ہی کہ جو شخص جسقدر اپنی ذاتی رائے پر اعتماد نہیں رکھتا وہ شخص اُسیقدر دنیا کی رائے پر عموماً زیادہ تر اعتماد رکھتا ہی جسکو بعضی اصطلاحوں میں جمہور کی رائے یا جمہور کا مذہب کہا جاتا ہی *

مگر یہہ بات سمجھنی چاہیئے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک دنیا سے یا جمہور سے کیا مراد ہوتی ہی ہر ایسے شخص کے نزدیک دنیا سے اور جمہور سے وہ چند اشخاص معدود مراد ہوتے ہیں جنسے وہ اعتقاد رکھتا ہی یا جنسے وہ ملتا جلتا ہی مثلاً اُسکے دوستوں یا ہم رایوں کا فریق یا اُسکی ذات برادری کے لوگ یا اُسکے درجہ و رتبہ کے لوگ پس اُسکے نزدیک تمام دنیا اور جمہور کے معنی اُنہی میں ختم ہوجاتے ہیں اور اِس لیئے وہ شخص اس رائے کو دنیا کی یا جمہور کی رائے سمجھکر اُس کی درستی پر زیادہ تر یقین کرتا ہی — اِس ہیئت مجموعی رائے کا جو اعتماد اور یقین اُس کو زیادہ ہوتا ہی اور ذرا بھی اُس میں لغزش نہیں آتی اُس کا سبب یہہ ہی ہوتا ہی کہ وہ اِسبات سے واقف نہیں ہوتا کہ اُس کے زمانہ سے پہلے اور زمانوں کے اور ملکوں کے اور فرقوں کے اور مذہبوں کے لوگ اُس میں کیا رائے رکھتے تھے اور اب بھی اور ملکوں اور فرقوں اور مذہبوں کے لوگ کیا رائے رکھتے ہیں ایسے شخص کا یہہ حال ہوتا ہی کہ وہ اِسبات کی جوابدہی کو کہ درحقیقت وہ راہ راست پر چلتا ہی اپنی فرضی دنیا یا جمہور کے ذمہ ڈالتا ہی پس جو کچھہ اُس کی رائے یا اُس کا حال ہر کچھہ بھی اعتبار اور یقین کے لایق نہیں ہی اِسلیئے کہ جن وجوہات سے وہ شخص بسبب مسلمان خاندان میں پیدا ہونے کے اِسرقت بڑا مقدس مسلمان ہی اُنھی وجوہات سے اگر وہ عیسائی خاندان یا ملک یا بت پرست خاندان یا ملک میں پیدا ہوتا تو وہ بھلا چنگا عیسائی یا بت پرست ہوتا وہ مطلق اِسبات کا خیال نہیں کرتا کہ جسطرح کسی خاص شخص کا خطا میں پڑنا ممکن ہی اُسیطرح اُسکی فرضی دنیا اور خیالی جمہور کی تو کیا حقیقت ہی زمانہ کے زمانہ کا اور اُس سے بھی بہت بڑی دنیا کا خطا میں پڑنا ممکن ہی تاریخ سے اور علوم موجودہ سے بطوریہ ظاہر ہی کہ ہر زمانہ میں ایسی ایسی رائیں قایم ہوئیں اور مسلم قرار پائیں جو اُسکے بعد کے زمانہ میں صرف غلط ہی نہیں بلکہ سراسر لغو و مہمل سمجھی گئیں اور یقینا اِس زمانہ میں بھی بہت سی ایسی رائیں مروج ہونگی جو کسی آیندہ زمانہ میں اسیطرح مردود اور نامعقول ٹھہرینگی جیسیکہ بہت سی وہ رائیں جو اگلے زمانہ میں عام طور پر مروج تھیں اور اب مردود ہوگئی ہیں *

اِس تقریر پر یہہ اعتراض ہوسکتا ہی کہ جو لوگ مخالف رائے کو غلط اور مضر سمجھکر اُسکی مزاحمت کرتے ہیں اُس سے اُن کا مطلب اِسبات کا دعوی کرنا کہ وہ غلطی سے آزاد و بری ہیں نہیں ہوتا بلکہ اُس سے اُس فرض کا ادا کرنا مقصود ہوتا ہی جو اُن پر باوصف قابل سہو و خطا ہونے کے اپنے ایمان اور اپنے یقین کے مطابق عمل کرنے کا ہی اگر لوگ اس وجہہ سے اپنی رایوں کے موافق کاربند نہوں کہ شاید وہ غلط ہوں تو کوئی شخص اپنا کوئی کام بھی نہیں کر سکتا — لوگوں کا یہہ فرض ہی کہ حتی‌المقدور اپنی نہایت درست رائیں قایم کریں اور بغور اُن کو قرار دیں اور جب اُنکی درستی کا بطوریہ یقین ہو جاوے تو اُس کے مخالف رایوں کے رد کرنے اور مزاحمت کرنے میں کوشش کریں — آدمیوں کو اپنی استعداد و قابلیت کو نہایت عمدہ طور سے بوتنا چاہیئے یقین کامل کسی امر میں نہیں ہو سکتا مگر ایسا یقین ہو سکتا ہی جو انسان کے مطالب کے لیئے کافی ہو — انسان اپنی کارروائی کے لیئے اپنی رائے کو درست و صحیح سمجھہ سکتے ہیں اور اُن کو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے اور وہ اِس سے زیادہ اَور کوئی بات اُس صورت میں اختیار نہیں کرنے جب کہ وہ خواب آدمیوں کو ممانعت کرتے ہیں کہ ایسی رایوں کے شایع کرنے سے جو اُن کے نزدیک فاسد اور مضر ہیں لوگوں کو خراب یا بد اخلاق یا بد مذہب نکریں *

مگر مخالف رائے کے بند کرنے میں صرف اتنا ہی نہیں ہوتا کہ اُنھوں نے اپنے تئیں قابل سہو و خطا سمجھہ کر اپنے ایمان اور اپنے یقین کے موافق عمل کیا ہی بلکہ اُس سے بہت زیادہ کیا جاتا ہی اس بات میں کہ ایک رائے کو اس وجہہ سے صحیح سمجھا جاوے کہ اُس پر اعتراض و حجت کرنے کا ہر طرح پر لوگوں کو موقع دیا گیا اور اُس کی تردید ٹھہر سکی اور اس بات میں کہ ایک رائے کو اس وجہہ سے صحیح مان لیا گیا کہ اُس کی تردید کی کسی کو اجازت نہیں ہر ایک زمین اور آسمان کا نرق ہی پس مخالف رایوں کو

مزاحمت کرنے والے اپنی راے کو اس وجہہ سے صحیح نہیں سمجھتے کہ اُسکی تردید نہیں ہو سکی بلکہ اس لیئے صحیح ٹھہراتے ہیں کہ اُسکی تردید کی اجازت نہیں ہوئی حالانکہ جس شرط سے ہم بطور جائز اپنی راے کو عمل درآمد ہونے کے لیئے درست قرار دے سکتے ہیں وہ صرف یہی ہی کہ لوگوں کو اس بات کی کامل آزادی ہو کہ وہ اُس راے کے برخلاف کہیں اور اُس کو غلط ثابت کریں اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہی کہ انسان جس کے قواے عقلی اور اَوْر قوی کامل نہیں ہیں اپنے آپ کو راہ راست ہونے کا یقین کر سکے اہل مذاہب جو صرف اپنے معتقد فیہ کی پیروی ہی کو راہ راست سمجھتے ہیں جب تک کہ وہ بھی اس بات پر مباحثہ اور اظہار راے کی اجازت نہ دیں کہ جس طرح پر اُن کا عمل در آمد اور چال چلن یا اعتقاد اور خیال ہی وہ صحیح طور سے اُن کے معتقد فیہ کی پیروی ہی یا نہیں اُس وقت تک وہ بھی اپنے آپ کو راہ راست پر ہونے کا یقین نہیں کر سکتے *

انسان کی پچھلی حالتوں کو موجودہ حالتوں سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوتا ہی کہ ہر زمانہ میں انسانوں کا یہی حال ہی کہ سو میں سے ایک ہی شخص اس قابل ہوتا ہی کہ کسی دقیق معاملہ پر راے دے اور ننانوے شخص اُس میں راے دینے کی لیاقت نہیں رکھتے مگر اُس ایک آدمی کی راے کی عمدگی بھی صرف اضافی ہوتی ہی اس لیئے کہ اگلے زمانہ کے لوگوں میں اکثر آدمی جو سمجھہ بوجھہ اور لیاقت میں مشہور تھے ایسی رائیں رکھتے تھے کہ جن کی غلطی اب بخوبی روشن ہو گئی ہی بہت سی ایسی باتیں اُنکو پسندیدہ اور اُنکے عمل در آمد تھیں جنکو اب کوئی بھی ٹھیک اور درست نہیں سمجھتا اور اِس سے ثابت ہوتا ہی کہ اِنسانوں میں ہمیشہ معقول راییں اور پسندیدہ راییں کو غلبہ رہتا ہی مگر اسکا سبب بجز اِنسان کی عقل و فہم کی ایک عمدہ صفت کے جو نہایت ہی پسندیدہ ہی اور کوئی نہیں اور وہ صفت یہہ ہی کہ اِنسان کی غلطیاں اصلاح کی صلاحیت رکھتی ہیں یعنی اِنسان اپنی غلطیوں کو مباحثہ اور تجربہ کے ذریعہ سے درست کرلینے کی قابلیت رکھتا ہی پس انسان کی راے کی بتمامہ قوت اور قدر و منزلت کا حصر اِس ایک بات پر ہی کہ جب وہ غلط ہو تو صحیح کی جاسکتی ہی مگر اُسپر اعتماد اُسیوقت کیا جاسکتا ہی جبکہ اُسکے صحیح کرنے کے ذریعے ہمیشہ برتاؤ میں رکھے جاویں — خیال کرنا چاہیئے کہ جس آدمی کی راے حقیقت میں اعتماد کے قابل ہی اُسکی وہ راے اِس قدر و منزلت کو کس وجہہ سے پہونچی ہی — اِسی وجہہ سے پہونچی ہی کہ اُس نے ہمیشہ اپنی طبیعت پر اِس بات کو گوارا رکھا ہی کہ اُسکی راے پر نکتہ چینیاں کی جاویں اور اُس نے اپنا طریقہ یہہ ٹھہرایا ہی کہ اپنے مخالف کی راے کو ٹھنڈے دل سے سنا اور اُسمیں جو کچھہ درست اور واجب تھا اُس سے خود مستفید ہونا اور جو کچھہ اُسمیں غلط اور ناواجب تھا اُسکو سمجھہ لینا اور موقع پر اُس غلطی سے اَوْروں کو بھی آگاہ کردینا ایسا شخص گویا اِس بات کو عملی طور پر تسلیم کرتا ہی کہ جس طریقہ سے اِنسان کسی معاملہ کے کل مدارج کو جان سکتا ہی وہ صرف یہہ ہی کہ اُسکی بابت ہر قسم کی راے کے لوگوں کی گفتگو کو سنے اور جن جن طریقوں سے ہر سمجھہ اور طریقہ اور طبیعت کے آدمی اُس معاملہ پر نظر کریں اُن سب طریقوں کو سوچے اور سمجھے کسی دانا آدمی نے اپنی دانائی بجز اِس طریقہ کے اَوْر کسی طرح پر حاصل نہیں کی — اِنسان کی عقل و فہم کا خاصہ یہی ہی کہ وہ اِس طور کے سوا اَوْر کسی طور سے مہذب اور معقول ہو ہی نہیں سکتی اور صرف اِس بات کی مستقل عادت کے سوا کہ اپنی راے کو اَوْروں کی راییوں سے مقابلہ کرکے اُسکی اصلاح و تکمیل کیا کرے اور کوئی بات اُس پر اعتماد کرنے کی وجہہ متصور نہیں ہوسکتی اِس لیئے کہ اِس صورت میں اُس شخص نے لوگوں کی اُن تمام باتوں کو جو اُسکے برخلاف کہہ سکتے تھے بخوبی سنا اور تمام معترضوں کے سامنے اپنی راے کو ڈالا اور بعوض اسکے کہ مشکلاتوں اور اعتراضوں کو چھپاوے خود اُسنے جستجو کی اور ہر طرف سے جو کچھہ روشنی پہونچی اُسکو بند نہیں کیا تو ایسا شخص البتہ اِس بات کے خیال کرنے کا استحقاق رکھتا ہی کہ میری راے ایسے شخص یا اشخاص سے جنھوں نے اپنی راے کو اِس طرح پر پختہ نہیں کیا بہتر و فایق ہی *

جس شخص کو اپنی راے پر کسیقدر بھروسا کرنے کی خواہش ہو یا یہہ خواہش رکھتا ہو کہ عام لوگ بھی اُسکو تسلیم کریں اُسکا طریقہ بجز اسکے اَوْر کچھہ نہیں ہی کہ وہ اپنی راے کو عام مباحثہ اور ہر قسم کے لوگوں کے اعتراضوں کے لیئے حاضر کرے اگر تیوٹن صاحب کی حکمت اور ہیئت اور مسئلہ ثقل پر اعتراض اور حجت کرنیکی اِجازت نہوتی تو دنیا اُسکی صحت اور صداقت پر ایسا پختہ یقین نہ کرسکتی جیسا کہ اب کرتی ہی کیا کچھہ مخالفت ہی جو لوگوں نے اُس دانا حکیم کے ساتھہ نہیں کی اور کونسی مذہبی لعن و طعن ہی جو اُس سچے اور سچی راے رکھنے والے حکیم کو نہیں دی گئی مگر غور کرنا چاہیئے کہ اُسکا نتیجہ کیا ہوا — یہہ ہوا کہ آج تمام دنیا کیا دانا اور کیا نادان کیا حکیم اور کیا متعصب اہل مذہب سب اُسیکو تسلیم کرتے ہیں اور اُسیکو سچ جانتے ہیں اور مذہبی عقائد سے بھی زیادہ اُسکی سچائی دلوں میں بیٹھی ہی بغیر آزادی راے کے کسی چیز کی سچائی جہاں تک کہ اُسکی سچائی دریافت ہوئی ممکن ہی دریافت نہیں ہوسکتی

جن اعتقادوں کو ہم نہایت جایز و درست سمجھتے ہیں اُنکے جواز و درستی کی اور کوئی سند اور بنیاد بجز اِسکے نہیں ہوسکتی کہ تمام دنیا کو مختیار دیا جاوے کہ وہ اُنکو بےبنیاد ثابت کریں اگر وہ لوگ ایسا قصد نکریں یا کریں اور کامیاب نہوں تو بھی ہم اُنپر یقین کامل رکھنے کے مجاز نہیں ہیں البتہ ایسی اجازت دینے سے ہمنے ایک ایسا نہایت عمدہ ثبوت اُنکی صحت کا حاصل کیا ہی جو انسانوں کی عقل کی حالت موجودہ سے ممکن تھا کیونکہ ایسی حالت میں ہمنے کسی ایسی بات سے غفلت نہیں کی جس سے صحیح صحیح بات ہم تک نہ پہونچ سکتی ہو اور اگر امر مذکورہ پر مباحثہ کی اجازت جاری رہے تو ہم اُمید کرسکتے ہیں کہ اگر کوئی بات اُس سے بہتر اور سچ اور صحیح نہی تو وہ اُسوقت ہمکو حاصل ہوجاریگی جبکہ انسانوں کی عقل و ہم اُسکے دریافت کرنے کے قابل ہوگی اور اس اثناء میں ہم اسبات کا یقین کرسکتے ہیں کہ ہم راستی اور صداقت کے اسقدر قریب پہونچ گئے ہیں جسقدر کہ ہمارے زمانہ میں ممکن تھا غرضکہ ایک خطاوار وجود جسکو انسان کہتے ہیں اگر کسی امر کی نسبت کسیقدر یقین حاصل کرسکتا ہی تو اُسکا یہی طریقہ ہی جو بیان ہوا اور مسلمانی مذہب کا جو ایک مشہور مسئلہ ہی کہ الحق یعلو ولا یعلی یہہ اُسکی ایک ادنی تفسیر ہی۔*

مگر ایک بہت بڑا دھوکہ ہی جو انسانوں کو اور بعضی دفعہ نیک گورنمنٹوں کو بھی آزادی رائے کے بند کرنے پر مائل کرتا ہی اور وہ مسئلہ سود مندی کا ہی جسکو غلط اور جھوٹا نام مصلحت عام کا دیا گیا ہی و للہ در من قال * برعکس نہندنام زنگی کافور * اور وہ مسئلہ یہہ ہی کہ کسی رائے یا مسئلہ یا عقیدہ کی سچائی اور صحت پر بحث کرنے سے اِس لیئے ممانعت کی جاتی ہی کہ گو وہ فی‌نفسہ کیسا ہی ہو مگر اُس سے عام لوگوں کا پابند رہنا نہایت مفید اور باعث صلاح و فلاح عام لوگوں کا ہی اور فی زمانہا ہندوستان میں اور خصوصاً مسلمانوں میں یہہ رائے بکثرت رائج ہی بلکہ اس گناہ کے کام کو ایک نیک کام تصور کیا جاتا ہی اِس رائے کا نتیجہ یہہ ہی کہ مباحثہ اور رایوں کی آزادی کا بند کرنا اُس مسئلہ یا عقیدہ کی صحت اور سچائی پر منحصر نہیں ہی بلکہ زیادہ تر مفید عام ہونے پر منحصر ہی مگر افسوس ہی کہ ایسی رائے رکھنے والے یہہ نہیں سمجھتے کہ جس سے اُنہوں نے توبہ کی تھی پھر پھراکر پھر قائم ہوجاتا ہی صرف اتنا فرق ہوتا ہی کہ پہلے وہ دوسری ایک بات پر تھا اب وہی دوسری دوسری بات پر ہی یعنی پہلے اُس اصل مسئلہ یا عقیدہ کے سچ ہونے پر تھا اور اب اُسکے مفید عام ہونے پر ہی حالانکہ یہہ‌بات بھی کہ وہ مسئلہ یا عقیدہ مفید عام ہی اِسیقدر بحث و مباحثہ کا محتاج ہی جسقدر کہ وہ اصل مسئلہ یا عقیدہ محتاج ہی *

ایسی رائے رکھنے والے اِس غلطی پر ایک اَور دوسری غلطی یہہ کرتے ہیں جبکہ وہ یہہ کہتے ہیں کہ ہمنے صرف اُسکی اصلیت اور سچائی پر بحث کی ممانعت کی ہی اُسکے مفید عام ہونے کی بحث پر ممانعت نہیں کی اور یہہ نہیں سمجھتے کہ رائے کی صداقت خود اُسکے مفید عام ہونے کا ایک جزو ہی ممکن نہیں کہ ہم کسی رائے کے مفید عام ہونے پر بغیر اُسکی صحت اور سچائی ثابت کیئے بحث کرسکیں اگر ہم یہہ بات جاننی چاہتے ہیں کہ ایا فلاں بات لوگوں کے حق میں مفید ہی یا نہیں تو کیا یہہ ممکن ہی کہ اِس بات پر توجہہ نکریں کہ ایا وہ بات سچ اور صحیح و درست بھی ہی یا نہیں ادنی اور اعلی سب اِسبات کو قبول کرینگے کہ کوئی رائے یا مسئلہ یا اعتقاد جو صداقت اور راستی کے برخلاف ہی دراصل کسیکے لیئے مفید نہیں ہوسکتا *

یہہ تمام مباحثہ جو ہمنے کیا ایسی صورت سے متعلق تھا کہ رائے مروجہ اور تسلیم شدہ کو ہمنے غلط اور اُسکے برخلاف رائے کو جسکا بند رکھنا لوگ چاہتے تھے صحیح و درست فرض کیا تھا اب اسکے برخلاف شق کو اختیار کرتے ہیں یعنی یہہ فرض کرتے ہیں کہ رائے مروجہ اور تسلیم شدہ صحیح ہی اور اُسکے برخلاف رائے جسکا بند کرنا چاہتے ہیں غلط اور نادرست ہی اور اِس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ اُس غلط رائے کا بھی بند کرنا خالی برائی اور نقصان سے نہیں *

ہر ایک شخص کو گو اُسکی رائے کیسی ہی زبردست اور مضبوط ہو اور وہ کیسی ہی مشکل اور ناراضمندی سے اپنی رائے کے غلط ہونے کے امکان کو تسلیم کرے یہہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر اُس رائے پر بخوبی تمام اور نہایت بیباکی سے بے دھڑک مباحثہ نہیں ہوسکتا تو وہ ایک مردہ اور مردار رائے قرار دی جاویگی نہ ایک زندہ اور سچی حقیقت اور وہ کبھی ایسی حق اور سچ بات قرار نہیں پاسکتی جسکا اثر ہمیشہ لوگوں کی طبیعتوں پر رہے *

گذشتہ اور حال کے زمانہ کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ بعضی دفعہ ظالم گورنمنٹوں نے بھی نہایت سچی اور صحیح بات کی رواج پر کوشش کی اِلا اُنکے ظلم نے اُسپر آزادی سے مباحثہ کی اِجازت نہیں دی اور بہت سی ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ نیک اور تربیت یافتہ گورنمنٹ نے نہایت سچی اور صحیح بات کا رواج دینا چاہا اَور لوگوں نے یا تو اِس خیال سے کہ ہمارے مباحثہ اور دلایل کو اُس رائے میں کچھہ مداخلت نہیں ہی یا کوئی التفات نہیں کرتا از خود مباحثہ کر نہیں اُٹھایا یا اپنے وہمی خوف سے یا ارائین

گورنمنٹ کي بدمزاجي کے ڈر سے يا انکي خلاف راے کے کوئي بات نہ کہني مصلحت وقت سمجھہ کر يا يہہ خيال کرکر کہ گورنمنٹ کے يا کسي کے برخلاف بحث کرنا خيرخواهي نہيں هي مباحثہ کو ترک کرديا تو اسکا نتيجہ بجز اسکے اَور کچھہ نہيں هوا کہ اُس تجويز نے کسي کے دلوں ميں مطلق اثر نہيں کيا اور ايک مردہ راے سے زيادہ اور کچھہ رتبہ لوگوں کے دلوں ميں نہيں پايا *

يہہ بات کہ سچي اور درست راے بے مباحثہ و دليل کے بھي طبيعتوں ميں بيٹھہ جاتي هي اور گھر کرليتي هي ايک خوش ايند مگر غلط آواز هي دنيا کو ديکھو کہ گروہ کے گروہ ايک دوسرے کي متناقض راے پر جمے هوئے هيں اور وہ متناقض راييں اُنکے دلوں ميں گھر کيئے هوئے هيں پھر کيا وہ دونوں متناقض راييں سچي اور صحيح هيں هاں اسميں کچھہ شک نہيں کہ بہت سي باتيں بے سمجھے اور بغير دليل کے اور بغير مباحثہ کے لوگوں کے دلوں ميں گھر کر جاتي هيں مگر اُن کا صحيح و درست هونا ضرور نہيں سچ ميں کوئي ايسي اعجازي کرامات نہيں هي کہ وہ از خود دلوں ميں بيٹھہ جاوے اُس ميں جو کچھہ کرامات هي وہ صرف اسيقدر هي کہ مباحثہ کا اُس کو خوف نہيں — سچ راے بھي اگر بلا دليل و مباحثہ دلميں گھر کرلے تو وہ سچي راے نہيں کہلاريگي بلکہ تعصب اور جہل مرکب اُس کا مناسب نام هوگا مگر ايسا طريقہ حق اور سچ بات کے قبول کرنے کا ايک ذي عقل مخلوق کے ليئے جيسا کہ انسان هي شايان نہيں اور نہ يہہ طريقہ راستي و حق کے پہچاننے کا هي بلکہ جو حق بات اِسطرح پر قبول کي جاتي هي وہ ايک خيال فاسد اور باطل هي اور جن باتوں کو حق فرض کرليا هي اُن کا اتفاقيہ قبول کرليا هي *

نہايت سچ اور بالکل سچ تو يہہ بات هي کہ جس شخص نے جو راے يا مذهب اختيار کيا هي وهي شخص اُس کا جوابدہ هي اُس راے کے موجد يا اُس مذهب کے پيشوا اور معلم اور مجتہد کچھہ اُسکے ذمہ دار نہيں هيں مگر مسلمانوں نے اس آفتاب سے بھي زيادہ روشن مسئلہ سے آنکھہ بند کرلي هي اور رومن کيتھلک يعني بت پرست عيسائيوں کا مسئلہ اختيار کيا هي رومن کيتھلک مذهب ميں اُن لوگوں کي جو اُس مذهب پر ايمان رکھتے هيں دو فرقے قرار ديئے گئے هيں ايک تو وہ جو اُس مذهب کے مسايل کو بعد دليل و ثبوت کے قبول کرنے کے مجاز هيں اور دوسرے وہ جنکو صرف اعتماد اور بھروسہ يعني تقليد سے اُن کا قبول کرلينا چاهيئے — اسي قاعدہ کي پيروي سے مسلمانوں نے بھي اپنے مذهب ميں دو فريق قايم کيئے هيں ايک وہ جنهوں نے مسئلہ مسابہ کو بعد ثبوت و تحقيقات اور اقامت دليل تسليم کيا هي اور اُنکا نام بہ اختلاف درجات مجتہد مطلق اور مجتہد في المذهب اور مرجع قرار ديا هي دوسرا وہ جنکو بے سمجھے بوجھے آنکھہ بند کرکر اتکي پيروي کرني چاهيئے اور اُنکا نام مقلد اور اُس فعل کا نام تقليد قرار ديا هي اور اِس سبب سے مخالف راے کي مزاحمت مسلمانوں ميں بہت زيادہ پھيل گئي هي اور وہ اسکو بہ نسبت ايک نہايت عمدہ مگر ابلہ فريب تقرير کرتے هيں اور وہ يہہ کہتے هيں کہ تمام اِنسانوں کو اُن تمام باتوں کا جاننا نہ ضرور هي اور نہ ممکن هي جنکو بڑے بڑے حکيم يا اهل معرفت اور عالم علوم دين جانتے اور سمجھتے هيں اور نہ يہہ هوسکتا هي کہ هرايک عام آدمي ايک ذکي اور دانشمند مخالف کي تمام غلط پيائيوں کو جانے اور اُن کو غلط ثابت کرے يا تردديد کرنے اور غلط ثابت کرنے کے قابل هو بلکہ صرف اتنا سمجھہ لينا کافي هي کہ اُن کے جواب دينے کے لايق هميشہ کوئي نہ کوئي موجود هوگے جنکي بدولت مخالف کي کوئي بات بھي بلا تردديد باقي نہ رهي هوگي بس سيدهي سادهي عقل کے آدميوں کے ليئے يہي کافي هي کہ اُن باتوں کي اصليت سکهلادي جاوے اور باقي وجوهات کي بابت وہ اوروں کي سند پر بھروسا کريں اور جب کہ وہ خود اِسبات سے واقف هيں کہ هم اُن تمام مشکلات کے رفع دفع کرنے کے واسطے کافي علم اور پوري لياقت نہيں رکھتے هيں تو اِسبات کا يقين کرکر مطمئن هوسکتے هيں کہ جو جو مشکلات اور اعتراض پڑے کيئے گئے هيں وہ لوگ اُن سب کا جواب دے چکے هيں يا آيندہ دينگے جو بڑے بڑے عالم هيں *

اِس تقرير کو تسليم کرنے کے بعد بھي راے کي آزادي اور مخالف راے کي مزاحمت سے جو نقصان هيں اُس ميں کچھہ نقصان نہيں لازم آتا کيونکہ اس تقرير کے بموجب بھي يہہ بات قرار پاتي هي کہ آدميوں کو اس بات کا معقول يقين هونا چاهيئے کہ تمام اعتراضوں کا جواب حسب اطمينان ديا گيا هي اور يہہ يقين جب هي هوسکتا هي جبکہ اُس پر بحث و مباحثہ کرنے کي آزادي هو اور مخالفوں کو اجازت هو کہ تمام اپني وجوهات کو جو اُس کے مخالف رکھتے هيں بيان کريں اور اُس مسئلہ کو غلط ثابت کرنے ميں کوئي کوشش باقي نہ چھوڑيں *

اگر تقليد کي گرم بازاري کا جيسيکہ آج کل هي اور آزادانہ مباحثہ کي مزاحمت و عدم موجودگي کا نقصان اور بد اثر در صورتيکہ تسليم شدہ مسئلہ يا قرار دادہ راييں صحيح هوں اسيقدر هوتا کہ اُس مسئلہ يا اُن راييں کي وجوهات معلوم نہيں هيں تو يہہ خيال کيا جا سکتا کہ گو وہ مزاحمت عقل و فہم کے حق ميں مضر هي مگر اخلاق کو تو اُس سے کچھہ مضرت نہيں پہونچتي اور نہ اُس مسئلہ کي يا راييں کي اُس قدر و منزلت ميں کہ اُن سے نہايت عمدہ اثر لوگوں کي خصلتوں پر هوتا هي کچھہ نقصان هي مگر يہہ بات نہيں هي بلکہ اُس سے بہت بڑھ کر نقصان هوتا هي حقيقت يہہ هي کہ مباحثہ اور آزادي راے کي عدم موجودگي ميں صرف مسئلہ يا راييں کي وجوهات

بھی کہ لوگ نہیں بھول جاتے بلکہ اکثر اُس مسئلہ یا رائے کے معنی اور مقصود کو بھی بھول جاتے ہیں چنانچہ جن لفظوں میں وہ مسئلہ یا رائے بیان کی گئی ہی اُن سے کسی رائے یا خیال کا قایم کرنا تک موقوف ہو جاتا ہی یا جو جو باتیں اُن لفظوں سے ابتدا میں مراد رکھی گئیں تھیں اُن میں سے بہت تھوڑی ہی معلوم رہجاتی ہیں اور بعرض اس کے کہ اُس مسئلہ یا رائے کا اعتقاد ہر دم تر و تازہ اور زندہ یعنی موثر رہے اُس کے صرف چند ادھورے کلمے حافظہ کی بدولت باقی رہجاتے ہیں اور اگر اُس کی مراد اور معنی بھی کچھہ باقی رہتے ہیں تو صرف اُن کا پوست ہی پوست باقی رہتا ہی اور مغز و اصلیت نابود ہو جاتی ہی اب ذرا انصاف سے مسلمانوں کو اپنا حال دیکھنا چاہیئے کہ تمام علوم معقول و منقول میں اسی مزاحمت رائے یا تقلید کی بدولت اُن کا در حقیقت ایسا ہی حال ہو گیا ہی یا نہیں *

اس زمانہ تک جس قدر کہ انسان کو تمام مذہبی عقاید اور اخلاقی امور اور علمی مسائل میں تجربہ ہوا ہی اُس سے امر مذکورہ بالا کی صحت ثابت ہوتی ہی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ کسی مذہب یا علم یا رائے کے موجد تھے اُن کے زمانہ میں اور اُن کے خاص مریدوں یا شاگردوں کے دلوں میں تو وہ عقاید یا مسائل طرح طرح کے معنیوں اور مرادوں اور خوبیوں سے بھر پور تھے اور اُن کا اثر بے کم و کاست اُن کے دلوں میں تھا اور اُس کا سبب یہی تھا کہ اُن میں اور اُن کے مخالف رائے والوں میں اس غرض سے بحث و حجت رہتی تھی کہ ایک کو دوسرے کے عقیدہ اور مسئلہ پر غلبہ اور فوقیت حاصل ہو مگر جب اُس کو کامیابی ہوئی اور بہت لوگوں نے اُس کو مان لیا اور بحث اور حجت بند ہوگئی تو اُس کی ترقی بھی ٹھہر گئی اور وہ اثر جو دلوں میں تھا اُس میں بھی جان یعنی حرکت اور جنبش نہیں رہی ایسی حالت میں خود اُس کے حامیوں کا یہہ حال ہوتا ہی کہ مثل سابق کے اپنے مخالفوں کے مقابلہ پر آمادہ نہیں رہتے اور جیسیکہ اُس عقیدہ یا مسئلہ کی پہلے حفاظت کرتے تھے ویسی اب نہیں کرتے بلکہ نہایت جھوٹے غرور اور بیجا استغنا سے بسکون اختیار کرتے ہیں اور حتی‌الامکان اُس عقیدہ اور مسئلہ کے برخلاف کوئی دلیل نہیں سنتے اور اپنے گروہ کے لوگوں کو بھی کفر کے فتووں کے قراوے سے اور جہنم میں جانے کی جھوٹی دھمکی دکھانے سے بچنے سے اور اُسپر بحث کرنے سے جہاں تک ہو سکتا ہی باز رکھتے ہیں اور یہہ نہیں سمجھتے کہ کہیں علموں کی روشنی جو آفتاب کی روشنی کی طرح پھیلتی ہی اور اعتراضوں کی ہوا اگر وہ صحیح ہوں تو کیا اُنکے روکے رک سکتی ہی اور جب یہہ ٹوپی پہنچ جاتی ہی تو اُس عقیدہ یا مسئلہ کا جنکو اُنکے پیشراؤں نے نہایت محنتوں سے قایم کیا تھا زوال شروع ہوتا ہی آسوقت تمام معلم اور مقدس لوگ جو اُس کمبخت زمانہ کے پیشرا گنے جاتے ہیں اسبات کی شکایت کرتے ہیں کہ معتقدوں کے دلوں میں اُن عقیدوں کا جنکو اُنھوں نے برابر قایم قبول کیا ہی کچھہ بھی اثر نہیں پاتے اور باوجودیکہ وہ ظاہر میں اُن عقیدوں اور مسئلوں کو قبول کرتے ہیں مگر اُنکا ایسا اثر کہ اُن کے معتقدوں کا چال چلن اور اخلاق اور عادت اور معاشرت بھی اُن عقیدوں اور مسئلوں کے مطابق ہو مطلق نہیں پاتے مگر افسوس اور نہایت افسوس کہ وہ معلم اور مقدس لوگ اتنا خیال نہیں فرماتے کہ یہہ حال جو ہوا ہی جسکی وہ شکایت کرتے ہیں انھی کی عنایت و مہربانی کا تو نتیجہ ہی اب میں صاف کہتا ہوں اور نہایت بیدھڑک کہتا ہوں کہ یہہ جو کچھہ میں نے بیان کیا اس زمانہ کے مسلمانوں کے حال کا ٹھیک ٹھیک آئینہ ہی *

اب اس حالت کے برخلاف حالت کو خیال کرو یعنی جبکہ آزادی رائے کی قایم رہتی ہی جسکے ساتھہ مباحثہ کا بھی قایم رہنا لازم و ملزوم ہوتا ہی اور ہر ایک حامی کسی عقیدہ یا علمی مسئلہ کا اپنے عقیدہ یا مسئلہ کی وجوہ کو قایم اور غالب رہنے پر بحث کرتا رہتا ہی تو اُسوقت عام لوگ بھی اور سست عقیدہ والے بھی اسبات کو خوب جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ہم کس بات پر لڑ بھڑ رہے ہیں اور ہمارے عقیدہ اور مسئلہ میں اور دوسروں کے عقیدہ اور مسئلہ میں کیا تفاوت ہی اور ایسی حالت میں ہزاروں ایسے آدمی پاے جاوینگے جنھوں نے اُس عقیدہ یا مسئلہ کے اصول کو بخوبی خیال کیا ہوگا اور ہر ڈھنگ و طریقہ سے اُسکو خوب سمجھہ بوجھہ لیا ہوگا اور اُسکے عمدہ عمدہ پہلوؤں کو بخوبی جانچ اور تول لیا ہوگا اور اُنکے اخلاق اور اُنکی عادت اور خصلت پر اُسکا ایسا پورا پورا اثر ہوگا کہ جیسا کہ ایسے شخص کی طبیعت پر ہونا ممکن ہی جس میں وہ عقیدہ یا مسئلہ بخوبی رچ بس گیا ہو — مگر جبکہ وہ عقیدہ ایک موروثی اعتقاد ہو جاتا ہی اور لوگ باپ دادا یا اُستاد پیر کی رسم متبرک کے طور پر قبول کرتے ہیں تو وہ تصدیق قلبی نہیں ہوتی طبیعت اُسکو مردہ دلی سے قبول کرتی ہی اور اسلیئے طبیعت کا میلان اُس عقیدہ اور مسئلہ کے بھلا دینے پر ہوتا ہی یہاں تک کہ وہ عقیدہ یا مسئلہ انسان کے باطن سے بے تعلق ہوجاتا ہی اور صرف اوپر ہی اوپر رہ جاتا ہی اور تمام اخلاق اور عادات اُسکے برخلاف ہوتے ہیں اور ایسے ایسے حالات پیش آتے ہیں جیسے کہ اِس زمانہ میں اکثر پیش ہوتے رہتے ہیں جنسے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ عقیدہ یا مسئلہ طبیعت کے باہر باہر رہتا ہی اور بچاے اسکے کہ وہ دلمیں گھر کرے باہر ہی باہر ایسے خراب

اور کانٹیدار پوست کی مانند لپٹا ہوا ہی جسکے سبب وہ باتیں ظہور میں نہیں آتیں جو اِنسان کے عمدہ عمدہ اوصاف دررنی سے تعلق رکھتی ہیں بلکہ اُس سے اِس قسم کی قوت ظاہر ہوتی ہی جیسے کانٹےدار تھوُر کے درخت کی باڑ سے ہوتی ہی کہ وہ نہ خود اُس گھیری ہوئی زمین کو کچھہ فائدہ دیتا ہی اور نہ اَوْروں کو گل پھول لیجانے اُسمیں لگانے دیتا ہی اور بجز اسکے کہ دل کی زمین کو ہمیشہ خالی اور ویران اور بیکار پڑا رہنے دے اور کچھہ نہیں کرتا *

جو بات بیان ہوئی اُس کی صحت ہرایک مذہب والا اپنے حال پر غور کرنے سے بخوبی جان سکتا ہی ہرایک مذہب والا اپنے مذہب میں کسی نہ کسی کتاب کو مقدس سمجھتا ہی اور بطور قانون مذہب کے تسلیم کرتا ہی مگر باایںہمہ یہہ بات کہنی کچھہ مبالغہ نہیں ہی کہ شاید ہزاروں میں سے ایک اپنی چال چلن کی جانچ اور اس کے بُرے یا بھلے ہونے کی آزمایش اُس مقدس تسلیم شدہ قانون کے بموجب کرتا ہو بلکہ جس چیز کی سند اور پابندی پر وہ کام کرتے ہیں وہ صرف اپنی قوم یا فرقے یا مذہبی گروہ کا رسم و رواج ہوتا ہی نہ اور کچھہ پس حقیقت میں یہہ حال ہوتا ہی کہ ایک طرف تو وہ اخلاقی مسایل کا مجموعہ ہوتا ہی جسکی نسبت وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اُن کی زندگی کے عمل درآمد کے لیئے خدا نے بتایا ہی یا کم سے کم کسی نہایت نیک اور دانا عاقل نا قابل سہو و خطا شخص نے بنایا ہی اور دوسری طرف اُن رسم و رواج اور متعدد رایوں کا مجموعہ ہوتا ہی جو اُس قوم یا فرقہ یا گروہ میں مروج ہوتی ہیں اور اِس پچھلے مجموعہ کی بعض باتیں اُس پہلے مجموعہ کے بالکل مطابق ہوتی ہیں اور بعض کچھہ مطابق اور بعض بالکل برخلاف اور مذہب پر اعتقاد رکھنے والے اُس پہلے مجموعہ کی زبانی تصدیق تو بلا شبہہ کرتے ہیں الا اعملی اطاعت اور رفاقت اور پابندی اُس پچھلے مجموعہ کی کرتے ہیں جسپر روز مرہ اُنکا عمل ہوتا ہی اور جسکا ترک کرنا یا اُسکے برخلاف کوئی کام کرنا نہایت ننگ و عار جانتے ہیں پس یہہ بیقدری جو اُس پہلے مجموعہ کے مسایل کی ہوگئی جسکو وہ خدا کا بتایا ہوا جانتے تھے اسی بات سے ہوگئی کہ اُسکے مسایل اور اصول پر مباحثہ بند ہوگیا اور اس سبب سے انسان کے ایمان سے بےتعلق ہوگیا اور بجاے زندہ عقیدے کے صرف بطور مردہ عقیدہ کے لوگوں کے خیال میں رہ گیا *

اس تقریر پر جو بہت بڑا اور نہایت سخت اعتراض وارد ہوسکتا ہی وہ یہہ ہی کہ صحیح اور درست علم یا تجربہ حاصل کرنے کے لیئے کیا یہہ بات ضرور ہی کہ کبھی رایوں میں اتفاق نہو بلکہ ضرور ہی کہ چند آدمی غلطی پر مصر رہیں تاکہ مباحثہ قایم رہے اور اَوْر لوگ اُنکی بدولت حق بات حاصل کرسکیں کیا دنیا میں غلطیوں کا موجود رہنا صحیح رایوں کے حاصل کرنے کے لیئے لابد ہی جبکہ کسی عقیدہ یا علمی مسئلہ کو عموماً تسلیم کرلیا جاوے تو کیا اُسکی تحقیقات بدل جاتی ہی اور اُسکی تاثیر جاتی رہتی ہی اور کیا کسی مسئلہ یا عقیدہ کا اُسوقت تک اثر نہیں ہوتا یا لوگ اُسکو بخوبی نہیں سمجھتے جب تک کہ کوئی اُسپر شبہہ نکرتا رہے جبکہ انسان کسی حقّ بات کو بالاتفاق قبول کرلیتے ہیں تو کیا اُسکی حقانیت معدوم ہوجاتی ہی اب تک یہہ خیال کیا گیا ہی کہ علم اور عقل کی ترقی کا عمدہ مقصد اور اعلی نتیجہ یہہ ہی کہ تمام انسان اچھی اچھی اور عمدہ عمدہ باتوں میں متفق الراے ہوویں اور وہ اتفاق راے روز بروز زیادہ بڑھتا جاوے پھر کیا علم اور عقل اُسوقت تک باقی رہتی ہی جب تک کہ اُسکا مقصد اور اُسکا نتیجہ حاصل نہو یہہ تو سنا گیا تھا کہ ہر بات کا کمال اُسکے مقصد اور نتیجہ کا حاصل ہونا ہی مگر یہہ نہیں سنا تھا کہ مقصد اور نتیجہ کا حاصل ہوتا ہی اُسکا زوال ہی *

مگر میرا مقصد یہہ نہیں ہی جو اس اعتراض میں بیان ہوا میں قبول کرتا ہوں کہ بلاشبہہ جسقدر انسانوں کی ترقی اور تہذیب ہوئی اُسیقدر مختلف نیہ رائیں اور مسئلے اور عقیدے گھٹتے جارینگے بلکہ آدمیوں کی بہبودی اور بھلائی کا اندازہ بالتخصیص اُنہی حقایق کی تعداد اور مقدار سے ہوسکتا ہی جو غیر متنازعہ نیہ یا حقایق محققہ کے مرتبہ کو پہونچ جاتی ہیں اور اُسکے استحکام کے لیئے انسانوں کی رایوں کا اجتماع اور اتفاق ضروری شرطوں میں سے ہی اور وہ اجتماع اور اتفاق جیسا کہ غلط راے پر ہونا نہایت مضر ہی ویسا ہی صحیح راے پر ہونا نہایت مفید ہی مگر جبکہ ہمکو غلط رایوں پر بھی اجتماع اور اتفاق ہوجانے کا اندیشہ ہی تو ہمکو اُس سے بچنے کی فکر و تدبیر سے غافل رہنا نہیں چاہیئے اور وہ تدبیر یہی ہی کہ آزادی راے اور مباحثہ جاری رہے اگر اس تدبیر کے قایم رہنے کا بسبب عموماً تسلیم ہو جانے اُس مسئلہ یا عقیدہ کے موقع نرہے تو ہمکو اُسکی جگہہ کوئی اور تدبیر قایم کرنی چاہیئے سقراط نے اسی تدبیر کے لیئے فرضی مباحثہ کا طریقہ ایجاد کیا تھا جسکو افلاطون نے نہایت خوبی سے اپنے سوال و جواب میں بیان کیا ہی *

مگر افسوس اور ہزار افسوس کہ اس زمانہ کے مسلمانوں نے بجاے اسکے کہ اُس تدبیر کے قایم رکھنے کا کوئی طریقہ ایجاد کریں اُن تدبیروں کو بھی ضایع کردیا جو سابق میں ایجاد ہوئی تھیں مسلمانوں میں ہر ایک علم کی تحصیل کا مدت سے یہہ حال رہگیا ہی کہ سب کے سب کیا قصہ اور کہانی کی کتابوں کو اور کیا تاریخ اور واقعات گذشتہ کے روزنامچوں کو اور کیا ٹوٹے پھوٹے اگلے زمانہ کے جغرافیہ کو اور کیا لولی لنگڑی انسان کے بدن کی تشریح کو اور کیا دقیانوسی بطلیموسی ہیئت

اور قدیم ریاضي کو اور کیا انسانوں کے اجتہادیات مسایل دیني کو جسکو علم فقہ کہاجاتا ہی اور کیا عام حدیث اور تفسیر کو اس ارادہ سے مطلق نہیں پڑھتے کہ ہمکو اُسکي اصلیت اور حقیقت معلوم ہو بلکہ صرف یہہ ارادہ ہوتا ہی کہ جو کچھہ اُس کتاب میں لکھا ہی خواہ غلط خواہ صحیح وہ ہم جان لیں اگر مباحثہ کیا جاوے تو نہ اسبات پر کہ وہ اصول جو اُس کتاب میں لکھے ہیں صحیح ہیں یا غلط بلکہ اسبات پر کہ اس کتاب میں یہي بات لکھي ہی یا نہیں — اس طریقہ اور عادت نے آزادي راے کو کھودیا اور اُس سیر کو جس سے غلطي میں پڑنے سے حفاظت تھي توڑدیا اُنکے تمام علم و فضل غارت ہوگئے اُنکے باپ دادا کي کمائي جس سے توقع تھي کہ اُنکي اولاد فائدہ اوٹھاویگي سب ڈوب گئي اب جو بڑے بڑے عالم اور فقیہ اور دانا رہ گئے ہیں اُنکا یہہ حال ہی کہ کسي چیز کي حقیقت سے کیا مسایل علمي اور کیا عقاید مذہبي میں کچھہ بھي واقفیت نہیں رکھتے جس شخص سے کسي بات کي حقیقت پوچھو اگر وہ بزاہي عالم ہی تو بجز اِس کے کہ فلاں شخص نے یہہ لکھا ہی اور کچھہ نہیں بتا سکتا تمام علوم کا مزہ اور تمام عقیدوں کا اثر دل سے جاتا رہا پس ازادي راے کے قایم ٹھہنے کے یہہ عمدہ اثر ہیں جنکو ہم اپني آنکھوں سے دیکھتے ہیں *

ازادي راے کے غیر مفید ہونے کے ثبوت میں یہہ بات اکثر پیش کي جاتي ہی کہ ازادي راے سے جسکے ساتھہ مباحثہ لازم و ملزوم ہی کسي راے کے حق یا سچ ہونے کا فیصلہ ممکن نہیں بلکہ ہر ایک فریق کو اپني اپني راے پر اور زیادہ پختگي اور اصرار ہوجاتا ہی میں بھي اِسبات کا اقرار کرتا ہوں اور اِسبات کو تسلیم کرتا ہوں کہ درحقیقت تمام راایوں کا یہہ خاصہ ہی کہ وہ خاص خاص فرقوں کي راائیں ہوجاتي ہیں بحث و مباحثہ کي کمال ازادي سے بھي اُس کا کچھہ تدارک نہیں ہوسکتا بلکہ اُس سے اور زیادتي ہوتي جاتي ہی اور حق کي یہہ کیفیت ہوجاتي ہی کہ بعوض اِس کے کہ لوگ اُسکو سمجھیں اور بوجھیں اِس وجہہ سے اُس کو نہیں سونچتے سمجھتے بلکہ بے سوچے اور سمجھے نہایت زور شور سے رد کرتے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کا قول ہی جنکو وہ اپنا مخالف جانتے ہیں یا اُن سے نفرت رکھتے ہیں۔ مگر یہہ بھي خوب جان لینا چاہیئے کہ آپس میں راایوں کے اختلاف اور مباحثہ سے اُنھي متعصب گروہوں کو جنکے باہم بحث ہوتي ہی چنداں فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اُسکا عمدہ اور مفید اثر اُن لوگوں پر ہوتا ہی جو اُس کے دیکھنے سننے والے ہیں اور جن کي طبیعتوں میں وہ جذبہ و حرارت اور خود غرضي اور طرفداري نہیں ہوتي جیسیکہ اُن مخالف فرقوں کے حامیوں میں ہوتي ہی اور جبکہ رفتہ رفتہ اُي متعصبوں کي بھي حرارت کم ہوجاتي ہی تو جو جو بات ہی وہ اُسکے صحیح ہونے کا اقرار اپنے دل میں یا اپنے خاص دوستوں میں چپکے چپکے کرنے لگتے ہیں گو کہ علانیہ کبھي اُس کا اقرار نکریں *

سچ بات پر سخت سے سخت نزاع کا ہونا کچھہ برائي یا نقصان کي بات نہیں ہی بلکہ اُس کا انسداد بہت بڑے نقصان کي بات ہی جبکہ لوگ طرفین کے دلایل سننے پر مجبور ہوتے ہیں تو ہمیشہ انصاف کي اُمید ہوتي ہی مگر جبکہ وہ صرف یکطرفہ بات سنتے ہیں تو اُس صورت میں غلطیاں سختي پکڑکر تعصب بن جاتي ہیں اور سچ میں بھي سچ کا اثر اس لیئے باقي نہیں رہتا کہ اُس میں مبالغہ ہوتے ہوتے وہ خود ایک جھوٹ بنجاتا ہی — انصاف کي قوت جو انسان میں ہی وہ اُسیوقت بخوبي کام میں آتي ہی کہ ہر ایک معاملہ کے دونوں پہلوؤں کے حامي اور معارن تصفیہ کے وقت روبرو موجود ہوں اور وہ دونوں ایسے زبردست ہوں کہ اپنے اپنے دلائل اور وجوہات کي سماعت پر لوگوں کو گویا مجبور کردیں اور سواے اِسکے اور کوئي صورت حق کے حاصل کرنے کي نہیں ہی *

راے کي ازادي پر ایک اور چیز جسکو لوگ سند کہتے ہیں کبھي کبھي مزاحمت پہونچاتي ہی یہہ اکثر ہوتا ہی کہ بحث کرنے والے اپني اپني تقریر کي تائید میں کسي مشہور شخص کے قول کي سند لاتے ہیں حالانکہ کسي شخص کي سند پر اپني راے کو منحصر رکھنا خود ازادي راے کے برخلاف چلنا ہی اگر ہم کسي کے قول کو صحیح اور سچ سمجھتے ہیں تو اُسکے قول کو پیش کرنا کچھہ مفید نہیں ہی بلکہ ہمکو وہ دلیلیں پیش کرني چاہیئیں جنسے اُس قول کو ہمنے صحیح مانا ہی اگر سقراط و بقراط نے کوئي ایسي بات کہي ہی جو درحقیقت صحیح نہیں ہی تو وہ اُنکے کہنے سے صحیح نہیں ہوجاتے کي اور اگر کسي جاہل نے کوئي صحیح بات کہي ہی تو وہ اِسلیئے کہ جاہل نے کہي ہی غلط نہیں ہوجانے کي کیا عمدہ مسئلہ ہی جسپر ہر انسان کو عمل کرنا چاہیئے مگر افسوس کہ اُسپر نہایت کم عمل ہوتا ہی اور وہ مسئلہ یہہ ہی *

فانظر الی ماقال ولا تنظر الی من قال
و للہ در من قال

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
در نوشد است پند ہر دیوار

راقـــــــــم
سید احمد

نمبر ۱۵

خیر دایم

غالباً تمام دنیا اِس بات کو تسلیم کرتی ھی کہ نیکی بلاشبہہ نیک ھی اور اِسلیئے اِس بات کا ماننا بھی لازم آتا ھی کہ ھمیشہ رھنے والی نیکی سب نیکیوں سے افضل اور اعلے نیکی ھو *

انسانوں میں نیک وھی ھوگا جسنے بہت سی نیکیاں کی ھونگی مگر سب سے زیادہ نیک وھی ھوگا جس نے ایسی نیکیاں کی ھوں جو سب نیکیوں سے افضل اور اعلے ھوں *

مسلمانوں کے عقائد کے مطابق انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام نیک ترین بندگان خدا ھیں اور اِس لیئے ضرور ھی کہ وہ ایسی نیکیوں کے منبع یا مخزن ھوں جو تمام نیکیوں سے اعلی اور افضل ھوں ورنہ ترجیح بلا مرجح ھوگی اِس لیئے ھر ایک انسان کو ایسی نیکی کی جو ھمیشہ رھنے والی ھی تلاش اور تجسس لازم ھی *

بعضوں نے پل اور مسجد چاہ و مہماں سرائے چند روزہ رھنے والی چیزوں کو خیر دایم سمجھا اور بہت بڑی غلطی کی کیونکہ یہہ تمام چیزیں ادنی حوادث سے فنا اور معدوم ھونے والی ھیں اب کہاں ھی وہ چاہ یوسف اور کہاں ھی وہ مسجد اقصی سب معدوم ھوگئیں اور اسیطرح ھزاروں بنینگی اور معدوم ھونگی *

نہایت فہمیدہ اور دقیقہ رس لوگوں نے خیر و خیرات زھد و تقوی اور عبادت کو خیر دایم خیال کیا مگر اِسکی صحت بھی مشتبہہ ھی تمام اعمال حسنہ آنکھہ موندی اور منقطع ھوئے جبکہ انسان موت کی خواب راحت میں استراحت فرماتا ھی تو تمام اعمال حسنہ کا انقطاع ھوجاتا ھی زاھد کی تسبیح ھمہ تن دانہ اشک بنکر روتی ھی کہ وہ کیا ھوا جو مجھکو شمار وظائف سے زندہ رکھتا تھا مصلی محراب مسجد میں چھ پڑا ھاے ھاے کرتا ھی کہ وہ کہاں ھی جو اپنی پیشانی سے مجھہ میں جان تازہ بخشتا تھا منبر فراق واعظ سے دل شکستہ ھی کہ میرا واعظ کہاں ھی ملائکہ مقربین جو اُسکے ذکر و شغل کی مجلس کی خیر و برکت لینے کو آتے تھے اُسکی تلاش میں سرگرداں ھیں اور یہہ یکمشت خاک ھزاروں من مٹی کے نیچے دبے پڑے ھیں نہ اپنی کچھہ کھتے ھیں اور نہ کسیکی سنتے ھیں صرف زبان حال اُن میں باقی ھی سو وہ یہہ کھتی ھی کہ جو ھونا تھا سو ھولیا جو کرنا تھا سو کرلیا *

غرضکہ ھر ایک قسم کی نیکی کو جب خیال کرینگے تو وہ اُسی شخص کی ذات پر منحصر ھوگی اور اُسکی فنا کے ساتھہ ھی منقطع ھوگی اِس لیئے زھد و تقوی عبادت و سخاوت خیر دایم نہیں ھوسکتی *

اگر غور سے دیکھا جاوے اور ٹھیک سمجھا جاوے تو بجز رفاہ عام اور انسان کی بھلائی چاھنے کے اور کوئی نیکی خیر دایم نہیں ھی انسان کی بھلائی نہ نیکی کرنے والے کی موت سے ختم ھوتی ھی اور نہ اُس زمانہ کے انسانوں کے فنا ھونے سے فنا ھوتی ھی بلکہ نسل درنسل اور پشت درپشت آیندہ انسانوں میں چلی آتی ھی اور قیام دنیا تک دایم رھتی ھی اور اِس لیئے صرف وھی ایک نیکی ھی جسکو خیر دایم کہہ سکتے ھیں *

یہی نکتہ تھا جسکے سبب خدا تعالی نے انسان کی بھلائی چاھنے کی خدمت انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کو دی تاکہ برترین بندگان خدا نیک ترین نیکیوں کے منبع اور مخزن ھوں اور خیر دایم اُن سے باقی رھے پس انسان کی بھلائی میں سعی کرنا انبیا کا ورثہ لینا ھی اور تمام نیکیوں میں سے افضل اور اعلی نیکی کا اختیار کرنا پس فلاح عام کے کاموں کو عبادات دینی میں سے نہ سمجھنا اور صرف نوافل اور مندوبات اور تسبیح اور تہلیل ھی کو عبادت سمجھنا بہت بڑی غلطی ھی *

یہہ خیر دایم جسکا میں نے ابھی ذکر کیا اور بھی زیادہ نیک تر اُسوقت ھوجاتی ھی جبکہ اسکی ضرورت ھو اور میں سمجھتا ھوں کہ موجودہ زمانہ میں اور بالتخصیص مسلمانوں کے لیئے اِسکی بہت ضرورت ھی اور اِس لیئے میری خواھش مسلمانوں سے یہہ ھی کہ وہ صرف تسبیح و تہلیل و زھد و تقوے ھی پر تکیہ نفرماویں اور صرف ادائے زکواۃ و قضاے دیون ھی پر اقتصار نکریں بلکہ تھوڑا سا وقت اور دو چار درم رفاہ و فلاح حال مسلمانان کے لیئے بھی نکالیں اور خیر دایم کی نیکی کو بھی حاصل کریں کہ صرف یہی ایک نیکی ھی جو ھمیشہ رھیگی *

راقم
سید احمد ۔

نمبر ۱۶

آپ کام مہا کام

اپنے کرنے کے کام کو گورنمنٹ پر ڈالنا خوب نہیں

بلاشبہہ ھر ایک منصف گورنمنٹ کا یہہ فرض ھی کہ اپنی رعایا کے کاموں میں جہاں تک اُس سے ممکن ھو مدد کرے لیکن یہہ ناممکن ھی کہ رعایا خود اپنی بھلائی کے کاموں میں مطلق کوشش نہ کرے اور

ھوئیک نہو اور وہ تمام ذمہداري گورنمنٹ کے ذمہ رھے اور گورنمنٹ اُسکا سرانجام کرسکے یہہ بات کچھہ ھندوستان ھي کي گورنمنٹ پر منحصر نہیں بلکہ تمام دنیا کي گورنمنٹوں کا یہي حال ھی اور در حقیقت خداوند تعالی نے گورنمنٹ اور رعایا کو دنیا کے قدرتي اِنتظام کے برتاؤ کے واسطے مثل دو ھاتھوں کے بنایا ھی جس ملک کي رعایا ھز طرح پر شایستہ اور تربیت یافتہ اور اپني عادل گورنمنٹ کي خیر خواہ ھی جو میں اپني ھي خیر خواھي اور اپني ھي آزادي اور آرام کي حفاظت ھی اُس ملک کي رعایا کي نسبت اِنصاف سے یہہ کہا جاسکتا ھی کہ وہ ملکي اِنتظام کا داھنا ھاتھہ ھی اور جہاں یہہ بات نہیں ھی اور رعایا کو وہ لیاقت حاصل نہیں وھاں جسقدر ترجیح گورنمنٹ کو دیجاوے وہ سب بجا اور حق بجانب ھی چنانچہ ھندوستان کا حال بھي آج کل ایسا ھي ھورھا ھی اور یہاں لوگوں کي طبیعتیں جسقدر پست اور ھمتیں اِسقدر سست ھورھي ھیں کہ خود اپني بھلائي کے کاموں میں نہایت کم شریک ھوتے ھیں اور ھر قسم کے کام کا دار و مدار بالکل گورنمنٹ پر ھی تعلیم کا سا نازک معاملہ اور اھم مقدمہ لوگوں نے بالکل گورنمنٹ پر منحصر کر رکھا ھی لکھنا سکھاوے تو گورنمنٹ سکھاوے پڑھنا سکھاوے تو گورنمنٹ سکھاوے شفاخانے گورنمنٹ قایم کرے زراعت کي ترقي کے رسیالوں کو صرف یہي نہیں کہ گورنمنٹ موجود اور مہیا کي کردے بلکہ یہہ امید کي جاتي ھی کہ گورنمنٹ اپنے آدمیوں کي ھورنمنٹ ھي ھل بھي چلواوے تخم ریزي بھي وھي کراوے آبپاشي بھي ھي کرے غلہ کو بھي گورنمنٹ ھي کاٹے وھي صاف کرے یہاں تک کہ ھي پیسے اور پکاوے اور نوالہ بنا بنا کر مونھہ میں دیتي جاوے یہي ال علی ھذا القیاس اور دستکاریوں اور ھنر و فنون کا ھو رھا ھی اگر سي کو یہہ واولہ ھوتا ھی کہ اس ملک کے باشندے بھي اور ملکوں کي ي دستکاریاں سیکھیں تو ساتھہ ھي دل میں یہہ خواھش اور گورنمنٹ طرف سے ذھن میں یہہ شکایت پیدا ھوتي ھی کہ گورنمنٹ ھماري لیم کے لیئے ایسے مدرسے اور کارخانے کیوں قایم نہیں کرتي جن میں س قسم کي تعلیم ھو — چھاپہ خانوں کي ترقي اور انکا استحکام اب ي پر رہ گیا ھی کہ گورنمنٹ ھي کتابیں خرید کرے اور گورنمنٹ ھي بار مول لے غرض کہ ھندوستان میں ھمہ اوست و ھمہ ازوست کا صداق لوگوں نے ٹھیک ٹھیک اور بلا تشبیہہ گورنمنٹ کو قرار دے رکھا ں اور گو ھم بشکر گذاري تمام تسلیم کرتے ھیں کہ گورنمنٹ نے جہاں ں ممکن ھوا ان کاموں کو مدد دي ھی اور حتی الامکان اپنے فرض کو کیا ھی لیکن پھر آخر کہانتک گورنمنٹ کي آمدني محدود ھی اسلیئے یہہ مجبوري اُسي قدر ذمہ داري کرسکتي ھی جہاں تک اُس سے کن ھی نہ اُس سے زیادہ *

اِس بات کو بطوریي سمجھہ لینے کے واسطے کیسي عمدہ ایک مثال حال ھي کے زمانہ کي موجود ھی کہ ایک سال گورنمنٹ نے یہہ سمجھکر کہ اھل ھند کا انگلستان میں جانا اور تعلیم پانا نہایت عمدہ بات ھی اور اھل ھند کے لیئے جو خود اپني فلاح کے کاموں سے بیخبر ھیں نہایت نافع ھی پچاس ھزار روپیہ سالانہ اِس غرض سے منظور کیا کہ اُس صرف سے تو آدمي ھرسال مختلف علاقہ ھاے ھندوستان سے انگلستان کو تعلیم کے لیئے جاویں چنانچہ ایسا ھي ھوا اور جو عمدہ نتیجہ اُس سے ظاھر ھوا وہ ظاھر ھی اور کاش اگر چند برس بھي یہہ قاعدہ اور جاري رھتا تو ھر ادنے اور اعلی اُس کے فائدوں کي قدر کو بطوریي پہچاننے لگتا لیکن گورنمنٹ اپنے مقدور سے زیادہ کام نہیں کرسکتي آیندہ برس میں اُسکي آمدني نے اس خرچ کے لیئے کفایت نہ کي اور لاچار اُس نے چند روز کے لیئے یہہ قاعدہ توڑ دیا *

علاوہ اُس کے یہہ بھي دیکھنا چاھیئے کہ گو گورنمنٹ نے ھرطرح رعایا کي بھبودي کے کاموں کے قایم کرنے میں کوشش کي لیکن چونکہ رعایا اُسمیں خاطر خواہ شریک نہیں ھوئي اسلیئے یہہ کہنا کچھہ نامناسب نہوگا کہ گورنمنٹ کو ان کاموں میں جیسي چاھیئے تھي ویسي کامیابي حاصل نہیں ھوئي گورنمنٹ نے مدرسے بنائے شفاخانہ قائم کیئے ٹیکہ کا محکمہ گورنمنٹ نے قایم کیا لیکن لوگوں کي کوشش اور رعایا کي مدد اُس کي طرف کافي نہوئي علی ھذا القیاس اُنھیں باتوں پر اور باتوں کو قیاس کرلینا چاھیئے شاید یہہ کہا جاسکتا ھی کہ ان کاموں کا کامل طور پر نافع نہونا رعایا کي نا فہمي اور تعصب اور جہالت وغیرہ کا سبب ھوا لیکن یہہ بھي ظاھر ھی کہ یہہ جہالت اور تعصب بھي رعایا میں اسیواسطے پیدا ھوا اور ترقي پکڑ گیا کہ ان کاموں کے شروع ھونے میں رعایا کي شرکت اور مشورت نہ تھي اور کچھہ شبہہ نہیں ھی کہ اگر رعایا ان سب کاموں میں شریک و مشورہ کار ھوتي یا خود اُن کاموں کو شروع کرتي اور اُسکا واولہ بھي ان کاموں کي طرف لگا رھتا تو یہہ تعصب وغیرہ جو اب پیدا ھوا ھرگز نہ پیدا ھوتا پس غور کرنا چاھیئے کہ ایک کام جو نہایت عمدہ سمجھکر گورنمنٹ نے بلا شرکت رعایا کے شروع کیا اُسمیں صرف یہي ناکامیابي نہ ھوئي کہ زر کثیر صرف ھو گیا اور بڑي بڑي کوششیں بیکار ھوگئیں بلکہ اھل ھند کي تربیت کا زمانہ دراز ھاتھہ سے جاتا رھا اُن تمام واقعات سے ایک بہت اچھي نصیحت ھمارے واسطے یہہ پیدا ھوتي ھی کہ جو کام ھم کو اُوروں کي بھلائي کے واسطے شروع کرنا ھو ضرور اُسمیں اُن لوگوں کو بھي جسطرح ھوسکے شریک کر لینا چاھیئے جن کے نفع کے واسطے وہ کام شروع کیا جاوے *

اس مقام پر ہمارا یہہ مقصد نہیں ہی کہ ہم اس نا کامیابی کے الزام کو گورنمنٹ کی طرف منسوب کریں بلکہ ہماری غرض اپنے اہل وطن سے یہہ ہی کہ اگر وہ خود اپنی فلاح کے کاموں میں توجہہ نکرینگے اور سارا دار و مدار اپنا گورنمنٹ ہی پر رکھیں گے اور گو گورنمنٹ نہایت نیک نیتی سے حتی الامکان اُن کی بھلائی میں کوشش بھی کرے لیکن اُنکی پوری بھلائی اُسکے ذریعہ سے نا ممکن ہوگی *

جب ہم یہہ بات اوپر ثابت کرچکے کہ ہر گورنمنٹ اُسی قدر ترجمہ کی متحمل ہوسکتی ہی جس قدر بوجھہ اُٹھانے کی اُس میں طاقت ہی تو یہہ بات بھی ضرور ہی کہ جب نئے نئے بوجھہ جس میں کا بہت سا حصہ خود رعایا کو اپنے اوپر اُٹھانا چاہیئے تھا صرف گورنمنٹ پر ڈالے جاوینگے تو بلا شبہہ گورنمنٹ کو بھی اُسی قدر اپنی طاقت بڑھانے کی فکر ہوگی مثلاً اگر اپنی تعلیم کا بندوبست ہندوستان کی رعایا خود آپ کر لیتی تو گورنمنٹ ہرگز اُن سے تعلیم کا چندہ طلب نہ کرتی گورنمنٹ کوئی سونے کی کان نہیں ہی کہ جتنا سونا اُس میں سے چاہو کھود لو اور اُس میں کمی ہی واقع نہو وہاں تو کئی ہوئی پوٹیاں اور ٹپا شورہا ہی روز کا کنواں کھودنا اور روز کا پانی پینا ایک سال کی آمدنی دوسرے سال کے لیئے بھی پس انداز نہیں ہوتی بلکہ جس قدر آمدنی میں کمی ہوتی جاتی ہی وہ کسی نہ کسی سبیل سے رعایا ہی سے وصول کی جاتی ہی اور انہیں ٹاکوں میں سے تیل نکالا جاتا ہی ایک نہایت مدبر کا قول ہی کہ اگر شاہی خزانہ پر کچھہ خرچ ڈالنا چاہتے ہو تو پہلے تم اُس روپیہ کو خزانہ میں رکھلو پس اِن حالات کے لحاظ سے بھی یہہ کون خوبی کی بات ہی کہ جو کام خود ہمارے کرنے کے ہیں اُن کو ہم خود نہ کریں اور گورنمنٹ سے اُس کے انجام دینے کی درخواست کریں روپیہ کا روپیہ اپنا ہی صرف ہو اور ترقیوں یافتہ قوموں کے نزدیک نالایق کے نالایق ٹھہریں یکے نقصان مایہ و دیگرے شماتت ہمسایہ اور قطع نظر اس کے جب کوئی ایسا کام گورنمنٹ کی معرفت انجام ہوگا جو ہمکو خود کرنا تھا تو ضرور ہمارے اختیارات اُس میں کم ہو جاوینگے اور اُس وقت ہم کو اَور ایک قسم کی مشکل پیدا ہوگی غرض جس پہلو پر دیکھیئے ہمیشہ ہمکو اپنے کرنے کے کام اَوروں پر ڈالنے سے سوائے ناکامیابی اور رنج اور رسوائی کے کوئی اَور نتیجہ پیدا نہ ہوگا اور اس میں بھی شبہہ نہیں کہ جس کام کو ہم خود کرسکتے ہیں اور خود ہم کو کرنا چاہیئے اُس کو دوسروں پر ڈالتے رہنے سے ہماری ہمتیں بھی پست اور سست ہوتی جاتی ہیں اور مہذب قوموں کے نزدیک ہم اپنے ایسے ہی اپنے افعال سے دن بدن ذلیل ہوتے جاتے ہیں *

دیکھو جب ہم بازاروں میں یا عام گذرگاہوں اور سڑکوں پر گذرتے ہیں اور موٹے مستنڈے فقیر ہمکو لپٹتے ہیں تو ہمکو اُن کی یہہ نالایق حرکت کیسی بری معلوم ہوتی ہی اور ہم اُن کو کس حقارت سے دیکھتے ہیں یہی حال اپنی گورنمنٹ اور اُس کے مہذب عہدہداروں اور ترقیت یافتہ قوموں کے نزدیک ہمارا سمجھنا چاہیئے کہ باوجود خود ہر قسم کی مقدرت رکھنے کے پھر ہر کام کا مدار گورنمنٹ ہی پر رکھتے ہیں *

بلاشبہہ ہندوستان میں روز بروز اب لوگوں میں آپس کے اتفاق سے کام کرنے کا ولولہ پیدا ہوتا جاتا ہی اور اس آخر قرن میں جو موجودہ زمانہ پر منتہی ہوتا ہی بہ نسبت اس صدی کے اَور پچھلے قرنوں کے اس ولولہ کو بہت ترقی ہوئی ہی جا بجا سوسیٹیاں اور انجمنیں قایم ہوتی جاتی ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہہ تمام کام جس ولولہ سے شروع ہوتے ہیں اُس ولولہ کے ساتھہ اکثر غلطیوں میں مبتلا ہو جانے کے سبب سے انجام کو نہیں پہونچتے اور وہ غلطیاں اگرچہ اُن میں ایک یا دو قسم کی ہوتی ہیں لیکن اُن کے سبب سے رفتہ رفتہ اور دن بدن بہت سی غلطیاں پیدا ہو جاتی ہیں *

وہ غلطی جو اکثر ان کاموں میں اول ہی اول واقع ہوتی ہی یہہ ہی کہ جو لوگ اُس کام میں شریک ہوتے ہیں وہ اُس کام کے بانیوں کی رعایت و مروت یا دنیا کی شرم و حیا سے شریک ہو جاتے ہیں اپنے خاص شوق سے شریک نہیں ہوتے اور اسی لیئے چند عرصہ کے بعد لوگوں کو اُس کام میں مدد کرنا وبال جان معلوم ہونے لگتا ہی روپیہ کے وصول میں دقت پیش آتی ہی لوگ توجہہ کم کرنے لگتے ہیں کام سست ہوجاتا ہی اور اُس کام کے بانیوں کی ہمتیں بمجبوری پست ہوجاتی ہیں لیکن بجائے اِسکے کہ استقلال کے ساتھہ کوئی اور تدبیر معقول اُسکے استحکام کی عمل میں لائی جاوے ایک اور غلطی اُسکے سبب سے پیدا ہوجاتی ہی جسکے سبب سے اِس قوہ کار روائی میں اُس کام کی بانیوں کی طبیعت گورنمنٹ کی طرف مائل ہوتی ہی اور جس غیرت اور حمیت کے ساتھہ وہ کام بلا استعانت گورنمنٹ شروع کیا گیا تھا وہ سب بالاے طاق دھرے رہ جاتی ہی اور تیسرے فاتہ پر وہ دار بھی حلال سمجھکر بمجبوری گورنمنٹ کے آگے بےتکلف ہاتھہ پھیلانے پڑتے ہیں اگر گورنمنٹ نے اپنی معمولی رحمدلی سے اُسوقت میں دو قطرہ آب سے اُس تخم بسمل کام کی کچھہ مدد کی تو کوئی دن کی زندگی اور نکل آئی ورنہ انا للہ و انا الیہ راجعون — فاتحہ خیر پڑھکر اُسکے بانیوں نے بھی اُس کام سے ہاتھہ کھینچا — لیکن جو جان تازہ اُسوقت میں گورنمنٹ سے کسی کام کو عنایت ہوتی ہی وہ ایک دائم المریض آدمی کی مانند محض بےحقیقت ہوتی ہی نہ اُسطرف لوگوں کی اُمنگ اور نہ اُسمیں کچھہ ترقی کی اُمید ہوتی ہی *

راقم مشتاق حسین

بمقام علیگڈھ — مطبع علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام
منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد اول] یکم ذیحجہ سنہ ۱۲۸۷ ھجری | نمبر ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جسقدر روپیہ بابت اِس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اِس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاویگا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھہ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا * علاوہ اِس کے جو شخص کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن دے وہ بشکر گذاری تمام لیا جاویگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضاے مضامین ہوگا چھپا کریگا قیمت فی پرچہ دو آنہ اور مع محصول تین آنہ ہوگی مگر خریداروں کو کم سے کم تین روپیہ قیمت اور ایکروپیہ آٹھہ آنہ محصول جملہ چار روپیہ آٹھہ آنہ پیشگی بھیجنے ہونگے *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو فی پرچہ چار آنہ قیمت اور ایک آنہ محصول دینا ہوگا *

ممبروں کو بلا قیمت یہہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھی بلا قیمت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

اِس پرچہ میں بجز مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھہ مندرج نہوگا *

مضمون نمبر ۱۷

دیباچہ

خطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عجائبات دنیا میں سب سے زیادہ عجیب وہ خیال ہی جسکو لوگ مذہب کہتے ہیں مذہب اُس امتیاز کا نام ہی جو انسانوں کے افعال سے علاقہ رکھتا ہی اور جسکے سبب انسانوں کے افعال اچھے یا برے یا نہ اچھے نہ برے خیال کیئے جاتے ہیں کیونکہ اگر انسان کے افعال میں یہہ تمیز نہ ٹھہرائی جاوے تو کسی مذہب کا وجود باقی نہیں رہتا *

تمام خیالات جو انسان میں پیدا ہوتے ہیں اور تمام یقین جو انسان کسی چیز پر رکھتا ہی اُسکا منشاء اُن خیالات اور یقین کے سوا کچھہ اور چیزیں ہوتی ہیں جو اُن خیالات اور یقین کے اسباب سمجھی جاتی ہیں مگر تعجب یہہ ہی کہ وہ خیال جسکو مذہب کہتے ہیں بغیر کسی خارجی اسباب کے اور بغیر تجربہ اور امتحان کے اور بدون

کسي معقول ثبوت کے یکایک دل سے اوٹھتا ھی اور اسلیئے وھي اُسکا مخرج سمجھا جاتا ھی اور پھر اُسپر ایسا یقین ھوتا ھی کہ کسي آدمي کو دیکھي چیز پر بھي نہیں *

اس تعجب پر اور تعجب یہہ ھی کہ اُس بن دیکھي چیز اور اُن سمجھي بات اور بےدلیل خیال کا لوگوں کي طبیعت پر ایسا سخت اثر ھوتا ھی کہ وہ اثر انسان کے تمام افعال پر اور قدرتي جذبات پر جو انسان میں خدانے پیدا کیئے ھیں غالب ھو جاتا ھی اور جو جوش اور ولولہ اُس از خود پیدا ھوئے خیال سے انسانوں کي طبیعتوں پر ھوتا ھی کسي دوسري چیز سے نہیں ھوتا گو کہ اُس دوسري چیز کے صحیح اور یقیني ھونے کے لیئے کیسي ھي عمدہ عمدہ دلیلیں اور کیسے ھي قطعي ثبوت موجود ھوں *

اگر وہ خیال تمام انسانوں میں مختلف نہوتا تو شاید یہہ کہا جاسکتا کہ تمام عالم کا اُسپر یقین رکھنا ھي اُسکي سچائي کا ثبوت ھی مگر تعجب تو یہہ ھی کہ ھر زمانہ اور ھر قوم اور ھر ملک اور ھر فرقہ بلکہ ھر نزدیشر میں وہ خیال ایسا مختلف رھا ھی کہ کسي ایک پر بھي یقین کرنے کي کوئي وجہہ نہیں اور اس پر تعجب یہہ ھی کہ ھر شخص کو یہي یقین ھی کہ میرا ھي خیال اَوْر سب کے خیالوں سے بالکل صحیح اور بالکل سچا ھی' ھم دیکھتے ھیں کہ جس طرح یوناني اپنے خدا اور دیوتا پر اور مسلمان و یہودي اپنے ایک خدا پر اعتقاد اور یقین کامل رکھتے ھیں اسیطرح ھندو اور مصري اپنے تینتیس کرور دیوتاؤں پر اعتقاد اور یقین کامل رکھتے ھیں *

کیا یہہ مسئلہ کہ تمام چیزیں ایک ھي کل کے جزو یا اُسکي عین یا وہ بمنزلہ جان اور یہہ بمنزلہ جسم کے ھیں صحیح ھی کیا یہہ سب مختلف چیزیں جو ھمکو دکھائي دیتي ھیں سب ایک ھیں کیا نور و ظلمت اور کالا اور سفید درنوں یکساں ھیں جیسا کہ ایک عارف باللہ کہتا ھی

من تو شدم تو من شدي من تن شدم تو جان شدي
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگري

یا یہہ مسئلہ صحیح ھی کہ تمام چیزوں کا اُسي سے ظہور ھی وھي ظلمت کا پامست اور وھي نور کے ظہور کا سبب ھي وھي اسمانوں پر کڑکاتا ھی اور وھي زمینوں پر برساتا ھی وھي ستاروں کو چمکاتا ھی اور وھي پھولوں کي کلیوں کو کھلاتا ھی اُسیکا جاوہ بھشتوں کي کھاوت اور اُسیکا پردہ دوزخوں کي آفت ھی غمگیں دل کا غم اور شادان دلکي شادي اُسي سے ھی وہ کسي جگہہ نہیں اور سب جگہہ ھی وہ کسي میں نہیں اور سب میں ھی عابد کے نوراني سینے اور فاسق کے پرنان دل اور معشوق کي عاشق کش ابرو اور عاشق کي گریاں چشم سب میں اُسکي یکساں جگہہ ھی جس طرح کہ وہ آسمانوں اور زمینوں میں ھی اُسي طرح وہ باریک سے باریک بال میں بھي ھی وہ سب کو دیکھتا ھی اور ھر چیز کو جانتا ھی مگر اُسکا جاننا یا علم ھم سے دو درجہ کم ھی کیونکہ وھاں ماضي اور استقبال نہیں ھی بہر حال اُس بن دیکھي جناب اور اُن سمجھي ذات کو جو کہو سو کہو مگر اِن تمام مشکلوں پر ھمکو یہہ مسلماني مسئلہ کہ انا عند ظن عبدي بي اَوْر ھي مشکل میں ڈالتا ھی *

ربي انت عند ظني رحیم فارحم علي

پھر ھمکو اور زیادہ تعجب اِسبات پر ھوتا ھی کہ یہہ تمام مختلف خیالات جو لوگوں کے دلوں میں ھیں اور جو مذھب کہلاتے ھیں وہ ایک ھي مخرج سے یعني دل سے نکلے ھیں اور دل کے اُس نعل کا جس سے یہہ خیالات پیدا ھوتے ھیں اعتقاد نام رکھا جاتا ھی پس اگر صدار مذھب کا اعتقاد ھو تو ایک کو صحیح اور درسرے کو غلط ٹھہرانے کي کرئي وجہہ نہیں ھوسکتي *

کیا وجہہ تمیز کي ھی اُس سچي داي پرستش میں جو ابراھیم کے باپ نے ایک بت کي کي اور اُس سچے دلکے خیال میں جس سے ابراھیم نے اپنے باپ کے اُس بت کو ترڑا *

ایک ھي واقعہ حضرت مسیح کے قتل کا ھی جو کالوري کي پہاڑي میں یروسالیم القدس کے پاس گذرا اُن بیرحم قاتلوں نے اپني دانست میں جو کچھہ کیا مذھبي نہایت سچے اور مستحکم اعتقاد اور دلکے کپکپا دینے والے ایماني جوش سے کیا پس اُن دو گروھوں میں سے جو نہایت سچے دل سے اُس کو نہایت ھي نیک کام سمجھتے ھیں اور جو نہایت پاک داي سے اُسکو نہایت ھي بد کام جانتے ھیں کونسي چیز تفرقہ کرنے والي ھي *

کیا وجہہ تمیز کي ھي سینٹ پال کي اُس حالت میں جبکہ وہ داي اعتقاد اور ایمان کے جوش سے اُن لوگوں کا ساتھي تھا جنھوں نے سینٹ اسٹیفن شہید کو سنگسار کیا اور اُس حالت میں جبکہ اُسنے اپنے سچے داي اعتقاد سے حضرت مسیح کو مانا *

کیا چیز ھی جس سے ھم عمر کي اُس حالت میں تمیز کریں جبکہ اُس نے لات و منات پر سچا داي اعتقاد رکھہ کو امین مرب کے قتل پر کمر باندھي اور اُس حالت میں جبکہ اُس نے نہایت سچي داي تصدیق سے کہا کہ اشھد ان محمدالرسول اللہ *

یہہ وھي عجیب خیال ھي جو دونو طرف برابر نسبت رکھتا ھی اور جسکو لوگ مذھب کہتے ھیں پس ایسي ذوجہتین چیز کي جو ضدین میں برابر نسبت رکھتي ھو کسي جہت پر یقین کرنے کي کوئي وجہہ نہیں البتہ اِن تمام خیالوں میں سچا خیال یا تمام مذھبوں

میں سچا مذہب وهي هوسکتا هی جو ضدین میں برابر نسبت رکھنے کی نقص سے پاک هو *

مذهب کیا چیز هی ؟ وہ ایک ایسا سچا اصول هی کہ جب تک انسان اپنے قواے جسماني اور عقلي پر قادر هی اُس کے تمام افعال ارادي جوارح نفساني و روحاني کا اُسي اصول کے مطابق هونا چاهیئے پھر اگر وہ اصول ایسے هیں کہ صرف کسي قسم کے اعتقاد پر مبني هیں تو اگر متعدد لوگوں کا متضاد اصولوں پر کسي وجہہ سے اعتقاد هی تو ایک کو سچا یاصحیح اور دوسرے کو جھوٹا یا غلط کہنے کي بجز تحکم کے اور کوئي وجہہ نہیں سچا مذهب وهي هوسکتا هی جس کي سچائي نہ کسي اعتقاد پر بلکہ حقیقي سچائي پر مبني هو کیونکہ مذهب اعتقاد کي فرع نہیں هی بلکہ سچائي مذهب کي اصل یعني عین مذهب هی اور اعتقاد اُس کي فرع هی پس جب کہ هم مختلف مذهبوں میں سے سچے مذهب کو پرکھنا چاهیں تو دیکھیں کہ وہ سچے اصول کے مطابق هی یا نہیں *

سچا اصول کیا هی ؟ کہ جهاں تک کہ انسان اپني قواے عقلي سے جان سکتا هی وہ بجز قدرت یا قانون قدرت کے اور کچھہ نہیں جس کي نسبت اسلام کے بانی نے یہہ فرمایا وما تری في خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر هل تری من فتور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً و هو حسیر *

قدرت یا قانون قدرت کیا هی وہ وہ هی جس کے بموجب اُن تمام چیزوں مادي یا غیر مادي کا جو همارے ارد گرد هیں ایک عجیب سلسلہ انتظام سے وجود هی اور همیشہ اُنهي کي ذات میں پایا جاتا هی اور کبھي اُن سے جدا نہیں هوتا قدرت نے جسطرح پر جسکا هونا بنا دیا هی بغیر خطا کے اُسي طرح پر هوتا هی اور اُسیطرح پر هوگا پس وهي سچ هی اور جو اصول اُس کے مطابق هیں وهي سچے اصول هیں نہ وہ جنکي بنا ایک فاني قابل سهو و خطا وجود یعني انسان کے اعتقاد پر منحصر هو *

قدرت همکو صرف اپنے وجود اور اپنے سلسلہ انتظام اور اپنے تعلقات هي کي جو بے انتها مخلوق میں پایا جاتا هی سچائي نہیں دکھلاتي بلکہ اُس سے ایسے بھي اصول پائے جاتے هیں جس سے هم اپنے افعال ارادي جسماني اور روحاني کي بھلائي اور برائي بھي جان سکتے هیں اور جو کہ قدرت سچي اور کامل هی تو ضرور هی کہ وہ اصول بھي سچا اور کامل هو اور یہي سچا اور کامل اصول یا یوں کہو کہ وہ مذهب جس کے اصول اُس کے مطابق هیں وهي سچا مذهب هونے کے مستحق هي *

یہہ مت سمجھو کہ هم قدرت یا قانون قدرت هي کو مسبب یا اخیر سبب اس تمام کارخانہ کا سمجھتے هیں جس کا کوئي خالق نہو جیسے کہ دهریوں کا مذهب هی نعوذباللہ منها بلکہ قدرت کو تو هم ایک قانون کہتے هیں جس کا کوئي بنانے والا هی اور اسي لیئے هم یقین کرتے هیں کہ یہہ تمام سلسلہ ایک هي مسبب اور ایک هي اخیر سبب پر ختم هوتا هی جس پر تمام چیزوں کي هستي منحصر هی اور جس کي اُن پهچان ذات کو هزاروں لاکهوں کروروں نامونسے لوگ پکارتے هیں اُو میرے پیارے خدا تم پردے میں تو هو پر سب پر ظاهر هو ایسي جهوٹ موٹ کے پردہ سے کیا فایدہ *

رشک آیدم وگرنہ نقابت کشودمے * دست ترا گرفتہ بعالم نمودمے

معاذاللہ توبہ توبہ میں نے کیا کہا کہیں کافر تو نہیں هوگیا الهي انت عبدي و انا ربک استغفراللہ انت ربي و انا عبدک پس آدمي کو چاهیئے کہ اس کارخانہ قدرت سے اُس کے بنانے والے کو اور اُس کي راہ کو یا اُس کي راہ بتانے کو تلاش کرے کہ یهي سیدهي سڑک سیدها راستہ چلنے کا هی *

مذهب کي تمثیل میں علماء اسلام رحمۃ اللہ علیهم اجمعین نے کیسي کیسي غلطیاں کي هیں اور کیا کیا ٹهوکریں کهائي هیں بعضوں نے مالک اور غلام کي تمثیل دي هی اور فرمایا هی کہ مذهب اور شریعت کو مصالح قدرت اور اعمال کو اُس کے بدلہ یعني جزا اور سزا سے کچھہ مناسبت نہیں اور اُس کے اوامر و نواهي میں بجز اس کے کہ مالک کا حکم بجا لانا هي اور کچھہ فائدہ نہیں شاید اُن لوگوں کا خدا ایسا هو جو لغو کام کرنے کو کہے میرا تو خدا ایسا نہیں وہ تو نہایت دانا اور سب سے بڑا حکیم مطلق هي اُس کي تو کوئي بات بهي حکمت اور منفعت سے خالي نہیں *

اس راے کو تو شاہ ولي اللہ صاحب نے بهي غلط ٹهرایا هی چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکهتے هیں کہ ,, قد یظن ان الاحکام الشریعۃ فیہ متضمنۃ لشي من المصالح و انہ لیس بین الاعمال و بین ما جعل اللہ جزاء لها مناسبۃ و ان مثل التکالیف بالشرایع کمثل سید اراد ان یختبر طاعۃ عبدہ فامرہ برفع حجر اوالمس حجر مثلا فایدۃ فیہ غیر الاختبار فلما اطاع ارعصی جر زي بعصاہ و هذا ظن فاسد تکذبہ السنۃ و اجماع القرون المشهود لها بالخیر *

بعض عالموں نے مالک اور بیمار غلام سے مذهب کي تمثیل دي هی جسپر مالک نے اُس کے علاج کے لیئے اپنا مصاحب مقرر کیا هو اور اُس مصاحب کے حکم کو جاننا پاصحت نجات اور نہ ماننا باعث هرکات ٹهرایا هی *

شاہ ولي اللہ صاحب بهي حجۃ اللہ البالغہ میں اسي راے کو صحیح قرار دیتے هیں چنانچہ وہ لکهتے هیں کہ ,, و ظهر مما ذکرنا ان الحق

في التکلیف بالشرایع أن مثلہ کمثل سید مرض عبیدہ فسلط علیہم رجلا من خاصتہ لیستقیم دواء فان اطاعوالہ اطاعوالسید و رضي عنہم سید هم و اثابہم خیرا و نجوا من المرض و ان عصرہ عصروالسید و احاط بہم غضبہ و جازهم اسرءالجزاء و هلکوا من المرض ,, *

مگر میں اس کو نہیں مانتا اور پوچھتا ہوں کہ دوا کا کرنا باعث نجات کا تھا یا مصاحب کے حکم کا ماننا تھا اگر بے حکم مصاحب کے بھی وہ دوا کرتا تو نجات پاتا یا نہیں ضرور پاتا اس لیئے کہ اُس دوا سے نجات پانا قدرت کا قانون تھا جو کسي طرح بدل نہیں سکتا *

بعضے عالموں نے مذہب کي تمثیل ایسے طبیب سے دي ہی جو نہ تو خود کسي چیز کو اِمرت بتاتا ہو اور نہ کسیکو ہلاہل ٹھہراتا ہو بلکہ ہر چیز میں قدرت نے جو اثر رکھا ہی اُسي کو بتاتا ہو تاکہ جو لوگ صحیح ہیں اپنے حفظ صحت کے اصول جانیں اور جو بیمار ہیں وہ حصول صحت کي دوا کو پہچانیں اور مذہب بہ نسبت اس کے کہ صرف بیمار غلاموں هي کے لیئے ہو سب کے لیئے عام ہوجاوے *

افسوس کہ شاہ ولي اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں اس رائے کو نہیں مانتے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ,, و انہ لیس الامر علی ماظن من ان حسن الاعمال و قبحها بمعني استحقاق العامل الثواب والعقاب عقلیان من کل وجهة وان الشرع وظیفتہ الاخبار عن خواص الاعمال علي ماهي علیہ دون انشاء الایجاب و التحریم بمنزلة طبیب یصف خواص الادویة وانواع المرض فانہ ظن فاسد تمجہ السنة بادي الراے ,, *

مگر میں اِسي کو مانتا ہوں اور اِسي کو سچا اصول سمجھتا ہوں جو قانون قدرت کے بالکل مطابق ہی اور کتاب و سنت دونوں کو اسي کا مؤید پاتا ہوں جو علم مذہب اسلام کي بنیاد ہیں پس جہاں تک کہ سچے مذہب کي میں تحقیق کرسکا میں نے اسلام هي کو سچا مذہب پایا اور امید ہی کہ جو لوگ سچائي کو درست رکھتے ہیں وہ ہمیشہ صفائي اور سچائي سے اسلام کي سچائي کي تحقیقات کرینگے *

مگر ایک مشکل یہہ پیش ہی کہ جب اسلام کا نام لیا جاتا ہی تو لوگ اُس مجموعہ احکام کو جو اب احکام مذہبي سمجھے جاتے ہیں مذہب اسلام خیال کرتے ہیں ہاں مجازاً تو اُنپر مذہب اسلام کا اطلاق ہوسکتا ہی مگر حقیقتاً وہ مجموع من حیث المجموع بمعني حقیقي مذہب اسلام کہلانے کا مستحق نہیں ہی موجودہ مسایل مذہب اسلام میں در قسم کے اصول و احکام شامل ہیں ایک وہ جنکو خود شارع نے صاف صاف بیان کیا ہی جو احکام منصوصہ کہلاتے ہیں اور ایک وہ جنکو عالموں اور مجتہدوں نے اپنے ذهن کي خوبي اور اپنے علم کي روشني سے باستدلال دلالۃ النص یا اشارۃ النص یا قیاس کے قایم کیا ہی جو اجتہادیات کہلاتے ہیں اور جو بجز ایک قابل سہو و خطا وجود کي راے کے اور کچھہ زیادہ رتبہ نہیں رکھتے پس اِن دونوں قسم کے مسایل میں تمیز نکرنے سے آدمي طرح طرح کي سخت غلطیوں میں پڑ جاتے ہیں اور یہہ وهي ترک امتیاز ہی کہ جب مسلمان اُسکو اختیار کرتے ہیں تو اُسکا نام تقلید رکھتے ہیں اور جب غیر مذہب کے لوگ اُسکو اختیار کرتے ہیں تو اُسکو ایک حقیر نام تعصب یا جہل مرکب یا ضلالت سے موسوم کرتے ہیں نااعتبروا یا اولی الابصار *

پہلي قسم کے احکام بھي جنکا نام احکام منصوصہ ہی دو قسم کے احکام ہیں ایک وہ جو اصلي احکام ہیں اور بلا شبہہ وہ بالکل قانون قدرت کے مطابق بلکہ اُسکي جان ہیں اور دوسرے وہ جو اُن اصلي احکام کي حفاظت اور اُنکے بقاء اور قیام کے لیئے ہیں پس جو کوئي مذہب اسلام کي سچائي اُن سچے قدرتي اصولوں سے پرکھنا چاہے تو اُسکو ان دونوں قسم کے احکام کي اور اُنمیں سے ہر ایک کے درجہ اور رتبہ کي تمیز کرني لازم ہی *

علاوہ مذکورہ بالا دوقسموں کے ایک تیسري قسم بھي احکام مذہب اسلام میں ہی جو ذومعنیین عبارتوں یا ناکامل سند یا مشتبہہ سندوں سے قایم ہوئے ہیں انمیں سے پہلي قسم تو اجتہادیات میں داخل ہی اور دوسري قسم مذہب اسلام میں کچھہ وقعت اور اعتبار نہیں رکھتي گو اُسپر اِس وجہہ سے کہ اُسمیں کچھہ نقصان نہیں ہی عمل ہوتا ہو *

پس یہہ سچا مذہب اور وہ شخص جسکي معرفت ہمکو اُسکي تعلیم ہوئي ہمارے بے اِنتہا ادب اور نامحدود ثنا و صفت کي مستحق ہی اور بلاشبہہ اِسي خطاب کے لایق ہی کہ ,, انت احب الي یا رسول اللہ من نفسي اللتي بین جنبي ,, چنانچہ ہمکو بہت بڑي خوشي اور مبارکي اِسي بات کي ہی کہ ہمنے اُسکو نہ خدا سمجھا اور نہ خدا کا بیٹا نہ کوئي فرشتہ بلکہ ایک رحمي بھیجا ہوا اِنسان جانا مگر اپني جانوں سے زیادہ عزیز جانا بابي انت وامي یا رسول اللہ *

دل و جانم فدایت یا محمد * سرمن خاک پایت یا محمد ،
یا ایها الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما *

آنحضرت کي زندگي کے حالات جنکو مسلمان سیر اور انگریز لیف کہتے ہیں صرف دیندار مسلمان عالموں هي نے نہیں لکھے بلکہ غیر مذہب کے علماء اور مورخیں نے بھي بہت کچھہ لکھا ہی مگر نہایت افسوس ہی کہ وہ دونوں افراط و تفریط میں پڑگئے پہلوں کي آنکھوں میں تو کمال روشني کے سبب چکا چوند آگئي اور پچھلوں کي آنکھیں بجلي کي چمک سے بند ہوگئیں پہلے تو شراب محبت کي سرشاري میں راہ سے بھٹک گئے اور پچھلے اُس رستہ کي ناواقفي سے منزل تک

پھونچے پہلے تو یہہ بھولے وہ کسکا بیان کرتے ہیں اور پچھلوں نے بیکار ثہ جانا جسکا وہ ذکر کرتے ہیں *

کسی مشہور محدث نے بجز ایک کے جسکا ہم ابھی ذکر کرینگے کوئی خاص کتاب آنحضرت کی زندگی کے حالات میں نہیں لکھی لیکن تمام محدثین نے جنکی سعی اور کوشش کا دنیا پر بہت بڑا احسان ہی اپنی اپنی کتابوں میں اُن حدیثوں کو بھی بیان کیا ہی جو آنحضرت کی زندگی کے حالات سے متعلق ہیں پس وہی حدیث کی کتابیں ہیں جنسے کم و بیش آنحضرت کی زندگی کے حالات صحیح صحیح دریافت ہوسکتے ہیں اور جنکو معقول طارح پر ترتیب دینے سے اور صحیح کو غلط سے تمیز کرنے سے ایک معتبر تذکرہ آپ کی زندگی کا جمع ہوسکتا ہی *

ابو عیسی ترمذی نے جو سنہ ہجری مطابق سنہ ۸۲۴ع عیسوی میں پیدا ہوا اور سنہ ہجری مطابق سنہ ۸۹۲ عیسوی میں انتقال کیا اپنی مشہور کتاب جامع ترمذی کے سوا ایک اور کتاب بھی آنحضرت کے حالات میں لکھی ہی جو شمایل ترمذی کے نام سے مشہور ہی مگر اُس میں آپ کی زندگی کے تمام حالات مندرج نہیں ہیں بلکہ وہ خاص خاص باتیں اور عادتیں جو بالتخصیص نفس نفیس آنحضرت سے متعلق تھیں مذکور ہیں یا ایں ہمہ جسقدر حدیثیں آنحضرت کے حالات کے متعلق اِن مشہور حدیث کی کتابوں میں مندرج ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ جنکو ہم مثل کتاب اللہ کے بے غور اور بلا تحقیقات اندھا دھوندی سے مان لیں بلکہ ہمپر واجب ہی کہ اُن تمام حدیثوں کو خواہ وہ بخاری کی ہوں یا مسلم کی اور جامع ترمذی کی ہوں یا شمایل ترمذی کی قبل اُن کے سچا قبول کرنے کے اُن کی سچائی اور صحت کی تحقیقات اُن اصول و قواعد کے ساتھہ کرلیں جو اسکے لیئے مقرر ہیں اور جنکو ہمنے ایک جداگانہ خطبہ میں بیان کیا ہی اور اگر ہم ایسا نکرینگے تو سخت غلطیوں میں پڑینگے کیونکہ بے سند حدیث مسلمانوں کے مذہب میں کوئی وقعت اور اعتبار نہیں رکھتی شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی کتاب تحفہ میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ "حدیث بے سند گوز شتر است" مگر افسوس ہی کہ بہت ہی کم مصنف ہیں جنھوں نے اس ضروری اور نہایت ضروری اصول کی پیروی کی ہو *

اِن حدیث کی کتابوں کے سوا جنکا ابھی ذکر ہوا اَور بہت سی کتابیں ہیں جو خاص آنحضرت کے حالات کے لیئے لکھی گئی ہیں اور بعض ایسی ہیں جسمیں اُس کے سوا اور بھی حالات ہیں اور یہہ تمام کتابیں عموماً کتب سیر کے نام سے موسوم ہیں اور جنمیں سے کتب مفصلہ ذیل زیادہ مشہور ہیں *

ابن اسحاق ابن ہشام طبقات کبیر المشہور بواقدی طبری سیرت شامی ابوالفدا مسعودی مواہب لدنیہ اِن کے سوا عربی اور فارسی زبان میں اور بھی کتابیں ہیں جو اِنھی سے بنائی گئی ہیں اِن کتابوں میں سے پہلی چار کتابیں بہت قدیم ہیں اور باقی بہت پچھلی *

یہہ سب کتابیں تمام سچی اور جھوٹی روایتوں اور صحیح و موضوع حدیثوں کا مخلوط مجموعہ ہی جسمیں صحیح اور غلط مشتبہہ اور درست اور جھوٹی اور سچی کسیکا کچھہ امتیاز نہیں اور جو کتابیں زیادہ قدیم ہیں اُن میں اِس قسم کا اختلاط اور زیادہ ہی قدیم مصنفوں اور اگلے زمانہ کے مورخوں کو تصنیفات سے زیادہ غرض یہہ تھی کہ ہر ایک قسم کی روایتوں اور افواہوں کو جو اُن کے زمانہ میں پھیل رہی تھیں ایک جگہہ جمع کرلیں اور اِسبات کی تحقیقات اور تصحیح کہ کون سی اُنمیں کی بالکل صحیح ہی اور کون سی غلط اور کس میں زیادتی یا کمی ہوئی ہی اور کس میں مضمون کے سمجھنے یا واقعہ کے بیان میں غلط فہمی ہوئی ہی آیندہ وقت یا آیندہ نسلوں پر منحصر رکھیں مگر افسوس یہہ ہی کہ پچھلی نسلوں نے بعرض اسکے کہ تحقیقات مطلوبہ کرنے سے اپنے بزرگوں کے مقاصد کی تکمیل کرتے اُنھی کتابوں کو اپنی تصنیفات جدید کا ماخذ ٹھہرایا اور اِسلیئے اِن پچھلے مصنفوں کی تصنیفوں میں بھی وہی نقص پیدا ہوا جو اُن قدیم مصنفوں کی تصنیفوں میں تھا غرض کہ اب فن سیر کی تمام کتابیں کیا قدیم و کیا جدید مثل ایسے غلہ کے انبار کے ہیں جسمیں سے کنکر پتھر کوڑا کرکٹ کچھہ چنا نہیں گیا اور اُن میں تمام صحیح و موضوع جھوٹی اور سچی سند اور بے سند ضعیف و قوی مشکوک و مشتبہہ روایتیں مخلوط اور گتھ بت ہیں *

سر ولیم میور صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ " آنحضرت کے حالات زندگی کی تین کتابیں ہشامی واقدی طبری ایسی ہیں کہ جو شخص دانشمندی سے آنحضرت کے حالات لکھیگا تو اپنی تحریر کے لیئے اُنھیں کتابوں کو سندگردانے گا " مگر صاحب ممدوح نے اسبات کو بیان نہیں فرمایا کہ اُن کتابوں میں کسقدر ایسی روایتیں ہیں جنسے آنحضرت کو کچھہ بھی علاقہ نہیں اور کس قدر ایسی ہیں جن کے راویوں کا سلسلہ ٹوٹا ہوا ہی اور کسقدر ایسی ہیں جنکے راویوں کی خصلت ثہ کسی مذہبی مسئلہ کے سبب بلکہ اخلاقی نقصانوں کے سبب مشتبہہ اور اُن کی راست بیانی مشکوک یا مطعون ہی اور کسقدر ایسی ہیں جنکے بیان کرنے والے بالکل لا معلوم شخص ہیں اور کسقدر ایسی ہیں جنکی تحقیق یا تصدیق نہیں ہی *

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے نہایت گرمجوشي سے واقدي کي قدر و منزلت کو اُس کي اصلي حقیقت سے بہت بڑھا دیا هی جس کي نسبت سر ولیم میور صاحب یہہ ارقام فرماتے هیں کہ "ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کتاب کي تعریف اُس کي حد سے زیادہ کي هی" مگر افسوس هی کہ باوجود اسکے صاحب ممدوح نے بھي واقدي کي کچھہ کم قدر نہیں کي اور اوروں پر ترجیح دینے میں کچھہ کوتاهي نہیں کي اسلیئے کہ اُنھوں نے بھي آنحضرت کي زندگي کے تمام حالات کو اُسي کتاب سے لکھا هی اور اُسي کي سند پر مذهب اسلام کے برخلاف تمام رایوں کو قایم کیا هی *

واقدي کچھہ بڑا معتبر شخص نہیں هی وہ تو حاطب اللیل یعني اندھیري رات میں لکڑیاں چننے والا هی اُسکي غلط روایتوں اور جھوٹے قصہ اور کہانیوں اور بے سند باتوں سے تمام علماء نے اُسکو نامعتبر ٹھہرایا هی محمد بن عبدالباقي الزرقاني نے شرح مواهب لدنیہ میں میزان سے واقدي کي نسبت یہہ جملہ نقل کیا هی "الواقدي محمد بن عمر بن الواقدي الاسلمي المدني الذي استقر الاجماع علي وهنہ (کما في المیزان) *

کسیکے کہنے اور سننے پر کیا موقوف هی خود اُسکي کتابیں موجود هیں جو کچھہ بھي قدر و قیمت کے لایق نہیں بجز اِس کے کہ جو افراهاً اُسنے سنا اور جو آواز چوپا کي خواہ کوے کي اُس کے کان میں آئي وہ اُسنے لکھدي کوئي طریقہ تحقیق کا اور کوئي رستہ تنقیح کا اُسنے اختیار نہیں کیا پس کیا وہ کتابیں ایسي هیں جو مذهب الاسلام کي بنیاد سمجھي جاسکتي هیں اور کیا کوئي مخالف مذهب اسلام کا اُن کتابوں کي سند پر مذهب اسلام یا اُسکے واعظ میں عیب نکال کر اور اپنے آپکو متعمد سمجھکر خوش هوسکیگا اِن هذا لشي عجاب *

البتہ ابوالفدا کي کتاب کسیقدر اچھي هی اور جہاں تک هوسکے اعتبار کے لایق هی اُسنے اپني کتاب احتیاط سے لکھي هی اگرچہ تحقیق و تنقیح کے رستہ کو اُسنے اختیار نہیں کیا الا اسباب پر کوشش کي هی کہ کوئي موضوع یا مشتبہہ یا لغو روایت اُسمیں نہ داخل هونے پاوے مگر باینہمہ یہہ کہنا کہ اُسکي کوششیں کامیاب هوئیں اور اُس میں کوئي روایت موضوع یا مشتبہہ نہیں هی حد اعتدال سے آگے بڑہ جانا هی *

مسلمان مورخوں کے سوا جن کا اوپر ذکر هوا عیسائي مورخوں نے بھي مذهب اسلام اور اُسکے واعظ کي نسبت بہت سي کتابیں لکھیں مگر افسوس هی کہ ابتدا زمانہ کي تصنیف شدہ کتابیں مثل کتب مصنفہ دینیل لوتھر ملانک تھن سیپال هیم دي هربي لات مجھکو دستیاب نہیں هوئیں مگر جو کچھہ اور کتابوں سے اُنکا حال معلوم هوا وہ اسیقدر هی کہ اُن کتابوں میں بجز سخت کلامي اور بد زباني کے اور کچھہ نہیں هی *

اِن مصنفوں کے سوا مراکشي صاحب کا ذکر نہایت حیرت انگیز هی وہ ایک ایسا سخت متعصب مصنف هی کہ اُسکا دل اپنے بغض و کینہ کے اظہار اور نفرت انگیز جھوٹے طعن و تشنیع اور بد زباني سے کبھي نہیں بھرا مگر مجھکو جو حیرت هوئي وہ اِسبات سے هوئي کہ کوارٹرلي رویو کے ایک آرٹکل کے مصنف نے اُسکي نسبت یہہ لکھا هی کہ "مراکشي پر جو یہہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ باطن میں اسلام کا معتقد هوگیا تھا وہ الزام کچھہ بے وجہہ نہ تھا" کیا مراکشي باوصف اسقدر تعصب کے مثل ہرخورد صاحب کے آخر کو مسلمان هوگیا تھا اگر ایسا هوا هر تو میں ذمہدار هوں کہ اُس سے پہلے جو کچھہ اُسنے اسلام اور واعظ اسلام کي نسبت کہا سنا سب نسیاً منسیا هوگیا لان الاسلام یهدم ماکان قبلہ من معصیة الله *

تین پریتي صاحب بھي اُنھي مورخوں میں سے هیں جن پر مذهب اسلام نہایت شاق گذرتا تھا جب کوئي مسلمان اتفاقاً اُن صاحب کي کتاب کو پڑھتا هی تو مذهب اسلام سے اُنکي ناواقفیت پر جو اُنکي کتاب کے هر ورق سے ٹپکتي هی ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا *

اِن مورخوں کے سوا هاٹنجر گیزي لنڈاوکلي صاحب نے بھي مذهب اسلام اور آنحضرت کے حالات میں کتابیں لکھي هیں مگر افسوس هی کہ میں اُنکي محنتوں سے مستفید نہوسکا *

گرتھہ صاحب اور اماري صاحب اور نالڈانک صاحب اور دواري صاحب نے جو کتابیں اس مضمون پر لکھي هیں اُنکي نسبت مذهب اسلام کے آرٹکل کا مصنف جو کوارٹرلي رویو میں چھپا هی یہہ لکھتا هی کہ "اُن مورخوں نے بہت سي دنیا کو یہہ بات سکھلادي کہ مذهب اسلام ایک شگفتہ اور تروتازہ چیز هی اور هزاروں ثمر ور جوهروں سے بھر پور هی اور محمد (ص) نے گو اُنکي خصلت کو کیساهي سمجھا جاوے انسانیت کي سنہري کتاب میں اپنے لیئے جگہہ حاصل کي هی" *

نہایت مشہور عیسائي مورخوں میں جنھوں نے آنحضرت کے حالات لکھے هیں ڈاکٹر اسپرنگر صاحب هیں اُنکي کتاب انگریزي زبان میں بمقام الہ آباد سنہ ۱۸۵۱ ع میں چھپي هی مگر وہ کتاب بسبب غلطیوں کے جو اُسکے مضمون کي صحت میں هیں کچھہ اعتبار کے لایق نہیں هی علاوہ اِسکے ایک اور خرابي اُنھوں نے اِس کتاب میں یہہ کي هی کہ اُسکا طرز بیان نہایت مبالغہ امیز اختیار کیا هی اُنکي طبیعت پہلے هي سے ایسے تعصبات اور یکطرفہ راے سے بھري هوئي معلوم هوتي هی جو کسي قسم کے مصنف کو اور بالتخصیص ایک مورخ کو کسي طرح زیبا نہیں هی — اپنے اس کلام کي تصدیق کے لیئے اُن کي کتاب میں سے ایک

گفرۃ نقل کرتا ہوں جس سے اُن کے تعصب کے علاوہ یہہ بات بھی ظاہر ہوتی ہی کہ جس فن میں اُنھوں نے کتاب لکھی ہی اُس سے بھی ماشاءاللہ وہ بہت ہی خوب واقف تھے — وہ لکھتے ہیں کہ ”اسلام محمد (ص) کا ایجاد نہیں ہی وہ ایسے مکار کا نکالا ہوا مذہب نہیں ہوسکتا مگر اس میں کچھہ شک نہیں کہ اُس مکار نے اپنی بد اخلاقی اور بد طبیعت کی برائی سے اُس کو بگاڑا اور جو بہت سے مسائل اُس میں قابل اعتراض ہیں وہ اُسی کی ایجاد ہیں“ نعوذ باللہ من هذاالاقاویل — کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا *

اُسی کتاب کی نسبت سرولیم میور صاحب یہہ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کی کتاب ایسے وقت میں میرے پاس پہونچی جب کہ میں اسی مضمون کی تحصیل اور تلاش کر رہا تھا اور جیسا کہ میں نے اپنی کتاب کے بعض مقامات میں ثابت کیا ہی اُس کے مضامین کی بنیاد غلطی پر معلوم ہوتی ہی چنانچہ اُنھوں نے محمد (ص) کے ماقبل زمانہ کے عرب کا اور خاص محمد کا اور اُن کی خصلت کا جو حال لکھا ہی وہ سب غلط رایوں پر مبنی ہی “ *

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے ایک اور کتاب جرمنی زبان میں آنحضرت کے حالات میں لکھی ہی جو چھہ جلدوں میں ہی مگر افسوس ہی کہ جرمنی زبان نجاننے کے سبب اُس کتاب سے جس قدر قدرے قلیل فائدہ حاصل کرسکتا اُس سے بھی محروم رہا صرف اس قدر ہوا کہ میرے ایک جرمن دوست نے مجھکو اطلاع دی کہ اُس کے مصنف نے ابن اسحق اور واقدی سے زیادہ تر مطالب اخذ کیئے ہیں اور جو کہ میں اُن مصنفوں کی کتابوں سے واقف ہوں جنسے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں مطالب اخذ کیئے اس لیئے مجھے یقین ہی کہ وہ کتاب بھی مثل اَوْر کتابوں کے جن کو عیسائی مورخوں نے تصنیف کیا ہی اُس تحقیق اور تلاش سے معرا ہوگی جو صفائی دل سے کی جاتی ہی اس لیئے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب اُنھی کتابوں سے لکھی ہی جن میں صحیح اور غلط اور مشتبہ اور کفر روایتیں سب گڈ مڈ ہیں *

مگر کوارٹر لے رویو کے آرٹکل کا مصنف جو غالباً جرمن ہی اس کتاب کی نسبت یہہ رائے لکھتا ہی کہ ”جن لوگوں نے اسلام کی نسبت لکھا ہی اُن میں سے ڈاکٹر اسپرنگر کی کتاب کو جو مصنفوں میں اول درجہ رکھتا ہی ہم نے اس لیئے سب سے افضل قرار دیا ہی کہ وہ بہ نسبت اَوْر سب کے نہایت جامع ہی اور بڑی قابلیت سے لکھی گئی ہی اس لیئے کہ اس کتاب میں وہ تمام مطالب ناظرین کے سامنے موجود کر دیئے گئے ہیں جن سے پڑھنے والا اپنی رائے آپ قایم کر سکے “ *

عیسائی مصنفوں کی کتابوں میں سب سے زیادہ عمدہ وہ کتاب ہی جو سرولیم میور صاحب نے نہایت لیاقت اور قابلیت اور کمال خوبی کے ساتھہ لکھی ہی یہہ کتاب چار موٹی موٹی جلدوں میں ہی اور بہت خوبصورت ٹیپ اور خوش وضع تقطیع میں چھپی ہی اِس لائق اور فائق مصنف کو مثل مغربی علوم کے مشرقی علموں میں بھی بڑی واقفیت حاصل ہی اور اِس لیئے اُنکی یہہ کتاب تمام تربیت یافتہ یورپ کے ملکوں میں بڑی قدر و منزلت کی ہی جو اسی قدر و منزلت کے لائق ہی اور یورپ کے عالموں اور عالموں کی مجلسوں میں بےشبہ اِس کتاب کے سبب اُنکی ایسی قدر کی ہی جسکے در حقیقت وہ مستحق تھے مگر قطع نظر اِس نقص کے جو اُس کتاب میں ہی کہ اُسکی بنیاد گویا بالکل واقدی پر ہی جو مسلمانوں میں درجہ اعتبار نہیں رکھتا اور اُسکی روایتیں زیادہ معتبر اور ایسی محقق نہیں ہیں کہ مسلمان اُنپر یقین لاویں جیسا کہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں ایک اور بڑا نقص یہہ ہی کہ جس منشاء اور مطلب سے سرولیم میور صاحب نے یہہ کتاب لکھی وہ اِس لیئے پسندیدہ نہیں ہی کہ وہ منشاء اُس کتاب میں نقصان رہ جانے کا اور واقعات کا اصلی تحقیقات تک نہ پہونچنے کا بہت بڑا سبب ہوا ہی چنانچہ سرولیم میور صاحب خود ارقام فرماتے ہیں کہ ”اِس کتاب کا لکھنا اور مسلمانی مذہب کی سند کی کتابوں کی تحصیل اول اِس غرض سے اختیار کی گئی کہ پادری پی فنڈر صاحب نے جو اِس بات میں مشہور ہیں کہ اُنھوں نے مسلمانوں سے مباحثہ میں عیسائی مذہب کی بہت حمایت کی اس بات پر اصرار کیا کہ اسلام کے پیغمبر کے حالات میں ایک کتاب جو اُسکے پیروؤں کے پڑھنے کے لیئے مناسب ہو ایسے قدیم ماخذوں سے ہندوستانی زبان میں تالیف کی جاوے جسکو خود مسلمان صحیح اور معتبر مانتے ہوں چنانچہ اِسی منشاء سے مسلمانی مذہب کی سند کی کتابوں کو پڑھا اور اِس کتاب کو لکھا “ *

لیکن میں نہایت افسوس سے یہہ بات کہتا ہوں کہ باوجودیکہ سرولیم میور صاحب نہایت نیک طبیعت ہیں اور بڑی قابل توصیف لیاقتیں رکھتے ہیں اس پر بھی اُنکی طبیعت پر اُس غرض اور منشاء کا جس سے وہ کتاب لکھنی شروع کی ایسا اثر پیدا ہوا جیسا کہ ایسی حالت میں اَوْروں کی طبیعت پر پیدا ہونا قیاس کا مقتضا ہی اور اِسی سبب سے اسلام کی دلچسپ اور سیدھی سادی عمدہ باتیں بھی اُنکو بری اور بھونڈی اور نفرت انگیز معلوم ہوئیں اور یہہ اثر اُنکی طبیعت کا ایسا تھا کہ اُسکے سبب سے اُنکی کتاب پڑھنے والے اپنے ذہن میں اُنکی تحریر کو ایک زیادتی سمجھتے تھے لیکن جیسا اکثر ہوتا ہی

ویسائي اِسمیں بھي ھوا کہ اُس حد اعتدال سے متجاوز تحریر نے خود اپنے مقصود کو کھودیا اور وہ مطلب حاصل نہوا جسکے لیئے پادري پي فنڈر صاحب نے سر ولیم میور صاحب سے اِس کتاب کے لکھنے کي خواھش کي تھي بلکہ برعکس اُسکے یہہ نتیجہ ھوا کہ جس شخص کو پادري پي فنڈر صاحب نے تاریکي کا فرشتہ بنانا چاھا تھا وہ روشني کا فرشتہ نکل آیا *

جب کہ یہہ کتاب چھپي اور ھندوستان میں پھنچي تو لوگوں نے اُس کو نہایت شوق و ذوق سے پڑھا مگر جب اُن کو یہہ بات دریافت ھوئي کہ اسلام کي اور آنحضرت کے حالات کي نہایت سیدھي سادي اور صاف باتوں کو بھي ترز مروز کر اس وضع پر ڈھالا ھی جس سے یہہ معلوم ھوتا تھا کہ پہلے ھي سے اِس کتاب کا اِس طرح پر لکھنا مقصود اور مرکوز خاطر تھا تو اُنکا وہ شوق بالکل ٹھنڈا ھوگیا مگر جو نوجوان مسلمان طالب علم انگریزي علم کي تحصیل کرتے تھے اور اپني دینیات اور الھیات سے محض نا واقف تھے اُن میں اِس بات کا چرچا پیدا ھوا کہ اگر سر ولیم میور صاحب نے سیدھي سادي اور صاف باتوں کو بھي بڑے پھلو پر لیجاکر لکھا ھی تو نفی الواقع اُن کي اصلیت کیا ھی *

میرے دل پر جو اِس کتاب سے اثر پیدا ھوا وہ یہہ تھا کہ اُسي زمانہ میں میںنے ارادہ کیا کہ آنحضرت کے متعلق حالات میں ایک کتاب اُسطرحپر لکھي جاوے کہ جو جو باتیں صحیح اور اصلي اور واقعي اور منقح ھیں اور معتبر روایتوں اور صحیح صحیح سندوں سے بخوبي ثابت ھیں اُن کو بخوبي چھان بین کر اور امتحان کرکر ترتیب سے لکھا جاوے ور جو حالات مشتبہہ اور مشکوک ھیں اور ان کا ثبوت معتبر یا کافي نہیں ھی اُن کو جداگانہ اسي ترتیب سے جمع کیا جاوے اور جو محض جھوٹ اور افترا و بہتان یا خود غرض یا احمق واعظوں اور حمقا کو دام تزویر میں پھسانے والے لوگوں یا احمق خدا پرست اور جھوٹي تیکي پھیلانے والوں کي بنائي ھوئي باتیں ھیں اُن کو علحدہ بہ ترتیب لکھا جاوے اور اُنھي کے ساتھہ اُنکے غلط اور اُنکے نامعتبر ھونیکا ثبوت اور ن کے موضوع ھونے کي وجوھات بھي بیان کي جاویں مگر میں اپنے اس ارادہ کو بھت سے موانعات کے سبب سے جنمیں سب سے بڑا اپني فکر معاش میں مبتلا رھنا اور اس سے بھي بڑا کسي کا میرے ارادہ کے مدد و معاون نہوتا تھا پورا نکرسکا اور علاوہ اس کے اس کام کے لیئے بھت سي پراني کتابیں جنکو قدیم مصنفوں نے تصنیف کیا ھی درکار تھیں جو مجھکو بسبب برباد ھوجانے قدیم کتب خانوں کے دستیاب نہوسکیں اور یہہ بھي ایک قوي سبب اس ارادہ کے پورا نہونے کا ھوا مگر اس پر بھي مختلف اوقات میں مختصر طور سے مختلف مضامین اور مسایل مذھب اسلام اور آنحضرت کے حالات پر کچھہ کچھہ لکھتا رھا چنانچہ انھیں تحریروں میں یہہ بارہ مضمون ھیں جو بعنوان بارہ خطبوں کے لکھے گئے ھیں اور جنکو اس ایک جلد میں جمع کردیا ھے اور انشا اللہ تعالی باقي مضامین اور جلدوں میں جمع کیئے جاوینگے *

اگرچہ میں نے اس دیباچہ میں چند عیسائي ایسے مورخوں کا ذکر کیا ھی جنھوں نے آنحضرت کے حالات اور اصول مذھب اسلام کا انصاف سے فیصلہ نہیں کیا مگر اُن لایق اور قابل اور عالم واجب التعظیم عیسائي مورخوں کا ذکر کیئے بغیر بھي نہیں رہ سکتا جنھوں نے نہایت انصاف سے اور بالکل بغیر تعصب کے آنحضرت کے حالات اور مذھب اسلام کي نسبت ٹھیک ٹھیک اپني راے لکھي ھی بلکہ متعصب اور تنگ حوصلہ مخالفوں کے مقابلہ میں مذھب اسلام کي حمایت کي ھی اگرچہ بعض مقامات میں اُنھوں نے بھي کچھہ کچھہ سقم اور نقصان بیان کیئے ھیں لیکن صاف معلوم ھوتا ھی کہ وہ اُن کا بیان کسي تعصب پر مبني نہیں ھی بلکہ اُس مسئلہ کي حقیقت وہ نہیں سمجھے یا غلط سمجھے گئے پس یہہ ایک غلطي سمجھہ کي تر ھی الا وہ عیب جو تعصب اور تنگ حوصلہ ھونے کے سبب سے ھوتا ھی وہ نہیں ھی بھر حال یہہ قابل ادب شخص ایڈورڈ گبن قدیم روم کي سلطنت کا مشھور مورخ اور گاڈفري ھیگنز رحمھما اللہ تعالی اور ٹامس کارلیل اور جان ڈیون پورٹ سلمھما اللہ تعالی ھیں جنکے علم اور لیاقتوں کي تعظیم و قدر ھمیشہ ھرتي رھیگي اب میں اُن صاحبوں میں سے تین صاحبوں کي راے جو اُنھوں نے انحضرت اور مذھب اسلام کي نسبت لکھي ھی اپني اس دیباچہ میں لکھتا ھوں اور گاڈفري ھیگنز کي راے خطبات میں متعدد جگھہ لکھي گئي ھی *

مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ھیں " کیا یہہ بات خیال میں آسکتي ھی کہ جس شخص نے اس نہایت ناپسند اور حقیر بت پرستي کے بدلہ جسمیں اُسکے ھموطن (یعني اھل عرب) مدت سے گرفتار ھوئے تھے خداے واحد برحق کي پرستش قائم کرنے سے بڑي بڑي دایم الاثر اصلاحیں کیں مثلاً ارلاد کشي کو موقوف کیا نشے کي چیزوں کے استعمال کو اور قمار بازي کو جس سے اخلاق کو بھت نقصان پھونچتا ھی منع کیا بھتایت سے کثرت ازدواج کا اُس وقت میں رواج تھا اُسکو بھت کچھہ گھٹاکر محدود کیا غرض کہ ایسے بڑے اور سرگر مصلح کو ھم فریبي ٹھراسکتے ھیں اور یہہ کہہ سکتے ھیں کہ ایسے شخص کي تمام کارروائي مکر پر مبني تھي — نہیں ایسا نہیں کہہ سکتے — بےشک محمد (ص) بھجز دلي نیک نیتي اور ایمانداري کے اور کسي سبب سے ایسے استقلال کے ساتھہ اپني کارروائي پر ابتداء نزول وحي سے جو خدیجہ سے بیان کي اخیر دم تک جبکہ جایشہ کي گود میں شدت مرض میں وفات پائي مستعد نہیں رہ سکتے تھے — ج

لوگ ہر وقت اُنکے پاس رہتے تھے اور جو اُن سے بہت ربط و ضبط رکھتے تھے اُنکو بھی کبھی اُنکی ریا کاری میں شبہہ نہیں ہوا اور کبھی اُنھوں نے اپنے نیک پرتاؤ سے تجاوز نہیں کیا *

بیشک ایک نیک اور صادق طبیعت شخص جسکو اپنے خالق پر بھروسا ہو اور جو ایمان اور رسم و رواج میں بہت بڑی اصلاح کرے حقیقت میں صاف صاف خدا کا ایک الہ ہوتا ہی اُسکو ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کا پیغمبر ہی — جس طرح خدا تعالی کے اور وفادار خادم گذرے ہیں اگرچہ اُنکی خدمتیں کامل نہ تھیں اُسیطرح محمد کو بھی ہم خدا کا ایسا سچا خادم کیوں نہ سمجھیں جسنے خدا تعالی کی خدمت ایسی ہی وفاداری سے کی جیسی اَوْروں نے جو مثل اَوْروں کی خدمت کے پوری اور کامل نہ تھی — اِس بات پر کیوں یقین نہ کیا جاوے کہ اُسکو زمانہ اور اپنے ملک میں اپنی قوم کو خدا کی وحدانیت اور تعظیم سکھلانے کے لیئے اور اُن کی حالت کے مناسب اُن کو ملکی اور اخلاقی اُمور میں نصیحت کرنے کے لیئے خدا نے بھیجا تھا اور وہ راست بازی اور نیک کرداری کا واعظ تھا *

ایڈورڈ گبن صاحب لکھتے ہیں کہ ,, محمد کا مذہب شکوک اور شبہات سے پاک صاف ہی قران خدا کی وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہی مکہ کے پیغمبر نے بتوں کی انسانوں کی ستاروں اور سیاروں کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا کہ جو شے طلوع ہوتی ہی غروب ہو جاتی ہی اور جو حادث ہی وہ فانی ہوتی ہی اور جو قابل زوال ہی وہ معدوم ہوجاتی ہی — اُس نے اپنی معقول سرگرمی سے کائنات کے بانی کو ایک ایسا وجود تسلیم کیا جس کی نہ ابتدا ہی نہ انتہا نہ وہ کسی شکل میں محدود نہ کسی مکان میں اور نہ کوئی اُس کا ثانی موجود ہی جس سے اُس کو تشبیہہ دے سکیں — وہ ہمارے نہایت خفیہ ارادوں پر بھی آگاہ رہتا ہی — بغیر کسی اسباب کے موجود ہی — اخلاق اور عقل کا کمال جو اُس کو حاصل ہی وہ اُس کو اپنی ہی ذات سے حاصل ہی — اُن بڑے بڑے حقایق کو پیغمبر نے مشہور کیا اور اُس کے پیروؤں نے اُن کو نہایت مستحکم طور سے قبول کیا اور قران کے مفسروں نے معقولات کے ذریعہ سے بہت درستی کے ساتھہ اُن کی تشریح اور تصریح کی — ایک حکیم جو خدا تعالے کے وجود اور اُس کی صفات پر اعتقاد رکھتا ہو مسلمانوں کے مذکورہ بالا عقیدہ کی نسبت یہہ کہہ سکتا ہی کہ وہ ایسا عقیدہ ہی جو ہمارے موجودہ ادراک اور قوائے عقلی سے بہت بڑھکر ہی اس لیئے کہ جب ہمنے اُس نا معلوم چیز (یعنی خدا) کو زمان اور مکان اور حرکت اور مادہ اور حس اور تفکر کے اوصاف سے مبرا کر دیا تو پھر ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لیئے کیا چیز باقی رہی وہ اصل اول (یعنی ذات باری تعالی) جس کی بنا عقل اور وحی پر ہی محمد کی شہادت سے استحکام کو پہونچی چنانچہ اُسکے معتقد ہندوستان سے لیکر مراکو تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں اور بتوں کو ممنوع سمجھنے سے بت پرستی کا خطرہ مٹا دیا گیا ہی *

مسٹر تامس کارلیل صاحب لکھتے ہیں کہ ,, ہم لوگوں (یعنی عیسائیوں) میں جو یہہ بات مشہور ہی کہ محمد ایک پرفن اور نطرتی شخص اور گویا جھوٹ کے اوتار تھے اور اُن کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا ایک تودہ ہی اب یہہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتی جاتی ہیں جو جو جھوٹ باتیں دوراندیش اور مذہبی سرگرمی رکھنے والے آدمیوں (یعنی عیسائیوں) نے اُس انسان (یعنی محمد صلعم) کی نسبت قایم کی تھیں اب وہ الزام قطعاً ہماری روسیاہی کی باعث ہیں چنانچہ ایک یہہ بات مشہور ہی کہ پادری صاحب نے جب گروٹیس صاحب سے پوچھا کہ یہہ قصہ جو تمنے لکھا ہی کہ محمد نے ایک کبوتر کو تعلیم کیا تھا کہ وہ اُنکے کان میں سے میل نکالا کرتا تھا اور مشہور کیا تھا کہ وہ فرشتہ ہی جو اُن کے پاس وحی لایا کرتا ہی تو اس قصہ کی کیا سند ہی تو اُنھوں نے جواب دیا کہ ,, اس قصہ کی کوئی سند اور کچھہ ثبوت نہیں ،، حقیقت یہہ ہی کہ اب وہ وقت آگیا ہی کہ ایسے ایسے قصوں کو بالکل چھوڑ دیا جاوے — جو جو باتیں اس انسان (یعنی محمد صلعم) نے اپنی زبان سے نکالیں بارہ سو برس سے اٹھارہ کرور آدمیوں کے لیئے پیغمبر ہدایت کے قایم ہیں ان اٹھارہ کرور آدمیوں کو بھی اُسی طرح خدا نے پیدا کیا ہی جس طرح ہم کو پیدا کیا اس وقت جتنے آدمی محمد کے کلام پر اعتقاد رکھتے ہیں اُس سے بڑھکر اَوْر کسی کے کلام پر اس زمانہ کے لوگ یقین نہیں رکھتے پھر کیا ہم یہہ خیال کر سکتے ہیں کہ جس کلام پر خدائے قادر مطلق کی اسقدر مخلوق زندگی بسر کر گئی اور اُسی پر مرگئی کیا وہ ایسا جھوٹا کھیل ہی جیسا ایک بازی گر کا ہوتا ہی میں اپنے نزدیک ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتا بلکہ میں یہ نسبت اَوْر چیزوں کے اُس پر جلد یقین کرتا ہوں اگر جھوٹی اور فریب کی باتیں دنیا میں اس قدر زور اورھوں رواج پکڑ جاویں اور مسلم ٹھہر جاویں تو پھر اس دنیا کی نسبت کوئی کیا سمجھیگا — اس قسم کے خیالات جو بہت پہلے ہوئے ہیں بہت ہی افسوس کے قابل ہیں اگر ہم کو خدا کی سچی مخلوقات کا علم کچھہ حاصل کرنا منظور ہو تو ہم کو ایسی باتوں پر یقین کرنا ہرگز نہیں چاہیئے — وہ باتیں ایسے زمانہ میں پھیلی تھیں جب کہ توہمات کو بہت دخل تھا اور اُنھی توہمات کے سبب خیال تھا کہ آدمی کی روحیں غمگین خرابی میں پڑی ہوئی ہیں جو اُن کی ہلاکت کا سبب

کن کن چیزو نمیں تہذیب چاہیئے یکم ذیحجہ سنہ ۱۲۸۷ ہجری کن کن چیزو نمیں تہذیب چاہیئے

ہی — میرے نزدیک اس خیال سے کہ ایک جھوٹے آدمي نے ایک مذہب قایم کیا اَوْر کوئي اس سے زیادہ بد اور نا خدا پرست خیال دنیا میں نہیں پھیلا — بلکہ یہہ کب ہو سکتا ہی کہ ایک جھوٹا آدمي جو چونہ اور اینٹ اور اَوْر مصالح کي حقیقت کو سچ نہ جانے اور پختہ مکان بنالے وہ پختہ مکان کاہیکو ہوگا بلکہ خاک کا ایک ڈھیر ہوگا — بارہ سو برس تک اُس کو کب قیام ہو سکتا ہی اور اٹھارہ کرور آدمي اُس میں کب رہ سکتے ہیں بلکہ اب تک وہ مکان کبھي کا سر کے بل گر پڑا ہوتا ضرور ہی کہ ایک آدمي اپنے طریقوں کو قانون قدرت کے مطابق کرے اور قدرت کے سامانوں کي حقیقت کو سمجھے اور اُس پر عمل کرے ورنہ قدرت سے اُس کو یہہ جواب ملیگا کہ نہیں یہہ ہرگز نہیں ہوسکتا جو جو قانون اور قاعدے خاص ہیں وہ خاص ہي رہتے ہیں عام نہیں ہو جاتے افسوس ہی کہ کوئي شخص مثل کاک لسٹرو یا اَوْر ایسي ہي بہت سي دنیا کے سر بر آوردہ لوگوں کے چند روز کے لیئے اپنے فند فطرت سے کامیاب ہو جاتے ہیں مگر اُن کي کامیابي ایک جعلي ہنڈوي کي مانند ہوتي ہی جس کو وہ اپنے نالایق ہاتھوں سے جاري کرتے ہیں اور خود الگ تھلگ رہتے ہیں اور اَوْروں کو اُس کے سبب سے نقصان پہونچاتے ہیں مگر قدرت آگ کے شعلوں اور فوا سیسي ہنگاموں اور اسي قسم کے اَوْر غضبناک ظہور سے ظاہر ہوکر یہہ بات بہت غضب اور قہر سے دنیا پر ظاہر کر دیتي ہی کہ جعلي ہنڈویاں جعلي ہي ہیں *

راقم

سید احمد

بمقام لندن محلہ میکان برگ اسکوئیر مکان نمبر ۲۱ نمبر ۱۸

کن کن چیزوں میں تہذیب چاہیئے

جب کہ ہم کسي قوم کو تہذیب کي طرف مایل کرتے ہیں تو ہمکو ضرور ہی کہ ہم یہہ بھي بتاویں کہ اُس قوم کو کن کن چیزوں میں تہذیب کرني چاہیئے ہندوستان کے مسلمانوں کے جو حالات ہیں اُنکے لحاظ سے ہمارے خیال میں اتا ہی کہ مفصلۂ ذیل چیزیں ہیں جنکي تہذیب پر اُنکو متوجہ ہونا چاہیئے *

اول آزادي راے — مسلمانوں کي راے اور اُنکے خیالات ہر ایک امر میں تقلید کرتے اور رسومات کے پابند رہتے رہتے ایسے پست اور پامال ہوگئے ہیں جسکے سبب کسي قسم کي ترقي کي تحریک اُن میں نہیں ہوتي پس جب تک کہ راے کي آزادي اُن میں پیدا نہوگي اُسوقت تک اُن میں تہذیب نہیں آنے کي *

دوم درستي عقاید مذہبي — ہندوستان کے مسلمانوں کے عقاید مذہبي جو اُنکي کتابوں میں لکھے ہیں وہ اور ہیں اور جو اُنکے دلوں میں ہیں اور جنکا اُنکو یقین بیٹھا ہوا ہی وہ اور ہیں ہزاروں عقاید شرکیہ اُنکے دلوں میں ہیں پس اُنکي تہذیب کرنا اور اپنے عقاید کو ہیئت اسلام کے مطابق کرنا اور اسي پر یقین رکھنا تہذیب و شایستگي حاصل کرنے کي اصل جز ہی *

سویم خیالات و افعال مذہبي — ہندوستان کے مسلمانوں میں صدہا خیال اور توہمات ایسے موجود ہیں جنکو وہ عمدۂ اعمال مذہبي سمجھکر ادا کرتے ہیں حالانکہ اُنکو مذہب اسلام سے کچھہ علاقہ نہیں ہی یا تو وہ خود بدعت ہیں یا رسومات و خیالات کفر و شرک ہیں جو باعث ہمارے نامہذب ہونے کے ہیں پس ہمکو مہذب ہونے کے لیئے اُنکي تہذیب درکار ہی *

چہارم تدقیق بعض مسایل مذہبي — ہمارے مذہب کے بعض صحیح اور اصلي مسایل ایسے ہیں جنکي پوري پوري تحقیق و تدقیق ابتک نہیں ہوئي اور اگرچہ وہ مسایل في نفسہٖ صحیح و درست ہیں الا بیان واضح اور تحقیق کامل نہونے کے سبب علوم عقلیہ کے برخلاف اور تہذیب و شایستگي کے مخالف معلوم ہوتے ہیں پس ہمکو اُنکي تشریح و تفسیر میں تہذیب کرني چاہیئے *

پنجم تصحیح بعض مسایل مذہبي — ہم کچھہ شک نہیں کرتے کہ بعض مسایل ایسے بھي ہیں یا یوں کہو کہ بعض ایسے مسایل کا ہونا ممکن ہی جن میں متقدمین نے غلطي کي ہو پس اُنکو بحث میں لانا اور ایک امر منقح ٹھہرانا ہمارے لیئے ضرور ہی *

ان تمام چیزوں کو جو مذہب سے متعلق ہیں ہمنے تہذیب و شایستگي میں اسلیئے داخل کیا ہی کہ قوم کے مہذب ہونے پر مذہب کا بڑا اثر ہوتا ہی پس جسقدر جس قوم کے مذہب میں نقص ہی اوتنا ہي اُسکي پوري تہذیب میں نقصان ہی *

ششم تعلیم اطفال — مذہب کے بعد جو چیز سب سے زیادہ ضروري ہی وہ تعلیم ہی ہمکو زمانۂ گذشتہ اور حال پر نظر کرکر ایک ایسا طریقہ تعلیم معین کرنا چاہیئے جس سے علوم دیني اور دنیوي دونوں قسم کي تعلیم کا اعلی درجہ تک ہمکو قابو ملے *

ہفتم سامان تعلیم — ہمارے لیئے صرف طریقۂ تعلیم معین کرنا ہي کافي نہوگا بلکہ آپس کي مدد اور مجموعي ہمت اور فیاضي سے اُسکا سامان بھي مہیا کردینا ضرور ہوگا *

ہشتم عورتوں کي تعلیم — کچھہ شبہہ نہیں ہی کہ قومي تہذیب و شایستگي کے لیئے عورتوں کا تعلیم یافتہ ہونا ضرور ہی

پس ہمکو لڑکیوں کي تعلیم کے لیئے اور اُنکو دستکاري سکھلانے کے لیئے کوئي عمدہ بندوبست کرنا چاہیئے *

۱۰ ہنر و فن و حرفہ — اپني قوم میں ہر قسم کے ہنر اور صنعت اور فن و حرفہ کو پھیلانا و ترقي دینا قومي تہذیب کے لیئے ایک بہت بڑا جزو ہی *

یہہ تمام باتیں وہ تھیں جو مجموعاً و منفرداً ہر شخص سے اور ہر قوم سے علاقہ رکھتي تھیں اب اُن باتوں کا ذکر کرتے ہیں جو ہر ایک شخص کي ذات سے علاقہ رکھتي ہیں مگر اُن کا اثر کل قوم پر ہوتا ہی اور ہر ایک میں اُن باتوں کے ہونے سے قومي تہذیب و شایستگي دوار پاتي ہی *

دھم خود غرضي — سب سے بڑا عیب ہم میں خود غرضي کا ہی اور یہي مقدم سبب قومي ذلت اور نا مہذب ہونے کا ہی ہم میں سے ہر ایک کو ضرور ہی کہ رفاہ عام کا جوش دل میں پیدا کریں اور یقین جانیں کہ خود غرضي سے تمام قوم کي اور اُسکے ساتھہ اپني بھي بربادي ہوگي *

اِس مقام پر ہمکو ایک کہاني یاد آئي — انسان کے اعضا میں تکرار ہوئي اور ہر ایک عضو نے خود غرضي اختیار کي تھوڑي دیر بعد معدہ بھوک کے مارے بےچین ہوا پاؤں نے کہا کہ میں کیوں چلکر غذا بہم پہونچاؤں ہاتوں نے کہا کہ ہم کیوں غذا کو مرنہہ تک پہونچاویں آنکھوں نے کہا کہ ہم اُس میں کي بال مکھي کیوں دیکھیں ناک نے کہا کہ غذا کا سڑا بسا بساندا ہونا میں کیوں سونگھوں مرنہہ نے کہا کہ میں کیوں چبا کر حلق میں نگلوں سب آپ آپ چپکے ہورہے دو ایک دن تو جوں توں گذر گئے پھر تو پاؤں لڑکھڑانے لگے ہاتھہ کانپنے لگے مرنہہ ہلنے کي طاقت نرہي آنکھوں میں اندھیرا آنے لگا تب تو سب گھبرائے کہ یہہ کیا ہوا اُس وقت عقل کے پاس گئے اُس نے کہا کہ خود غرضي نے تمہارا یہہ حال کیا ہی تم نے جانا کہ دوسرے کے کام سے ہمکو کیا مطلب ہی حالانکہ حقیقت میں وہ تمہارا ہي کام تھا اور اُس کا نقصان تمہارا ہي نقصان تھا پس جس قوم کے لوگوں میں خود غرضي ہوتي ہی جیسیکہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ہی تو وہ آپ اپنے تئیں برباد کرتي ہی *

یاز دھم عزت اور غیرت — غیرت اور عزت یہہ دونوں آپسمیں ایسي ملي ہوئي ہیں کہ کبھي جدا نہیں ہوتیں جس کو عزت ہی اُس کو غیرت ہی جس کو غیرت ہی اُسکو عزت ہی اب مسلمانوں میں اِن دونوں چیزوں کي کمي کیا بلکہ وہ معدوم ہوگئي ہیں — اگرچہ یورپ اِسباق سے لوگ متعجب ہونگے کہ مسلمان کیونکر ایسے ہیں کہ ابھي اُنکو کوئي گالي دے جان نکال لیں مرجائیں پر اپني شان نجھانے دیں شادي مہماني میں ہرگز ناک کٹائي نہونے دیں روپیہ قرض لیں اور شادي دھوم سے کریں اگر باوا مرگیا ہی تو اُسکي فاتحہ اور چہلم کي تورہابندي میں کبھي دریغ نکریں پھر کیونکر اُنکو اپنم عزت یا غیرت کا خیال نہیں ہی *

یہہ سب باتیں سچ ہیں مگر یہہ سب ہیطاني اور جھوٹي عزت اور غیرت ہی جو اصلي اور اخلاقي عزت ہی ہم اُس کا ذکر کرتے ہیں کس کو اِسبات کي غیرت ہی کہ ہمکو کوئي جھوٹا خیال نکرے کسکو اِسبات کا خیال ہی کہ ہم آپس میں اور معمولي باتونمیں بھي سچ کي عزت پر بٹہ نہ لگائیں کون ہی جو بلحاظ اپني اخلاقي عزت کے کسي برائي کے فعل سے بشرطیکہ اُسمیں سزاے دنیاوي کا اندیشہ نہو بچ کر اپنے تئیں معزز رکھنا چاہتا ہی ہم یہہ نہیں کہتے کہ اور قوموں میں یہہ نقص نہیں ہیں مگر بلاشبہہ اتنا کہتے ہیں کہ مہذب و شایستہ قوموں میں نہ خدا کے ڈر سے بلکہ اپني عزت کے ڈر سے اِن باتوں کا بہت خیال ہی *

دوازدھم ضبط اوقات — ہماري قومي تہذیب و شایستگي میں اوقات کے منضبط نہونے سے بڑا نقصان پہونچا ہی ہر ایک کو اپنے خاص کاموں میں اپني خاص اوقات کا اور جو کام عام قوم سے متعلق ہیں اُنمیں تمام قوم کو یکساں اوقات کا منضبط کرنا چاہیئے کہ یہہ بھي ایک اصل اصول قومي تہذیب و شایستگي کا ہی *

سیزدھم اخلاق — بالفعل مدار اخلاق ہم لوگوں میں اِس پر رہ گیا ہی کہ جس کسي سے ملے کچھہ ہنس کر سلام کیا کچھہ محبت کي جھوٹي باتیں بنائیں دو چار میٹھي میٹھي باتیں سنائیں کچھہ اپني جھوٹي نیازمندي کا اِظہار کیا کچھہ اُنکي جھوٹي تعریف کي آڑ بھگت کي اور دلمیں کہا کہ خوب اُلو بنایا جب وہ چلا گیا تو یا تو برا کہنے لگے یا جو باتیں کي تھیں اُنکا نقش ہر آب کا سا بھي نشان نہ تھا *

یہہ سب باتیں اِنسان کے دلکو اور اُسکے اخلاق کو خراب کردیتي ہیں بلاشبہہ ہمکو سب سے جھک کر اور خندہ پیشاني سے ملنا چاہیئے مگر وہیں تک جہاں تک کہ اِنسانیت کا مقتضا ہی مگر اُسکو مکاري کي حد تک نہ پہونچانا چاہیئے *

چہاردھم صدق مقال — یہہ تو وہ صفت ہی کہ جو اِنسان کو قطب و ابدال کے درجہ سے بھي بڑھادیتي ہی مگر یہاں ہمارا مطلب دنیاوي باتوں میں سچے پن کا ہی ضرور ہی کہ سب لوگ سچ میں عزت سمجھیں ایک شخص دوسرے کي بات کو سچ سمجھے تاکہ قایل کو قبل کلام اِس بات کي غیرت ہو کہ سامع میرے اِس قول کو جھوٹ

کن کن چیزو نمیں تہذیب چاہیئے یکم ذیحجہ سنہ ۱۲۸۷ ہجری کن کن چیزو نمیں تہذیب چاہیئے

تہ سمجھے ہم دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے لڑکوں سے خوش طبعی میں کہتے ہیں کہ کیوں جھوٹ بولتا ہی آپسمیں ایک درست دوسرے کو کہتا ہی کہ میاں کیوں جھوٹ بولتے ہو اِن باتوں سے جھوٹ کے عیب اور جھوٹ کے طعنہ کي غیرت دل سے جاتي رہتي ہی جو بڑا سبب ذلت قومي اور نامہذب اور ناشایستہ ہونے قوم کا ہوتي ہی *

پانزدہم دوستوں سے راہ و رسم — ہماري راہ و رسم جو دوستوں سے ہی اُسمیں بھي نہایت نقص ہیں ہم آپسمیں اِس طرح پر نہیں ملتے جیسے انسان انسان سے ملتے ہیں بلکہ اِس طرح پر ملتے ہیں جیسے حیوان آپسمیں ملتے ہیں اُن تمام طریقوں اور قاعدوں میں تہذیب کرني ایک بڑا امر ضروري ہی *

شانزدہم — کلام طرز گفتگو اور سیاق کلام بھي جزو اعظم تہذیب و شایستگي کا ہی جسکي ہم میں بہت کمي ہی ہمارے کلام میں وہ الفاظ جو مہذبانہ گفتگو میں ہوتے ہیں نہایت کم مستعمل ہیں اور اِس لیئے اُسکي اصلاح کي بہت ضرورت ہی *

ہفتدہم لہجہ — اِسکو بھي تہذیب میں بڑا دخل ہی اکھڑلہجہ یا اِس قسم کي آواز جس سے شبہہ ہو کہ آدمي بولتے ہیں یا جانور لڑتے ہیں ناشایستہ ہونے کي نشاني ہی کسیقدر اِسپر بھي ہمکو توجہہ درکار ہی *

ہیژدہم طریق زندگي — یہہ تو ہمارا ایسا ابتر و خراب ہی کہ ہم بے مبالغہ کہہسکتے ہیں کہ بہت سے جانور ایسے ہیں جنکا طریق زندگي ہمارے طریقہ زندگي سے نہایت عمدہ اور اچھا ہی *

نوزدہم صفائي — بدن اور گھر اور لباس سب کي صفائي تہذیب میں داخل ہی انگریزي مثل ہی کہ خدا اور خدا کے بعد صفائي مسلمانوں کے ہاں بھي حدیث ہی کہ " الطہور شطرالایمان " مگر ہم مسلمان بہت کم اِس کي طرف متوجہہ ہیں صورت دیکھو تو واہ واہ گھر دیکھو تو سبحان اللہ اِسلیئے ہمکو صفائي پر توجہہ کرنے کي بھي بڑي ضرورت ہی *

بستم طرز لباس — لباس کي قطع اور وضع درست ہونے بہت بڑي نشاني تربیت یافتہ ہونے کي ہی دیکھہ لو کہ تمام دنیا میں جسقدر وحشیانہ پن کم ہوتا گیا اُسي قدر لباس کي درستي ہوتي گئي پس ہمکو اپنے لباس کي طرف متوجہہ ہوکر دیکھنا چاہیئے کہ کس قسم کي ترمیم کے لایق ہی *

بست و یکم طریق اکل و شرب — اگر ہم تعصب نکریں اور اِنصاف سے دیکھیں تو ہمارا طریقہ اکل و شرب ایسا ہی کہ جو قومیں ہم سے زیادہ صفائي سے کھاتي ہیں جب وہ ہمکو کھاتے ہوئے دیکھتي ہیں تو اُن کو قے آتي ہی *

بست و دوم تدبیر منزل — ہماري تدبیر منزل یعني انتظام خانہ داري ایسا ابتر و خراب ہی جسمیں نہایت درجہ کي اصلاح و ترقي کي حاجت ہی *

بست سوم زنانہ عورتوں کي حالت میں — غیر قوموں نے ہمارا برتاؤ عورتوں کے ساتھہ جیسا کچھہ خیال کیا ہی اور لکھا ہی اُسمیں یقیني بہت سي غلطیاں اور غلط فہمیاں ہیں مگر جو اصلي حالت عورتوں کي ہی بلاشبہہ ترقي کے لایق ہی اور ہمارا برتاؤ عورتوں کے ساتھہ بہت سي اصلاح اور تہذیب کا محتاج ہی *

بست و چہارم کثرت از دواج — اگرچہ ہندوستان کے مسلمانوں میں کم ہی مگر پھر بھي زیادہ ہی اور نہایت نالایقي سے اور خدا و خدا کے رسول کے حکم کے برخلاف برتا جاتا ہی یہہ ایسي بد خصلت مسلمانوں میں جاري ہی جس کي بدولت اسلام کو شرمندگي و بدنامي ہی *

بست و پنجم غلامي — اگرچہ ہندوستان میں انگریزوں کي بدولت غلامي کي بد رسم موقوف ہوگئي ہی مگر ہمارے مہذب و شایستہ ہونے کے لیئے صرف اُس کا موقوف ہونا ہي کافي نہیں ہی بلکہ ہمارے دل میں اِس بات کا یقین ہونا چاہیئے کہ درحقیقت یہہ رسم خلاف مسلماني مذہب کي تھي اور في نفسہ خراب و نالایق تھي اِسلیئے ہمکو اُس پر توجہہ کرنے کي ضرورت باقي ہی *

بست و ششم رسومات شادي — جو رسومات شادي کي ہم مسلمانوں میں رائج ہیں ایک بھي اُن میں سے مذہب اسلام کي رسم نہیں ہی اور جیسي نالایق اور نا مہذب وہ رسمیں ہیں شاید ہي اور کوئي رسم اُس سے زیادہ ناشایستہ اور نا مہذب ہوگي *

بست و ہفتم رسومات غمي — اسیطرح رسومات غمي کا حال ہی کہ برخلاف مذہب اسلام کے ہم نے نا مہذب و ناشایستہ رسمیں اختیار کرلي ہیں *

خدا رحمت کرے مرلوي اسمعیل پر جنکي بدولت بہت سي نامہذب و ناشایستہ رسمیں شادي و غمي کي ہمارے میں سے چھوٹ گئي ہیں مگر اِس پر بھي بہت کچھہ باقي ہیں جنکي تہذیب پر ہم کو متوجہہ ہونا چاہیئے *

بست و ہشتم ترقي زراعت — زراعت کي ترقي اور کاشتکاروں کے حالت کي بہتري قومي ترقي اور تہذیب میں بڑا اثر رکھتي ہی اور اُس میں ہمکو بہت کچھہ کرنا ہی *

بست و نہم تجارت — یہہ سب سے آخر جزو ہی قومي ترقي اور تہذیب و شایستگي حاصل کرنے کا اور ہم مسلمانوں میں سے یہہ امر بالکل متروک ہوگیا ہی پس ہمکو اپني قوم میں اُس کا رواج دینا اور عمدہ اصول پر اُس کو قایم کرنا ایک بہت بڑا امر واسطے تہذیب و شایستگي حاصل کرنے کے ہوگا *

یہہ خیال نکرنا چاہیئے کہ یہہ تمام دنیا کي چیزوں کي ترقي ہمسے کیونکر ہوسکتي ہی اِس لیئے کہ اگر ہم متوجہہ ہونگے اور تہذیب و شایستگي حاصل کرنے پر دل لگارینگے تو سب کچھہ ہم سے ہوسکیگا یہہ باتیں ظاہر میں بہت سي معلوم ہوتي ہیں لیکن آپسمیں ایک دوسرے سے ایسا علاقہ رکھتي ہیں کہ جب ایک بات میں ترقي شروع ہوتي ہی تو ہرایک بات میں از خود ترقي ہوتي جاتي ہی پر کوشش شرط ہی السعي مني والا تمام من اللہ تعالی *

راقم
سید احمد

بمقام علیگڈھ — مطبع علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد اول] ۱۵ ذیحجہ سنہ ۱۲۸۷ ھجری [نمبر ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

جسقدر روپیہ بابت اِس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسي خاص شخص کي ملکیت نہوگا بلکہ اِس پرچہ کے اجرا و ترقي میں صرف کیا جاویگا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھہ روپیہ سالانہ پیشگي بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا *

علاوہ اِس کے جو شخص کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن دے وہ بشکر گذاري تمام لیا جاویگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیساکہ مقتضاے مضامین ہوگا چھپا کریگا قیمت في پرچہ دو آنہ اور مع محصول تین آنہ ہوگي مگر خریداروں کو کم سے کم تین روپیہ قیمت اور ایکروپیہ آٹھہ آنہ محصول جملہ چار روپیہ آٹھہ آنہ پیشگي بھیجنے ہونگے *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو في پرچہ چار آنہ قیمت اور ایک آنہ محصول دینا ہوگا *

ممبروں کو بلا قیمت یہہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کے تقسیم کا بھي بلا قیمت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

اِس پرچہ میں بجز مضامین متعلق تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے جہاں تک کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھہ مندرج نہوگا *

مضمون نمبر ۱۹

مصر اور اُس کي تہذیب

مشہور ہی کہ مسلماني ریاستوں میں سے مصر نے تہذیب و شایستگي میں بہت ترقي کي ہی اس لیئے ہم اُس کا کچھہ حال جو ہماري آنکھہ کا دیکھا ہی لکھتے ہیں *

مصر کي تہذیب و شایستگي کا حال بیان کرنے کے لیئے وہاں کے باشندوں کو چار فرقوں میں تقسیم کرنا چاہیئے *

اول یورپین یعني فرنچ اور اٹالین اور گریک اور کچھہ انگریز جو بطور رعایا یا تجار وہاں بسے ہوئے ہیں *

دویم مسلمان امرا و رؤسا و عہدہ دار جو اُس ملک میں رہتے ہیں یعني اعلی درجہ کے مسلمان باشندے مصر کے *

سویم عیسائي مصري یعني مصر کے رہنے والے جنھوں نے قدیم یا حال کے زمانہ میں مذہب عیسائي اختیار کیا ہی اور جو اکثر قبطي نسل کے ہیں *

چہارم متوسط درجہ اور ادنی درجہ کے مسلمان باشندے مصر کے *

يورپ کي قومیں جو مصر میں ہیں اگرچہ وہ بہ نسبت اُن یورپین قوموں کے جو خاص یورپ میں رہتي ہیں تہذیب و شایستگي میں گھٹي ہوئي ہیں لیکن پھر بھي نہایت مہذب اور شایستہ اور تربیت یافتہ ہیں اُن کے مکان نہایت صاف اور بخوبي بقدر اپنے اپنے مقدور کے آراستہ پھولوں اور پھولدار درختوں اور بیلوں کو جا بجا مکان پر چڑھانے سے پیراستہ ہیں ہر ایک یورپین کا مکان اسي طرح پر بقدر اپنے مقدور کے آراستہ ہی الا بہت مفلس یورپین جو قدیم شہر کے اندر عام لوگوں سے ملے ہوئے رہتے ہیں اور جن میں سے ایک شخص گریک کے گھر میں میں خرد گیا تھا مثل عام مصریوں کے گھروں کے خراب ہیں *

یورپین کي عورتیں بھي نہایت خوبي اور صفائي سے رہتي ہیں نفیس نفیس لباس پہنے ہوئے پھرتي ہیں بات چیت نہایت تہذیب اور شایستگي سے کرتي ہیں اور یورپین مرد عموماً صاف اور درست معمولي لباس کوٹ پتلون پہنے ہوئے رہتے ہیں الا یورپ کي ٹوپي سو میں دو چار پہنتے ہونگے ورنہ سب کے سب ترکي لال ٹوپي پھندنے دار پہنتے ہیں اُن کا لباس اور بدن اور کھانا اور کھانے کے برتن پاک صاف اُجلے اور درست رہتے ہیں یورپین زن و مرد اپني یورپ کي زبان بھي بولتے ہیں اور عربي بھي خوب بولتے ہیں جو بالفعل تمام مصریوں کي زبان ہی بات چیت ان لوگوں کي نہایت شایستہ اور مہذب اور لہجہ گفتگو مثل مہذب آدمیوں کے لہجہ کے ہی *

مسلمان امرا و رؤسا و عہدہ داران نے بالکل اپنا قدیم طریقہ اور قدیم لباس اور پورانا طرز زندگي چھوڑ دیا ہی سب کے سب کوٹ پتلون پہنتے ہیں اور لال پھندنے دار ترکي ٹوپي اوڑھتے ہیں مثل یورپین کے اپنے مکانات کو صاف اور پھولوں اور پھولدار درختوں سے آراستہ رکھتے ہیں میز و کرسي پر بیٹھتے ہیں چھوري کانٹے سے کھانا کھاتے ہیں انڈر فونچ اور عربي اور ترکي تینوں زبانیں جانتے ہیں اُن کي نسبت مجھکو کہنا چاہیئے کہ اگر بالکل یورپین کي مانند مہذب نہیں ہوگئے ہیں تو اُن کي پوري پوري نقل تو ضرور کي ہی *

عیسائي مصري بھي تہذیب و شایستگي میں کم نہیں اُنہوں نے اپنے ہم مذہب یورپین بھائیوں کا سا برتاؤ اور طریقہ اختیار کیا ہی میں دو ایک عیسائي مصریوں سے ملا اور اُنکو تہذیب و شایستگي میں اراستہ پایا وہ سب قبطي نسل کے تھے اور اُن میں سے ایک شخص باوجودیکہ بجز عربي زبان کے اور کوئي زبان نہیں جانتا تھا مگر ہر بات اور عادت اور بات چیت میں مثل یوروپین جنٹلمین کے مہذب تھا مصري عیسائي لڑکیوں کے پڑھانے کے لیئے مشنریوں نے اسکول بھي بنائے ہیں اور اُن لڑکیوں کو عربي زبان میں تعلیم دیجاتي ہی اور انجیل اور آثر دعاؤں کي کتابیں عربي زبان میں پڑھائي جاتي ہیں *

متوسط درجہ اور ادنی درجہ کے مسلمان مصري جو بہت کثرت سے ہیں نہایت خراب اور ابتر حالت میں ہیں میلے اور نہایت میلے اور لباس نہایت خراب اکثر ٹیلا کرتا جس کا گریبان کھلا ہوا ہی پہنے ہوئے ہیں اور ٹانگوں میں کوئي چیز نہیں بالکل ننگي اور کپڑا ایسا میلا کہ شاید پہننے کے بعد کبھي دھونے کي نوبت نہیں آتي ہوگي پاس بٹھانے کو دل نہیں چاہتا بدن و کپڑوں میں سے بدبو آتي ہی *

متوسط درجہ کي عورتوں کي حالت بہ نسبت مردوں کے اچھي معلوم ہوتي ہی مگر ادنی درجہ کي عورت و مرد کي نہایت خراب حالت معلوم ہوتي ہی اور جو کہ یہي لوگ سب سے زیادہ کثرت سے ہیں اِس لیئے مصر باعتبار خلقت کے آنکھہ میں نہایت برا اور خراب معلوم ہوتا ہی اکثر مصر کے بازاروں میں جاؤ اور عام طور پر وہاں کي خلقت پر نظر ڈالو تو ایسا معلوم ہوتا ہی جیسیکہ ہندوستان میں قحط کے دنوں میں بھٹنیر کي طرف کے لوگ عورت و مرد ٹیلے کرتے پہنے ہوئے اور تباہ حالت میں چلے آتے ہیں تمام یوروپین کیا مرد اور کیا عورت اُن لوگوں میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے اندھیري رات میں تارے یا کوڑے میں موتي *

اِس درجہ کے لوگوں کا لہجہ گفتگو ایسا نا شایستہ اور خراب ہی کہ اُنکي نامہذب آواز کي دل پر چوٹ لگتي ہی بہت بلند اور حلق میں سے نکلنے والي اور نہایت درشت آواز سے جس میں گردن کي رگیں تن جاتي ہیں باتیں کرتے ہیں یہہ معلوم ہوتا ہی کہ دو جانور آپس میں لڑتے ہیں اور باوجودیکہ وہاں مسلمان گورنمنٹ ہی تب بھي اِس فرقہ کے لوگ یوروپین کے سامنے بسبب اپنے ناشایستہ اور نامہذب ہونے کے نہایت ذلیل ہیں اور جانوروں سے بدتر اُن کا حال ہی سلطنت اسلام ہی الا اسلام صرف اِن مسلمانوں کے ناشایستہ اور نا تربیت یافتہ ہونے سے غیر قوموں کي آنکھہ میں ذلیل ہی *

پہلے پہل جب میںنے مصریوں کو آپس میں بات چیت کرتے دیکھا تو میںنے خیال کیا کہ بسبب عربي زبان ہونے کے جس میں حروف حلقي زیادہ ہیں اُن کا لہجہ ایسا خراب ہی مگر میں نے جب قبطي عیسائیوں کو دیکھا جو تربیت یافتہ تھے اُن کا لہجہ نہایت سیک اور آواز نرم اور آہستہ بات کرنا سب کچھہ عمدہ تھا اُن کے مونہہ سے

لفظ پیارے معلوم هوتے تھے اور عورتوں کے مونهہ سے تو وہ عربي لفظ نهیں نکلتے تھے بلکہ پهول جهڑتے تھے *

مجهه پر میري عمر میں ایک زمانہ ایسا گذرا کہ تهوڑي دیر کے لیئے میں نے خیال کیا کہ شاید جین مذهب حق هی جبکہ میں نے تمام چیزوں کو آنکھ میں اور جینیوں کے مندر کو من میں دیکها اور مصر کي سیر میں مجهه پر ایک زمانہ ایسا گذرا کہ تهوڑي دیر کے لیئے میں نے خیال کیا کہ شاید عیسائي مذهب حق هی کیونکہ هر مقام پر جو خوبي اور عزت اور برکت خدا نے عیسائیوں کو دي هی وہ اور کسیکو نهیں دي پس کیا شرم کي بات هی کہ مسلمان اپنے تئں مهذب اور ناشایستہ هونے سے اسلام کو داغ لگائیں اور اُس کو حمیت اسلامي کے برخلاف نہ سمجهیں *

معلوم هوتا هی کہ مصر کي عورتوں میں باهر نکلنے کا عام رواج هی غریب عورتیں پیادہ پهرتي هیں اور ذیمقدر خاندان کي عورتیں بروم اور فٹن اور چرٹ پر سوار هوکر پهرتي هیں مگر باهر پهرنے کا ایک خاص قسم کا لباس هی کہ اُس میں بجز آنکهوں کے اور کچهه نهیں معلوم هوتا آنکهوں کے نیچے ناک پر سیاہ رنگ کا لنبا هاتي کي سونڈ کیطرح ایک کپڑا لٹکاتي هیں جس سے نهایت هیبت ناک صورت هو جاتي هی اُن کي هیئت مجموعي ایسي معلوم هوتي هی کہ گویا ممي قبر میں سے نکلکر پهرتي هی *

امیر عورتوں کے باهر نکلنے کا لباس اُن سے کسیقدر بهتر هی خدیو مصر کي بیگمات جو حرم کهلاتي هیں ایک دفعہ سواري میں مجهکو ملیں نهایت عمدہ بروم میں کهلے میدان سوار تهیں چار گهوڑے جتے هوئے تهے اور گورے کوچوان انگریزي وردي پهنے هوئے پشتیو گهوڑوں کو هانکتے تهے ایک یورپین فوجي افسر گهوڑے پر سوار آگے آگے تها اور چار سوار مصري فوجي پیچهے تهے اور ایک حبشي خواجہ سرا گهوڑے پر سوار ساتهه ساتهه تها *

یهہ بات خیال کرني کہ مصري گورنمنٹ نے اپنے ملک کو مهذب اور شایستہ کرنے میں کسقدر کامیابي حاصل کي هی ایک نهایت مشکل کام هی کیونکہ اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیئے اُس ملک کے حالات سے نهایت واقفیت هوني چاهیئے تا هم باوجودیکہ عام لوگ ایسي خراب اور ذلیل و ناشایستہ حالت میں هیں اس پر بهي تهذیب و شایستگي کي بهت ترقي معلوم هوتي هی شهر جو کہ نهایت میلا اور خراب اور پست وضع مردوں کے رهنے کي بدبو دار تهه خانوں کي مانند تها نهایت صاف هوتا جاتا هی شهر کے غربي جانب بلاق تک ایسا عمدہ شهر آراستہ هوا هی کہ دیکهنے سے تعلق هی نهایت نفیس سڑکیں اور جا بجا حوض و فوارہ اور چوکوں میں خوبصورت خوبصورت پهولوں کے باغیچہ طیار هوگئے هیں تمام دوکانیں اور بالکل مکانات اور هوٹلیں انگریزي طور پر طیار هیں مصر کا شهر غربي جانب کا بلاق تک هرگز افریقہ کا شهر نهیں معلوم هوتا بلکہ یورپ کا عمدہ و نفیس شهر معلوم هوتا هی صرف دو نقص عظیم پائے جاتے هیں ایک تو یهہ کہ یهہ خوبي جس قدر هوئي گورنمنٹ کي طرف سے هوئي رعایا ایسي مهذب نهیں هی کہ وہ خود یهہ سب کام کرے دوسرے یهہ کہ شهر کي اس نفیس طرف جسقدر آبادي هی وہ اکثر یوربین کي هی اور رهي رهتے هیں اور عیش و آرام کرتے هیں اور فرحت اور خوش حالي سے زندگي بسر کرتے هیں اور مسلمان اب تک اکثر اُسي مویشي خانہ میں بندهتے هیں اور ذلت اور نکبت سے نهیں نکلے *

مصر میں اُس کي گورنمنٹ کي کوشش سے تهذیب و شایستگي پهیلنے کا ایک اور بڑا نشان یهہ هی کہ تعلیم کے قواعد کسي قدر رائج هوتے جاتے هیں مصر کے مدرسہ کو جو شدیو کا مدرسہ کهلاتا هی میں نے دیکها نهایت عمدہ هی اور وهاں صرف تعلیم هي نهیں هوتي بلکہ [illegible] کو تهذیب و شایستگي بهي سکهائي جاتي هی تمام لڑکے نهایت عمدہ اور خوبصورت وردي پهنے هوئے تهے انگریزي بوٹ اور کوٹ پتلون اور سرخ ترکي ٹوپي پهندنے دار پهنے هوئے اور میز و کرسي پر اپني اپني جماعتوں میں بیٹهے هوئے نهایت خوبصورت دکهائي دیتے تهے هر ایک علم پڑهنے والوں کي وردي کي رنگت میں یا کسي خاص وضع کے تغیر کا فرق تها تمام علوم و فنون عربي زبان میں جو اُن کے ملک کي زبان هی پڑهائے جاتے هیں علاوہ اس کے انگریزي اور فرنچ اور جرمن زبان سکهلائي جاتي هی اور انجام کار لایق لڑکوں کو تکمیل علم کے لیئے جرمن و فرانس اور لندن میں بهیجا جاتا هی *

هم قسم کا هنر مصریوں میں ترقي پر هی تمام کام ریل کے چلانے کا مصري خود آپ کرتے هیں دهوئیں کي کل سے کام لیتے هیں دهوئیں کا پمپ اور دهوئیں کا هل گنوار دهقانوں کو چلاتے میںنے دیکها کاغذ بنانے کي کل جو دهوئیں سے چلتي هی مصري چلاتے هیں اور کاغذ بناتے هیں دهوئیں کي کل سے مصري چهاپے خانے کا کام کرتے هیں یهہ سب باتیں ایسي هیں جن کے سبب مصریوں کو هندوستان کے مسلمانوں سے باوجودیکہ هندوستان کے مسلمان اُن سے بهت زیادہ خوشحال هیں فوقیت دیتے هیں *

میوزیم مصر کا یعني عجایب خانہ ایسا عمدہ هی کہ مصر کي پرواني چیزوں کے لیئے اپنا نظیر نهیں رکهتا پرواني لاشیں جو ممي کهلاتي هیں اور پرواني صنایع مصر کي نهایت خوبصورتي اور عمدگي سے آراستہ هیں اور بهت فائدہ بخش عبرت انگیز اور حیرت خیز هیں *

مصر اور اُسکي تهذیب

ولیم هورڈ رسل صاحب نے جو ایک مشهور نامي گرامي قابل شخص هیں اپنے روزنامچه میں مصر کي گورنمنٹ کي نسبت ایک راے لکهي هی جو که نهایت دلچسپ هی هم اُس کو اس مقام پر لکهتے هیں اور وہ یهه هی *

وہ اس بات کي نسبت راے دیتي که که مصر کرتي کي حالت میں هی یا تنزل کي اُس وقت هوسکتي هی جب که اُس ملک کے حالات کا ایک خاص علم هو نامي لوگ جو مصر میں جاتے هیں اُن کے ساتهه مدارات کرنے میں اسمعیل پاشا کو یورپ کي شایسته اور مهذب قوموں سے کچهه سیکهنا نهیں هی ممکن هی که یهه بات لوگوں کي حیثیت کے لیئے کسوٹي نهو اور نه میں اُس کے کسوٹي هونے پر استدلال کرتا هوں مگر اس سے یهه مقصود هی که انگلستان کے لوگ بے تمیزي سے اُس کي نکته چیني نکریں بلکه اُس قوم کي جس کي عزت اُس کے بادشاہ کي ذات میں هی شکر گزاري کریں *

میں تمام هندوستان میں پهرا هوں اور میں جانتا هوں که اگر کوئي اجنبي شخص گو که وہ فهیم هو لیکن هندوستان کے حالات سے نا واقف هو صرف رعایا اور دهقاني اور قصباتي بازاریوں سے ظاهري صورت دیکهه کر انتظام انگریزي کي نسبت اتهام لگائے اور اپني راے قایم کرے تو کیسي مشکل کي بات هی کلکته میں گورنر جنرل یا کسي صوبه میں چیف کمشنر یا کوئي کلکٹر یا جج بلکه اور ادنی عهدےدار کو معه اُسکے ملازمین اور چپراسیان اردلي اور جاوس سواري کے رعایا کي حیثیت سے مقابله کرو اور غور کرو که محل کے رهنے والوں کي کیا کیفیت دکهائي دیتي هی خیال کرو که هم هندوستان کے لوگوں سے ٹوننگ اِسٹریٹ میں سلطان کے بال کا ایک گونه مفت خرچ دلایا هی غور کرو که اس عملداري میں جو دنیا میں نهایت عمدہ هی (یعني انگریزي عملداري میں) کیا کیا هوتا هی تب مسلمان حکمران (یعني خدیو مصر) پر پتهر پهینکو جو في الحقیقت اپني رعایا کو اُسي حال میں رکهنا چاهتا هی جس حال میں اُن کے باپ دادا رهتے تهے اور باوصف اِس کے اُس نے اپنے ملک کو ضروري باتوں میں کامیابي بخشي هی اور ترقي دي هی اُس نے سڑکیں اور پانی کے جهرنے بنوائے دارالسلطنت یعني شهر قاهرہ کو آراستہ کیا هنر اور صنعت کو بڑهایا اور جهاں تک اُس سے هوسکا اُس نے اُس زنجیر کو توڑ ڈالا جو مسلمانوں کو میسائیوں سے جدا کرتي هی *

فرض کرو که اگر اسمعیل پاشا هر آدمي کو جو اُس کے ملک میں رهتے هیں اُن کے گهر سے اور اُن کے پیشه سے چهوڑا کر چند سال کے لیئے سرکاري خدمت پر مجبور کرے تو اُس حالت میں اُس کے اطوار کي نسبت کیا کچهه نه کها جاویگا *

فرض کرو که اگر اِسمعیل پاشا کروڑوں اپني رعایا سے کهے که تم کو محصول دینا پڑیگا اور جو میں حکم دونگا وهي کرنا هوگا لیکن تمکو کوئي جلیل مرتبه سلطنت میں نصیب نهوگا اور فوجي اور جهازي اور سول کے کاموں میں بجز ادنی کاموں کے اور کوئي کام تمکو نه ملیگا تو هم لوگ کسقدر اُس کو لعنت ملامت کرینگے " *

مسٹر رسل کي یهه راے در حقیقت نهایت عمدہ اور منصفانه هو اور جس عالي رتبه اور فیاض طبیعت کے وہ هیں اُسي رتبه کي یهه راے هی مگر نا مهذب گورنمنٹ اور نامهذب قوم کو اُس کو پڑهکر پهولنا اور خوش هونا نهیں چاهیئے مهذب اور تربیت یافته گورنمنٹ میں اگر کوئي نقص هوتا هی تو هزاروں بهلائیاں بهي هوتي هیں جیسیکه اُن گورنمنٹوں میں جنکي طرف مسٹر رسل صاحب نے اشاره کیا هی مگر نامهذب اور نا تربیت یافته گورنمنٹ میں یهه هوتا هی که اُس میں برائي هي برائي دکهائي دیتي هی اور بهلائي ایسي قلیل هوتي هی جو خیال میں نهیں آتي اگر یهه بات سچ هو جیساکه مسٹر رسل نے خیال کیا هی که مسلمان حاکم یعني خدیو مصر اپني رعایا کو اُسي حالت میں رکهنا چاهتا هی جس حالت میں اُن کے باپ دادا تهے تو حقیقت میں وہ حاکم کافر اور ظالم فرعون سے کچهه اور زیادہ درجه نهیں رکهتا هی اور جو بهلائي که اُسنے کي هو اُس بهلائي سے زیادہ نهیں هی جو فراعنه مصر رعایا کو ظلم سے بیگار میں پکڑ کر کام لیتے تهے اور پیاز اور سوکهي روٹي کهانے کو دیکر اُن کے ساتهه بڑي نیکي کرتے تهے جو گورنمنٹ که اپني رعایا کي ترقي کي دل سے خواهاں نهیں وہ حقیقت میں گورنمنٹ نهیں هی بلکه رعایا کي دشمن هی *

مهذب قوم اور نا مهذب قوم میں بهي بهي فرق هوتا هی یهه هرگز نهیں هوتا که مهذب قوم میں کوئي نقص یا عیب یا برائي نهو مگر البته یهه هوتا هی که اُن برائیوں کے ساتهه لاکهوں کروڑوں بهلائیاں بهي هوتي هیں مگر نامهذب قوم میں بجز برائیوں کے اور کچهه نهیں دکهائي دیتا نامهذب قومیں گناہ کو ایسے بڑے طور سے إستعمال کرتي هیں جس سے اُس گناہ کي بدیاں بهت زیادہ عام اور تمام قوم کو خراب کرنے والي هوجاتي هیں مهذب قومیں اگرچه رهي یا اُسي قسم کا گناہ کرتي هیں مگر وہ اِس طرح پر وقوع میں آتا هی که اُس کي بدي عام هونے نهیں پاتي قوم کي قوم کو غارت و تباہ نهیں کرتي سچ هی

شرط سلیقه هی هرایک کام میں * عیب بهي کرنے کو هنر چاهیئے

نامهذب قوم نیکي بهي ایسي بري طرح کرتي هی که یا تو وہ نیکي نیکي نهیں رهتي یا غیر مفید اور بے محل هوجاتي هی مهذب قوم جو نیکي کرتي هی وہ ایسے سلیقه اور خوبي سے کرتي هی که وہ نیکي زیادہ عمدہ اور بهت مفید اور پر محل هوتي هی *

نامہذب قوموں میں اعتدال نہیں ہوتا ٹیکی کی طرف اگر متوجہہ ہوتی ہیں تو اُس کو اتنا کھینچتی ہیں کہ ٹوٹ جاتی ہی پدی کی طرف متوجہہ ہوتی ہیں تو اُس کو اِتنا بڑھاتی ہیں کہ شیطان کے بھی کان کاٹتی ہیں *

اِس زمانہ میں ہمارے بھائی بند مسلمان صاحبوں کا یہہ حال ہی کہ اگر کسی مہذب قوم کا ذکر اُن کے سامنے کرو تو اُس قوم کی برائیوں اور عیبوں کا ذکر کرتے ہیں اور صاحب یہہ کون کہتا ہی کہ مہذب قوموں میں کوئی عیب نہیں ہوتا مگر یہہ تو دیکھو کہ اُن میں اُن عیبوں کے ساتھہ بہت سی بھلائیاں اور خوبیاں بھی ہیں ہم اُن کے عیبوں کو کیا تکیں جبکہ ہم میں عیب ہی عیب بھرے ہیں مثل مشہور ہی کہ " چھاج بولے تو بولے چھلنی کیا بولے جسمیں نو سو بہتر چھید " *

راقـــــم
سید احمد

نمبر ۲۰

تربیت اطفال

اگر ہم اِس بات پر خیال کریں کہ اِنسانوں کے عیوب مثل کالے بادلوں کے جمع ہوکر ہم ہی پر برستے ہیں تو دنیا سے اِنسانوں کے عیوب بہت ہی کم ہوجاویں اور اگر ہم مرے ہوئے لوگوں کی آواز پر کان دھریں اور سمجھیں کہ وہ قبروں میں پڑے ہوئے زبان حال سے کیا کہہ رہے ہیں تو شاید ایک بھی برائی دنیا میں نرہے مگر افسوس کہ ہماری آنکھیں اندھی اور ہمارے کان بہرے ہیں *

اکثر دیکھا جاتا ہی کہ جب وقت گذر جاتا ہی تو بہت سی باتوں کا پچھتاوا آتا ہی کہ افسوس ہمنے یہہ نہ کیا اور وہ نہ کیا اور اُسوقت پچھتانے سے کیا ہوتا ہی کیونکہ گیا وقت پھر ہاتھہ نہیں آتا اور لاعلاج رنج کا نہایت ہی جانکاہ رنج ہوتا ہی پس اگر ہم ایسے سخت رنج سے بچنا چاہیں تو اُسکا علاج صرف یہی ہی کہ موجودہ وقت کو غنیمت جانیں ــــ غنیمت داں ہمیں دم را کہ حالست *

یہہ بات جو ہمنے کہی ٹھیک ٹھیک اِنسان کی طفولیت کی حالت سے نہایت ہی مناسبت رکھتی ہی اِس لیئے کہ جو عمر اور وقت تربیت کا ہی جب وہ گذر جاتا ہی تو بجز لاعلاج رنج رہجانے کے اُور کچھہ نہیں ہوتا اور پھر اُنکا ناتربیت یافتہ رہنا مثل کالی گھٹا کے گھمنڈ کرتا ہی اور ہم پر برستا ہی اور کسی کے گھر کو بہادیتا ہی اور کسی کے خاندان کو جلا دیتا ہی *

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی تمام چیزوں میں قدرتی تبادلہ ہوتا رہتا ہی اور بجز اِنسان کے ایسی اُور کوئی چیز نہیں ہی جسکو اُس تبادلہ میں کچھہ دخل ہو اگرچہ اِنسان کو کسی چیز کے پیدا کرنے کی طاقت نہیں ہی مگر اُسمیں اِتنی قدرت ہی کہ بہت سی چیزوں کو اپنے اختیار اور قابو میں کرکر اُس قدرتی تبادلہ میں شریک ہو اِنسان ہی ایک ایسا وجود ہی جو تھوڑا بہت کارخانہ قدرت کے بگاڑنے یا سنوارنے میں دخل رکھتا ہی وہی ایسا ذی عقل اور ذی شعور مخلوق ہی کہ دنیا کی آیندہ کی رفتار کو روک سکتا ہی یا ترقی کوسکتا ہی یا ابتر و خراب حالت میں ڈال سکتا ہی *

یہہ اقتدار اِس ناکامل اور فانی وجود کا جیسا کہ لڑکوں کے تربیت یا ناتربیت رکھنے سے ظاہر ہوتا ہی ایسا اُور کسی چیز سے ظاہر نہیں ہوتا جبکہ ہم لڑکوں کی حالت پر غور کرتے ہیں اور اُنکی بھولی بھالی اور سیدھی سادی طبیعتوں کو ہر ایک قسم کے گناہ سے پاک پاتے ہیں اور ہر قسم کی تربیت کی استعداد اُنمیں دیکھتے ہیں تو ہمکو خدا کی کامل قدرت کا نمونہ دکھائی دیتا ہی اور یقین ہوتا ہی کہ وہ اُس ذات کامل کی دلی بخشش کی ہوئی چیزیں ہیں اُسکے بعد ایک زمانہ تک وہ ہمارے ساتھہ رہتی ہیں ہمارے سامنے اُنکی عقل و فہم کی ترقی ہوتی ہی اور ہماری تعلیم اور تربیت اُنمیں اثر کرتی ہی اور یا تو اچھی اچھی مثالوں کے دیکھنے سے اُنمیں عمدہ عمدہ عادتیں اور خصلتیں پیٹھہ جاتی ہیں اور یا بری بری نظیروں کے دیکھنے سے شروع ہی سے اُنمیں بد عادتیں اور خراب خصلتیں پڑجاتی ہیں پھر حال لڑکپن کا موسم نکل جاتا ہی اور جو کچھہ کہ لڑکوں نے ہماری صحبت اور تربیت سے نیک یا بد حاصل کیا ہو اُسکا اثر دنیا میں رہ جاتا ہی *

لڑکپن کے زمانہ میں جو عمر کہ سات برس سے پندرہ برس تک ہی وہی ایسا زمانہ زندگی کا ہی جسمیں آیندہ کی بہبودی کے لیئے زیادہ تر کوشش ہوسکتی ہی اُس زمانہ میں لڑکوں کا دل ہرچیز کا متلاشی رہتا ہی حافظہ تیز ہوتا ہی قوت غور مضبوط ہوتی ہی اچھی عادتوں کا دیکھنا اور عمدہ عمدہ نظیروں سے تربیت پانا جسکو عموماً نیک صحبت کہتے ہیں نہایت ہی موثر ہوتا ہی یہہ زمانہ لڑکوں کے لیئے ذہنی و عقلی اور اخلاقی تخم ریزی کا ہوتا ہی کیونکہ اِسوقت تعلیم کا دل نہایت جلد قبول کرتا ہی اور اُس کے تخم کو جسمیں آیندہ نہایت عمدہ عمدہ پھل پھول پیدا ہونگے بہت جلد اوگا دیتا ہی لیکن اگر اُس زمانہ میں تربیت نہیں ہوتی تو پھر بہت ہی کم فائدہ ہوتا ہی کیونکہ جوں جوں دن گذرتے جاتے ہیں عادت میں مضبوطی آتی جاتی ہی یہاں تک کہ آخر کار عادت طبیعت سے مل جاتی ہی اور طبیعت ثانی کہلاتی ہی جسکا بدلنا نہایت ہی دشوار ہوتا ہی *

ایک نہایت لایق شخص کا حکیمانہ قول ہی کہ "لڑکپن کی طبیعت کتنی بڑے امر اہم کی چیز ہی کہ آیندہ کی بھلائی یا برائی اُسیکی احتیاط و غیر احتیاط پر منحصر ہی جو لڑکوں کے مربیوں کی طرف سے ہوتی ہی" پس جو لوگ کہ قومی تربیت یا قومی ترقی کے خواہاں ہیں اُنکا سب سے بڑا کام یہی ہی کہ لڑکوں کی تربیت کے لیئے عمدہ اِنتظام کریں جنسے ہمکو آیندہ کی بہبودی کی توقع ہی ورنہ ہم پر یہی مثل صادق آویگی کہ میاں کہیں ہوڑھے طوطے بھی پڑھے ہیں *

ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں تربیت اطفال کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہی اور بڑا سبب اُنکی حالت کے تباہ ہونے اور اولاد کے نالایق رہنے یا آوارہ ہو جانے کا یہی ہی ہم اُن حالتوں کا ذکر نہیں کرتے جنمیں اطفال آوارہ اور خراب ہوجاتے ہیں کیونکہ اُسکو تو سب برا جانتے ہیں بلکہ ہم اُس حالت کا ذکر کرتے ہیں جس میں غلطی سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری اولاد نے خوب تربیت پائی ہی غلطی اسلیئے ہی کہ حقیقت میں وہ تربیت عمدہ تربیت نہیں ہی اور یہی سبب ہی کہ اُنکو کچھہ لیاقت نہیں آتی اور اُنکے دل میں اخلاقی فیاضی اور طبیعت کی آزادگی اور دل کی کشادگی نہیں ہوتی تمام قوا جو اُن میں خدا تعالی نے رکھے ہیں سب پژمردہ اور ناکارہ رہجاتے ہیں اور رفتہ رفتہ اُن میں وہ قوا جن سے انسان اپنے کسی زمانہ عمر میں نام آور اور دل جلا اور عالی حوصلہ غیرت والا ہوتا ہی باقی نہیں رہتے *

مسلمانوں میں اگر کسی شخص کی اولاد عوام الناس کے لونڈوں میں کھیل کود سے بچے اور اپنے ہی ہم جولیوں میں رہے اور اپنے یا اپنے ہمسر خاندان کی صحبت اوٹھائے اور دوزانو بیٹھنا اور جھککر سلام کرنا یا میں کر ٹھیک اُسکے مخرج سے نکالکر سلام و علیک کرنا اور ہاتھہ جوڑ کر مزاج شریف پوچھنا سیکھہ جاوے تو نہایت سعادتمند اور تربیت یافتہ گنا جاتا ہی اور جب اُسکو ساتھہ اُسکو کچھہ لکھنا پڑھنا بھی آتا ہو اور کسی میانجی یا ملا سے پڑھتا بھی ہو تو وہ تو تربیت کے کنگورہ پر پہونچا ہوا سمجھا جاتا ہی اور اگر بخت و اتفاق سے اُسنے دو چار کتابیں زیادہ پڑھلیں اور صدرہ شمس بازغہ پڑھنے لگے تو پھر تو باوا جان پھولے بھی نہیں سماتے اور لڑکے کا میاں مولوی اور میاں فاضل مخمد کے سوا اور کوئی نام ہی نہیں لیتے اور اگر ایسا اتفاق ہوا کہ چند تعصبات مذہبی نے اُنکا گلا گھونٹا اور نماز پڑھ پڑھ کر ماتھے پر سیاہ گٹا ڈال لیا اور دو چار فقہ حدیث کی کتابیں پڑھ لیں اور مسئلہ مسایل پھکارنے لگے پھر تو وہ عرش سے بھی آگے بڑھ گئے اور شبلی و جنید کو بھی ترخانے لگے *

مگر صرف اتنا ہی جتنا کہ بیان ہوا کافی نہیں ہی بلکہ مفید تربیت ہونے کے لیئے اُنپر بہت کچھہ ہونا چاہیئے پس اگر غور سے دیکھا جاوے اور انصاف کیا جاوے تو یہہ تربیت کچھہ تربیت نہیں ہی ایسی تربیت کا نتیجہ یہہ ہوتا ہی کہ لڑکوں کے خیالات مثل جانوروں کے خیالات کے محدودہ ہو جاتے ہیں اور کسی قسم کی ترقی کا مادہ اُنمیں نہیں رہتا اُنکی حرکات مؤدبانہ صرف ایسے بندر کی سی حرکات ہوتی ہیں جسکو سلام کرنا اور ادب سے بیٹھنا اور کھڑے رہنا سکھایا ہو اُن حرکات میں اُن اخلاقی اوصاف کا جن سے از خود حرکات انسانی بلا تصنع قدرتی ادب و اخلاق کے مقتضی پر ہوتی ہیں کچھہ بھی اثر نہیں پایا جاتا بلکہ انسان میں جو ایک مہذب دلیری اور مودب بہادری اور ممدوح خود داری ہونی چاہیئے جسکو مختصر لفظ غیرت سے تعبیر کیا جاتا ہی ایسے ادب سکھانے سے باقی نہیں رہتی اُسکی طبیعت بعوض اسکے کہ بلند ہونے پر مایل ہو پست ہونے پر رجوع کرتی ہی جسکا بد اثر اُسکی آیندہ عمر میں ظاہر ہوتا ہی پڑھنا لکھنا آجانے سے اور منطقی یا فلسفی ہوجانے سے کامل تربیت خیال نکرلینی چاہیئے قطع نظر اسکے کہ علوم غیر مفیدہ کچھہ بھی مفید نہیں ہوسکتے صرف پڑھ لکھہ لینے سے تربیت کامل نہیں ہو جاتی بہت سے پڑھے لکھے ایسے موجود ہیں جو بلحاظ تربیت کے محض ایک کندۂ ناتراش ہونے سے کچھہ زیادہ رتبہ نہیں رکھتے پس تربیت کامل کے لیئے جیسا کہ علوم مفیدہ کا پڑھنا شرط ہی ویسا ہی اُسکے ساتھہ لڑکے کی زندگی کا ایسے طور پر اور ایسی حالت پر بسر ہونا ضرور ہی جس سے روز بروز اُسکے خیالات کو وسعت ہوتی جاوے اُسکی اومنگ بڑھتی جاوے اُسکے قوا شگفتہ و شاداب رہیں غیرت جو ایک بڑا جوہر انسان کا ہی اور برائیوں سے بچانے کے لیئے نہایت عمدہ اور سچا محافظ ہی ہمیشہ ترقی پر رہے ظاہری اخلاق اور مودبانہ حرکات اوپر اوپر مثل روغن قاز کے نہ لگائے جاویں بلکہ مثل چشمۂ شیریں کے خود اندر سے نکلیں نماز و روزہ اور کتب مذہبی کا پڑھنا فی نفسہ نہایت عمدہ چیز ہی مگر جب اُسکی تعلیم ایسے بد طریقہ سے ہوتی ہی جیسے کہ اب مسلمانوں میں مروج ہی اُس سے بجز اسکے کہ بد تعصبات بڑھ جاویں اور بعوض نیکی اور نیک دلی کے صفات ذمیمہ ترقی پکڑیں اور مثل کانٹےدار سخت پوست کے دل کو گھیر لیں جس میں نیکی اور رحم اور رقت اور ہمدردی سچائی اور راست بازی مطلق اثر کرنے نہ پائے اور کچھہ نتیجہ نہیں ہوتا ایسا تربیت یافتہ شخص بجاے اسکے کہ نفراسلام ہوتا ننگ اسلام ہوتا ہی اسلیئے مسلمانوں کو جہاں اپنی اولاد کی تعلیم کی فکر ہونی چاہیئے اُسی کے ساتھہ اسبات کی بھی بہت بڑی فکر لازم ہی کہ زمانہ تربیت اور تحصیل علم میں لڑکوں کی زندگی بسر کرنے کی

کیا تدبیر کرنی چاہیئے جس سے مقاصد مذکورہ بخوبی ترین وجوہ حاصل ہوں *

کچھ خفا ہونے کی بات نہیں ہی تہذیب دل سے سمجھنا چاہیئے کہ مذہبی تعلیم اور پند و نصایح کا اثر صرف دل پر ہوتا ہی یہہ ضرور نہیں ہی کہ خواہش پر بھی اُسکا اثر ہو اور اسلیئے راست باز اور مُتدین اور پرہیزگار عالی ہمت مستقل مزاج اور رنج و مصیبت میں ثابت قدم ہونے کے لیئے یہہ بات ضرور ہی کہ لڑکوں کا دل اور اُنکی طبیعت ان صفات پر بخوبی حاوی ہوجاوے ورنہ تمام پند و نصایح اور نماز و روزہ نقش بر آب ہوتا ہی اور نہایت جلد سب میں تکدر آجاتا ہی اور تمام زندگی کی امیدیں اور بہبودیاں جاتی رہتی ہیں اور اِسکا سبب صرف یہی ہی کہ اُنسے کہا گیا پر سمجھنے نہیں دیا کہ ذاتی چیز درحقیقت عمدہ ہی اور ہر چیز کی قدر صرف اُسکی عمدگی ہی پر منحصر ہی *

اگرچہ لڑکوں کی تعلیم کا فرض مقدم اُنکے ماں باپ پر ہی مگر جیسی تعلیم کہ مطلوب ہی وہ بغیر اسکے کہ تمام قوم آپس میں متفق ہوکر اُسکو قایم نکرے ممکن نہیں ہی اور اسلیئے وہ فرض تمام قوم سے متعلق ہوتا ہی اور کچھہ شک نہیں ہی کہ ایسے سامان تعلیم کے موجود نہونے سے تمام قوم گنہگار اور خسار ہی اور اسلیئے میں امید کرتا ہوں کہ اب لوگ ہوشیار ہونگے اور اس فرض کفایہ کے پورا کرنے پر جو بسبب ضرورت و حاجت شدید کے رتبہ میں فرض عین سے زیادہ بڑہ گیا ہی توجہہ فرماوینگے واللہ ولی التوفیق و ہو حسبی و نعم الرفیق *

راقـــــــم
سید احمد

نمبر ۲۱

نظامیہ سلسلہ تعلیم

ہم مختصر طور پر اُس سلسلہ تعلیم کا ذکر کرتے ہیں جو بالفعل ہندوستان کے مسلمانوں میں رایج ہی اور جو سلسلہ نظامیہ کہلاتا ہی مقصود ہمارا اسکے بیان سے صرف اتنا ہی کہ لوگ اسبات پر غور کریں کہ بلحاظ حالت اور علوم مروجہ زمانہ حال کے آیا یہہ سلسلہ اور طریقہ درحقیقت کافی اور مفید ہی یا واقعی اس میں کچھہ تغیر و تبدیل کی ضرورت ہی *

ہم اس آرٹکل میں اسپر کچھہ بحث کرنی نہیں چاہتے اور صرف اُن علوم اور اُنکی کتابوں کا ذکر کرتے ہیں جو بالفعل درس میں داخل ہیں تاکہ جو لوگ اُسپر بحث کرنے پر امادہ ہوں اُنکو کسیقدر امداد ملے *

علم صرف — اس میں مفصلہ ذیل کتابیں پڑھائی جاتی ہیں میزان منشعب پنج گنج زبدہ صرف میر نصول اکبری شافیہ نقودالصرف دستورالمبتدی *

علم نحو — اِس میں مفصلہ ذیل کتابیں درس میں ہیں مائۃ عامل شرح مائۃ عامل نحومیر ہدایۃالنحو کافیہ ضوء شرح ملا *

علم معانی و بیان و بدیع — اس میں یہہ کتابیں پڑھتے ہیں مختصرمعانی تمام مطول تابحث ماالناقلت ملازادۂ مختصر *

علم ادب — اس میں یہہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں مقامات حریری چند مقامہ دیوان متنبی چند صفحہ سبعہ معلقہ حماسۃالعرب نفحۃالیمین العجب العجاب *

علم منطق — اس میں مفصلہ ذیل کتابیں درس میں ہیں ایساغوجی قال اقول میر ایساغوجی شرح تہذیب ملایزدی بدیع المیزان تعلیمی میر تعلیمی تصورات شرح سلم ملاحسن تصدیقات شرح سلم ملاحمداللہ تصورات شرح سلم قاضی مبارک میر زاہد رسالہ قلم یعیی حاشیہ بحرالعلوم برمیر زاہد رسالہ ملا جلال میر زاہد ملاجلال *

علم طبعی و الہی — اس میں تین کتابیں پڑھائی جاتی ہیں میبذی تمام صدرا تاقلکیات شمس بازغہ تمام *

علم حساب — اس میں ایک کتاب پڑھتے ہیں خلاصۃالحساب *

علم ہندسہ — اس میں تحریر اقلیدس کا صرف پہلا مقالہ داخل درس ہی اور بعض طلبہ چار مقالے اور بعض چار سے بھی زیادہ پڑھتے ہیں *

علم ہیئت — اس میں یہہ کتابیں داخل ہیں تشریح الافلاک با منہیات (اور بعضے تصریح شرح تشریح الافلاک بجاے تشریح الافلاک با منہیات کے پڑھتے ہیں) قوشچیہ سبعہ شداد شرح چغمینی *

علم کلام — اس میں یہہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں شرح مقاید نسفی خیالی شرح مواقف میر زاہد امورعامہ شرح مقاید جلالی عقیدۃ حافظ حاشیہ فاضل قراباغی بر شرح عقاید جلالی *

علم فقہ — اس میں یہہ کتابیں پڑھاتے ہیں عبادات شرح وقایہ معاملات ہدایہ کنزالدقایق تمام مختصر وقایہ و قدوری *

علم اصول — اس میں یہہ کتابیں داخل درس ہیں شاشی نورالانوار توضیح تلویح مسلم الثبوت دیوالاصول حسامی *

علم تفسیر — اس میں یہہ کتابیں پڑھاتے ہیں جلالین بیضاوی چند جزو کشاف مدارک *

نظامیۂ سلسلۂ تعلیم

۱۵ ذیحجہ سنہ ۱۲۸۷ ہجری

لندن میں عیدالفطر کی نماز

علم قرایض — اس میں صرف ایک کتاب پڑھتے ہیں قرایض شریفی *

علم مناظرہ — اس میں بھی ایک کتاب پڑھتے ہیں رشیدیہ *

علم وضع آلات — اس میں بھی ایک کتاب پڑھتے ہیں رسالہ اسطرلاب مسمی بہ بابی محقق طوسی *

اصول علم حدیث — اس میں ایک کتاب نخبۃالفکر پڑھتے ہیں اور بعضے اُس کی شرح بھی پڑھتے ہیں *

علم حدیث — اس میں مفصلہ ذیل کتابیں ہیں مشکوٰۃالمصابیح موطا صحاح ستہ مگر انکو صرف تیمنا و تبرکا تھوڑا تھوڑا پڑھکر سند لے لیتے ہیں اور بعضے سب کتابیں کامل پڑھتے ہیں صحاح ستہ یہہ ہیں صحیح بخاری صحیح مسلم جامع ترمذی صحیح نسائی سنن ابی داؤد سنن ابن ماجۃ *

علم لغت میں — قاموس *

علم طب میں — قانرنچہ مرجز کلیات نفیسی معالجات سدیدی شرح اسباب حمیات شیخ *

سنی اور شیعہ کی تعلیم میں کچھ فرق نہیں فقط اتنا تفاوت ہی کہ مذہبی کتابیں جو فہرست مذکورۂ بالا میں مندرج ہیں سنیوں کی ہیں شیعہ مذہبی کتابوں مندرجہ بالا کی جگہہ اوروکتابیں پڑھتے ہیں اور مذکورۂ بالا کتابوں میں سے بھی بعض کتابیں پڑھتے ہیں مثل مسلم الثبوت و شرح عقاید نسفی و میر زاہداور عامۃ اور بعض مشکوٰۃشریف یا صحیح بخاری اور بیضاوی و کشاف میں سے بھی کچھہ کچھہ پڑھتے ہیں اور خاص کتابیں اپنے مذہب کے لحاظ سے بتفصیل ذیل اُن کے درس میں ہیں *

علم فقہ میں — حدیقۃالمتقین جامع عباسی مختصر نافع شرح صغیر شرح لمعہ دمشقی شرایع الاسلام جواہرالکلام فی شرح شرایع الاسلام *

علم اصول فقہ میں — معالم الاصول اساس الاصول زبدۃالاصول قوانین *

علم کلام میں — تجرید شرح تجرید علامہ حلی کشف الحق شرح کشف الحق قاضی نوراللہ شرح باب حادی عشر *

علم حدیث میں — اصول کافی من لایحضرہ الفقیہ تہذیب استبصار *

تفسیر میں — مجمع البیان *

یہہ سلسلہ جو ہمنے بیان کیا سلسلۂ تعلیم ہی اِس سے فراغ کے بعد جو کتابیں بڑے بڑے علماء کے استعمال میں رہتی ہیں اور جنکے پڑھنے پڑھانے پر وہ نہایت ناز اور فخر کرتے ہیں یہہ ہیں کتب فارابی نصوص الحکم جمع بین الرائین رسالہ تحقیق عقل کتب شیخ الرئیس شفا اشارات عیون الحکمۃ کتب شیخ مقتول حکمۃالاشراق تلویحات ہیاکل النور شرح ابن کمونہ بر ہیاکل النور شرح علامہ شیرازی بر ہیاکل کتب میر باقر افق المبین ایماضات قبسات تقدیسات وغیرہ کتب محقق طوسی تحریر مجسطی تذکرہ وغیرہ اور علی ہذاالقیاس اسی قسم کی کتابیں ہیں جو بلحاظ شرق اور رقت پڑھنے میں آتی ہیں — اب میری یہہ خواہش ہی کہ ذی عقل اور دانشمند لوگ غور کرکر اسبات کی تنقیح فرماویں کہ ایا یہہ سلسلہ کافی ہی یا تبدیل کی اِس میں ضرورت ہی *

راقم
سید احمد

نمبر ۲۲

لندن میں عیدالفطر کی نماز

اب کی مرتبہ لندن میں بھی عیدالفطر کی نماز ہوئی امام اور مقتدی سب دس آدمی تھے حافظ احمد حسن صاحب سفیر جناب نواب صاحب بہادر سابق والی ٹونک نے نماز پڑھائی مقتدیوں میں سید محمد محمود صاحب مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر کے صاحب زادہ اور مرزا خدا داد بیگ صاحب جو تحصیل علم کے واسطے لندن میں وارد ہیں اور اَور لوگ شامل تھے پس یہہ ایک خبر ہی جس سے مسلمانوں کو نہایت خوش ہونا چاہیئے *

جو خام اعتقاد مسلمان لندن جانے ہی کو خلاف شان اسلام سمجھتے ہیں وہ اب خیال فرمالیں کہ مذہب اسلام نہ مکہ جانے پر موقوف ہی اور نہ لندن جانے پر نیت صحیح اور قلب استوار ہر مقام پر شرط ہی اب یہہ رقت ہی کہ ہندوستان سے رؤساء مسلمان ان تعصبات کو جو بعض غلط فہمیوں کے سبب سے اُن میں چلے آتے ہیں چھوڑ دیں اور اپنی اولاد کو اعلی درجہ کی تعلیم حاصل کرنے کے واسطے بے تکلف انگلستان کو بھیجیں جیسا ٹرکی اور مصر کے مسلمان کر رہے ہیں اطلبوالعلم ولوکان بالصین *

راقم
مشتاق حسین

بمقام علیگڈھ — مطبع علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور باہتمام
منشی محمد مشتاق حسین شایع ہوا